امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً 300 تصانیف سے ماخوذ

# جامع الاحادیث

## مع افادات

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

مرتب

تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

شبیر برادرز

اردو بازار ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

# جامع الاحادیث

جلد اوّل

مرتب

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ناشر

شبیر برادرز ®

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

Email: shabbirbrother786@gmail.com

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | •=•=• | المختارات الرضوية من الاحاديث النبوية والآثار المروية |
| عرفی نام | •=•=• | جامع الاحادیث |
| افادات | •=•=• | امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز |
| تصحیح ونظر ثانی | •=•=• | بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ مبارک پوری |
| ترتیب وتخریج | •=•=• | مولانا محمد حنیف رضوی صدرالمدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف |
| پروف ریڈنگ | •=•=• | مولانا عبدالسلام رضوی استاذ جامعہ نوریہ بریلی شریف |
| باہتمام | •=•=• | شبیر برادرز اُردو بازار لاہور (پاکستان) |
| سن اشاعت اوّل | •=•=• | ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء |

# انتساب

اس عظیم ہستی کے نام جس نے لاکھوں گم گشتگان راہ منزل کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایا ـــــ جس نے بے شمار انسانوں کو عشق رسول کی دولت لازوال سے مالا مال کیا ـــــ جس کی بارگاہ سے ہزاروں علماء و مشائخ نے اکتساب فیض کیا ـــــ اور جس کے دست حق پرست پر کروروں اہل سنت و جماعت نے شرف بیعت حاصل کر کے دارین کی سعادتیں حاصل کیں ـــــ

## یعنی

تاجدار اہل سنت، شہزادۂ اعلیحضرت، آفتاب رشد و ہدایت، واقف اسرار شریعت، امام المشائخ والفقہاء، مخدوم الاکابر والعلماء، سیدی و مرشدی و ذخری لیومی وغدی حضور **مفتی اعظم** ہند حضرت علامہ الشاہ ابو البرکات آل رحمٰن **محمد مصطفیٰ رضا خاں** صاحب قبلہ برکاتی نوری رضوی بریلوی نور اللہ مرقدہ وبرد مضجعہ۔　　گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

مولیٰ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے طفیل میری اس خدمت کو شرف قبولیت سے مشرف فرمائے۔　　آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ جل جلالہ

## جامع الاحادیث کا اجمالی خاکہ

۱۳/کتابیں ہیں　　۱۹۰/ابواب ہیں

۵۵۵/افادات رضویہ ہیں　　۱۵۷۷/عنوانات ہیں

۳۶۶۳/احادیث وآثار ہیں

## مقدمہ کا اجمالی خاکہ

انتساب　　بنام حضور مفتی اعظم قدس سرہ

عرض حال　　مرتب

تقاریظ وتاثرات　　مشائخ وعلماء

مقدمہ　　بقلم مرتب

حجیت حدیث کا ثبوت

منکرین حدیث کے شبہات اور انکے جوابات

حفاظت حدیث کی تفصیلات

تدوین حدیث مختلف مراحل میں

محدثین کے حالات

مفصلہ تصانیف امام احمد رضا کی فہرست

## فہرست کا اجمالی خاکہ

فہرست آیات واردہ

فہرست اطراف حدیث

فہرست عنوانات

فہرست مسائل ضمنیہ

فہرست راویان حدیث اور انکی سوانح (تقریباً پانچسو راویوں کے حالات)

فہرست ماخذ امام احمد رضا

فہرست ماخذ ومراجع

# عرضِ حال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد

اللہ رب العزت جل مجدہ کا فضل بے پایاں ہے کہ اس نے اپنے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیل ونہار اور سنتوں کی اشاعت کا مجھ ہیچمداں کو حوصلہ بخشا اور اس فقیر سراپا تقصیر کو توفیق عطا فرمائی کہ امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف میں بکھرے ہوئے جواہرات نبویہ واحادیث کریمہ کو جمع کردیا۔ امید ہے کہ ملت اسلامیہ کو اس سے فائدہ پہونچے گا اور جو حضرات سیدنا اعلیٰ حضرت کی ضخیم مجلدات پر مشتمل تصانیف کا مطالعہ کما حقہ نہیں کرپاتے ہیں وہ میری اس کاوش سے کم وقت میں آسانی کے ساتھ استفادہ کرسکیں گے۔ سبب تالیف۔ آج سے تقریبا دس سال قبل اس کتاب کی ترتیب وتالیف کا منصوبہ اس وقت بنایا گیا جبکہ الجامعۃ القادریہ رچھا اسٹیشن بریلی شریف کی خدمات میں مصروف تھا۔ ترجمہ جامع الغموض کا کام مکمل ہوچکا تھا اور فتاوی رضویہ پنجم کی اشاعت ثانیہ سے بھی فراغت حاصل ہوچکی تھی۔

اس امر پر باعث یہ ہوا کہ میں نے بعض احباب سے سنا کہ فتاوی رضویہ میں موجود احادیث کی تخریج وترتیب رامپور میں ہورہی ہے، پھر یہ بھی سنا گیا کہ وہ کام فتاوی کی صرف ایک جلد تک محدود رہا اور موقوف ہوگیا، ساتھ ہی یہ بھی سننے میں آیا کہ استاذ گرامی وقار، بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان صاحب قبلہ دام ظلہم الاقدس کی دیرینہ خواہش ہے کہ اس نہج پر کوئی کام کرے۔ چنانچہ حضرت کی خواہش کے احترام میں میرے اندر یہ جذبہ پیدا ہوا اور میں نے اس کام کا عزم کرکے فتاوی رضویہ کا مطالعہ اسی انداز سے شروع کردیا۔ ابھی کام باقاعدہ شروع بھی نہ ہوا تھا کہ مجھے الجامعۃ القادریہ سے منتقل ہوکر جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف آنا پڑا اور پھر وہ کام بالکل موقوف ہوگیا۔

کچھ خانگی الجھنیں خصوصا عزیزم محمد حنیف رضا سلمہ کی مستقل علالت اور کچھ جدید مدرسہ میں منتقلی سے یکسوئی کا فقدان اور یہاں کی شب وروز مصروفیات نے سارے منصوبے کو طاق نسیاں بنادیا۔ بار بار خیال آتا لیکن حالات اس بات کی مساعدت نہیں کررہے تھے کہ میں اس عظیم کام کا بار اپنے ناتواں کاندھوں پر اٹھاؤں۔ وقت یونہی گذرتا رہا اور میں اپنے اندر ایک ایسی کیفیت محسوس کرتا کہ گویا مجھے اس کام پر کوئی برانگیختہ کررہا ہے۔ آخر کار تقریبا ایک سال کی طویل مدت کے بعد میں نے اسی کشمکش اور ناگفتہ بہ حالات کی بھیڑ بھاڑ ہی میں توکلا علی اللہ، اس کام کا آغاز کرہی دیا۔ جو کچھ تھوڑا سا کام ہوا تھا اس کو مسترد کرکے نئے سرے سے شروع کیا۔

جب کام شروع ہوا تھا تو مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ اتنا طویل عمل ہوگا۔ اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ

پہلی جلد کی احادیث جب میں نے نقل کرنا شروع کیں تو دو کیپٹل کاپیوں میں لکھی تھیں۔

اب جب کہ میں نے باقاعدہ شروعات کی تو اس کی اطلاع بحر العلوم قبلہ مدظلہ العالی کو بھی دی کہ آپ ہی کی فرمائش پر یہ کام شروع ہوا تھا اور مشوروں کا طالب ہوا۔ وہ دن اور آج کا دن ہے کہ حضرت نے بارہا مشوروں سے نوازا۔ متعدد مقامات کی لائبریریوں کی فہرستیں خود اپنے قلم سے ارسال فرمائیں۔ بعض عناوین کے ذریعہ ترتیب وتخریج کا خاکہ ارسال فرمایا۔ میں نے مسودہ تیارہ کرلیا تو خود دیکھنے کے لئے جامعہ نوریہ تشریف لائے اور رہنمائی فرمائی۔ اپنی لائبریری سے کتابیں بھی فراہم کیں، غرضکہ ہر موقع پر حوصلہ افزائی فرمائی، دعائیں دیں اور میرے ہر دکھ درد کا مداوا فرماتے رہے۔

جوں جوں کام آگے بڑھتا جاتا آپ کی طرف سے مسرت آمیز خطوط آتے جو میرے اندر مزید تحریک پیدا کرتے، وہ خطوط آج بھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ چند خطوط کے اقتباس سے قارئین اندازہ لگائیں، تحریر فرماتے ہیں۔

میرے لئے یہ خبر نہایت فرحت بخش ہے کہ ان خطوط پر آپ کام کررہے ہیں، جہاں سمجھ میں نہ آئے بیاض چھوڑ دیں اور کام پورا ہوجائے تو مجھے خبر کریں۔ میں انشاء المولیٰ تعالیٰ بشرط صحت وزندگی بریلی شریف حاضر ہوکر اس کام میں آپ کا ہاتھ بٹاؤنگا اور پھر کنفرم کیا جائے گا کہ اشاعت کے لئے دیا جائے۔

دوسرے خط میں فرماتے ہیں:۔

حدیث شریف کے مجموعہ کی تکمیل کی طرف جوں جوں آپ کے قدم آگے بڑھتے ہیں میری مسرت میں اضافہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے مقبول انام بنائے، آمین۔ اس کی اشاعت کے وسائل فراہم فرمائے اور آپ کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے، آمین۔

تیسرے خط میں فرماتے ہیں:۔

احادیث پر آپ کا کارنامہ انشاء اللہ سنگ میل ہوگا اور دونوں جہان میں آپ کی سرخروئی کا باعث، مولیٰ تعالیٰ اس کام میں برکت دے۔ ان پریشانیوں کے بیچ آپ نے مجموعہ احادیث کا کام جاری رکھا اور تکمیل کے قریب پہونچ گیا، آپ نے میری قلبی خواہش پوری کی اللہ تعالیٰ آپ کی امیدیں پوری فرمائے، آمین۔

میں نے کتاب کا مبیضہ تیار کرلیا تو پھر آپ نے بالاستیعاب دیکھ کر اصلاح فرمائی اس کام میں کتنا وقت صرف ہوا ہوگا قارئین خود اندازہ کرسکتے ہیں۔ یہ آپ کا غایت کرم اور ذرہ نوازی ہے۔ میں ان تمام مہربانیوں کا تہ دل سے ممنون ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر دراز فرمائے۔ آمین۔

اب میں اپنے قارئین کو اس کے علاوہ پوری داستان کیا سناؤں کہ یہ کتاب کن کن مراحل سے گذری اور کیسے کیسے اس کی تکمیل ہوئی، پھر بھی مختصر روداد عرض کرنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر میرے بعض محبین ومخلصین کی ناشکری ہوگی۔

کام کی ابتداء میں میرے پاس صحاح ستہ کا بھی پورا سیٹ نہیں تھا چہ جائیکہ دوسری کتابیں۔ سوچا کہ

مشکوٰۃ شریف سے اس کام کی تکمیل ہو جائےگی لیکن یہ بھی نہایت ناکافی ثابت ہوئی۔ یہاں کتابوں کے فقدان کا یہ عالم کہ جو میرے پاس نہیں تھیں وہ یہاں بھی نہ ملیں اور نہ الجامعۃ القادریہ میں۔ اب میرے سامنے دو چیزیں تھیں۔ پہلے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصانیف حاصل کرنا۔ پھر تخریج کے لئے متعلقہ کتب کا حصول۔

چنانچہ تصانیف رضویہ تلاش کر کے جمع کرتا جاتا اور اوراحادیث نقل کرتا، ساتھ ہی موجودہ کتابوں سے حوالہ بھی لکھتا جاتا۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی اب تک تقریباً ساڑھے تین سو کتابیں مجھے ملی تھیں، ان میں سے تقریباً تین سو کتابیں ایسی ہوں گی جن میں احادیث کا ذخیرہ موجود تھا۔ ان سب کو جمع کر لینے کے بعد نقل کا کام تو پورا ہوتا نظر آرہا تھا لیکن حوالوں کی کتابیں کہاں ملیں، کیسے حاصل ہوں، پروگرام یہ طے پایا کہ لائبریریوں میں جاکر حوالے نقل کئے جائیں۔

اس سلسلہ میں رام پور، دہلی، کلکتہ، پٹنہ اور حیدرآباد کا سفر کیا لیکن حاصل وصول کچھ نہ نکلا، مثلاً خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ایک ہفتہ حاضری کے باوجود کل سات آٹھ حدیثوں کے حوالے مل سکے۔ وقت کی پابندی زیادہ کام سے مانع رہی۔

ان تمام اسفار کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حوالوں کا کام اسی وقت مکمل ہوسکتا ہے جب کہ یہ کتابیں یہاں مدرسہ میں موجود ہوں۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ان کی تعداد چار سو سے متجاوز ہے جیسا کہ آخر میں دی گئی فہرست سے ظاہر ہے، اور وہ کتابیں بھی کوئی معمولی نہیں بلکہ پندرہ، بیس اور پچیس جلدوں تک بھی ان کی تعداد پہونچتی ہے، لہذا ان سب کو جمع کرنا نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے، کیونکہ مذکورہ بالا مقامات کی تمام لائبریریوں میں بھی وہ کتابیں سب کیا نصف بھی موجود نہیں، پھر جب کہ وہ انٹرنیشنل لائبریریاں جمع نہیں کر سکیں تو ہماری کیا پونجی۔ حالات اس موڑ پر آکر مایوس کن تھے، چونکہ میں نے یہ التزام کیا تھا کہ ہر حدیث کا حوالہ جلد وصفحہ کی قید سے ضرور لکھوں گا۔ جہاں عربی متن حدیث نہیں ہے وہاں متن حدیث اصل کتابوں سے ضرور لکھا جائے گا۔

احباب سے تذکرہ ہوتا تو اکثر حضرات یہی فرماتے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جن کتابوں سے حوالے نقل کئے تھے وہ کتابیں تو ہوں گی، ان سے نقل کر لیجئے، میں اس کے جواب میں کیا کہتا بس یہی کہ اعلیٰ حضرت کی خود اپنی تصانیف محفوظ نہیں جن کے لئے آج ایک علمی دنیا سرگرداں ہے تو پھر اس کے علاوہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اس کے بعد سوائے افسوس کے کوئی جواب نہیں ملتا تھا۔

اس ماحول میں بھی اللہ عزوجل کے فضل وکرم پر ہی بھروسہ رہا اور پھر ایک ایک سیٹ کر کے حاصل کیا جاتا رہا۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا منان رضا خاں صاحب منانی میاں ناظم اعلیٰ جامعہ نوریہ کی معاونت کے ساتھ احباب کی توجہ اس طرف مبذول کی جاتی اور وہ اس کام کی اہمیت وافادیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے متوجہ

ہوتے، رفتہ رفتہ مدرسہ کے لئے اور اس کتاب کی تخریج وتحقیق کے لئے قدر معتد بہ کتابوں کا ذخیرہ جمع ہوگیا، لیکن یہ ایک دو سال میں نہیں بلکہ مسلسل چھ سات سال کی کاوش کے بعد، یہی وجہ ہے کہ جو کام دو تین سال کی مدت میں ہوسکتا تھا آج تقریباً نو سال ہونے کو آئے جب کہیں جاکر یہ مجموعہ ہم اپنے قارئین کے لئے پیش کررہے ہیں۔

کتاب کا کام اپنے اختتام کو پہنچا، اب ضرورت اس بات کی تھی کہ اس کے شروع میں مبادیات حدیث، ضرورت حدیث، حجیت حدیث، تدوین حدیث، علم حدیث کن کن مراحل سے گذرا اور ارتقائی منازل سے کس طرح ہم کنار ہوا۔ ان تمام چیزوں کو تفصیل سے ذکر کیا جائے، لہذا بطور مقدمہ ایک جلد اس کے لئے مختص کی گئی جس میں مذکورہ بالا چیزوں کے ساتھ محدثین کے حالات اور ان کی اہم خدمات اور پھر امام احمد رضا محدث بریلوی تک سند حدیث کا تسلسل بیان کیا گیا ہے۔

آخری جلد میں پانچ فہرستیں ہیں۔

۱۔ فہرست آیات　　۲۔ فہرست اطراف حدیث

۳۔ فہرست عنوانات　　۴۔ فہرست مسائل ضمنیہ

اس کے بعد اس کتاب میں مروی احادیث کے پانچ سو سے زیادہ راویوں کے مختصر حالات اور ان کی مرویات کو نمبروار درج کیا گیا ہے، لہذا مجموعی چھ جلدیں ہوگئی ہیں۔

ان تمام مراحل سے گذرنے کے بعد اب اس کی اشاعت کا بار کون اٹھائے، یہ ایک اہم سوال تھا بہر کیف میں نے اشاعت سے پہلے کتابت کے مسئلہ پر غور کیا، چونکہ اس کتاب کی ترتیب میں شروع ہی سے ہر سلسلہ میں ایک سے سو تک کی گنتی خود ہی گننا پڑی تھی جیسا کہ گذرا لہذا یہاں بھی ایسا ہی ہوا کتابت کا کام کسی کاتب کے ذریعہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ پھر چار چھ سال اسی میں گذرتے، لہذا جدید تقاضوں کے پیش نظر کمپیوٹر پر کتابت طے پائی۔

اب مشکل یہ تھی کہ بازار سے کام کرانے کے لئے یہاں کوئی ایسا نہیں تھا کہ اتنا لمبا کام کرسکتا، پھر عموماً کمپوزیٹر آپریٹر بھی عربی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے غلطیاں بے شمار کرتے ہیں۔ لہذا چند طلبہ اور قارئین کو سینٹر پر سکھانے کا کام خود کیا، ساری سہولتیں ان کے لئے فراہم کیں پھر اپنے صرف زر سے کمپیوٹر خرید کر ان کو مکمل مشق کرائی جب کہیں جاکر کتابت کیلئے راہ ہموار ہوئی اور کام شروع ہوگیا۔ تین لوگ کام کے لئے متعین ہوئے، دو کمپیوٹر مستقل اور کبھی تین کے ذریعہ کام ہوا جب کہیں جاکر تقریباً دس ماہ کی مدت میں فراغت ملی۔

اشاعت کے سلسلہ میں عزیز مکرم مولانا محمد عزیز الرحمٰن صاحب منانی استاذ جامعہ نوریہ رضویہ نے کافی جدوجہد کی اور میں بھی کوشاں رہا، متعدد حضرات سے رابطہ ہوا اور آخر میں قرعۂ فال مناظر اہل سنت فخر قوم وملت حضرت علامہ مولانا عبدالستار صاحب ہمدانی بانی وناظم اعلی ادارہ اشاعت وتصنیف مرکز اہل سنت برکات رضا امام احمد رضا روڈ پوربندر گجرات کے نام نکلا اور آپ نے بخندہ پیشانی اس کتاب کی اشاعت کو

اپنے ذمہ لے کر نہایت خوبصورت انداز میں پیش کر دیا ہے جس کا قارئین بچشم خود مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ بلا شبہ یہ مولانا موصوف کا میرے اوپر عظیم احسان ہے جس کا میں نہایت ممنون و مشکور ہوں۔ فجزہ اللہ احسن الجزاء فی الدار الدنیا والآخرۃ۔ امین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر☆لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اس کتاب کا اوّل و آخر پورے طور پر اس شعر کا مصداق ہے۔ جب آغاز ہوا تھا تو میں اکیلا ہی تھا لیکن منزل مقصود تک پہونچنے کے لئے میرا کتنے لوگوں نے ساتھ دیا اور کس کی کیا خدمات ہیں اس کی ایک جھلک ملاحظہ کریں۔

سب سے پہلے شریک سفر عزیز مکرم مولانا محمد مشتاق صاحب رضوی پورنوی ہیں جو کتاب کے آغاز کے ایک سال بعد جامعہ نوریہ میں بحیثیت استاذ مقرر ہوئے، کام کی نوعیت واہمیت سے متاثر ہو کر میرے ساتھ حوالوں کی تخریج میں لگ گئے، راتوں کو میرے ساتھ جاگتے اور صحاح ستہ سے حوالے نقل کراتے۔ فتاوی سے نقل احادیث میں بھی ایک رجسٹر ان ہی نے نقل کیا، پٹنہ کے سفر میں بھی میرے ساتھ رہے، وہاں بھی تن دہی سے کام کرایا، دو سال تک جامعہ میں رہے لیکن کبھی ہمت نہیں ہاری، آج کل دار العلوم گلشن بغداد رامپور میں مدرس ہیں اور نہایات کامیاب، کہنہ مشق اور لکھے پڑھے کاتب وخوش نویس ہونے کی حیثیت سے بھی ممتاز ہیں، کتابوں کے عنوان ان ہی کی خوش خطی کا مظہر ہیں۔ ان کے جانے سے میں نے اس کام میں تنہائی محسوس کی، میں ان کا نہایات ممنون ہوں، مولیٰ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ آمین۔

دوسرے عظیم رفیق مخلص مکرم حضرت مولانا عبد السلام صاحب رضوی نینی تالی استاذ جامعہ نوریہ رضویہ کی ذات گرامی ہے، ایک سال کے وقفہ کے بعد آپ جامعہ میں تشریف لائے اور دوسرے ابتدائی وضروری کاموں سے فارغ ہو کر میرے شریک سفر ہو گئے۔ ابواب وفصول کے جو عنوان قائم کئے گئے تھے ان سب کو آپ ہی نے نقل کیا، پھر ترتیب قائم کر دی گئی تو اس کی نقل بھی آپ کے ہی ذمہ آئی، ایک ضخیم رجسٹر میں آپ نے ان سب کو نقل فرمایا اور مبیضہ کے لئے راہ ہموار فرما دی۔

اب کتاب کا مبیضہ شروع ہوا تو مبیضہ کے بعد ہر رجسٹر کو آپ نے بغور پڑھا اور بالاستیعاب اس کو دیکھا اور مفید مشوروں سے نوازا۔ نتیجہ کے طور پر حذف واضافہ کیا گیا جو ضروری تھا، اٹھارہ رجسٹر مکمل آپ نے دیکھے اور میری خاطر اس طویل عمل کو برداشت کیا، پھر فہرست مسائل ضمنیہ آپ ہی نے مرتب فرمائی، کتابت کے بعد مکمل کتاب کی تصحیح آپ ہی نے کی، یہ اتنا لمبا کام تھا کہ وہ خود چاہتے تو اس وقت میں ایک ضخیم کتاب لکھ دیتے۔ آخر تک نہایت خندہ پیشانی سے یہ کام انجام دیتے رہے، ساتھ ہی طلبہ کو تعلیم دینا اور نہایت ذمہ داری کے ساتھ پڑھانا، ان کا یہ عمل اوقات مدرسہ کے ساتھ دوسرے اوقات میں بھی جاری رہا، نہایت کامیاب اور ہر دل عزیز مدرس ہیں، میں ان کا بھی نہایات ممنون کرم ہوں، مولیٰ تعالیٰ ان کے فیوض

عام فرمائے اور جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

عزیز مکرم مولانا صغیر اختر صاحب مصباحی رامپوری استاذ جامعہ نوریہ نے مجھ ہیچمدان کے سوانحی حالات قلم بند کر کے مجھے میری حیثیت سے بہت اونچا دکھانے کی مساعی کی ہیں ورنہ ''من آنم کہ من دانم'' آپ نے جزوی طور پر پروف ریڈنگ کا کام بھی انجام دیا۔

عزیز القدر مولانا محمد شکیل صاحب رضوی بریلوی استاذ جامعہ نے کتاب میں وارد آیات قرآنیہ کی فہرست تیار کی اور جزوی طور پر پروف ریڈنگ بھی کی۔ ساتھ ہی چند صفحات کی معلومات مجھ فقیر سے متعلق سپرد قلم کیں۔

محترم حافظ محمد ثناء اللہ صاحب خطیبی مدرس جامعہ نوریہ رضویہ اور ان کے علاوہ میں ان تمام مدرسین کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے کسی بھی حیثیت سے میری معاونت فرمائی، مولیٰ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

اساتذہ کے علاوہ طلبہ اور محبین نے بھی خلوص کا مظاہرہ کیا، اور محب گرامی قدر حضرت مولانا قاری عرفان الحق صاحب سنبھلی ناظم مکتبہ مشرق کانکر ٹولہ بریلی شریف نے آخری بار نہایت لگن اور محنت کے ساتھ بعض جلدوں کو پڑھا اور تصحیح فرمائی۔ نیز محب مکرم حضرت مولانا توفیق احمد صاحب نشیش گڈھی نے بھی بعض حصہ کی پروف ریڈنگ کی۔ عزیز مکرم مولوی محمد شمشیر عالم بہاری نے کتاب کے عنوانات نقل کئے۔ عزیز گرامی مولوی حافظ محمد ارشاد صاحب شیر پوری نے فہرست مآخذ حروف تہجی کی ترتیب پر نقل کی۔

طلبہ میں مولوی محمد محبوب عالم اشرفی، مولوی علاؤ الدین رضوی، مولوی غلام مجتبیٰ، مولوی محمد افروز عالم برکاتی سلمہم اللہ تعالیٰ متعلمین درجہ تخصص فی الافتاء جامعہ ہذا۔

مولوی محمد ذاکر، مولوی محمد فیضان، مولوی محمد مشاہد رضا، مولوی محمد عرفان الحق، مولوی محمد شکیل بریلوی، مولوی عبد المبین سیتاپوری، مولوی محمد شاکر حسین رامپوری، مولوی نیاز محمد مرادآبادی، مولوی محمد بختیار خان رامپوری نے کمپیوٹر پر مقابلہ کتاب میں تعاون کیا۔

نیز مولوی محمد ارشد علی جیلانی جبل پوری متعلم جامعہ نوریہ، مولوی محمد زاہد علی شاہدی بریلوی، فارغ التحصیل جامعہ نوریہ رضویہ اور محمد تطہیر خان رضوی پرتاپوری بریلوی سلمہم اللہ تعالیٰ نے پوری کتاب کی کمپوزنگ کی اور کمپیوٹر پر سیٹ کر کے اس کی ظاہری زینت میں چار چاند لگائے۔

مولیٰ تعالیٰ ان سب کو علم نافع اور عمل صالح کی دولت لازوال سے سرفراز فرمائے آمین۔ یہ ہے اس کتاب کی جمع و ترتیب اور کتابت و طباعت کے مختلف مراحل سے گذرنے کا پس منظر۔

ان سب سے بڑھ کر یہ کہ میری اس کاوش کو سراہتے ہوئے اور ذرہ نوازی فرماتے ہوئے ہندو پاک کے جلیل القدر علماء و مشائخ نے اپنے قلم حقیقت رقم سے تقاریظ لکھیں اور اپنے تاثرات سے قارئین کو روشناس کرایا اور اس کتاب سے استفادہ کی دعوت دی۔

میں اپنے ان تمام بزرگوں کا ممنون کرم اور احسان مند ہوں کہ مجھ پر یہ خصوصی کرم فرمایا اور مجھ بے وقعت کو یہ عزت بخشی، بلاشبہ یہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت محدث بریلوی اور مرشد برحق سیدی حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہما کا فیضان کرم ہے جو اس خاکسار کی جدوجہد کو سراہا گیا اور حقیقت یہ ہے کہ کام بھی انہیں کا تھا جو اس فقیر بے توقیر سے انہوں نے لیا۔

## ـ ترتیب وتخریج کے دوران جن لائبریریوں سے استفادہ کیا

### ۱۔ نوری لائبریری:

سب سے پہلے تخریج کے لئے جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کی اسی لائبریری سے استفادہ کیا گیا بلکہ پوری کتاب ہی جامعہ کی لائبریری میں بیٹھ کر مرتب ہوئی۔

آج جامعہ نوریہ رضویہ کی نوری لائبریری کتب احادیث میں منفرد ہے جامعہ کی فی الحال تین لائبریریاں ہیں۔

- نوری لائبریری　　کتب احادیث وشروح ودیگر متفرق کتابیں
- دار الافتاء کی لائبریری　　فتویٰ نویسی سے متعلق کتب فتاویٰ
- درسی لائبریری　　طلبہ کے لئے درسی کتب

بحمدہ تعالیٰ جامعہ شب وروز ارتقائی منازل سے ہمکنار ہے، اساتذۂ جامعہ گوناگوں صلاحیتوں کے مالک ہیں، دو منزلہ عمارت تعمیر ہوچکی ہے، اس کے عقب میں رضا ہال اور پھر اس سے متصل تین بڑے کمرے تعمیری مراحل سے گذر چکے ہیں۔ بیرونی طلبہ کے قیام وطعام کا انتظام جامعہ کی طرف سے ہر سال رہتا ہے، ناظم ادارہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا منان رضا خانصاحب منانی میاں قبلہ ہیں۔

### ۲۔ لائبریری الجامعۃ القادریہ:

مدارس اسلامیہ میں الجامعۃ القادریہ رچھا اسٹیشن بریلی شریف کی لائبریری سے بھی کافی استفادہ کا موقع ملا۔ آج کل بحمدہ تعالیٰ یہاں بھی کتابوں کا کافی ذخیرہ ہے جو بارہ تیرہ سال کی مدت میں جمع کیا گیا ہے۔

### ۳۔ لائبریری جامعہ نعیمیہ مراد آباد:

استاذ العلماء حضرت مفتی محمد ایوب خاں صاحب قبلہ کی نوازش سے اس لائبریری کی چند کتب دستیاب ہوئیں جن سے بھر پور استفادہ کا موقع ملا۔

### ۴۔ لائبریری مدرسہ عالیہ رامپور:

محب گرامی قدر حضرت مولانا نور الدین صاحب نظامی کے زمانہ صدارت میں آپ کی نوازش سے مدرسہ کی لائبریری سے استفادہ کیا۔ قدیم کتابوں کا ذخیرہ ہے چند کتابیں مستعار لے کر حوالے نقل کئے تھے۔

### ۵۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ:

ایک ہفتہ قیام کر کے یہاں کی لائبریری سے استفادہ کیا، علم حدیث سے متعلق انواع واقسام کی کتابیں دیکھنے کا اتفاق سب سے پہلے اسی لائبریری میں ہوا، یہاں آکر ہی یہ اندازہ ہوا کہ کتابیں جدید انداز پر چھپ رہی ہیں اور مل سکتی ہیں، ضرورت سرمایہ کی ہے۔

### ۶۔ رضاء لائبریری رامپور:

یہاں بھی متعدد مواقع پر جانے کا اتفاق ہوا۔ کتابوں کا عظیم ذخیرہ ہے لیکن کتابیں دیکھنے کا وقت زیادہ نہیں مل پاتا، کچھ کام لائبریری میں کیا اور کچھ کتابوں کی فوٹو اسٹیٹ حاصل کی۔

### ۷۔ صولت لائبریری رامپور:

یہ لائبریری بھی قدیم طرز کی نہایت عظیم لائبریری ہے، ممبر بن جانے کے بعد یہاں سے کتابیں مل جاتی ہیں، قدیم کتابیں یہیں سے حاصل ہوئیں اور اطمینان سے قیام گاہ پر کام کرنے کا موقع ملا۔ بلکہ میرے لئے یہاں کے منتظمین نے کام کی اہمیت دیکھ کر خاص رعایت رکھی۔

میں ان تمام کتب خانوں کے منتظمین کا نہایت ممنون ومشکور ہوں۔

نیز محب مکرم حضرت مولانا انوار احمد صاحب خلف اوسط فقیہ ملت علیہ الرحمۃ مالک کتب خانہ امجدیہ کا بھی ممنون کرم ہوں، جن کی شب وروز جد وجہد کے بعد حسین انداز میں یہ کتاب منظر عام پر آئی۔

آخر میں مخلص وکرم فرما حضرت مولانا محمد جزیل صاحب سنبھلی کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے قیمتاً جامعہ کی لائبریری کے لئے دوبئی سے کتابوں کا وافر ذخیرہ فراہم کیا۔

## مطالعہ کے وقت قابل لحاظ امور

۱۔ واضح رہے کہ تخریج کے سلسلہ میں جن کتابوں کے نام لکھے گئے ہیں ان کتابوں میں

| | | |
|---|---|---|
| السنن للنسائی | مکتبہ رحیمیہ | دیوبند |
| السنن للنسائی | مکتبہ اشرفیہ | دھلی |
| المعجم الکبیر | مطبوعہ | عراق |
| المعجم الکبیر | مطبوعہ | مصر |
| المستدرك للحاکم | مطبوعہ | بیروت |
| المستدرك للحاکم | مطبوعہ | مصر |
| المسند لاحمد بن حنبل | مطبوعہ | بیروت |
| المسند لاحمد بن حنبل | مطبوعہ | مصر |

السنن الکبری للبیهقی مطبوعه حیدر آباد دکن

السنن الکبری للبیهقی مطبوعه پاکستان

السنن الکبری للبیهقی مطبوعه بیروت

اسی طرح ان کے علاوہ بھی دیگر کتب مختلف مطابع کی مطالعہ میں رہیں، لہٰذا دونوں طرح کی کتابوں سے حوالے نقل کئے گئے ہیں۔ اگر کسی مقام پر حوالوں کا اختلاف ملے تو وہ مطابع کے اختلاف کی وجہ سے ہوگا۔ قارئین اس بات کو مدنظر رکھیں۔ حوالوں کے ضمن میں مطابع کی تفصیل دینا ایک طویل عمل تھا، بار بار تفصیل آنے سے کتاب کا حجم بڑھتا اور کوئی فائدہ نہ ہوتا، لہٰذا تخریج کے مآخذ و مراجع میں ان کو بیان کر دیا گیا۔ جیسا کہ گزرا۔

۲۔ حوالوں کی کثرت سے ہمارا مقصود صرف یہ ہے کہ حدیث کو متعدد طرق سے تقویت حاصل ہوتی ہے، اگر کوئی صاحب کسی حدیث پر جرح و نقد کرنے کی کوشش کریں تو پہلے وہ مذکورہ تمام کتب کی جملہ اسانید پر نظر رکھیں اور پھر فیصلہ کریں۔ پھر بھی ضعیف احادیث سے کتاب خالی نہیں لیکن اکثر ان مقامات پر ہیں جہاں اپنے موقف کی تائید کے لئے روایت کرتے ہیں، نہ کہ اس سے کسی عقیدہ کا اثبات اور نہ کہ حلت و حرمت کے سلسلہ میں استدلال مقصود ہے۔

۳۔ حوالوں کی کثرت اطراف حدیث کے قبیل سے ہے، لہٰذا ہر کتاب کے حوالہ میں راوی صحابی یا تابعی کا متحد و واحد ہونا ضروری نہیں۔

۴۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے بعض مقامات پر امام ترمذی کے نہج پر کسی ایک حدیث کو متعدد روایوں سے روایت کا حوالہ دیا ہے، البتہ ہم نے متن حدیث کسی ایک روای سے ہی نقل کیا ہے، اگر سب جگہ تمام راویان حدیث کی رعایت کی جاتی تو کتاب طویل سے طویل تر ہو جاتی، بعض مقامات پر "وفی الباب عن فلان و فلان الخ" کے طرز پر یہ کام شروع کیا تھا لیکن بعد میں اس کو بھی ترک کر دیا۔

۵۔ حدیث موصول میں راوی، صحابی، اور مرسل روایت میں راوی تابعی متعدد ہوتے ہیں تو محدثین ان احادیث کو علیحدہ علیحدہ شمار کرتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے بھی اس طرف اپنی بعض عبارات میں اشارہ فرمایا ہے، چونکہ ہم نے صرف ایک راوی سے حدیث ذکر کی ہے لہٰذا اختلاف متن جو تصانیف رضویہ میں ملتا ہے جس کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

بخاری میں الفاظ یہ ہیں:

ترمذی میں یہ ہیں۔

ابوداؤد میں یہ ہیں۔

نسائی میں یہ ہیں۔

اگر راوی ایک ہیں تو ہم نے سب کے حوالے نیچے لکھ کر حدیث ایک ہی شمار کی ہے اور الفاظ کسی ایک کتاب کے لئے ہیں۔

اوّل تو حدیث متعدد حوالوں سے متعدد نہیں ہوتی جبکہ راوی صحابی ایک ہو۔ دوسرے یہ کہ اس سے کتاب کا حجم بڑھتا جو خلاف اصول ہونے کے ساتھ طوالت کا سبب بنتا۔

۶- امام احمد رضا محدث بریلوی بعض مقامات پر چند کتب حدیث سے الفاظ التقاط کر کے ایک حدیث بنا دیتے ہیں، لہٰذا کسی ایک کتاب میں بعینہٖ ان الفاظ کا ہونا ضروری نہیں۔

۷- بعض مقامات پر روایت بالمعنی بھی کرتے ہیں اور ابن کا حق بلاشبہ آپ کو حاصل تھا۔

۸- مکرر احادیث کو حذف کر دیا گیا ہے پھر بھی بعض مقامات پر مختلف ابواب کے تحت کچھ احادیث آ گئی ہیں۔

ایسی احادیث کی تعداد نہایت قلیل ہے، اگر تمام احادیث مکررہ کو لکھا جاتا اور ہر راوی سے علیحدہ روایت لی جاتی، یا اختلاف الفاظ سے حدیث علیحدہ شمار کی جاتی تو ایک اندازے کے مطابق احادیث کی تعداد دس ہزار سے کم نہ ہوتی۔

۹- کثیر احادیث وہ ہیں جن کے متون نقل کرنے کی اعلیٰ حضرت کو ضرورت پیش نہ آئی، ہم نے جدوجہد کر کے ایسی تمام احادیث کے متون نقل کئے ہیں اور پھر ترجمہ ان کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ بعض جگہ متن کے مقابل جزوی طور پر ترجمہ کا اختلاف نظر آئے تو اس کو اسی طرز پر محمول کریں، نسخوں اور طرق کے تعدد سے معمولی ردوبدل ہوتی رہتی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

پوری کتاب میں صرف ایک حدیث ایسی ہے جس کا متن مجھے نہیں مل سکا اس کے لئے بیاض چھوڑ دی گئی ہے کہ اگر کسی صاحب کو وہ متن مل جائے تو اپنے نسخہ میں تحریر کر لیں اور ہمیں مطلع فرمائیں، ہم شکریہ کے ساتھ آئندہ ایڈیشن میں شائع کر دیں گے۔

۱۰- بعض جگہوں پر امام احمد رضا بریلوی نے موقع کی مناسبت سے حدیث کا صرف ایک جملہ نقل کر دیا تھا، ہم نے ایسی احادیث اکثر مقامات پر پوری لکھی ہیں تاکہ ہمارے قائم کردہ عنوان پر مکمل روشنی پڑ جائے، اور قارئین کو دیگر ضروری معلومات بھی فراہم ہو جائیں۔

۱۱- بعض جگہ ایسا بھی ہے کہ حدیث نقل فرما کر بقیہ کی طرف مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں، نیز کبھی اس طرز کی دوسری احادیث کی طرف رغبت دلاتے، لہٰذا ایسی احادیث بھی نقل کر دی گئی ہیں۔

# تقاریظ

## مشائخ عظام و علمائے کرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازمولانا محمد منشا تابش قصوری
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

# کلمات تحسین و تبریک

مدینۃ العلوم بریلی شریف کی شہرت ومقبولیت کا سکہ بین الاسلامی ہی نہیں بین الاقوامی سطح پر بیٹھ چکا ہے۔ جس کا باعث مجدد العصر امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیکر بنا کر جلوہ گر کیا'

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اسلام وسنیت کی علم وعمل اور پاکیزہ قلم سے کچھ اس نہج پر آبیاری فرمائی کہ یگانے' بیگانے' اپنے' پرائے ان کی فقاہت پر رطب اللسان ہے۔

فقہ اسلامی میں فتاویٰ رضویہ کو جو امتیازی شان حاصل ہے پوری دنیا میں اس کی مثال محال ہے۔ مجدد ملت علیہ الرحمۃ نے اپنے دور میں فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدیں تیار کیں' مگر اہل بریلی کو تمام تر جلدیں شائع کرنے کا موقع نہ مل سکا' یہ سعادت علمائے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے لئے مختص تھی۔ چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ اشرفی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے عزم صمیم سے اس کی تکمیل کا بیڑا اُٹھایا۔ تین جلدیں شائع کر سکے تھے کہ وصال کی نوبت آ گئی اور واصل بحق ہو گئے بعدہٗ بحر العلوم مفتی مولانا عبدالسنان اعظمی دامت برکاتہم العالیہ نے اس کام کو تکمیلی مراحل تک پہنچانے کی سعادت عظمیٰ حاصل کی۔ الغرض! مبارک پور سے پھر یہ فقہی سوغات کراچی پہنچی تو فوری طور پر مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی نے شاندار انداز میں شائع کر کے اہم کام سرانجام دیا اور مخالفین کے تمام تر اعتراضات بیک وقت ختم ہو گئے جو کہتے تھے کہ فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں نہیں محض پراپیگنڈا ہے۔

اور پھر نباض وقت مفتی اسلام حضرت العلام مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور' صدر تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان نے' جدید انداز میں ایڈیٹ اور تخریج کے ساتھ تمام عربی وفارسی عبارات کو اُردو ترجمہ کے لباس پہنانے کی طرح ڈالی اور دیکھتے ہی دیکھتے فتاویٰ رضویہ جو بارہ مجلدات پر مشتمل تھا۔ اب تکمیل کی صورت میں تیس ضخیم جلدوں سے دنیائے علم استفادہ کرتی رہے گی۔ الحمد للہ علیٰ منہ وکریمہ تعالیٰ چوبیس جلدیں طباعت سے آراستہ' مارکیٹ میں آ چکی ہیں اور انشاء اللہ العزیز بہت جلد باقی حصے بھی اہل علم وتحقیق کے پاس ہوں گے۔

اسی تحریک کو ہندوستان کے علمائے اہل سنت نے اپنایا اور حضرت مولانا علامہ محمد عیسیٰ رضوی قادری مدظلہ نے ''امام احمد رضا اور علم حدیث'' پر تین مجلدات میں ایک قابل قدر کارنامہ سرانجام دیا اور یہ کتاب پاک وہند میں مقبول ہو چکی ہے۔

پیش نظر 'علمی شاہکار'' ''جامع الاحادیث'' مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کے نام سے مولانا علامہ محمد حنیف خان قادری بریلوی مدظلہٗ نے مرتب فرمایا ہے جو بلاشبہ نہایت ہی تاریخ ساز کارنامہ ہے' موصوف کی ان ایمان افروز' روح پرور مساعی جمیلہ پر جتنا بھی ہدیۂ تحسین وتبریک پیش کیا جائے کم ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پاکستان میں محترم جناب ملک شبیر حسین صاحب بھی مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے رضوی کاز کو مستحکم بنانے کے لئے جامع الاحادیث ایسی ضخیم کتاب کو پاکستان میں شائع کر کے ایک مقام بنالیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ حضرت مرتب وناشر کی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

۲۱ جون ۲۰۰۳ء/ ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ یکشنبہ

- امین ملت شہزادۂ احسن العلماء حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب مدظلہ العالی
  سجادہ نشین آستانہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ
- صدر العلماء حضرت مولانا مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب مدظلہ العالی محدث بریلوی
  شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف
- تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری مدظلہ العالی
  جانشین حضور مفتی اعظم ہند بریلی شریف
- بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب مبارکپوری مدظلہ العالی
  شیخ الحدیث دار العلوم شمس العلوم گھوسی ضلع مئو
- فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد صاحب امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان
  بانی مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج بستی
- رئیس القلم حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب شرف قادری برکاتی مدظلہ العالی
  شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
- مناظر اہل سنت حضرت مولانا عبد الستار صاحب ہمدانی مدظلہ العالی
  ناظم مرکز اہل سنت برکات رضا پوربندر گجرات
- فاضل جلیل حضرت مولانا عبد السلام صاحب رضوی مدظلہ العالی
  استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف
- ماہر رضویات حضرت ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی
  سرپرست ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
- ناشر مسلک اعلیحضرت حضرت مولانا سید وجاہت رسول صاحب مدظلہ العالی
  صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

# تصدیق انیق

امین ملت شہزادۂ احسن العلماء حضرت ڈاکٹر سید **محمد امین میاں** صاحب
مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔

اس فقیر برکاتی سے علامہ محمد حنیف خاں صاحب رضوی مدظلہ نے فرمائش کی کہ ان کی کتاب ''جامع الاحادیث'' پر چند سطریں لکھ دوں۔ میں آج ہی سہ پہر کو پردیس کے لئے روانہ ہو رہا ہوں لیکن دل نہ مانا کہ علامہ کی محبت بھری فرمائش کو معرض التوا میں ڈالوں۔ سو یہ چند ٹوٹی پھوٹی سطریں حاضر ہیں۔

''رضویات'' کی ضمن میں ''جامع الاحادیث'' اکیسویں صدی کی پہلی مہتم بالشان تصنیف ہے، چھ جلدوں پر مشتمل اس تصنیف لطیف کے مندرجات مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حدیث دانی پر دال ہیں۔ مصنف محترم حضرت علامہ محمد حنیف خاں قادری برکاتی رضوی صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف کے اوقات میں اللہ تبارک تعالیٰ نے کتنی برکت عطا فرمائی کہ پہلے تو تقریباً چار ہزار احادیث کا مطالعہ بنظر غائر فرمایا۔ پھر ان کو فقہ کے ابواب کی ترتیب میں سلیقے سے سجایا۔ پھر ایک ایک حدیث کے سلسلہ میں بیش از بیش حوالوں کا التزام فرمایا۔ بیشتر احادیث کا ترجمہ فرمایا۔ جہاں عربی متن نہ تھا، وہاں متن نقل کرنے کا انتظام فرمایا۔ صرف اسی پر قناعت نہ کی بلکہ مجدد اعظم کی دیگر تصانیف میں جہاں جہاں احادیث کا ذکر دیکھا ان احادیث کو متعلقہ احادیث کے شانہ بشانہ درج کرنے کے ساتھ ساتھ ایک مبسوط و مفصل مقدمہ بھی تحریر فرما دیا جس میں علم حدیث کے مختلف عناصر کے بارے میں شافی اور کافی اطلاعات بہم کردی ہیں۔

حاسد اور مخالف کے ذریعے کی گئی تنقیص بھی کیسے کیسے گل کھلاتی ہے۔ مولانا علی میاں ندوی نے اپنے والد مولانا عبد الحیٔ کی کتاب ''نزہۃ الخواطر'' میں اعلی حضرت قدس سرہ کی شان گھٹانے

کے سلسلے میں ایک جملہ یہ بھی لکھا تھا:-

"قلیل البضاعة فی الحدیث والتفسیر"

یعنی امام احمد رضا کی اہلیت حدیث وتفسیر میں بہت کم تھی۔ حاسد اعلیٰ حضرت کے جواب میں محب اعلیٰ حضرت نے پانچ لفظی تنقیصی جملے کے بدلے بفضلہ تعالیٰ چھ جلدیں قلم بند فرمادیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حدیث دانی کی تنقیص کے جواب میں صرف یہ دعویٰ بھی کافی ہوتا کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث کی سند علم حدیث میں ہندوستان میں سب سے بڑے خانوادے سے عطا ہوئی تھی۔ یعنی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی عطا کی ہوئی سند حدیث امام اہل سنت کو اپنے پیر ومرشد حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمد مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک وسیلہ سے ملی۔ لیکن دعویٰ بہر حال دلیل کا محتاج ہوتا ہے اور امام اہل سنت قدس سرہ کے علم حدیث پر دلیل کی یہ چھ روشن شمعیں امام اہل سنت کے چاہنے والوں کی علمی محفلوں میں انشاء اللہ رہتی دنیا تک اجالا پھیلاتی رہیں گی۔ یہ فقیر قادری دعا گو ہے کہ راہ بھٹکے حاسدین کے لئے یہ شمعیں اندھیرے راستے کی مشعلیں بن جائیں تاکہ وہ بھٹکے ہوئے سیدھے راستے پر آسکیں۔

جدید علوم کی دنیا میں جب کسی اہم موضوع پر کام کیا جاتا ہے تو با قاعدہ پروجیکٹ بنتا ہے۔ اس میں صرف ہونے والے اخراجات کا تخمینہ تیار ہوتا ہے۔ کئی اصحاب علم پر مشتمل ٹیم بنائی جاتی ہے۔ وقت مقرر کیا جاتا ہے۔ حوالے کی کتابوں کا انبار لگایا جاتا ہے۔ سکون کے ساتھ تصنیفی کام کرنے کیلئے ایر کنڈیشن کمرے فراہم ہوتے ہیں۔ ان تکلفات کے بعد تب اکثر وقت معین کے بعد ایک کتاب منصۂ شہود پر آتی ہے۔ علامہ محمد حنیف خاں رضوی برکاتی پر صد ہزار آفریں کہ انھوں نے اکیلی جان پر اتنا عظیم الشان تحقیقی وتصنیفی کارنامہ انجام دیا۔ سبحان اللہ ماشاء اللہ۔

اس فقیر برکاتی نے ایک بار والد گرامی حضور احسن العلماء قدس سرہ سے عرض کیا کہ ہمارے اکابر علماء کرام کتنی ضخیم اور مفید کتابیں لکھتے ہیں، اگر کسی یونیورسٹی میں وہ کتاب داخل کردیں تو انہیں پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری مل سکتی ہے۔ والد گرامی نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے اکابر علماء کرام تو اپنی ذات میں چلتی پھرتی یونیورسٹیاں ہیں انہیں ڈگریوں سے کیا غرض۔ یہ تو محبت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مسرور رہیں اور اسی سرور کو اپنے لئے کافی سمجھتے ہیں۔

امام اعظم حضرت ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام غزالی اور بعد کے محدثین میں حضرت محدث سورتی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حدیث دانی پر بھی ماضی میں بہت حملے کئے گئے اور ارباب علم نے ان کے منھ توڑ جواب دیئے، لیکن امام احمد رضا کے علم حدیث پر حملے کے جواب میں علامہ محمد حنیف صاحب مدظلہ العالی نے جیسا مبسوط، مفصل اور مدلل جواب دیا وہ لا جواب ہے اور بہت ہی امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔

یہ فقیر قادری جملہ احباب اہل سنت سے التماس کرتا ہے کہ اس تصنیف کا شایان شان استقبال ہو، تا کہ ہم سب اس شجر ثواب کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھنے کا حق حاصل کریں جس کا بیج علامہ موصوف نے بویا ہے۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ علامہ محمد حنیف خاں رضوی برکاتی کو دارین میں اس خدمت کا اجر عطا فرمائے۔ اور ایسا انتظام فرمادے کہ محشر کے دن میزان عمل کے نیکیوں کے پلڑے میں ''جامع الاحادیث'' ملاحظہ فرما کر سرور کائنات آقائے دو عالم ﷺ دست مبارک اُٹھا کر رب کائنات جل جلالہ کے حضور میں صاحب ''جامع الاحادیث'' کے لئے شفاعت کا اشارہ فرمادیں۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ڈاکٹر سید محمد امین
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ
۱۷ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

# تصدیق جلیل

صدر العلماء معتمد حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب قبلہ
مدظلہ العالی محدث بریلوی شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

مولانا محمد حنیف خان صاحب سلمہ صدر مدرس جامعہ نوریہ رضویہ موجودہ دور کے علماء میں ممتاز شخصیت کے مالک ہیں، درس وتدریس کی مصروفیات کے باوجود تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی بحمد اللہ قائم ہے، پیش نظر کتاب سے پہلے بھی آپ نے متعدد کتب تصنیف یا تالیف فرمائیں جو اہل علم اور عوام میں مقبول ہوئیں، مختلف مقالے و مضامین بھی آپ نے سپرد قلم کئے جن سے انفرادیت کی شان نمایاں ہے۔ پیش نظر کتاب اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتب ورسائل خصوصاً فتاوی رضویہ کی بارہ جلدوں میں روایت کردہ احادیث کریمہ کا مجموعہ ہے جس میں تقریباً چار ہزار احادیث جمع کی گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اتنی احادیث کو اعلیحضرت کی تصانیف سے صرف جمع کرنا ہی بہت بڑا کام ہے جو اکیلے ایک ایسے آدمی کو انجام دینا دشوار ہے جو تدریسی خدمات بھی انجام دیتا ہو، کسی دار العلوم کے نظم ونسق اور انتظامی امور کی ذمہ داری بھی اٹھائے ہوئے ہو، نہ کہ اس پر مزید یہ کہ ان سب احادیث کو کتب احادیث سے مطابق کرنا، ان کی سندیں جمع کرنا، ان پر کتب حدیث اور تصانیف امام احمد رضا سے بے شمار فوائد جو تصانیف امام اور فتاوی میں موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے یکجا کرنا کتنا بڑا کام ہے، اس کے لئے کتنے وقت اور محنت کی ضرورت ہے، اس کا اندازہ وہی کرسکتا ہے جو اس منزل سے گزر چکا ہو یا گزر رہا ہو۔ بہر حال میرے خیال میں یہ ایک عظیم خدمت ہے جو مولانا حنیف صاحب نے انجام دی۔ میں دست بدعا ہوں کہ مولائے کریم ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس کی بہتر سے بہتر جزا دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد تحسین رضا غفرلہ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

# تصدیق جلیل

تاج الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خانصاحب قبلہ مدظلہ العالی
قائم مقام حضور مفتی اعظم ہند مرکزی دار الافتاء بریلی شریف،

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم و آله و صحبه اجمعین

کتاب مستطاب ''جامع الاحادیث'' کے چند صفحات پڑھوا کر سنے طبیعت بہت خوش ہوئی، فاضل مصنف نے ان تمام احادیث کو جنہیں اعلیحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت رضی اللہ تعالی عنہ نے فتاوی رضویہ ومختلف تصانیف میں ذکر فرمایا ہے ان کو اپنی اس کتاب میں یکجا کر دیا ہے اور سہولت کے لئے ان احادیث کے مراجع وماخذ بھی لکھ دیے ہیں، اس کتاب سے امید ہے کہ عظیم فائدہ پہونچے گا اور اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وسعت اطلاع اور فن حدیث میں مہارت تامہ پر روشنی پڑے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے اور ان کی کتاب کو قبول عام بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

فقیر اختر رضا قادری ازہری
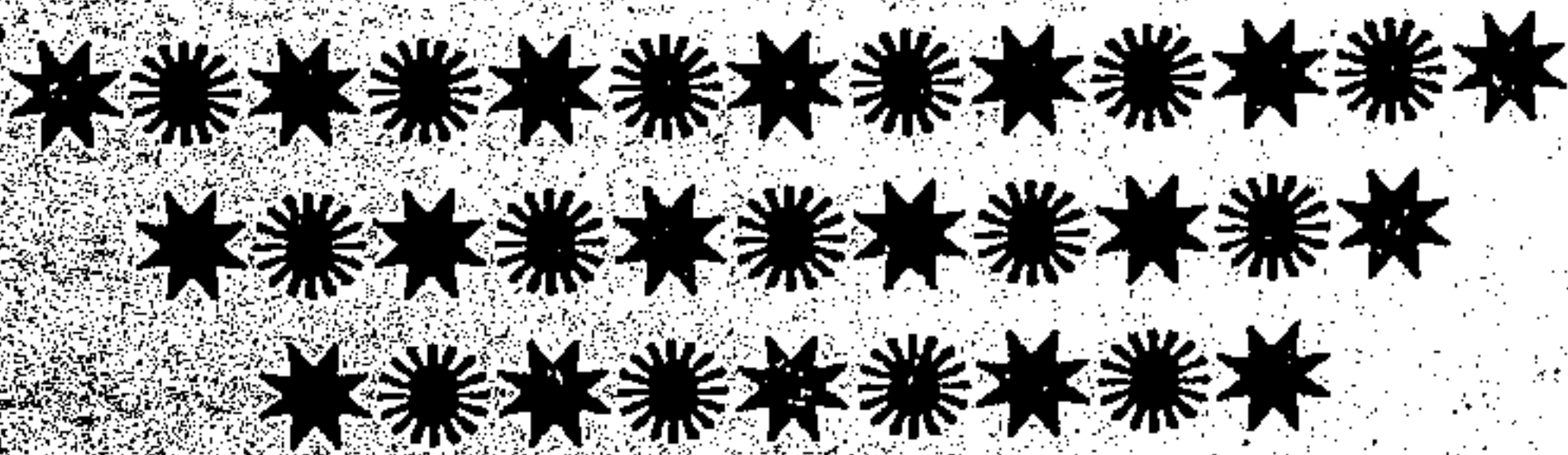
# تقریظ بے مثیل

بحر العلوم استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ مدظلہ العالی
شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی، ضلع مئو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیشتر کتابیں یوں تو سوال وجواب کی صورت میں ہوتی ہیں جن کا تعلق فقہ اسلامی کی ایک شاخ فتاویٰ سے ہے، لیکن اس کی تفصیل میں اتر اجائے تو اس میں مختلف علوم وفنون کا ایک خزانہ پنہاں ہوتا ہے۔

مثلاً آپ کی ایک کتاب نماز جمعہ کی اذان ثانی کے موضوع پر ہے، اس میں لفظ ''بین یدیہ'' کے معنی کی وضاحت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں، ''اس لفظ کی تفصیل حاضر وشاہد سے کی جاتی ہے'' پھر اس لفظ کے محل وقوع اور مواضع استعمال کے سلسلہ میں قرآن عظیم سے شہادتیں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''میں نے تتبع اور تلاش سے قرآن عظیم میں ۳۸ جگہ اس لفظ کو پایا جن میں ۲۰ مقامات پر اس لفظ کی قرب پر کوئی دلالت نہیں۔ اور ایک جگہ اپنے حقیقی معنی قرب کے لئے آیا ہے۔ (یعنی دونوں ہاتھوں کے درمیان) اور ۱۷ جگہ قربت کے معنی کے لئے آیا ہے مگر ان معنی قرب میں بھی تفاوت عظیم ہے کہ اتصال حقیقی سے پانچ سو برس کی راہ تک کے لئے یہ لفظ بولا گیا ہے''۔

پھر تفسیر، لغت اور محاورات سے ۷، ۸ صفحات میں اس کی توضیح وتعین فرمائی ہے۔ اور ثبوت فراہم کئے ہیں تو اس مسئلہ میں تحریر کا موضوع ایک خالص فقہی مسئلہ ہے، لیکن قرآن عظیم کی اڑتیس آیتوں کی توضیح وتفسیر میں آپ نے علوم وفنون کے جو دریا بہائے ہیں یہ بحثیں پڑھ کر قرآن عظیم سے شغف رکھنے والوں کی روح جھوم اٹھتی ہے۔ ایک دوسری کتاب ''المبین ختم النبیین'' میں آیت مبارکہ خاتم النبیین پر بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''قرآن عظیم میں صرف ۲۶ پیغمبروں کے نام مذکور ہیں اور تین پیغمبروں کا ذکر مبہم طریقہ پر ہوا ہے اور تین آیتیں ایسی ہیں جن میں رسول کا ذکر بطور استغراق ہوا ہے اور سات آیتیں ایسی ہیں

جہاں انبیائے سابقین کا ذکر بصیغہ جنسیت ہوا ہے اور ایسے چھ مقامات ہیں جہاں رسولوں کا بے قید وعموم ذکر ہوا ہے۔ ملخصاً"

مذکورہ بالا توضیحات کی روشنی میں آیت مبارکہ "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" کے الف لام کی تحقیق یہ سب قرآن عظیم کی آیت مذکورہ پر آنکھیں روشن کرنے والے تفسیری مباحث ہیں۔

آیت ممتحنہ کی توضیح میں اور اس کے پس منظر میں مسئلہ ترک موالات پر سینکڑوں صفحے کا ایک مکمل رسالہ آپ کے حقیقت نگار قلم کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

یہ اور اعلیحضرت کی تحریروں کے انبار میں اس موضوع سے متعلق بے شمار مواد ملے گا جسے ترتیب اور سلیقہ سے ایک جگہ کتابی صورت میں جمع کر کے شائع کر دیا جائے تو یہ ایک وقیع تقریری وثیقہ ہوگا جس میں ریسرچ اسکالروں کے ساتھ عام مسلمانوں کا بھی بھلا ہوگا۔

اسی طرح اذان میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنے پھر انہیں آنکھوں سے لگا لینے پر آپ نے ایک ضخیم رسالہ "منیر العین" تحریر فرمایا۔ اصل موضوع اس کا بھی ایک مسئلہ فقہی ہے لیکن سو صفحات پر پھیلے ہوئے افادوں میں "اصول حدیث" کے قواعد وضوابط کا دل افروز بیان ہے۔

"الہادی الحاجب" کا موضوع تو غائب کی نماز جناہ ہے۔ لیکن اس میں بھی "اصول حدیث" پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔

آپ کے ایک رسالہ کا نام "حاجز البحرین" ہے جس کا موضوع دو وقتوں کی نماز ایک ہی وقت میں جمع کرنے کا حکم ہے۔ اس مسئلہ میں دونوں فریق کا متدل احادیث رسول اور فرمان خداوندی ہے۔ اس لئے بات حدیث دانی کی چل نکلی ہے، تو وہ پوری کتاب غیر مقلد صاحبان کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی کی بوالعجبیوں کا زعفران زار بن گئی ہے۔ ان کے علاوہ "الہادی الکاف، الفضل الموہبی، مدارج طبقات الحدیث" وغیرہ اصول حدیث کے فن میں مستقل تصنیفیں ہیں۔

اگر ان سب حدیثی مباحث اور اس کے علاوہ آپ کے فتاوی اور مصنفات میں بکھرے ہوئے ہزار ہا متفرق مضامین کو بھی ہنرمندی اور سلیقہ سے ترتیب دیکر شائع کیا جائے تو اصول حدیث کا ایک مستند ذخیرہ ہوگا، بالخصوص حنفی اصول حدیث کی برتری کا ایک نشان اعظم۔

فن کلام میں "المستند المعتمد" جملہ مسائل کلامیہ پر اور "سبحن السبوح" مسئلہ کذب باری پر

''الدولۃ المکیۃ'' مسئلہ علم غیب مصطفیٰ پر ''سلطنۃ المصطفیٰ'' آپ کے اقتدار واختیار پر'' الامن والعلیٰ'' آپ کے خداداد فضل وکمال پر'' حیاۃ الموت'' سماع موتی پر۔ آپ کی مستقل کتابیں ہیں۔ اگر جملہ مسائل کلامیہ پر اعلیٰ حضرت کی تمام تحریروں کا استقصاء کیا جائے تو فن عقائد وکلام پر ایک عظیم دستاویز ہوجائے گی۔

یونہی ہزارہا اوراق پر پھیلی ہوئی آپ کی تحریروں یں بیشمار احادیث کریمہ کی فصل بہار اور خوشبوئے مشکبار ہے اور جلوہ ہائے ضیا بار کی چاندنی پھیلی ہوئی ہے۔ عرصہ سے مجھے خیال آتا رہا کہ ایسی تمام حدیثوں کا ایک مجموعہ فقہی ترتیب پر جمع کردیا جاتا تو افادہ بڑھ جاتا اور استفادہ سہل وآسان ہوجاتا۔ کئی اہل قلم سے درخواست بھی کی لیکن بات درخور اعتناء نہیں ہوئی۔

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب رضوی زید مجدہم استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کے طالب علم رہے ہیں اور اس زمانہ میں میں اشرفیہ میں بدرس تھا، اس رشتہ سے وہ مجھے اپنا استاذ کہتے اور گنتے ہیں، یہ ان کی سعادت اور نیک بختی ہے۔ ان سے بھی میں نے مجموعہ احادیث کی گزارش کی تھی، انہوں نے کام شروع کردیا اور میرے لئے یہ کام بے حد خوشی کا باعث ہوا اور ان کے لئے خوش بختی کا، کہ قدرت نے اس کار خیر کا قرعۂ فال ان کے نام ڈالا، واللہ العظیم یہ ان کی بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مبارک ومسعود کام کی توفیق بخشی۔

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

اور دوسرے خوش قسمت عالی جناب حضرت مولانا عبدالستار صاحب ہمدانی پور بندر گجرات ہیں جو اس صحیفہ گرامی کو اہل اسلام تک پہونچانے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ حدیث شریف میں ہیں:۔

لا حسد الا فی الاثنین، رجل اعطاہ اللہ مالا فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق۔ ورجل اعطاہ اللہ الحکمۃ فیقضی بہا وتعلمہا۔

(بخاری شریف، کتاب العلم)

دنیا میں دو باتیں ہی قابل رشک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کو مال دیا پھر اسے اپنی راہ میں خرچ کرنے پر مسلط کردیا، اور دوسرا جسے علم دیا جس سے وہ حق فیصلہ کرتا ہے اور اس کی لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔

میرے استاذ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ کسی کو مال و دولت عطا کرے، لیکن اس سے بھی بڑی بہت بڑی مہربانی یہ ہے کہ اس مال کو راہ خدا میں خرچ کرنے کا حوصلہ بخشے۔ الحمد للہ کہ ہمدانی صاحب پر اللہ تعالیٰ کی اس بہت بڑی مہربانی کا بھرپور سایہ۔ اعلیحضرت کی کتابوں کی اشاعت پر عظیم سرمایہ خرچ کرنے کا بیڑا اٹھا چکے ہیں۔

حضرت مولانا حنیف صاحب نے اس کتاب کی تیاری میں غیر معمولی محنت صرف کی ہے۔ خیال فرمایئے۔ تقریبا ۳۷۰۰ حدیثوں کو اتنے ہی صفحات سے غور و خوض کے ساتھ پڑھنا یہ بھی اہم کام ہے۔ بعض حضرات کا تو پڑھنے سے ہی جی گھبراتا ہے۔ پھر حدیثوں کو یونہی کیف ما اتفق نقل نہ کرنا بلکہ غور و فکر سے اس کو ابواب فقہی کے تحت نقل کرنا، یہ پڑھنے سے بھی زیادہ اہم کام ہے کہ بعض حضرات پڑھ لیتے ہیں لیکن انہیں سلیقہ کے ساتھ نقل کرنے میں بخار چڑھ جاتا ہے۔ اس طرح صفحات کو مرتب کرنا کتنا زہرہ گداز کام ہے۔

آج کل حوالوں کی تخریج کا بھی رواج ہے۔ مولانا نے اس کا بھی التزام کیا ہے، چلئے اچھا کیا یہ بھی اہم کام ہے لیکن ایک دو کتابوں کا حوالہ نقل کر دیتے تو تصحیح نقل کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جاتے، مگر مولانا نے توجہ کردی ایک ایک حدیث کے حوالہ میں دس دس پندرہ پندرہ کتابوں کو صفحات اور جلدوں کی قید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اللہ اللہ کیا جان توڑ کوشش کی ہے، کہ دیکھنے والوں کا دم پھولنے لگے۔ ہم پر ابھی یہی کیفیت طاری ہوئی، مگر یہ سوچ کر طبیعت خوش ہوگئی کہ یہ جاں گسل منزل گزر چکی ہے اور مولانا فتح و کامرانی سے ہر ہر منزل کو طے کر چکے ہیں۔ دل باغ باغ ہوگیا اور زبان پر یہ مصرع آ گیا۔

ع　سبحان اللہ ایں کار از تو آید و مردان چنیں کنند

ابھی اس مرحلہ پر ہم خوب مسرور بھی نہ ہو پائے تھے کہ حوالہ کی کتابوں پر نظر پڑی، یا اللہ یہ لاکھوں روپے کی کتابیں مولانا نے کہاں سے فراہم کیں جن سے حدیثوں کے حوالے فراہم ہوئے ہیں، جن میں کتنی کتابوں کے نام سے کان آشنا نہ تھے۔ الحمد للہ کہ مولانا نے اس مشکل پر بھی قابو پا لیا تھا۔

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود

مرد باید کہ ہراساں نہ شود

دیکھا جائے تو ایک طرح سے کام مکمل ہو گیا تھا مگر مولانا کا حوصلہ ہر منزل پر پہونچ کر نئے افق کی تلاش میں رواں دواں ہو جاتا ہے۔ بقول کسے:۔

یہاں ہر گام گام اولیں ہے
جنوں کی کوئی منزل ہی نہیں ہے

اصل کتاب میں بہت ساری حدیثوں کا ترجمہ نہیں تھا، یا موقع کی مناسبت سے اعلی حضرت قدس سرہ نے ترجمہ لکھا اور اصل عربی تحریر نہیں کیا تھا۔ ان سب احادیث کو اصل کتابوں سے نقل کر کے ترجمہ ان کے ساتھ ضم کر دیا ہے جو نہایت دشوار گزار مرحلہ تھا۔ ایسا دو چار جگہ نہیں بلکہ پوری کتاب میں پانچ چھ سو مقامات پر ہے جسے مولانا نے مکمل کر دیا اور اس پر امتیاز کی علامت بھی لگا دی یعنی ”۱۲م“

اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریروں کے انبار میں جہاں جہاں احادیث کے مضمون سے متعلق کوئی تحریر ملی، اس کو متعلقہ حدیثوں کے ذیل میں درج کر دیا جس سے کتاب کی افادیت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ اور جس سے عوام و خواص دونوں ہی حسب استعداد استفادہ کر سکیں گے۔ اس پر مستزاد یہ کہ کتاب پر ایک مبسوط مقدمہ تحریر کیا جس میں احادیث نبوی کا تعارف، اس کی استنادی حیثیت سے بحث، مستشرقین کے شبہات کے مفصل جوابات، تدوین حدیث اور اس کی حفاظت اور روایت کی تاریخ، خادمان حدیث ائمہ مجتہدین اور ائمہ احادیث کی سوانح حیات، الغرض اس کتاب کی تزئین و تکمیل میں مولانا سلمہ نے اپنی تمام توانائیاں صرف کی ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور مقبول انام بنائے، اور مرتب کو دارین میں بہتر جزا دے۔ آمین

**عبدالمنان اعظمی**

شمس العلوم گھوسی مئو (یوپی)

۷ رمئی ۲۰۰۱ء ۱۲ رصفر ۱۴۲۲ھ

# تقریظ جلیل

## فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی مدظلہ العالی
## بانی وناظم مرکز تربیت افتاء وارشد العلوم اوجھا گنج بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لك الحمد يا الله و الصلوة و السلام عليك يا رسول الله!

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی کو بہت سے علوم وفنون کے ساتھ حدیث شریف میں بھی بصیرت کاملہ اور مہارت تامہ حاصل تھی۔ اسی لئے آپ کے مجموعہ فتاوی کی بارہ ضخیم جلدوں میں اور انکے علاوہ دیگر تصانیف میں احادیث کریمہ کثرت سے پائی جاتی ہیں جو زینت فتاوی اور بنائے استدلال ہیں۔

حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی زید مجدہم صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف نے انہیں جمع کیا تو ان کی کل تعداد ۳۶۶۳ (تین ہزار چھ سو تریسٹھ) ہوئی جو تقریبا دوسو کتب احادیث کے حوالوں سے تحریر ہیں۔ لیکن اعلی حضرت کے زمانہ میں صرف کتب احادیث کے نام حوالے میں لکھ دینا کافی سمجھا جاتا تھا اس کے ساتھ جلد وصفحہ تحریر کرنے کا رواج نہیں تھا۔

حضرت مولانا نے اس اہم اور جاں گداز کام کے لئے تقریبا دولاکھ روپے کی کتب احادیث جمع کیں، علاوہ ازیں رامپور جاکر رضا لائبریری، اور صولت لائبریری سے حوالے نقل کئے اور ایک ہفتہ پٹنہ میں رہ کر خدا بخش لائبریری سے استفادہ کیا اور ہر حدیث کی محولہ کتاب کا جلد وصفحہ درج کیا، جو حدیثیں جتنی کتابوں میں مل سکیں ان سب کا نام جلد وصفحہ کے حوالوں کے ساتھ تحریر کیا یہاں تک کہ بعض احادیث پر ۳۵، ۴۰ کتابوں کا حوالہ بھی نظر سے گذرا، یہ کام نہایت محنت طلب ہوتا ہے، جن حضرات کا اس سے سابقہ پڑا ہوگا وہ خوب جانتے ہونگے کہ بعض اوقات ایک حوالہ ملنا بھی مشکل ہوجاتا ہے اور یہاں تو حوالوں کی کثرت ہے اور پوری

کتاب میں اس کا التزام ہے۔ جس کے ذریعہ اس مجموعہ احادیث کا وزن کافی بڑھ گیا ہے۔

کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں امام احمد رضا قدس سرہ کے افادات بکثرت لکھے گئے ہیں جن سے حدیث فہمی میں کافی مدد ملے گی اور ان احادیث کی مطابقت آسان ہو جائے گی جن کو معاندین متعارض قرار دے کر صرف اپنے مطلب کی احادیث سے نفس پرستی کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ اختلافی مسائل میں بعض جگہ امام احمد رضا قدس سرہ کے قلم سے وہ تمام شکوک وشبہات ختم ہو گئے ہیں جن کو مخالفین ایک عرصہ سے اپنی ہوا و ہوس کا نشانہ بنائے ہوئے تھے۔

اس کتاب میں قارئین کی آسانی کیلئے چار فہرستیں مرتب کی گئی ہیں جو اس طرح ہیں۔ فہرست آیات قرآنیہ۔ فہرست عناوین۔ فہرست مضامین۔ فہرست اطراف حدیث بترتیب حروف تہجی۔

غرض کہ حضرت مولانا نے بڑی عرق ریزی اور جاں سوزی کے ساتھ مکمل فتاوی رضویہ اور اعلی حضرت کی جملہ تصانیف متداولہ مطبوعہ اور قلمی دونوں سے ساری احادیث کو زیر نظر کتاب میں اس طرح جمع کر دیا ہے کہ تھوڑے سے وقت میں ان سب سے استفادہ بہت آسان ہو گیا ہے۔ اس عظیم خدمت دین پر وہ لائق صد مبارکباد اور قابل ہزار تحسین ہیں۔

دعا ہے کہ خدائے عزوجل آپ کی عمر میں خیر و برکت عطا فرمائے، بہار شریعت کی احادیث کریمہ کو بھی عربی عبارت کے ساتھ اسی طرح ترتیب کی توفیق رفیق بخشے اور آپ کی ساری مذہبی خدمات کو قبول فرما کر اجر جزیل و جزائے جلیل سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔ بحرمۃ سید المرسلین صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

جلال الدین احمد الامجدی
مہتمم مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج ضلع بستی
۳؍ربیع النور ۲۲ ۱۴ھ

---

نوٹ۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس دن یہ صفحہ کمپیوٹر سے نکالا گیا اسی دن یعنی ۳؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ بروز جمعرات دن گزار کر شب میں ۱۲ بجے آپ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مولی تعالی آپ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

# تقریظ دلپذیر

## رئیس القلم زینت مسند تدریس حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم صاحب قبلہ شرف قادری مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الكريم و علی آله و اصحابه اجمعين

اما بعد!

پاک و ہند کے فقہاء اور محدثین میں علم و تحقیق کے اعتبار سے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت کوہ ہمالہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس قدر جامع العلوم، وسیع النظر اور کثیر التصانیف اور متبحر ان کے دور سے لیکر آج تک کوئی دوسرا عالم نظر نہیں آتا۔ طرق حدیث، مراتب احادیث، اسماء الرجال، فقہ کے متون، شروح اور حواشی پر ان کی نظر اتنی وسیع ہے کہ انکی تصانیف کا مطالعہ کرنے والے بڑے بڑے علماء حیران رہ جاتے ہیں، عموماً کسی بھی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہیں تو پہلے قرآن پاک کی آیات سے پھر احادیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں، اس کے بعد ائمہ مجتہدین اور فقہاء اسلام کے ارشادات پیش کرتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کی تقلید کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

فتاوی رضویہ فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا تو ہے ہی، اس میں احادیث مبارکہ کا بڑا ذخیرہ بھی محفوظ کر دیا گیا۔ ضرورت تھی کہ فتاوی میں پیش کردہ احادیث کو الگ جمع کر کے مرتب کیا جاتا، ملک العلماء مولانا علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ (والد ماجد ڈاکٹر مختار الدین وائس چانسلر مولانا ظفر الحق یونیورسٹی، پٹنہ) نے اس پہلو پر کام کیا تھا اور صحیح بہاری کے نام سے چھ جلدیں مرتب کی تھیں جس میں فتاوی رضویہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث سے بھی احادیث شامل کی تھیں، اس کی دوسری جلد حضرت ملک العلماء کی کوشش سے چھپ گئی تھی، پہلی جلد چھپنے والی ہے۔

۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء میں فاضل علامہ مولانا محمد عیسی رضوی قادری زید علمہ وعملہ مدرس جامعہ رضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج فرخ آباد، یوپی کی سالہا سال کی محنت کے نتیجے میں تیار ہونے والی کتاب ''امام احمد رضا اور علم حدیث'' کے نام سے رضوی کتاب گھر، دہلی نے تین جلدوں میں شائع کی ہے، جبکہ اس کی چوتھی جلد عنقریب طبع ہونے والی ہے۔

پیش نظر کتاب ''المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویہ، جامع الاحادیث'' کے نام سے آپ کے سامنے ہے جو امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ساڑھے تین سو تصانیف سے انتخاب کردہ احادیث پر مشتمل ہے، اس میں چار ہزار کے قریب احادیث جمع کی گئی ہیں اور یہ کتاب بڑے سائز کے تقریباً چار ہزار صفحات اور چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔

یہ عظیم الشان کارنامہ فاضل اجل مولانا علامہ محمد حنیف خاں مدظلہ صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف نے انجام دیا ہے۔ وہ بجا طور پر صد ہزار ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں، ان کا یہ کام کئی پہلوؤں سے امتیازی شان کا حامل ہے۔ مولائے کریم جل مجدہ العظیم انہیں دارین میں اجر جمیل عطا فرمائے اور ملت اسلامیہ کیلئے مفید کام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

جامع الاحادیث کی چند امتیازی خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ احادیث کو ابواب فقہی کے انداز میں مرتب کیا گیا ہے۔

۲۔ احادیث کے مآخذ بیان کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے بعض احادیث کے دس بیس حوالے دئے گئے ہیں اور یہ بجائے خود بڑی محنت اور تحقیق کا کام ہے۔

۳۔ جن احادیث کا ترجمہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے کیا ہے تلاش کر کے وہی ترجمہ لکھا گیا ہے۔

۴۔ احادیث کے جو فوائد امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تحریر فرمائے ہیں وہ حدیث کے تحت بیان کر دئے گئے ہیں۔

۵۔ احادیث مبارکہ کے کلمات طیبات کی جو شرح امام احمد رضا بریلوی نے فرمائی ہے اس

کا خلاصہ حدیث کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔

۶۔ جس حدیث پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے تفصیلی گفتگو کی ہے اس کے تحت بحث کا خلاصہ لکھ دیا گیا ہے۔

۷۔ جگہ جگہ یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ حدیث صحیح ہے یا حسن۔

۸۔ حدیث کے راویوں کے مختصر حالات لکھے گئے ہیں۔

۹۔ مقدمہ میں تدوین حدیث، تاریخ حدیث اور اصول حدیث نیز علم حدیث میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے مقام و مرتبہ پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

آخر میں تین فہرستیں دی گئی ہیں۔

(۱) عنوانات

(۲) مسائل ضمنیہ

(۳) احادیث کے عربی متن کی حروف تہجی کے اعتبار سے فہرست۔

مختصر یہ کہ "جامع الاحادیث" حدیث شریف کا قابل قدر اور عوام و خواص کے لئے مفید مجموعہ تیار ہو گیا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کا شایان شان استقبال کیا جائے اور درجہ حدیث کے طلباء اور اساتذہ کے لئے اس کا مطالعہ لازمی قرار دیا جائے۔

فاضل علامہ مولانا محمد حنیف خاں مدظلہ کا یہ کارنامہ علمی، تحقیقی اور بنیادی نوعیت کا کام ہے اس کی جتنی بھی پزیرائی کی جائے کم ہے۔ رب کریم بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی سعی جمیل کو قبول فرمائے اور انہیں دونوں جہان میں ثواب عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری برکاتی

استاذ الحدیث الشریف جامعہ نظامیہ رضویہ

لاہور، پاکستان ۲۳ر شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ/ ۲۰ر نومبر ۲۰۰۰ء

# عرض ناشر

## از:- حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی ''مصروف'' برکاتی، نوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم**

حدیث یعنی حضور اقدس، جان ایمان ﷺ کا (۱) قول، یا (۲) فعل، یا (۳) حال، یا (۴) تقریر۔
یعنی حضور اقدس ﷺ نے (۱) کچھ ارشاد فرمایا ہو، یا (۲) حضور اقدس ﷺ نے کوئی فعل کیا ہو، یا (۳) حضور اقدس ﷺ سے کسی حال میں پائے گئے ہوں، یا (۴) حضور اقدس ﷺ کے سامنے کسی بھی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ کہا یا کوئی فعل کیا اور حضور اقدس ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا۔

دین اسلام کے تمام اصولی وفروعی احکامات کا دارومدار قرآن مجید اور احادیث کریمہ پر ہی ہے۔ حالانکہ اجماع امت اور قیاس سے بھی احکامات کا استخراج و استنباط کیا جاتا ہے۔ لیکن اجماع امت اور قیاس بھی صرف اسی صورت میں قابل اعتماد وقبول ہیں کہ ان کی موافقت قرآن وحدیث کی سند سے حاصل ہو۔ قرآن و حدیث کے خلاف ہونے والا اجماع امت اور کیا جانے والا قیاس قطعاً واجب الاعتقاد والعمل نہیں۔

قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایسا مقدس اور جامع کلام ہے کہ اس میں ہر چیز کا روشن بیان (تبیاناً لکل شیء) ہے لیکن قرآن مجید کے اسرار ورموز کو اللہ تعالیٰ کے محبوب اعظم واکرم ﷺ نے جتنا سمجھا اور جانا اتنا کسی نے بھی نہیں سمجھا و جانا اور نہ ہی سمجھ و جان سکتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم ﷺ کی عظمت ورفعت کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ "وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ" (پارہ، ۲۷۔ سورۃ النجم۔ آیت ۲-۳) ترجمہ ''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔'' (کنز الایمان)

یعنی حضور اقدس ﷺ کی مقدس زبان فیض ترجمان سے کبھی قرآن مجید کی آیات مقدسہ ساعت پذیر ہوتی ہیں، تو کبھی احکام الٰہیہ بشکل احادیث مصطفیٰ وجود پذیر ہوتی ہیں۔ لہٰذا اگر غور کیا جائے تو بہت سے احکامات قرآن مجید میں مذکور نہیں اور وہ احکامات صرف حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں۔
مثلاً (۱) نماز پنج وقتہ کے لیے اذان دینا (۲) نماز جنازہ (۳) نماز جمعہ وعیدین کے خطبے وغیرہ۔

قرآن مجید میں یہ احکامات مذکور نہ ہونے کے باوجود بھی یہ بھی قرآن مجید کی طرح واجب العمل قرار پائے ہیں۔ اور ان کا واجب الاعتقاد والعمل ہونا اتنا لازمی اور مؤکد ہے کہ ان میں بھی کوتاہی اور قصور کرنے

کی وہی سزا ہے جو قرآن مجید کے فرمودات کی کوتاہی کرنے میں ہے۔

المختصر........! جب یہ امر مسلم ہے کہ قرآن مجید کی طرح احادیث کریمہ بھی واجب الاعتقاد والعمل ہیں ،تو احادیث کریمہ سے (۱) عقائد قطعیہ (۲) عقائد ظنیہ (۳) احکام شرعیہ (۴) فضائل ومناقب کا استدلال واثبات مقصود ہوتا ہے۔لہٰذا کوئی ایسی بات ،یا فعل یا قول ،جس کا صدور حضور اقدس ﷺ سے نہ ہوا ہو اور اس کو حضور اقدس کی طرف منسوب کردیا جائے اور اس کو "حدیث" کے نام سے موسوم کرکے دین میں افراط وتفریط پھیلانے کی کوئی سازش نہ کرسکے، اس لئے ائمہ ملت اسلامیہ اور محدثین کرام نے حدیث کی صحت و صداقت کے تعلق سے بڑے ہی اہتمام واحتیاط سے کام لیتے ہوئے کچھ اصول وقوانین نافذ فرمائے ہیں تاکہ کسی کو کوئی گڑبڑی پیدا کرنے کی جرأت ہی نہ ہو۔

حدیث کے تعلق سے جو ضوابط وقوانین نافذ کئے گئے ہیں اُس کا بہت ہی اختصار کے ساتھ اجمالی خاکہ قرائین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر ذیل میں درج ہے۔

## ■ اقسام حدیث:-

● مرفوع ● موقوف ● مقطوع ● متواتر ● مشہور ● عزیز ● غریب (خبر واحد) ● صحیح لذاته ● صحیح لغیره ● مقبول ● برد ● معلل (معلول) ● متصل السند ● متصل الاسانید ● شاذ ● منکر ● حسن لذاته ● حسن لغیره ● ضعیف ● اعتضاد ● محفوظ ● متابع ● شاهد ● معتبر ● مرسل ● معضل ● منقطع ● مدلس ● موضوع ● متروك ● مقلبو ● مدرج الاسناد ● مدرج المتن ● مزيد فى المتصل الاسانيد ● مضطرب ● معروف ● معنعن ● عالى ● نازل ● مسلسل بالاوليه ● معلق ● متابع ● مختلط وغيره۔

## ■ اقسام راوی:-

رجال سند ● رواة حديث ● وعاة ● صحب ● صالح ● عاجل ● ثقه ● جيد ● حافظ ● الحاكم ● الحجة ● مجيز ● مجازله ● غير عادل ● كذاب ● مهتم بكذب ● فاسق ● غير ثقه ● مبتدع ● متروك ● صاحب كثرت غلط ● صاحب فرط غفلت ● صاحب وهم ● صاحب مخالفت ثقات ● صاحب سوء حفظ ● مجهول الحال وغيره۔

## ■ اصطلاحات:-

● سند ● اسناد ● مسند طریق ● متن ● اتصال ● وصل ● علت ● علو ● روی ● منادلة ● یروی ● وجادة ● اجادة ● تعلیق ● ارسال ● انقطاع ● تدلیس ● اضراب ● اختلاط ● ادراج ● اعتبار ● متابعت ● موازنه ● اسباب طعن ● عوالی ● نزول و غیرہ

## ■ اقسام کتب احادیث:-

● جامع ● جوامع ● سنن ● مسند ● مستخرج ● مستدرك ● صحاح ● مخرج ● جزء ● مفرد ● غریبه ● رساله ● اربیعن ● امالی ● اطراف ● معجم ● علل ● مصنف ● مؤطا ● ترغیب و ترتیب ● مفاتیح ● مفاہرس ● اوائل ● تخریج ● مجمع ● زوائد ● موضوعات ● احکام وغیرہ۔

مندرجہ بالا اقسام احادیث، اقسام راوی، اقسام کتب احادیث اور اصطلاحات کی تشریح ووضاحت پر اگر سیر حاصل گفتگو کی جائے تو وفاتر کے دفاتر ارقام ہو سکتے ہیں۔ جو یہاں ممکن نہیں۔ مختصر یہ کہ ائمہ دین اور محدثین کرامؒ نے مذکورہ اقسام صرف اسی لئے طے فرمائے ہیں کہ کوئی ایسی بات کہ جو حقیقۃً سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد نہ فرمائی ہو، اس کے باوجود بھی وہ بات حضور کی طرف منسوب نہ ہو جائے۔ ایک ضروری امر کی طرف بھی معزز قارئین کرام کی توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے کہ حدیث کا صحیح وقوی ہونا یا ضعیف وموضوع ہونا، صرف اور صرف راوی کے اعتبار سے ہے یعنی اس حدیث کو کس راوی نے روایت کیا ہے۔ اسی پر دارومدار ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے نکلا ہوا ہر قول وارشاد بحمداللہ تعالیٰ صحیح وقوی بلکہ اصح واقوی ہے۔

جیسا کہ اوراق سابقہ میں میں ذکر کیا ہے کہ احادیث کریمہ دراصل اقوال وافعال نبی کریم ﷺ کا مجموعہ ہے اور یہ مجموعہ فی الحقیقۃ قرآن کریم کی تعبیر وتشریح ہے۔ قرآن کریم میں بیان شدہ شرعی احکام کی عملی صورت کی وضاحت وہیئت احادیث کریمہ سے ہی سمجھ میں آتے ہے۔ اور قرآن مجید میں مذکور شرعی احکام متعین کرنے کا ذریعہ احادیث رسول اکرم ہیں۔ لہذا صحابہ کرام کے زمانہ سے ہی احادیث رسول کے عظیم ذخیرہ کو محفوظ کرنے کا اہتمام والتزام کیا گیا اور اس کے تعلق سے قوانین وضوابط مقرر کیے گئے ہیں۔ انہیں میں سے اسماء الرجال بھی ہے۔ اس فن میں راویان احادیث کے حالات کی معرفت کا علم حاصل کیا جاتا ہے۔ جو راویان حدیث کی زندگی پر مکمل روشنی ڈال سکے۔

اس علم میں ۱ھ سے ۳۰۰ھ تک کے تقریباً پانچ لاکھ راویان حدیث کا تذکرہ ہے۔ اور ان راویان حدیث کے حالات زندگی پر ہی ان راویان حدیث کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کے روایت کرنے کی بناء پر ہی حدیث کی صحت وعدم صحت کا انحصار ہے۔

محدثین کرام نے راویان حدیث کے حالات زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے طبقات طے کئے اور راویان حدیث کو الگ الگ طبقات میں منقسم کر کے ہر طبقے کی علیحدہ شناخت اور پہچان مقرر فرمائی اور راویان حدیث کی ثقاہت اور تصنیف کی بناء پر طبقات احادیث متعین فرمائے اور طبقات احادیث کی بناء پر کتب احادیث کے اقسام مقرر فرمائے تاکہ اسماء کتب سے ہی فوراً پتہ لگ جائے کہ یہ کتاب کس طبقے کی ہے اور اس میں بیان شدہ احادیث کی صحت کس درجہ کی ہے اور ان احادیث کے روایت کرنے والے حضرات کی ثقاہت کس حد تک ہے۔

المختصر! ایک محدث کے لئے صرف متن احادیث کا ذہن میں مستحضر رکھنا ہی ضروری نہیں بلکہ اس کے احاطہ علم و دانش میں یہ امر بھی ہر وقت حاضر ذہن ہونا ضروری ہے کہ اس حدیث کا راوی کون ہے؟ اور یہ راوی ثقہ ہے یا غیر ثقہ؟ اور علم اسماء الرجال کے ضوابط واصول کی بناء پر اس راوی کی بیان کردہ حدیث کا درجہ اقسام حدیث کے اعتبار سے کیا ہے؟ اس حدیث سے احکام کا استخراج کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس حدیث سے کیا استفادہ کیا جاسکتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

دور حاضر میں فرقہ ضالہ باطلہ نجدیہ وہابیہ تبلیغیہ کے ہٹ دھرم مولوی اور جاہل مبلغین حضور اقدس ﷺ کی عظمت و تعظیم کے تعلق سے نسبت رکھنے والی حدیثوں کو ضعیف کہہ کر ان پر عمل کرنے سے عوام الناس کو روکتے ہیں۔ عوام بے چارے لفظ "ضــــعیف" سن کر اس عمل کی صحت کے تعلق سے شک میں پڑ جاتے ہیں۔ اور بہکاوے میں آکر اس عمل کو ترک کر دیتے ہیں بلکہ اس عمل کے جائز و مستحب ہونے کے معاملے میں بھی شک و شبہ کرنے لگتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حدیث ضعیف فضائل میں مقبول ہے چند حوالے بحیثیت زیور گوش سامعین پیش خدمت ہیں۔

(۱) امام ابوذکریا نووی اپنی کتاب "اربعین" میں اور امام جلیل شہاب الدین احمد علی بن حجر مکی عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) اپنی کتاب "شرح مشکوۃ" میں اور امام اجل علامہ علی بن سلطان محمد ہروی مکی حنفی المعروف بملا علی قاری ۱۰۱۴ھ اپنی کتاب "مرقاۃ شرح مشکوۃ" اور "حرز ثمین شرح حصن حصین" میں فرماتے ہیں کہ:-

"قد اتفق الحفاظ ولفظ اربعین قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال" یعنی:- "بے شک حفاظ حدیث اور علماء دین کا

اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔"

(۲) شیخ الاسلام امام ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی شافعی شارح صحیح مسلم شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب کتاب الانکار المنتخب من کلام سید الابرار" میں فرماتے ہیں کہ:۔

قال العلماء من المحدثین و الفقهاء وغیرهم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب و الترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً

**ترجمہ**:۔ محدثین وفقہاء وغیرہم علماء نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے۔ جب کہ موضوع نہ ہو۔

(۳) محقق علی الاطلاق، علامہ کمال الدین محمد بن الہمام مکی اپنی کتاب "فتح القدیر" میں فرماتے ہیں کہ "الضعیف غیر الموضوع یعمل به فی فضائل الاعمال. یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا۔ بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔

البتہ! احکام شریعت کے استخراج میں حدیث ضعیف پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

یہاں تک کی گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ ایک محدث اور فقیہ کے لئے مسائل کے بیان میں حدیث دانی کا صرف سرسری علم ہی نہیں بلکہ فن حدیث، اصول حدیث، اسماء الرجال وغیرہ پر وسیع اور بالغ النظری کا علم ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ ساتھ ہی ساتھ قوت حافظہ بھی بڑا قوی اور پختہ ہونا چاہئے۔ جب ایک محدث اور فقیہ کے لئے اتنا ضروری ہے تو ایک مجدد کے لئے تو اس سے بھی زائد علم و یادداشت درکار ہے۔ لیکن امام احمد رضا محقق بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے محبوب اکرم واعظم ﷺ کا ایسا فضل عظیم اور کرم عمیم تھا کہ۔

"ایک مجدد کے لئے جو عبور اور صلاحیت درکار ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ عبور و صلاحیت اللہ و رسول نے انہیں ودیعت فرمائی تھی یہاں تک کہ بقول علماء عظام وائمہ کرام ملت اسلامیہ گزشتہ چار، پانچ صدیوں میں امام احمد رضا محقق بریلوی جیسا جامع العلوم والفنون عالم پیدا نہیں ہوا۔"

امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان علم حدیث، اصول حدیث، معرفت حدیث، طرف حدیث، علل حدیث مصطلحات حدیث، راویان حدیث میں یگانہ روزگار تھے، ان کا ثانی نظر نہیں آتا۔

امام احمد رضا محقق بریلوی کو حدیث کو پرکھنے، جانچنے اور حدیث کی شرط و معیار متعین کرنے، اور راویان حدیث کی معرفت و شناخت طے کرنے میں جو مہارت تامہ حاصل تھی وہ ان کے ممتاز وصف اور بلند و بالا مقام پر فائز ہونے کی شاہد عادل تھی۔

حالانکہ تمام علوم وفنون میں "فن اسماء الرجال" نہایت مشکل فن مانا جاتا ہے اور صرف اسی فن میں

مہارت حاصل کرنے میں فنکار کی زندگی کا بیشتر حصہ صرف ہو جاتا ہے۔ زندگی بھر کی محنت و مشقت برداشت کر کے صرف اسی ایک فن میں بڑی مشکل سے مہارت حاصل ہوتی ہے۔ امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات طیبہ کا جائزہ لینے سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ آپ کو کل ایک سو چودہ (۱۱۴) علوم وفنون میں مہارت کاملہ حاصل تھی۔ انہیں علوم وفنون میں سے علم اسماء الرجال میں امام احمد رضا کی معلومات و مہارت پر جب نظر پڑتی ہے تو بڑے بڑے محدثین بھی عش عش پکار اٹھتے ہیں، گویا یوں محسوس ہوتا ہے کہ امام احمد رضا محقق بریلوی نے صرف اسی فن کی خدمت میں اپنی پوری زندگی صرف فرمادی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا محقق بریلوی اس علم کے ساتھ ساتھ دیگر علوم وفنون کی طرف بھی توجہ فرماتے تھے اور ان کے ذریعہ خدمت دین متین میں سعی بلیغ فرماتے تھے۔

فن "اسماء الرجال" میں امام احمد رضا محقق بریلوی کی مہارت تامہ کا یہ عالم تھا کہ جب کسی طرق حدیث یا راوی حدیث پر بحث کرتے تو اس کا طبقہ و درجہ طے کرنے میں دلائل وشواہد کا انبار لگا دیتے تھے۔ روایتوں اور سندوں سے صفحے کے صفحے بھر دیتے تھے اور جرح وتعدیل و نیز معرفت و تخمیس حدیث پر جو بحث فرماتے ہیں، وہ بڑے بڑے محدثین میں بھی بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ مثال کے طور پر:۔

سادات کرام اور حضرات بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا حرام ہے، اس مسئلہ کی تحقیق میں آپ نے ایک مستقل کتاب "الزھر الباسم فی حرمتہ الزکوٰۃ علی بنی ھاشم" تصنیف فرمائی ہے۔ اس کتاب میں آپ نے علم حدیث کے دریا بہا کر اپنی عبقریت کا طرۂ امتیاز قائم کر دیا ہے۔ ایک حدیث کو بیان کر کے صرف ایک دو یا پانچ دس کتابوں کے حوالے نہیں بلکہ پچاسوں حوالے درج کرنا امام احمد رضا کے لئے کوئی دشوار مرحلہ نہیں تھا۔ جس کی نظیر فتاویٰ رضویہ شریف، جلد۔ چہارم صفحہ نمبر ۴۸۶ پر مرقوم وہ حدیث ہے، جس میں بنی ہاشم اور سادات کرام پر زکوٰۃ کی حرمت کا بیان ہے۔ اس حدیث کی صحت میں امام احمد رضا محقق بریلوی نے پچیس (۲۵) راویان حدیث کے اسمائے گرامی اور ان کی روایت کردہ یہ حدیث کون کون سی کتاب میں درج ہے، وہ بھی ذکر فرمادیا۔

علاوہ ازیں حدیث دانی میں اپنے کو اعلم، اکمل واتم سمجھنے والے باطل گروہ فرقۂ غیر مقلدین کے رد میں امام احمد رضا محقق بریلوی نے جب قلم اٹھایا تو حسب ذیل کتب کے علاوہ دیگر کتب ارقام فرمائیں، جن کی کل تعداد تیس (۳۰) سے بھی زائد ہیں۔

(۱) الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذهبی۔ ۱۳۱۳ھ

(۲) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین۔ ۱۳۱۳ھ

(۳) اکمل البحث علی اهل الحدث۔ ۱۳۲۱ھ

(٤) مدارج طبقات الحدیث۔ ۱۳۱۳ھ
(٥) الھاد الکاف فی حکم الضعاف۔ ۱۳۱۳ھ
(٦) الروض البھیج فی آداب التخریج۔ ۱۲۹۹ھ
(٧) النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب۔ ۱۲۹٦ھ
(٨) منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین۔ ۱۳۱۳ھ
(٩) النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید۔ ۱۳۰۵ھ
(١٠) الافاضات الرضویہ فی اصول الحدیث

مندرجہ بالاکتب کے علاوہ امام احمد رضا محقق بریلوی نے ائمہ متقدمین کے مندرجہ ذیل کتب احادیث، اصول حدیث، اور کتب اسماء الرجال پر حواشی ارقام فرماکر علم حدیث کی نمایاں خدمات انجام دینے میں ایسا اہم کردار ادا فرمایا ہے کہ رہتی دنیا تک آپ کا نام خادم احادیث نبویہ کی حیثیت سے طلائی حروف سے منقش رہے گا۔

صحیح بخاری شریف ●صحیح مسلم شریف ●ترمذی شریف ●نسائی شریف ●ابن ماجہ شریف ●تیسیر شرح جامع صغیر ●تقریب التہذیب ●سنن دارمی شریف ●کتاب الاسماء و الصفات ●موضوعات کبیر ● الاصابہ فی معرفۃ الصحابۃ ●تذکرۃ الحفاظ ●خلاصہ تہذیب الکمال ●میزان الاعتدال ●تہذیب التہذیب ●کشف الاحوال فی نقد الرجال ●اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ●التعقبات علی الموضوعات ●شرح نخبۃ الفکر ●مجمع بحار الانوار ●کنز العمال ●کتاب الآثار ●کتاب الحج ●مسند امام اعظم ●مسند امام احمد بن حنبل ●طحاوی شریف ●خصائص کبریٰ ●الکشف عن تجاوز ھذا الامۃ من الالف وغیرہ۔

امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو مذکورہ حواشی ارقام فرمائی ہیں ان حواشی میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ مذکورہ حواشی عام مصنفین کے حواشی کی طرح صرف اصل کتاب کے متن و شرح سے ماخوذ نہیں بلکہ خود ان کے افادات وافاضات ہونے کی وجہ ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان حواشی میں آپ نے احادیث کے تمام گوشوں پر گہری نظر رکھ کر حواشی ارقام فرمائی ہیں۔ یہ سب آپ کی وسعت بصیرت وعمیق مطالعہ کا نتیجہ ہے۔

امام احمد رضا محقق بریلوی کی ایک اہم خوبی یہ بھی تھی کہ جب کبھی بھی آپ کوئی حدیث اپنے فتویٰ میں بطور دلیل تحریر فرماتے تو اس حدیث کے ضمن میں ائمہ دین، علمائے مجتہدین اور اکابر مستنبطین کا موقف کیا ہے؟ وہ بھی ان کی کتابوں کی عبارتیں نقل اور پیش کر کے بیان کر دیتے تھے۔

امام احمد رضا محقق بریلوی کو علوم حدیث میں جو ملکہ حاصل تھا اور جو مہارت تامہ ان کی عبارتوں کے ہر ہر لفظ سے عیاں ہوتی تھی، اس کی نظیر بہت دور تک نظر نہیں آتی۔ کہیں اختصار کیساتھ ضمناً اور کہیں تفصیل کے ساتھ مستقلاً آپ نے علوم حدیث پر ایسی معرکۃ الآراء ابحاث فرمائی ہیں کہ اگر ان بحثوں کو امام بخاری و امام مسلم و امام ترمذی ملاحظہ فرمالیں تو وہ امام احمد رضا محدث بریلوی کو اپنے سینے سے لگا کر ان کی صلاحیتوں کو صد آفریں کہہ کر سراہتے۔

لیکن برا ہو تعصب وعناد کا کہ دور حاضر کے منافقین کہ جن کے عقائد باطلہ ضالہ پر امام احمد رضا محقق بریلوی نے سخت گرفت فرما کر انکی گمراہی اور بد دینی کا پردہ چاک کر دیا اور ان کے ہفوات کو کیفر کردار تک پہنچا کر ان کو مبہوت ومسکت کر دیا، وہ صرف بغض وعناد کی بناء پر اور امام احمد رضا محقق بریلوی کی علمی جلالت کی شان گھٹانے کے لئے ایسا غلط پروپگنڈا کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی کو علم حدیث میں دسترس نہیں تھی، اور وہ "قلیل البضاعت" یعنی کم سرمایہ تھے، لیکن اگر تعصب کی عینک کو پھینک کر بنظر انصاف امام احمد رضا محقق بریلوی کی کتابوں کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ثابت ہوگی کہ علوم حدیث میں امام احمد رضا محقق بریلوی اپنے عہد کے یکتائے زمانہ تھے، اسی وجہ سے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے جلیل القدر علماء ومحدثین نے امام احمد رضا کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے اور ان سے حدیث کی سندیں لیں۔ جس کا تفصیلی بیان۔ "الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ و المدینۃ" (۱۳۲۴ھ) اور "الاجازۃ الرضویہ المبجل مکۃ البھیۃ (۱۳۲۳ھ) میں موجود ہے۔ جو طول تحریر کے خوف سے یہاں بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

## علامہ محمد حنیف اور کتاب "جامع الاحادیث"

امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے وقت کے مجدد اعظم تھے اور انہوں نے ملت اسلامیہ کے لئے علم کا ایک عظیم ذخیرہ سرمایہ دین کی حیثیت سے چھوڑا ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تصانیف کی تعداد تقریباً چودہ سو (۱۴۰۰) کے قریب ہے اور ۱۲ ضخیم مجلدات پر مشتمل "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" علم کے بحر ناپید کنار کی حیثیت سے اس ذخیرہ علم کی شان وشوکت میں مزید اضافہ کر رہی ہیں۔

امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمہ جب کبھی بھی کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتے تو اس مسئلہ کے جواز یا عدم جواز کے ثبوت میں پہلے آیات قرآنیہ پیش فرماتے بعدہ احادیث کریمہ، قول وفعل صحابہ کرام، بعدہ ائمہ وعلماء مجتہدین

ومتقدمین کی کتب معتبرہ، مستندہ ومعتمدہ کے حوالے مع اصل عربی متن وعبارت پیش کرتے اور ایک ایک مسئلہ کے ثبوت میں سیکڑوں حوالے درج فرماتے۔ مثال کے طور پر غائب کی نماز جنازہ پڑھنا اور نماز جنازہ کی تکرار کرنا اس مسئلہ کے جواب میں آپ نے "النهي الحاجز عن تكرار صلوة الجنائز" (۱۳۱۵ھ) اور الهادي الحاجب عن جنازة الغائب" (۱۳۲۶ھ) کل دو کتابیں الگ الگ تصنیف فرمائی ہیں۔

ان دونوں کتابوں میں سے آخر الذکر کتاب "الهادي الحاجب" میں آپ نے ●در مختار ●غنية شرح منيه ● جامع الى موز ● نور الايضاح ● فتاوى عالمگيرى ●نهايه شرح هدايه ● منحة الخالق حاشية بحر الرائق ● هدايه ● كافى شرح وافى ● مجمع الانهر ● جوهره نيره ● تبيين الحقائق ● بحر الرائق ● مراقى الفلاح ● حلية شرح منيه ● رسائل الاركان ● محيط ● وقايه ●نقايه ●تنوير الابصار ● جامع البحار ● برجندى ● شلبيه ● شرح كنز ● فتح القدير ● جوهره ● عنايه ● فتح المعين ● طحاوى شرح معانى الاثار ●ظهيره ● سراجيه ● رحمانيه ● جواهر اخلاطى وغیرہ۔

کی دو سو انتیس (۲۲۹) معتبر کتابوں کے حوالے نقل فرمائے اور ان حوالوں کی احادیث کی روشنی میں تطبیق فرما کر مسئلہ ایسا صاف وواضح کر دیا کہ کسی کو بھی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی اور نہ مخالفین کو اس کتاب کا جواب لکھنے کی ہمت پڑی اور انشاء اللہ مخالفین قیامت تک اس کا جواب لکھنے سے عاجز وقاصر رہیں گے۔

امام احمد رضا محقق بریلوی کے فتاوی اور رسائل کی ایک انفرادی خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کسی مسئلہ کے ضمن میں مناسب وموزوں ہو، ایسی حدیث کو بطور دلیل وبرہان ضرور ذکر فرماتے، چاہے پھر اس حدیث کو اصل عربی متن کے ساتھ ذکر فرمائیں یا پھر اس حدیث کا مطلب ومفہوم اردو زبان میں "رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں" لکھ کر بیان کردیں، ایسی ہزاروں حدیثیں رسائل امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان میں بحر علم کے در بے بہا کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ ایسی احادیث کے راوی، نام کتب وغیرہ کا ذکر نہیں، آپ نے عنوان کی مناسبت سے ضمناً اور اختصاراً بیان فرمادی ہیں، ایسی ہزاروں حدیثوں کو ایک جگہ جمع کرنا، ان حدیثوں کے راویوں کے نام اسناد تلاش کرنا اور یہ حدیثیں حدیث کی کونسی کتاب میں کس جلد میں اور کس صفحہ نمبر پر درج ہیں وہ تلاش کرنا اور یہ حدیث امام احمد رضا محقق بریلوی کی کس کتاب میں اور کس صفحہ نمبر پر ہے وہ بیان کرنا اور اس حدیث کے ضمن میں امام احمد رضا کیا فرماتے ہیں؟ یہ سب وجود تحریر میں لانا نہایت ہی مشکل ودشوار مرحلہ بلکہ محال ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالی جزائے خیر دے حضرت علامہ ومولانا محمد حنیف خاں نوری، شیخ الحدیث جامعہ نوریہ، بریلی شریف کو کہ انہوں نے مسلسل آٹھ سال تک

شب وروز کی مشقت شاقہ برداشت فرما کر ایسی تین ہزار چھ سو ترسٹھ (۳۶۶۳) احادیث جو تصانیف رضا میں منفرق ومنتشر تھیں انہیں ایک جامع کر کے، اس کے متن وحوالاجات کا اندراج کرنے ساتھ ایک عظیم کارنامہ یہ انجام دیا ہے کہ ہر حدیث کو اس کے مناسب باب کے تحت ذکر کر کے کتاب کو سہولت تلاش عنوان کا تمکین حسن ہے۔

حضرت علامہ محمد حنیف خاں نوری کی یہ مخلصانہ کاوش بنام ''جامع الاحادیث'' ضخیم جلدوں میں قارئین کرام کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے ہم نہایت سرور وانبساط محسوس کرتے ہیں۔ حضرت علامہ موصوف کی یہ کاوش رضویات کے خزانے میں ایک قیمتی زیور کی حیثیت سے اضافہ کر رہی ہے اور ساتھ ہی علوم حدیث میں امام احمد رضا محقق بریلوی کی مہارت نامہ کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کر رہی ہے۔ تمام مسلمان اہل سنت حضرت علامہ موصوف کے تا قیامت مرہون منت رہیں گے کہ انہوں نے مسلک اعلی حضرت کی نمایاں خدمت انجام دینے میں بڑی ہی عرق ریزی سے عرصہ طویل کی مقشت برداشت کر کے ایک علمی دستاویز فراہم کرنے میں مخلصانہ سعی بلیغ فرمائی ہے۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم واعظم ﷺ کے صدقہ وطفیل میں حضرت علامہ موصوف کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نواز کر ان کے لئے توشۂ آخرت، سبب نجات اور ثواب جاریہ کا سبب بنائے اور اس کتاب کو مقبول خواص وعوام بنا کر اس کے نفع بخش نتائج وفوائد سے ملت اسلامیہ کو بہرہ مند فرمائے۔

آمین۔ بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

| بمقام | دعاگو |
|---|---|
| مرکز اہل سنت برکات رضا | احقر العباد |
| پوربندر (گجرات) | خانقاہ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ مقدسہ اور |
| مؤرخہ ۲۲؍ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ | خانقاہ ضوئیہ نوریہ کا ادنیٰ سوالی |
| مطابق ۹؍ نومبر ۲۰۰۱ء بروز شنبہ | عبد الستار ہمدانی ''مصروف'' برکاتی نوری |

# احوال واقعی

فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا محمد عبد السلام صاحب رضوی مدظلہ العالی
استاذ جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجلۂ علمائے اہل سنت کی جو تقاریظ، تاثرات اور آرا منسلک مقدمہ ہیں، زیر نظر تالیف کی عظمت واہمیت اور حضرت مولف کی علمی جلالت وحیثیت سمجھنے کے لئے کافی ووافی ہیں۔

لیکن بایں ہمہ ان ہر دو کے تعلق سے میرے خیالات پریشاں بھی صفحۂ قرطاس پر اظہار چاہتے ہیں۔

فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی مدظلہ العالی، ایک سیماب صفت، تعمیری مزاج، صاحب تدبر، پیکر حرکت وعمل شخصیت کا اسم گرامی ہے۔ منعم حقیقی نے آپ کی ذات میں عظیم صلاحیتیں ودیعت رکھی ہیں، آپ ایک تجربہ کار مدرس، قادر الکلام مقرر، انتظام امور کی اعلی صلاحیت سے متصف اور پختہ مشق قلم کار ہیں۔

آپ کی علمی، تدریسی اور انتظامی خدمات سے آگاہی رکھنے والے عوام وخواص برملا اس بات کا اعتراف کرتے ہیں: کہ موصوف گرامی جہاں پہونچے جنگل کو منگل کردیا، جس خیابان علم میں قدم رکھا، بہار آگئی، جس ادارے سے متعلق ہوئے اسے ترقیات سے ہمکنار کردیا۔

آپ بلاشبہ ان حضرات کی فہرست میں آتے ہیں جن کے بارے میں کسی سخنور نے کہا ہے۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

"جامع الاحادیث" جو آپ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ علمی خدمات میں شاہکار اور حاصل کی حیثیت رکھتی ہے تقریباً ہشت سالہ عرق ریزی وجانسوزی اور کاوش پیہم کا ثمرۂ گراں قدر ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنا خون جگر جلایا ہے تب یہ گنج گرانمایہ ہمارے ہاتھوں میں آیا

ہے۔تالیفی سفر کی تفصیلی داستاں خود حضرت مولف نے مقدمہ میں تحریر فرمادی ہے۔

آخری پانچ سالوں میں اس تالیف کے سلسلہ میں حضرت مولف نے جو محنت شاقہ برداشت کی اور جس تندہی کے ساتھ کام کیا راقم السطور اس کا عینی شاہد ہے۔

دن میں تو خدمتِ تدریس اور جامعہ نوریہ رضویہ کی انتظامی ذمہ داریوں کی وجہ سے زیادہ فرصت میسر نہ آتی ،لہذا بیشتر تالیفی کام رات کے وقت میں انجام پاتا۔

فصل تابستان کی راتوں میں مصاحبتِ شمع کیوجہ سے پروانے نثار ہوتے رہتے ،جسم پر رینگتے رہتے اور مچھر اپنی مخصوص خدمت انجام دینے میں مصروف رہتے۔

لیکن یہ ہمت کا دھنی ، جہد مسلسل کا متوالا ، پروانوں اور مچھروں کی عنایات سے بے نیاز رات کو بارہ ، ایک بجے تک مصروف عمل رہتا۔ بلکہ آخری مراحل میں تو یہ سلسلہ اور بھی دراز ہو جاتا۔

دیکھنے والے کہتے: کیا مولانا صاحب کو مچھر نہیں کاٹتے ؟ کیا انہیں جسم پر کیڑوں کے رینگنے کا احساس نہیں ہوتا ؟ سب کچھ ہوتا تھا ، لیکن تالیفِ "جامع الاحادیث" کے عشق نے ان تمام باتوں کا تحمل آسان بنادیا تھا۔

آلام روزگار کو آساں بنادیا
جو غم ہوا اسے غمِ جاناں بنادیا

سخت سردی کی راتوں میں جبکہ چادر سے ہاتھ نکالنا گراں ہوتا ، ہر چیز یخ بستہ ہوتی ، اعضاء و جوارح کسی بھی کام کی انجام دہی کیلئے آمادہ نہ ہوتے۔ لیکن جذبات کی حرارت حضرت مولف کو سرگرم عمل رکھتی ، اور ایسی شدید سردی میں بھی آپ کا رہوارِ قلم رواں دواں اور دامنِ قرطاس پر روح پرور و باصرہ نواز نقش و نگار بنانے میں مصروف رہتا۔

حضرت مولف کی یہ خدمت یقیناً علمی دنیا میں نمایاں مقام پانے کی مستحق ہے۔ دورانِ تالیف جن علمائے ذوی الاحترام نے بھی اسکو ملاحظہ کیا انہوں نے صدائے تحسین و آفرین بلند کر کے حضرت مولف کے حوصلوں کو استحکام بخشا اور اسکو عظیم و مفید ترین کارنامہ قرار دیا۔

رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ مدظلہ العالی جامعہ میں تشریف لائے۔ کتاب کو ملاحظہ فرمانے کے بعد کچھ اس طرح ارشاد فرمایا: مولانا ! آپ یہ عظیم ترین

خدمت انجام دے رہے ہیں، اس کے ذریعہ اعلیحضرت قدس سرہ العزیز کی علم حدیث و متعلقات کے سلسلہ میں غیر معمولی وسعت علم اور بالغ نظری منظر عام پر آئے گی۔ اور تخریج احادیث کی روشنی میں لوگوں کو اطمینان حاصل ہوگا کہ اعلیٰ حضرت نے حوالوں میں جو کتب احادیث لکھی ہیں وہ یونہی نہیں لکھ دیں۔

راقم السطور اس سلسلہ میں ایک مثال پیش کرتا ہے۔ حدیث نور جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس کیلئے اعلیٰ حضرت نے مندرجہ ذیل کتب کے حوالے دئے ہیں۔ مواہب لدنیہ، افضل القری، مطالع المسرات، شرح مواہب، تاریخ خمیس، مدارج النبوۃ، لیکن اس وقت کے طریقہ کے مطابق ان کی جلد اور صفحہ نمبر کی نشان دہی نہیں فرمائی ہے۔

حضرت مولف نے تخریج میں جلد و صفحہ نمبر بلکہ مصنفین کی صراحت بھی فرمادی۔ جو اس طرح ہے۔

المواہب اللدنیہ للعسقلانی، ۱/۵۵ ☆ شرح المواہب للزرقانی، ۱/۵۵

مدارج النبوۃ للمحدث الدھلوی، ۲/۲ ☆ تاریخ الخمیس للدیار البکری، ۱/۲۲

مطالع المسرات للفاسی، ۲۲۱ ☆

اتنی تفصیل کے بعد کسی معاند کو حوالوں کے تعلق سے منہ کھولنے کی گنجائش نہ ہوگی اور اپنوں کے یقین کو مزید تقویت حاصل ہوگی۔

مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب علیہ الرحمہ سابق صدر المدرسین مدرسہ تنویر الاسلام امرڈوبھا بستی کے صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا مختار الحسن صاحب (جنہوں نے صدام یونیورسٹی عراق میں تعلیم حاصل کی ہے) بیان کرتے ہیں: میں نے ایک عراقی عالم کو "الدولۃ المکیۃ" عربی مطالعہ کیلئے پیش کی تو انہوں نے کہا: اتنی فرصت کس کو ہے کہ جن احادیث سے اس کتاب میں استدلال کیا گیا ہے ان کو جلد و صفحہ کی نشاندہی کے بغیر اصل کتابوں میں تلاش کیا جائے۔ آپ تخریج کے بعد یہ کتاب دیں۔ تو مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

لہذا ضرورت ہے کہ تصنیفات امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی جدید اشاعتوں میں طریقۂ معمول بہا کے مطابق تخریج احادیث کا التزام کیا جائے۔ اور اب یہ کام بہت سی کتابوں میں اصل مآخذ کی طرف مراجعت کے بغیر "جامع الاحادیث" کی مدد سے انجام دیا جاسکتا ہے۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ اپنی کتاب مستطاب ''بوستان'' میں بادشاہ شیراز ابوبکر بن سعد زنگی کے محامد کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ہم از بخت فرخندہ فرجام تست ☆ کہ تاریخ سعدی درایام تست

کہ تا بر فلک ماہ و خورشید ہست ☆ دریں دفترت ذکر جاوید ہست

اے بادشاہ! یہ بات بھی تیرے مبارک انجام نصیب سے ہے کہ تاریخ سعدی تیرے زمانے میں ہے اس لئے کہ جب تک آسمان پر چاند اور سورج ہیں اس کتاب میں تیرا ذکر ہمیشہ رہے گا۔

اسی طرح یہ بات میرے لئے سعادت و خوش نصیبی کی ہے کہ ''جامع الاحادیث'' کی تالیف و ترتیب میرے جامعہ نوریہ میں تدریسی خدمات کے دوران ہوئی۔ اور اس طرح اس عظیم الشان تالیف کی خدمت میں کسی نہ کسی طرح مجھے بھی شرکت کی سعادت میسر ہوئی۔ کیا بعید ہے کہ قارئین کرام حضرت مولف مدظلہ العالی کے ساتھ اس ناکارہ کو بھی اپنی نیک دعاؤں میں شامل فرمالیں۔

احب الصالحین و لست منہم
لعل اللہ یرزقنی صلاحا

مولائے کریم اپنے حبیب رؤف ورحیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے توسل اس خدمت کو شرف قبول بخشے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم سید المرسلین، وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

عبدالسلام رضوی مہواکھیڑوی
مدرس:۔ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف
۱۰ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ مطابق ۳ جون ۲۰۰۱ء

# تقدیم

ماہر رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی
سرپرست ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا۔(۱)۔۔۔۔۔ایک خاص مقصد کیلئے پیدا فرمایا۔۔۔۔۔اپنی بندگی اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کیلئے پیدا فرمایا۔(۲)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کیلئے نہ پیدا کیا ہوتا تو انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد نہ لیا ہوتا اور یہ نہ فرمایا ہوتا: لتؤمنن بہ و لتنصرنہ۔(۳)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کو اپنے بندوں پر فرض فرمایا۔(۴)۔۔۔۔۔ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کا عین فرمایا۔(۵)۔۔۔۔۔آپ کی اتباع کو اپنی محبت کا عظیم وسیلہ قرار دیا۔(۶) اور اطاعت کرنے والوں کو اپنا محبوب بنایا۔۔۔۔۔۔آپ کو اختیار کلی عطا فرمایا۔(۷)۔

قرآن حکیم کے لئے حکم ہوا کہ جب پڑھا جائے تو چپ رہو اور سنتے رہو۔ (۸)۔۔۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باتیں سنتے تھے ان کی سماعت کا بھی یہی عالم ہوتا تھا، سر جھکائے دم بخود رہتے جیسے ان کے سروں پر

---

۱۔ قرآن حکیم ، سورۃ التین ، آیت نمبر ۴
۲۔ قرآن حکیم سورۃ الذریات ، آیت نمبر ۵۶
۳۔ قرآن حکیم سورۃ آل عمران آیت نمبر ۸۱
٤۔ قرآن حکیم سورہ آل عمران آیت ۳۲ ، النساء ۵۹، المائدۃ ۹۲، الانفال ٤٦،
٦۔ قرآن حکیم سورۃ آل عمران آیت نمبر ۳۱
۷۔ قرآن حکیم سورۃ الحشر، آیت نمبر ۷
۸۔ قرآن حکیم ، سورۃ الاعراف، آیت نمبر ۲۰٤

پرندے بیٹھے ہوں(۹)۔۔۔ان کی نظروں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باتوں کا کیا مقام تھا؟ادب سیکھنا ہوتو ان سے سیکھیں۔انہوں نے قرآن کریم کی حفاظت کا بھی سامان کیا اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باتوں کو بھی سینے سے لگا کر رکھا،دل ودماغ میں محفوظ کیا،صحیفوں میں قلم بند کیا۔۔ہر محبت والا اپنے محبوب کی باتیں محفوظ کرتا ہے یہ محبت کی نفسیات سے ہے،یہ محبت کے تقاضے ہیں،اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔کتب خانوں کے علمی ذخیرے اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

صحابۂ کرام کے پاس احادیث کے ذخیرے موجود تھے۔صندوق بھرے ہوئے تھے۔صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صحیفوں میں یہ قابل ذکر ہیں۔۔۔صحیفۂ صدیقی،صحیفۂ علوی،صحیفۂ سمرہ،صحیفۂ صادقہ،صحیفۂ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحیفۂ صحیحہ جو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۰۱ھ/۷۱۹ء) نے ہمام بن منبہ (پ ۱۱۰ھ/۷۲۸ء) کے لئے ۵۸ھ/۶۷۸ سے قبل مرتب فرمایا تھا۔صحیفۂ ہمام بن منبہ ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکا،اس صحیفے کے ایک ورق کا عکس بھی اس مقدمہ میں شائع کیا گیا ہے۔۔۱۰۱ھ/۷۱۹ء میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ کے ایماء پر امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ ابن شہاب زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سند کے ساتھ احادیث کا ایک نسخہ مدون کیا۔

تدوین حدیث کی ایک طویل تاریخ ہے جس کی ابتداء عہد نبوی سے ہوتی ہے۔اس صدی میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۷۹ھ/۷۹۵ء) نے مؤطا کے نام سے احادیث کا مجموعہ مرتب کیا۔مجتہدین ومحدثین نے پہلے سے جمع کی ہوئی احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھایا،یہ کہنا کہ احادیث دو تین سو برس کے بعد مدون ہوئیں اور اس سے پہلے سرے سے احادیث کا ذخیرہ تھا ہی نہیں غیر معقول اور غیر مؤرخانہ ہے،دور جدید کے بعض اہل علم بھی اس تاریخی حقیقت سے باخبر نہیں۔قرآن حکیم کا ترجمہ جو بالکل جدید بات لگتی ہے اس کی تاریخ بھی پرانی ہے۔ترجمہ قرآن کریم کا آغاز بھی عہد نبوی میں ہوا،مشہور صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ

---

۹۔ بخاری شریف، ج ۱ ص ۳۷۹

تعالیٰ عنہ م ۳۳ھ/۵۳ء) نے سورۂ فاتحہ کا فارسی میں ترجمہ کر کے بھیجا۔(۱۰)

.....۲۷۰ھ/۸۸۳ء میں سندھ کے ایک عراقی الاصل عالم نے والی کشمیر کی خواہش پر قرآن کریم کا ہندی زبان میں ترجمہ کیا۔(۱۱)

غالباً غیر منقسم ہندوستان میں قرآن حکیم کا یہ پہلا ترجمہ تھا۔

الغرض احادیث کی تدوین کا سلسلہ عہد نبوی ہی سے شروع ہو گیا تھا، بہت سے مجموعے ممکن ہے کہ حادثات کی نذر ہو گئے ہوں۔ کیوں کہ اسلامی تاریخ بہت سے نشیب وفراز سے گزر رہی ہے۔ قدیم کتب حدیث کی تلاش میں ابتدائی تاریخ اسلام پر نظر ہو تو شاید اس تلاش وجستجو میں کچھ آسانی ہو جائے گی۔ ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء میں جناب محمد رحیم الدین صاحب (صدر اسلامک پبلی کیشنز سوسائٹی حیدرآباد دکن نے احادیث کے دو ایسے مجموعوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس وقت تک منظر عام پر نہ آسکے تھے یعنی مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف حمیدی۔ (۱۲).....تاریخ میں بہت سے احادیث کے مجموعوں کے نام ملتے ہیں مگر وہ مجموعے نہیں ملتے کیوں کہ ان کا تعلق اس دور سے ہے جب کاغذ کمیاب تھا اور طباعت معدوم۔ ایک کتاب کو حاصل کرنے کیلئے کاتبوں سے مدد لی جاتی جو مہینوں نقل کرتے تب جا کر ایک کتاب میسر ہوتی۔ ان کلفتوں کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔

جدید اشاعتی دور میں مذہبی سیاست نے احادیث شریفہ کی حفاظت کو مخدوش بنا دیا ہے، اپنے باطل عقائد کی تائید وحمایت کیلئے کتب احادیث میں ترامیم کی جارہی ہیں حتی کہ پوری احادیث نکالی جارہی ہیں اور خدمت حدیث کا انعام بھی حاصل کیا جارہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔۔۔۔

---

۱۰۔ (الف) المبسوط للسرخسی، ج ۲ ص ۳۷ کتاب الصلوٰۃ۔

(ب) الدولۃ العلمیہ علی جواز ترجمۃ معانی القرآن الی اللغات الاجنبیہ، قاہرہ، ص ۵۸

۱۱۔ بزرگ بن شہریار: عجائب الہند، بحوالہ ہندوستان عربوں کی نظر میں اعظم گڑھ ۱۹۶۰ء/ص ۱۲۳ (عربی متن مع فرانسیسی ترجمہ مطبوعہ لیڈن، ۱۸۸۶ء

۱۲۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ: صحیفہ ہمام بن منبہ حیدرآباد دکن، ۱۹۵۶ء

عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی الیمانی (۱۲۶ھ/ تا ۲۱۱ء) کی تالیف المصنف جو مسند احمد بن حنبل، بخاری شریف اور مسلم شریف کتب حدیث کا سر چشمہ ہے اس میں سے پوری حدیث نور خارج کر دی گئی جس کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے۔(۱۳)..... جس میں دور جدید کے بعض عقل پرستوں کے سوا کسی کو کوئی کلام نہیں۔ جدید ایڈیشن میں یہ حدیث نہیں۔ ۱۹۵۶ء میں ڈاکٹر یوسف الدین صاحب حیدر آباد دکن میں مختلف مخطوطات کی روشنی میں اس کو ایڈٹ کر رہے تھے۔ بقول ڈاکٹر محمد حجۃ اللہ استانبول، صنعا میں اس کے مکمل نسخے تھے، حیدر آباد دکن و سندھ، مدینہ منورہ اور ٹونک وغیرہ میں اس کے ناقص نسخے ہیں۔

تعجب تو یہ کہ اس کے اصل نسخوں کو کتب خانوں سے غائب کیا جا رہا ہے۔ یہ بہت بڑی سازش معلوم ہوتی ہے۔ احادیث کی بعض کتب میں معمولی ترمیم کر کے احادیث کے دھارے اپنے عقائد کی طرف موڑ لئے گئے۔ ایک حدیث میں ''یا محمد'' آیا ہے، اسکو محمد بنا دیا گیا۔ (۱۴)...... دوسری حدیث میں ''باب فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے'' اس کو

---

۱۳۔ یہ حدیث مواہب لدنیہ میں موجود ہے لیکن مواہب لدنیہ کے جدید اڈیشن (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ص، ۳۷) میں محشی نے کس دیدہ دلیری سے لکھ دیا ہے

و ھذا الحدیث لا وجود لہ فی مصنف عبد الرزاق

اس جھوٹ سے اکابر علمائے متقدمین و متاخرین جنھوں نے مصنف کے حوالے سے اس حدیث کا حوالہ دیا ہے معاذ اللہ جھوٹے قرار پاتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مسعود

۱۴۔ حدیث میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیر سن ہو گیا، کسی نے کہا ''اپنے سب سے پیارے کو یاد کیجئے'' آپ نے فرمایا: ''یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' اور پیر ٹھیک ہو گیا۔

(کتاب الاذکار للنووی باب ما یقول اذا خدرت رجلہ حدیث نمبر ۹۶/ ۱،۷/ ص ۳۶۰)

اور یہ حدیث مسند ابن الجعد (دار الکتب العلمیہ حدیث نمبر ۲۵۳۹، ص ۳۶۹) اور محمد بن علی الشوکانی کی تحفۃ الذاکرین (مطبوعہ مصر، ص ۲۳۸) میں بھی ہے، مگر امام بخاری کی الادب المفرد کے جدید ایڈیشن میں ترمیم کر کے (یا) حذف کر دیا، صرف محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا ہے۔

(باب ۴۳۷، حدیث نمبر ۹۶۴، ص ۲۵۰) مسعود

"باب زیارۃ مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنادیا گیا ہے۔(۱۵).....

---

۱۵۔ کتاب الاذکار للنووی میں فصل فی زیارۃ قبرا لنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واذکارہ۔اس کو بدل کر فصل فی زیارۃ "مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کردیا گیا اور کئی تحریفات کیں۔

شیخ عبدالقادر الاناروّوط نے جن کی نشاندہی کی پھراس کے بعد کے ایڈیشن میں تصحیح کی گئی مگر پھر بھی حواشی میں اپنے عقیدے کا اظہار کئے بغیر محشی نہ رہ سکے، فصل فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاشیہ لکھا کہ اچھا یہ ہے "مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہا جائے۔پھر ان یتوجہ الی زیارۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" پر حاشیہ لکھا کہ اچھا یہ ہے کہ الی زیارۃ مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا جائے۔پھر و ارزقنی فی زیارۃ قبر نبیك" پر حاشیہ لکھا کہ اچھا یہ ہے فی زیارۃ مسجد نبیك لکھا جائے (کتاب الاذکار دارالہدی الریاض ص ۲۹۵) پھر صفحہ ۲۹۷ پر اعرابی والی حدیث پوری نکال دی ان سب کا شیخ عبدالقادر موصوف نے اپنے خط میں خوب تعاقب کیا ہے جس کا عکس یہاں پیش کیا جارہا ہے آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں، عالمی سطح میں اسلام کے نام پر اسلام کے خلاف کیا کچھ ہورہا ہے یہ حقائق ہر سنجیدہ عالم کیلئے باعث تشویش ہیں۔

مسعود
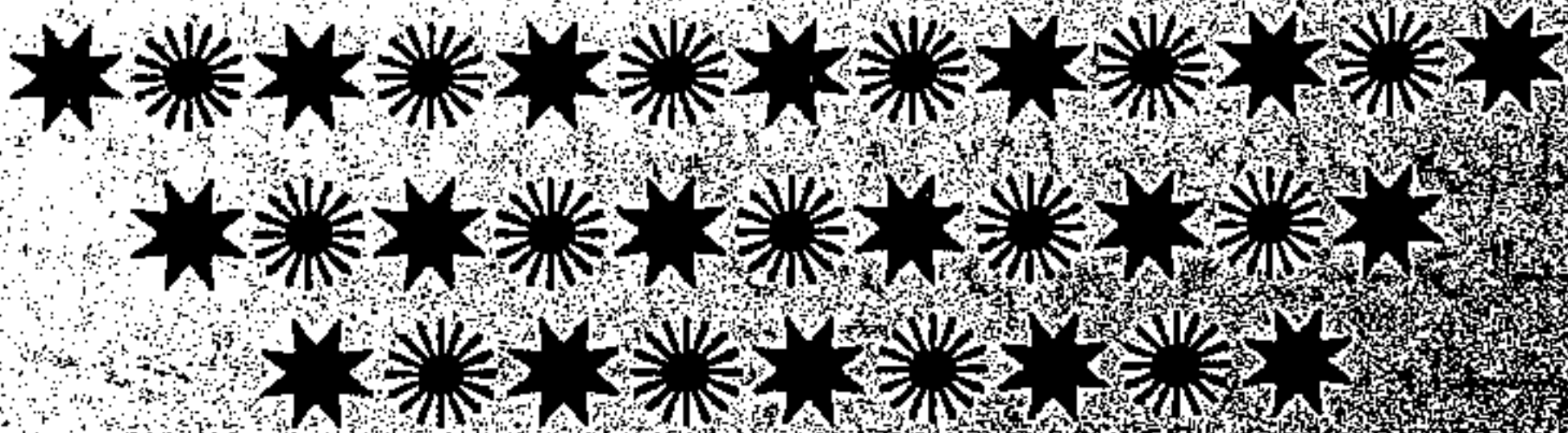
## ( باب ما يقول إذا طنت أذنه )

۷۹۵ - روينا فى كتاب ابن السنى عن أبى رافع رضى الله عنه مولى رسول الله ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ : « إذا طنت أذن أحدكم فليذكرنى وليصل على وليقل : ذكر الله بخير من ذكرنى » .

## ( باب ما يقوله إذا خدرت رجله )

۷۹۶ / أ - روينا فى كتاب ابن السنى عن الهيثم بن حنش قال : « كنا عند عبد الله ابن عمر رضى الله عنهما فخدرت رجله ، فقال له رجل : اذكر أحب الناس إليك ، فقال: يا محمد ﷺ ، فكأنما نشط من عقال » .

۷۹۶/ ب - وروينا فيه عن مجاهد قال: « خدرت رِجل رَجُلٍ عند ابن عباس ، فقال ابن

---

== عن أبيه، عن على .

* وفى الحديث خالد بن عبد الرحمن أبو الهيثم الخراسانى ، قال عنه الذهبى فى « الميزان » ( ۲ / ۱۵٦ / ر ۲٤٤٠ ) : « وثقه ابن معين ، وقال أبو حاتم لا بأس به ، وقال العقيلى فى حفظه شىء، وقال ابن عدى : ليس بذاك » .

(۷۹۵ ) أخرجه ابن السنى فى « عمل اليوم والليلة » ( ٦٦ / ح ١٦٦ ) .

من طريق : محمد بن عبيد الله بن عبد الله بن أبى رافع، عن أبيه عبيد الله بن عبد الله ، عن جده قال الهيثمى فى « المجمع » ( ١٠ / ١٣٨ ) : « رواه الطبرانى فى الثلاثة ، والبزار باختصار كثير ، وإسناد الطبرانى فى الكبير حسن » .

* والحديث فيه محمد بن عبيد الله بن عبد الله بن أبى رافع المدنى قال عنه الذهبى فى « الميزان » (٥/ ٨٠ ، ٨١ / ر ٧٩٠٤ ) : « ضعفوه ، قال البخارى : محمد بن عبيد الله عن داود بن الحصين منكر الحديث ، وقال يحيى بن معين : ليس حديثه بشىء، وقال أبو حاتم : منكر الحديث جدا ذاهب » وذكر هذا الحديث فى ترجمته .

( ۷۹٦ / أ ) أخرجه ابن السنى فى « عمل اليوم والليلة » ( ٦٧ / ح ١٧٠ ) من طريق أبى إسحق ، عن الهيثم بن حسين ، قال : كنا عند عبد الله بن عمر ، والحديث فيه أبو إسحق السبيعى ، وهو مدلس ، ولم يصرح بالتحديث ، وقد اضطرب فيه فرواه مرة عن الهيثم ، والهيثم بن الحسين العقيلى ، قال عنه الذهبى فى « الميزان » ( ٥ / ٤٤٥ / ٩٢٩٦ ) : « لم يصح حديثه ، قال العقيلى : منكر الحديث .

( ۷۹٦ / ب ) أخرجه ابن السنى فى « عمل اليوم والليلة » ( ٦٧ / ح ١٦٩ )

## .مَا يَقُولُهُ مَنْ خَدِرَتْ رِجْلُهُ

وَإِذَا خَدِرَتْ[1] رِجْلُهُ : فَلْيَذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْهِ (ى ، مو) .

هذا الأثر أخرجه ابن السني موقوفا على ابن عباس وعلى ابن عمر رضى الله عنهم كما قال المصنف رحمه الله، فرواه عن ابن عباس من طريق جعفر بن عيسى أبو أحمد قال : حدثنا عبد الله بن روح حدثنا سلام بن سليم، حدثنا غياث بن إبراهيم عن عبد الله بن خيثم عن مجاهد عن ابن عباس، ورواه عن ابن عمر من طريق محمد بن خالد البرذعى حدثنا حاجب بن سليم حدثنا محمد بن مصعب حدثنا إسرائيل عن أبي إسحاق عن الهيثم بن حنش قال كنا عند ابن عمر فذكره ، وليس فى هذا مايفيد أن لذلك حكم الرفع فقد يكون مرجع مثل هذا التجريب. والمحبوب الأعظم لكل مسلم هو رسول الله صلى الله عليه وسلم فينبغى ذكره عند ذلك كما ورد مايفيد ذلك فى كتاب الله سبحانه وتعالى مثل قوله « قل إن كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله » وكما فى حديث « لايؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من أهله وماله والناس أجمعين» . وأما أهل علم الطب فقد ذكروا أن سبب الخدر اختلاطات بلغمية ورياحات غليظة: قال فى النهاية : ومنه حديث ابن عمر أنها خدرت رجله ، فقيل له مالرجلك ؟ فقال اجتمع عصبها . قيل اذكر أحب الناس إليك ، فقال يامحمد فبسطها انتهى . قال النووى فى الأذكار باب مايقول إذا خدرت رجله روينا فى كتاب ابن السنى عن الهيثم ابن الحنش قال « كنا عند عبد الله بن عمر رضى الله عنهما فخدرت رجله ، فقال رجل اذكر أحب الناس إليك ، فقال يا محمد صلى الله عليه وسلم ، فكأنما نشط من عقال » وريناه عن مجاهد قال « خدرت رجل رجل عند ابن عباس ، فقال ابن عباس اذكر أحب الناس إليك ، فقال محمد صلى الله عليه وسلم فذهب خدره » وروينا عن ابراهيم بن المنذر الحزامى أحد شيوخ البخارى الذى روى عنهم فى صحيحه . قال أهل المدينة يتعجبون من حسن بيت أبى العتاهية :

وتخدرفى بعض الأحايين رجله ... فإن لم يقل ياعتب لم يذهب الخدر

انتهى من الأذكار ، وفيه بيان لفظ الروايتين الموقوفتين .

---

(1) فى المصباح المنير : وخدر العضو خدرا من باب تعب استرخى فلا يطيق الحركة اهـ .

الأنصار . سموا باسمي ولا تكتنوا بكنيتي »

البخارى فى : ٧٨ ـ كتاب الأدب ، ١٠٥ ـ باب أحب الاسماء الى الله عز وجل
و ١٠٦ ـ قول النبى (ص) سموا باسمى ولا تكنوا بكنيتى
مسلم فى : ٣٨ ـ كتاب الآداب ، ح ٣ ـ ٧

## ٤٣٦ ـ باب

٩٦٢ ـ حدثنا عبد العزيز بن عبد الله قال : حدثنى الدَّراوردِيُّ ، عن جعفر ، عن أبيه ، عن جابر بن عبد الله . أن رسول الله ﷺ مرَّ فى السوق داخلا من بعض العالية ـ والناس كنفيه ـ فمرَّ بجدْى أسكّ [ ميت ] ، فتناوله فأخذ بأذنه . ثم قال « أيكم يحب أن هذا له بدرهم » ؟ فقالوا : ما نحب أنه لنا بشىء . وما نصنع به ؟ قال « أتحبون أنه لكم » قالوا : لا . قال ذلك لهم ثلاثا ~~. فقالوا : لا والله لو كان~~ حيا لكان عيبا فيه أنه أسك ( والأسكّ الذى ليس له أذنان ) فكيف وهو ميت ؟ قال « فوالله . الدنيا أهون على الله من هذا عليكم »

مسلم فى : ٥٣ ـ كتاب الزهد ، ح ٢

٩٦٣ ـ حدثنا عثمان المؤذن قال : حدثنا عوف ، عن الحسن ، عن عُتَىّ بن ضَمْرة قال : رأيت عند أبى رجلا تعزَّى بعزاء الجاهلية ، فأعضَّه أبى ولم يكْنِه . فنظر اليه أصحابه قال : كأنكم أنكرتموه ! فقال : إنى لا أهاب فى هذا أحدا أبدا . إنى سمعت النبى ﷺ يقول « من تعزّى بعزاء الجاهلية فأعضّوه ولا تكنوه »

(٠٠٠) حدثنا عثمان قال : حدثنا المبارك ، عن الحسن ، عن عُتَىّ .. مثله

ليس لهذا الصحابى ذكر عندى

## ٤٣٧ ـ باب ~~ما يقول الرجل اذا خدرت رجله~~

٩٦٤ ـ حدثنا أبو نعيم قال : حدثنا سفيان ، عن أبى اسحق ، عن عبد الرحمن بن سعد قال : خدرت رجل ابن عمر ، فقال له رجل : اذكر أحب الناس اليك . فقال محمد

٢٥٣٧ - حدثنا علي انا زهير عن أبي إسحاق عن عمرو بن الحارث الخزاعي اخي جويرية بنت الحارث قال : لا والله ما ترك رسول الله ﷺ عند موته ديناراً ولا درهماً ولا عبداً ولا أمةً ولا شيئاً ، إلا بغلته البيضاء وسلاحه ، وارضاً تركها صدقة .

٢٥٣٨ - وبإسناده عن أبي إسحاق عن [ هبيرة بن ] [١] يَريم قال : رأيت قيس بن سعد بن عبادة على شط دجلة ، فتوضأ ومسح على خفين له من أرْنَدَج ، فرأيت أثر أصابعه على الخفين [٢] .

٢٥٣٩ - وبه عن أبي إسحاق عن عبد الرحمن بن سعد قال : كنت عند عبد الله بن عمر فخدِرَت رِجْلُهُ ، فقلت له : يا أبا عبد الرحمن ما لرِجْلِك ؟ قال : اجتمع عَصَبُها من ها هنا ، قلت ادع أحب الناس إليك ، قال : يا محمد ، فانبسطت .

٢٥٤٠ - وبه عن أبي إسحاق عن إمام مسجد سعد قال : قدم أبو هريرة الكوفة فصلى الظهر والعصر واجتمع عليه الناس ، قال : فذكر قُرْباً منه يعني أنه كان قريباً منه ، قال : فسكت فلم يتكلم ، ثم قال : إن الله وملائكته يصلون على أبي هريرة الدوسي ، فتغامز القوم ، فقالوا : إن هذا ليزكي نفسه ، قال : ثم قال : وعلى كل مسلم ما دام في مصلاه ما لم يحدث حدثاً بلسانه أو بطنه .

٢٥٤١ - وبه قال : سمعت حارثة بن مضرب قال : كنت جالساً عند عبد الله بن مسعود فعطس رجل فقال : السلام عليكم ، فقال عبد الله : وعليك وعلى أُمك لا شيء لك ، تسلم إذا عطست الا حمدتَ الله عز وجل كما حَمِدَ أبوك وأُمك .

٢٥٤٢ - حدثنا علي انا زهير نا أبو إسحاق ، أن عبد الله بن مسعود كان يقرأ ﴿ فَرَّقوا دينهم ﴾ [٣]

٢٥٤٣ - حدثنا علي انا زهير عن أبي إسحاق ان اصحاب عبد الله كانوا يقرأو ﴿ هِيْتَ لك ﴾ [٤]

(١) سقط في الأصل ، استدركناه من رقم [٤٤٨] .
(٢) تقدم في رقم [٤٤٨] .
(٣) سورة الأنعام الآية (١٥٩) ، وسورة الروم الآية (٣٢) .
(٤) سورة يوسف الآية (٢٣) .

**فصل في زيارة قبر رسول الله ﷺ وأذكارها[1]:** اعلم أنه ينبغي لكل من حج أن يتوجه إلى زيارة رسول الله ﷺ[2]، سواء كان ذلك طريقه أو لم يكن، فإن زيارته ﷺ من أهم القربات وأربح المساعي وأفضل الطلبات فإذا توجه للزيارة أكثر من الصلاه عليه ﷺ في طريقه. فإذا وقع بصره على أشجار المدينة وحَرمِها وما يعرَّف بها، زاد من الصلاة والتسليم عليه ﷺ، وسأل الله تعالى أن ينفعه بزيارته ﷺ وأن يسعده بها في الدارين، وليقل: «اللَّهُمَّ افْتَحْ عليَّ أبْوابَ رَحْمتِكَ، وارْزُقْني في زِيارَةِ قبر[3] نَبِيِّكَ ﷺ ما رزقْتَهُ أوْلِيَاءَكَ وأهْلَ طاعَتِكَ، واغْفِرْ لي وارْحَمْني يا خَيْرَ مَسْؤول».

وإذا أراد دخول المسجد استحبَّ أن يقول ما يقوله عند دخول باقي المساجد، وقد قدَّمناه في أول الكتاب، فإذا صلى تحية المسجد أتى القبر الكريم فاستقبله واستدبر القبلة[4] على نحو أربع أذرع من جدار القبر، وسلم مقتصداً لا يرفع صوته فيقول: السَّلَامُ عَلَيْكَ يا رَسُولَ اللّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يا خِيرَةَ اللّهِ مِنْ خَلْقِهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يا حَبِيبَ اللّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يا سَيِّدَ المُرْسَلِينَ وَخاتَمَ النَّبِيِّينَ، السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ وأصْحابِكَ وأهْلِ بَيْتِكَ وَعلى النَّبِيِّينَ وَسائِرِ الصَّالِحِينَ؛ أشْهَدُ أنكَ بَلَّغْتَ الرِّسالَةَ، وأدَّيْتَ الأمانَةَ، وَنَصَحْتَ الأُمَّةَ، فَجزَاكَ اللّهُ عَنَّا أفْضَلَ ما جَزَى رَسُولاً عَنْ أُمَّتِهِ[5].

---

(۱) ~~الصواب أن يقال بفصل في زيارة~~ مسجد رسول الله ﷺ

(۲) الصواب أن يقال: أن يتوجه إلى مسجد رسول الله ﷺ.

(۳) الصواب أن يقال: مسجد نبيك، لقوله ﷺ: «لا تشدُّ الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد، مسجدي هذا، والمسجد الحرام والمسجد الأقصى». وفي رواية: «لا تشدُّوا الرحال..» بلفظ الأمر وهو رواية لمسلم.

(٤) وقال بعض العلماء: يستقبل القبلة، ويسلم على رسول الله ﷺ.

(٥) قال ابن علّان في «شرح الأذكار»: قال الحافظ: لم أجده مأثوراً بهذا التمام، وقد ورد عن ابن عمر بعضه أنه كان يقف على قبر رسول الله ﷺ ويقول: السلام عليك يا رسول الله، السلام عليك يا أبا بكر، السلام عليك يا عمر، كذا في «إيضاح المناسك».

يشاهد في عدن ضياء مشعشعاً — يزيد على الأنوار في الضوء والهدى
فقال إلهي ما الضياء الذي أرى — جنوم السما تعشو إليه ترددا
فقال نبي خير من وطىء الثرى — وأفضل من في الخير راح أو اغتدى
تخيرته من قبل خلقك سيداً — وأبعثه قبل النبيين سؤدداً[1]

فإن قلت: إن مذهب الأشاعرة[2]: أن أفعال الله تعالى ليست معللة بالأغراض، فكيف تكون خلقة محمد علة في خلق آدم صلى الله عليهما وسلم؟

أجيب: بأن الظاهرة من الأدلة تعليل بعض الأفعال بالحكم والمصالح التي هي غايات ومنافع لأفعاله تعالى، لا بواعث على إقدامه، ولا علل مقتضية لفاعليته، لأن ذلك محال في حقه تعالى، لما فيه من استكماله بغيره. والنصوص شاهدة بذلك، كقوله تعالى: ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾ [الذاريات: ٥٦] أي: قرنت الخلق بالعبادة، أي خلقتهم وفرضت عليهم العبادة، فالتعليل لفظي لا حقيقي، لأن الله تعالى مستغن عن المنافع، فلا يكون فعله لمنفعة راجعة إليه ولا إلى غيره، لأن الله قادر على إيصال المنفعة إلى الغير من غير واسطة العمل.

وروى عبد الرزاق[3] بسنده عن جابر بن عبد الله الأنصاري[4] قال: قلت يا رسول الله، بأبي أنت وأمي، أخبرني عن أول شيء خلقه الله تعالى قبل الأشياء. قال: يا جابر، إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره، فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالى، ولم يكن في ذلك الوقت لوح ولا قلم، ولا جنة ولا نار، ولا ملك ولا سماء، ولا أرض ولا شمس ولا قمر، ولا جني ولا أنسي، فلما أراد الله تعالى أن يخلق الخلق قسم ذلك النور أربعة أجزاء، فخلق من الجزء الأول القلم، ومن الثاني اللوح، ومن الثالث العرش. ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء، فخلق من الجزء الأول

---

(١) عزاه صاحب مصباح الظلام لصالح بن حسين الشاعر.

(٢) نسبة لأبي الحسن الأشعري وهو علي بن إسماعيل بن إسحاق (٢٦٠ ـ ٣٢٤ هـ) مؤسس مذهب الأشاعرة. الأعلام ٤/ ٢٦٣ طبقات الشافعية ٢/ ٢٤٥ وفيات الأعيان ١/ ٣٢٦ ومعجم المطبوعات (٤٥١).

(٣) هو عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميري أبو بكر الصنعاني (١٢٦ ـ ٢١١ هـ) حافظ ثقة الأعلام ٣/ ٣٥٣ وفيات الأعيان ١/ ٣٠٣ تذكرة الحفاظ ١/ ٣٦٤ رقم الترجمة (٣٥٧) شذرات الذهب ٢/ ٢٧ وطبقات المفسرين ١/ ٣٠٢ رقم الترجمة (٢٧٨) طبقات ابن سعد ٦/ ٧٤ رقم الترجمة (١١٧٥).

(٤) هو جابر بن عبد الله بن عمرو بن حرام الخزرجي الأنصاري السلمي (١٦ ق. هـ ـ ٧٨ هـ) صحابي كثير الرواية. الأعلام ٢/ ١٠٤ الإصابة ١/ ٢٢٢ رقم الترجمة (١٠٢٢) شذرات الذهب ١/ ٨٤ تذكرة الحفاظ ١/ ٤٣ رقم الترجمة (٢١)

حملة العرش، ومن الثاني الكرسي، ومن الثالث باقي الملائكة، ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء، فخلق من الأول السماوات، ومن الثاني الأرضين ومن الثالث الجنة والنار، ثم قسم الرابع أربعة أجزاء، فخلق من الأول نور أبصار المؤمنين، ومن الثاني نور قلوبهم - وهي المعرفة بالله - ومن الثالث نور أنسهم، وهو التوحيد لا إله إلا الله محمد رسول الله»[1].

وقد اختلف: هل القلم أول المخلوقات بعد النور المحمدي؟

فقال الحافظ أبو يعلي الهمداني[2]: الأصح أن العرش قبل القلم، لما ثبت في الصحيح عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله ﷺ: «قدر الله مقادير الخلق قبل أن يخلق السماوات والأرض بخمسين ألف سنة وكان عرشه على الماء»[3]، فهذا صريح أن التقدير وقع بعد خلق العرش. والتقدير وقع عند أول خلق القلم لحديث عبادة بن الصامت[4]، مرفوعاً: «أول ما خلق الله القلم قال له اكتب، قال: رب، وما أكتب، قال: اكتب مقادير كل شيء»[5] رواه أحمد، والترمذي وصححه.

ورويا أيضاً من حديث أبي رزين العقيلي[6] مرفوعاً: «إن الماء خلق قبل العرش»[7].

---

(١) قال المحدث أحمد الغماري في كتاب «المغير على الجامع الصغير» هذا الحديث موضوع وهو جدير بكونه موضوعا. وهذا الحديث لا وجود له في مصنف عبد الرزاق.

(٢) هو الحسن بن أحمد بن الحسن بن أحمد بن سهل العطار أبو العلاء الهمذاني (٤٨٨ ـ ٥٦٩ هـ) إمام العراقين في القراءات له باع في التفسير والحديث والأنساب والتواريخ. الأعلام ٢/ ١٨١ طبقات المفسرين ١/ ١٣٢ رقم الترجمة (١٢٧) تذكرة الحفاظ ٤/ ١٣٢٤ رقم الترجمة (١٠٩٣) معجم الأدباء ٢/ ٤٣٢ رقم الترجمة (٣٠٥) المنتظم ١٨/ ٢٠٨ رقم الترجمة (٤٢٩٩) شذرات الذهب ٤/ ٢٣١.

(٣) أخرجه مسلم في صحيحه كتاب القدر (١٦ ـ رقم الحديث ٢٦٥٣) وانظر الدر المنثور ٣/ ٣٢٢.

(٤) هو عبادة بن الصامت بن قيس الأنصاري الخزرجي أبو الوليد (٣٨ ـ ق. هـ ـ ٣٤ هـ) صحابي كان أحد النقباء. الأعلام ٣/ ٢٥٨ الإصابة ٤/ ٢٧ رقم الترجمة (٤٤٨٨).

(٥) أخرجه الترمذي كتاب القدر باب (١٧) رقم الحديث (٢١٥٥) وفي تفسير سورة (٦٨ ـ القلم) باب (٦٦) رقم الحديث (٣٣١٩) وفي مسند أحمد بن حنبل ٥/ ٣١٧ وأبو داورد كتاب السنة باب في القدر رقم الحديث (٤٧٠٠).

(٦) هو لقيط بن عامر بن المنتفق بن عامر بن عقيل بن عامر العامري أبو رزين العقيلي. صحابي. انظر الإصابة ٦/ ٨ رقم الترجمة (٧٥٤٩) والكاشف ٣/ ١٢ رقم الترجمة (٤٧٥٨).

(٧) أخرجه الترمذي كتاب تفسير القرآن باب (١٢) سورة هود رقم الحديث (٣١٠٩). وانظر البخاري كتاب بدء الخلق باب (١). وأخرجه الإمام أحمد بن حنبل في مسنده ٤/ ١١ و١٢.

رد على افتراء

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

وبعد: فإن هذا الكتاب الذي بين أيدينا (الأذكار) للإمام النووي رحمه الله

قد طبع بتحقيقي في مطبعة الملاح بدمشق سنة (١٣٩١) هـ الموافق (١٩٧١) م

ثم تمت بتحقيقه مرة أخرى وقام بطبعه صاحب دار الهدى بالرياض الأستاذ

أحمد النحاس، وكان قد قدمه للإدارة العامة لشؤون المطبوعات

مراقبة المطبوعات برئاسة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد في الرياض

فسلم الكتاب إلى هيئة مراقبة المطبوعات، وقرأه أحد الأساتذة

بتصرف فيه في (فصل في زيارة قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم) وجعله (فصل في زيارة

قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم) مع تغيير بعض العبارات في هذا الفصل صفحة (٢٩٥)

حذف من صفحة (٢٩٧) قصة العتبي، وهو محمد بن عبيد الله بن عمرو بن معاوية بن عمرو بن عتبة بن

أبي سفيان صخر بن حرب بن أمية الأموي البصري الشاعر، الذي ذكر قصة الأعرابي الذي جاء

قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقال له: جئتك مستغفرا من ذنبي

وأن العتبي رأى النبي صلى الله عليه وسلم في المنام وقال له:

بشر الأعرابي بأن الله قد غفر له، وحذف التعليق الذي ذكرته حول

القصة وقد ذكرت أنها غير صحيحة، ومع ذلك كله حذف

وحذف التعليق الذي علقته عليه.

صورة من تبرئة الشيخ عبد القادر الأرناؤوط من تحريف

كتاب "الأذكار" بخط يده

(٢)

وهذا التصرف الذي حصل في هذا الكتاب، لم يكن مني أنا العبد الفقير إلى الله تعالى
الذليل (عبد القادر الأرناؤوط) ولذلك لم يكن من صاحب دار الهدى الأستاذ
أحمد النحاس، وإنما حصل من هيئة مراقبة المطبوعات، ~~[illegible]~~
~~[illegible]~~ وصاحب دار الهدى ومحقق الكتاب [illegible]
تبعة ذلك، وإنما الذي يحمل ذلك هيئة مراقبة المطبوعات، ولا شك أن
التصرف في عبارات المؤلفين لا يجوز، وهي أمانة علمية، وإنما على المحقق والمدقق
أن يترك عبارة المؤلف كما هي، وأن يعلق على ما يراه مخالفاً للشرع أو السنة في نظره،
دون تغيير لعبارة المؤلف.
وكان الشيخ [illegible] الأستاذ أحمد النحاس كلمني بالهاتف من الرياض إلى دمشق، وذكر
لي أن المدقق تصرف في الكتاب ~~[illegible]~~، وأنه حصل تغيير وتبديل،
[illegible] كل [illegible] أن يتصرف مع التعليق على ذلك الخطأ، كما هي عادة المحقق والمدقق،
وطبع الكتاب، وخرج إلى السوق في الرياض، ومن اطلاعنا على الكتاب
ما كان من صاحب دار الهدى الأستاذ أحمد النحاس، إلا أنه قام بطباعته
مرة أخرى، ورد قصة العتبي المحذوفة إلى مكانها كما كانت سابقاً في جميع
الطبعات، مع التعليق عليها من قبلي، وزدت عليها بيان أن هذه القصة غير صحيحة
وفي هذه الطبعة الأخيرة، رد كلام النووي كما كان أيضاً في جميع الطبعات
مع التعليق عليه.

صورة من تبرئة الشيخ عبد القادر الأرناؤوط من تحريف

كتاب "الأذكار" بخط يده

٣٧٩

قال الله تبارك وتعالى (يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولاً سديداً، يصلح لكم أعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظيماً) [الأحزاب: ٧٠-٧١]

نسأل الله تعالى أن يجعل قلوبنا طاهرة من الحقد والحسد، عامرة بذكر الله تعالى والصلاة على رسوله صلى الله عليه وسلم، وأن يرزقنا القول بالحق في الرضى والغضب، وأن يرزقنا التقوى في السر والعلانية، (هو أهل التقوى وأهل المغفرة) [المدثر: ٥٦]

إنه على كل شيء قدير، وبالإجابة جدير، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

دمشق [illegible]

طالب العلم الشريف

والعبد الفقير إلى الله تعالى عبد القادر الأرناؤوط

١٤١٧هـ [illegible]

٢٩ آب ١٩٩٦م

صورة من تبرئة الشيخ عبد القادر الأرناؤوط من تحريف كتاب "الأذكار" بخط يده

۷۴　　　مسلسلہ مکتوب عبدالقادر الارناؤوط

- زيارة قبر رسول الله ﷺ ) وجعله ( فصل في زيارة مسجد رسول الله ﷺ) مع تغيير بعض العبارات في هذا الفصل صفحة (٢٩٥) ، وحذف من صفحة (٢٩٧) قصة العتبي ، وهو محمد ابن عبد الله بن عمرو بن معاوية بن عمرو بن عتبة بن أبي سفيان صخر بن حرب بن أمية الأموي العتبي الشاعر ، الذي ذكر قصة الأعرابي الذي جاء قبر رسول الله ﷺ وقال له : جئتك مستغفراً من ذنبي .

وأن العتبي رأى النبي ﷺ في المنام وقال له : يا عتبي إلحق الأعرابي فبشره بأن الله قد غفر له وحذف التعليق الذي ذكرته حول القصة ، وقد ذكرت أنها غير صحيحة ، ومع ذلك كله حذفها ، وحذف التعليق الذي علقته عليها .

وهذا التصرف الذي حصل في هذا الكتاب لم يكن مني أنا العبد الفقير إلى الله تعالى العلي القدير ( عبد القادر الأرناؤوط) وكذلك لم يكن من صاحب دار الهدى الأستاذ أحمد النحاس ، وإنما حصل من هيئة مراقبة المطبوعات ، وصاحب دار الهدى ومحقق الكتاب لا يحملان تبعة ذلك ، إنما الذي يحمل تبعة ذلك هيئة مراقبة المطبوعات ، ولاشك أن التصرف في عبارات المؤلفين لايجوز ، وهي أمانة علمية ، وإنما على المحقق والمدقق أن يترك عبارة المؤلف كما هي ، وأن يعلق على ما يراه مخالفاً للشرع والسنة في نظره ، دون تغيير لعبارة المؤلف .

وكان الأخ في الله الأستاذ أحمد النحاس كلمني بالهاتف من الرياض إلى دمشق ، وذكر لي أن المدقق تصرف في الكتاب ، وأنه حصل تغيير وتبديل ، ولكن كل ظني أنه تصرف مع التعليق على ذلك المكان ، كما هي عادة المحققين والمدققين .

وأخيراً طبع الكتاب وطرح إلى السوق في الرياض ، وبعد اطلاعنا على الكتاب ما كان من صاحب دار الهدى الأستاذ أحمد النحاس إلا أن قام بطباعته مرة أخرى ، ورد قصة العتبي المحذوفة إلى مكانها كما كانت سابقا في جميع الطبعات ، مع التعليق عليها من قبلي ، وزدت عليه مبيناً أن هذه القصة غير صحيحة ، وفي هذه الطبعة الأخيرة رد كلام النووي كما كان أيضاً في جميع الطبعات مع التعليق عليه .

قال الله تبارك وتعالى ﴿ يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولاً سديداً ، يصلح لكم أعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم ، ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظيماً ﴾ (الأحزاب: ٧٠-٧١) ، كما نسأله تعالى أن يجعل قلوبنا طاهرة من الحقد والحسد ، وعامرة بذكر الله تعالى -

والصلاة على رسوله ﷺ ، وأن يلهمنا القول بالحق في الرضى والغضب ، وأن يرزقنا التقوى في السر والعلانية ﴿ هو أهل التقوى وأهل المغفرة ﴾ ( المدثر : ٥٦ )، إنه على كل شيء قدير وبالإجابة جدير ، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين .

دمشق : ١ ربيع الأول ١٤١٣ هـ .
٢٩ آب ١٩٩٢ م .

طالب العلم الشريف

العبد الفقير إلى الله تعالى العلي القدير

( عبد القادر الأرناؤوط )

انظر في (ص ٣٧٧ - ٣٧٩) صورة لهذه التقريظ بخط يد الشيخ عبد القادر الأرناؤوط .

وهكذا انطفأ سراجُ الأمانة ، وعبث الصغارُ بكتب الكبار .

وذكرني هذا التحريف و التعدي بسَلَف هذا المُتعدي .

ففي طبقات الشافعية الكبرى للإمام عبد الوهاب بن علي السُّبكي (٢/١٦، ١٧) :

"قد تزايد الحال بالخطابية ، وهم المجسمة في زماننا هذا ، فصاروا يرون الكذب على مخالفيهم في العقيدة ، لاسيما القائم عليهم بكل ما يسوءه في نفسه وماله ، وبلغني أن كبيرهم استفتي في شافعي ، أيشهد عليه بالكذب ؟ فقال : ألستَ تعتقد أن دمه حلال ، قال : نعم ، قال : فما دون ذلك دون دمه ! فاشهد وادفع فساده عن المسلمين ، فهذه عقيدتهم ، ويرون أنهم المسلمون ، وأنهم أهل السنة، ولو عُدّوا عدداً لما بلغ علماؤهم - ولا عالم فيهم على الحقيقة - مبلغاً يعتبر ، ويكفرون غالب علماء الأمة ، ثم يعتزون إلى الإمام أحمد بن حنبل رضي الله عنه وهو منهم بريء ، ولكنه كما قال بعض العارفين ورأيته بخط الشيخ تقي الدين ابن الصلاح : إمامان ابتلاهما الله بأصحابهما وهما بريئان منهم ؛ أحمد بن حنبل أبتلي بالمجسمة ، وجعفر الصادق أبتلي بالرافضة " اهـ .

ثم قال الإمام ابن السُّبكي (٢/١٩) :

"وقد وصل حال بعض المجسمة في زماننا إلى أن كتب شرح " صحيح مسلم " للشيخ محيي الدين النووي ، وحذف من كلام النووي ما تكلم به على أحاديث الصفات، فإن النووي أشعري العقيدة ، فلم تحمل قوى هذا الكاتب أن يكتب الكتاب على الوضع الذي صنفه -

اس قسم کی ترامیم کو مجرمانہ کہا جاسکتا ہے۔ یہ ایک طویل داستان ہے کوئی عالم اس طرف توجہ فرما کر خیانتوں کو جمع کرتا کہ اصل متون محفوظ رہیں اور طلبہ گمراہ نہ ہوسکیں۔ امام احمد رضا نے اپنی تصانیف میں اصل متون محفوظ کردیے ہیں۔ اس لئے ان کی محققانہ اور فاضلانہ تصنیفات کا مطالعہ اور بھی ضروری ہوگیا۔

☆ امام احمد رضا علیہ الرحمہ، (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) اپنے عہد کے جلیل القدر عالم اور محدث تھے، انہوں نے ۵۴ علوم وفنون کا خود ذکر کیا ہے، (۱۶)...... جس میں ان کو تبحر حاصل تھا، علم حدیث میں تبحر وتعمق کا اندازہ ان کے بیشتر رسائل اور فتاوی سے لگایا جاسکتا ہے بالخصوص الفضل الموہبی (مطبوعہ لاہور ۱۳۹۷ھ) سے جس کا عربی ترجمہ شائع ہو گیا ہے (۱۷)......

علامہ محمد ظفر الدین رضوی نے الافادۃ الرضویہ کے عنوان سے علم حدیث میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے افادات کو جمع کیا تھا، (۱۸)...... امام احمد رضا علیہ الرحمہ بظاہر ناممکن نظر آنے والی بات کو احادیث کے ذخیرہ علمی سے اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ انسان حیران ہوجاتا ہے، احادیث کی نہر رواں نظر آتی ہے، کبھی دریا بہتا ہوا نظر آتا ہے۔ انہوں نے علم حدیث میں جو چمکتا دمکتا نقش قائم کیا تھا ایسا نقش کوئی قائم نہ کرسکا۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے مندرجہ ذیل علماء سے سند حدیث حاصل فرمائی:۔

۱۔ شیخ احمد زینی دحلان الشافعی المکی۔ (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء)
۲۔ شیخ عبدالرحمٰن سراج مفتی الاحناف بمکہ، (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء)
۳۔ شیخ حسین صالح جمل اللیل المکی، (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء)

امام احمد رضا بریلوی علم حدیث میں ہر حیثیت سے یگانہ روزگار اور اپنی مثال آپ تھے، ان کی نظر اقسام حدیث پر بھی تھی اور کتب حدیث پر بھی، علامہ محمد حنیف رضوی نے ایسی ۴۰۰ سے زیادہ کتب حدیث دریافت کی ہیں جن سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے استفادہ فرمایا

---

۱۶۔ الاجازۃ الرضویہ (۱۳۲۴ھ) مشمولہ رسائل رضویہ، لاہور، ۱۳۹۶ھ ج ۲، ص ۲۹۹-۳۰۷
۱۷۔ الفضل الموہبی، مطبوعہ مجلس رضا لاہور ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء
۱۸۔ محمد ظفر الدین رضوی، صحیح البہاری، ص ۴۰-۲۶، حیدرآباد سندھ، ۱۹۹۲ء

ہے، اللہ اکبر! امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی بلند پایہ تصانیف سے علم حدیث اور متعلقات حدیث میں ان کے تبحر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، فن حدیث میں وہ بصیرت کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ساری عمر اس فن کی تحصیل میں گزاری ہے۔ بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل صاحب استاذ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد،)

امام احمد رضا بریلوی اصول حدیث، جرح وتعدیل، سلسلہ رواۃ اور علم الرجال پر بھی وسیع نظر رکھتے تھے اور انہوں نے مسائل کے استنباط اور ان کی استدلال اور وجوہ استدلال بیان کرنے کے لئے ان علوم سے بھرپور استفادہ کیا ہے..... (١٩)

تلمیذ امام احمد رضا، علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں:۔

علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم رجال کا ہے، اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کے جرح وتعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تہذیب وتذہیب میں وہی الفاظ مل جاتے۔..... (٢٠)

بقول مولانا رحمٰن علی خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

امام احمد رضا تخریج میں ید طولیٰ کے مالک تھے، اس فن میں "الروض البہیج فی آداب التخریج" قلم بند فرمائی اگر اس فن میں اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تو پھر آپ کو اس فن کا موجد کہنا چاہیے۔ (٢١) (تذکرہ علمائے ہند، ص ١٧)

حدیث میں چہل حدیث واربعین کی فضیلت آئی ہے، ایک ہی موضوع پر چالیس احادیث کا مجموعہ نظر سے نہیں گزرا، امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے سجدہ تعظیمی کی حرمت پر اپنے رسالے "الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ" میں چالیس احادیث جمع کر دی ہیں۔ اس سے علم حدیث میں انکی وسعت نظر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ تعجب ہے پھر بھی ابو الحسن علی ندوی یہ

---

١٩۔ ڈاکٹر محمد طفیل، حدیث نبوی فتاوی رضویہ کا بنیادی ماخذ معارف رضا کراچی، ١٩٩٣ء، ص ٣٩

٢٠۔ خطبہ صدارت ناگپور، ١٣٢٧ھ ١٩٠٩ء بحوالہ، معارف رضا م کراچی ١٩٩٨ء ص، ٢١۔

مقالہ محمد انور نظامی، علوم حدیث اور محدث بریلوی، ص، ١٩-٣٣

٢١۔ محمد انور نظامی، علوم حدیث اور محدث بریلوی، معارف رضا ١٩٩٨ء

فرمائیں:۔قلیل البضاعة فی الحدیث و التفسیر ۔۔(۲۲)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ کون کون سی کتب حدیث آپ کے درس اور مطالعہ میں ہیں۔آپ نے پچاس سے زیادہ کتب حدیث کے نام گنادیئے۔.....(۲۳)۔یہ تو تھیں وہ کتب احادیث جو درس ومطالعہ میں رہیں۔جن کتب حدیث سے استفادہ کیا ان کی تعداد ۴۰۰ سے بھی زیادہ ہوگی۔علم حدیث میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے تبحر کی یہ شان تھی کہ جب ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء مدرسۃ الحدیث، پیلی بھیت، کے تاسیسی جلسہ میں علمائے سہارنپور، کانپور، رام پور، جونپور، بدایوں کی موجودگی میں محدث سورتی مولانا وصی احمد علیہ الرحمہ نے تقریر کی فرمائش کی تو امام احمد رضا نے مسلسل تین گھنٹے پُرمغز اور مدلل تقریر فرمائی اور علم حدیث کا دریا بہا کر علماء کو حیران کردیا۔.....(۲۴) جب سننے والا ہو تو بات کرنے کو جی چاہتا ہے، امام احمد رضا علیہ الرحمہ علم حدیث کے حوالے سے جب معاصرین پر تنقید فرماتے تو علم حدیث کا خزانہ ابلتا ہوا نظر آتا۔امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے شعور پر علم حدیث چھایا ہوا تھا، ان کا ظاہر و باطن سنت کے رنگ میں رنگا ہوا تھا، کوئی بات کوئی کام کوئی تحریر حدیث کے خلاف نہ تھی۔ان کی شاعری میں بھی اکثر اشعار احادیث کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں جب کہ دوسرے بہت

---

۲۲۔ ابوالحسن ندوی، نزہۃ الخواطر، ج،۸،ص ۴۴

نوٹ:۔ تعجب ہے کہ ابوالحسن علی ندوی نے یہ بات کیسے لکھ دی، اصل کتاب ان کے والد حکیم عبدالحی لکھنوی کی تالیف ہے۔ابوالحسن علی ندوی نے اس میں اضافے کئے ہیں۔یہ اضافہ بھی انہیں کا ہے۔ ۱۹۹۱ء میں راقم علی گڑھ گیا تھا، وہاں صدر شعبہ سنی دینیات پروفیسر اقبال احمد انصاری سے ملاقات ہوئی جو نزہۃ الخواطر کے جدید ایڈیشن کے نگراں تھے۔جب ان کے علم میں یہ بات لائی گئی تو انہوں نے کشادہ دلی سے کہا کہ کتاب میں جو غلطیاں ہوں ان کی نشاندہی کردی جائے۔دوسرے دن وہ نزہۃ الخواطر کے متعلقہ اوراق کی فوٹو کاپی فقیر کی قیام گاہ پر لائے جب کہ فقیر روانہ ہونے والا تھا۔چونکہ راقم سفر میں تھا اسلئے اغلاط کی نشاندہی اور اصلاح نہ کرسکا، شاید بعد میں پاکستان سے ضروری مواد بھیج دیا گیا تھا۔مسعود

۲۳۔ اظہار الحق الجلی، مطبوعہ ۱۹۹۶ء، ص ۲۴،

۲۴۔ یسین اختر مصباحی، امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص ۱۳۲،(ملخصا)

سے مشہور و معروف شعراء کی شاعری قرآن وحدیث سے یکسر خالی نظر آتی ہے، بیشک جس نے زندگی کو جانا پہچانا اس نے قرآن وحدیث کی ترجمانی کی، جو زندگی سے بے خبر رہا وہ قرآن وحدیث سے بے خبر رہا، خواہ وہ علم و دانش کی کتنی ہی بلندیوں تک پہونچا۔

سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ نے راقم سے ایک ملاقات میں فرمایا کہ تاج العلماء سید محمد میاں قادری فرماتے ہیں۔(۲۵)......کہ" امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے افادات بھی افاضات ہوتے تھے۔ علامہ محمد ظفر الدین رضوی (۱۳۸۲/۱۹۶۲ء) نے اپنی کتاب جامع الرضوی جلد دوم مطبوعہ حیدرآباد سندھ ۱۹۹۳ء) کے مقدمے میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے افادات کاذکر فرمایا ہے۔ جن کی تعداد ۳۲ ہے ان سب کا تعلق علم حدیث سے ہے۔ وہ مقدمہ میں فرماتے ہیں:۔

ولنقدم قبل الشروع فی المقصود مقدمة یشتمل فوائد التقطتها من تصانیف العلماء لا سیما سیدی وملا ذی وشیخی و استاذی شیخ الاسلام و المسلمین ،وارث علوم سید المرسلین ،مؤید الملة الطاهره، مجددالمأة الحاضرة مولانا الشاه احمد رضا خان القادری البرکاتی البریلوی نفعنا الله ببرکاته فی الدنیا والآخره۔(ص۲)

فن حدیث میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی بصیرت و وسعت کو دیکھ کر علمائے عرب نے آپ کو امام المحدثین کے لقب سے یاد کیا ہے۔ چنانچہ مسجد نبوی شریف اور مدینہ منورہ کے عالم شیخ یسین احمد الخیاری نے اس لقب سے یاد کیا ہے۔(۲۶)......

اور حافظ کتب حرم شیخ اسمٰعیل مکی تحریر فرماتے ہیں:۔

شیخ المحدثین علی الاطلاق۔ (رسائل رضویہ، ج۲،۷۔ص،۲۶۰ لاہور ۱۹۷۶ء)

نہ صرف منقولات میں بلکہ معقولات میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی یہی شان ہے، اس لئے شیخ

---

۲۵۔ آپ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے مرشد کریم شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کے حقیقی بھائی شاہ اولاد رسول کی اولاد امجاد سے تھے۔ مسعود

۲۶۔ الدولة المکیہ (مع تقریظات) کراچی ۷۰ء

علی بن حسین مالکی (مدرس مسجد حرام مکہ مکرمہ) نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو مرکز دائرۃ المعارف فرمایا ہے۔......(٢٧)

١٩٩٢ء میں راقم کا علیگڑھ جانا ہوا وہاں ہندوستان کے مشہور فاضل شبیر حسن غوری سے بھی ملاقات ہوئی جو علم زیجات میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے حاشیہ زیج ایلخانی پر کام کر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا اس فن میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جو کچھ فرمایا وہ مستعار نہیں وہ ان کا اپنا معلوم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر ایس ایم خالد الحامدی (جامعہ ملیہ، دہلی) اپنے ایک مکتوب (مولفہ ٢٠/ فروری ١٩٩٢ء) میں علم حدیث میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تصانیف کی تعداد ٤٠ بتائی ہے، اس کی تفصیل انہوں نے اپنے مقالے میں دی ہوگی جو علم حدیث میں پاک و ہند کے علماء کی خدمات پر قلم بند کیا ہے۔ فقیر کے علم میں جو کتب ہیں ان میں سے چند کے نام پیش کرتا ہوں۔

١۔ النھی الاکید، (١٣٠٥ھ/١٨٨٧ء)
٢۔ الہاد الکاف (١٣١٣ھ/١٨٩٥ء)
٣۔ حاجز البحرین (١٣١٣ھ/١٨٩٥ء)
٤۔ مدارج طبقات حدیث (١٣١٣ھ/١٨٩٥ء)
٥۔ الاحادیث الواقیہ، (١٣١٣ھ/١٨٩٥ء
٦۔ الفضل الموہبی، (١٣١٣ھ/١٨٩٥ء)

راقم کے کتب خانہ میں علم حدیث سے متعلق امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ٢١ مخطوطات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:۔

١۔ حاشیہ میزان الاعتدال، ٢۔ حاشیہ شفاء السقام،
٣۔ حاشیہ تعقبات علی الموضوعات، ٤۔ حاشیہ کتاب الاسماء والصفات
٥۔ کشف الاحوال فی نقد الرجال، ٦۔ حاشیہ العلل المتناہیہ
٧۔ حاشیہ ارشاد الساری، ٨۔ حاشیہ سنن ابن ماجہ،

---

٢٧۔ الدولۃ المکیہ (مع تقریظات) کراچی، ١٥٨

۹۔ حاشیہ مسند احمد، ۱۰۔ حاشیہ الدر المکنون،

۱۱۔ حاشیہ اصابہ فی معرفۃ الصحابہ، ۱۲۔ حاشیہ خلاصہ تذہیب الکمال،

۱۳۔ حاشیہ جامع فصولین، ۱۴۔ حاشیہ اشعۃ اللمعات،

۱۵۔ حاشیہ مفتاح السعادۃ، ۱۶۔ حواشی شرح الصدور

۱۷۔ حاشیہ فتح المغیث، ۱۸۔ حواشی مقاصد حسنہ،

۱۹۔ حاشیہ حصر الرشاد، ۲۰۔ حاشیہ الترغیب والترہیب

۲۱۔ حاشیہ نیل الاوطار،

علم حدیث اور دوسرے علوم منقولہ و معقولہ میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی مہارت کو دیکھتے ہوئے کراچی یونیورسٹی کے شعبہ قرآن وسنت کے مختلف پرچوں میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے علوم وفنون کو شامل کیا گیا ہے۔

مثلاً تفسیر، حدیث، اسلامی معیشت، اسلامی سیاست، سائنس وغیرہ۔

علم حدیث پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے تبحر، بصیرت اور صحت نظری کا اس سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علمائے حرمین شریفین اور علمائے عرب نے علم حدیث میں آپ سے اجازتیں لیں،(۲۸) ......راقم کے علم میں کوئی ایسا عجمی عالم نہیں کہ دنیائے عرب میں جس

---

۲۸۔ رسائل رضویہ، لاہور، ۱۹۷۶ء ج ۲، ص ۲۴۷-۲۵۹

نوٹ:۔ علماء حرمین شریفین سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا تفصیلی تعارف اس وقت ہوا جب آپ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کیلئے دوبارہ حاضر ہوئے، تعارف کی تقریب یہ ہوئی کہ ہندی مخالفین نے مسئلہ علم غیب سے متعلق ایک استفتاء پیش کیا وہ یہ سمجھے کہ آپ سفر میں ہیں اور کتابیں ساتھ نہیں، شاید جواب نہ لکھ سکیں گے، امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے محض قوت حافظہ کی بنا پر ایسا فاضلانہ اور محققانہ جواب لکھا کہ علماء حیران رہ گئے۔ اس فتوے کا نام "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" رکھا، پھر یہ فتوی شریف مکہ کے دربار میں ساڑھے تین سو علماء عرب کے سامنے دو نشستوں میں پڑھا گیا جس سے امام احمد رضا کا غائبانہ تعارف ہوا۔ پھر بات پھیلتی چلی گئی اور زیارت کا شوق بڑھتا چلا گیا۔ اس فتوے پر بکثرت علمائے عرب نے تقاریظ لکھیں جس کی تفصیل راقم کی کتاب امام احمد رضا اور عالم اسلام، کراچی ۲۰۰۰ء اور پروفیسر ڈاکٹر محمد احمد عبد الرحیم المحفوظ (استاد جامعہ ازہر شریف قاہرہ) کی کتاب

کی اتنی پذیرائی ہوئی ہو، اور جس سے علماء نے اس قدر اجازت اور سندات حدیث لی ہوں، مکہ معظمہ کے مشہور عالم علامہ سید محمد بن علوی مالکی نے کراچی میں دار العلوم مجددیہ نعیمیہ کے درس حدیث کی ایک محفل میں خود فرمایا: کہ ان کے والد ماجد سید علوی مالکی نے امام احمد رضا کی صاحب زادے مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ سے اجازت لی اور خود انہوں نے بھی اجازت حاصل کی۔

علم حدیث اور علوم دینیہ میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے تبحر کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے، کہ آپ نے خود سندات اجازت جاری نہیں کیں بلکہ علمائے حرمین شریفین نے آپ سے خود سندات اجازت طلب کیں۔

الاجازاة المتينه لعلماء بكة و المدينة، (١٣٢٤ھ/١٩٠٦ء)

شمولہ رسائل رضویہ جلد دوم، لاہور، ۱۹۷۶ء میں جو خطوط شامل ہیں ان سے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ شیخ عبد القادر ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

فارجو سيدى انجاز ماوعد تم به من الاجازات العموميه ۔ (٢٩)

(٩ صفر ١٣٢٤ھ/١٩٠٦ء)

اجازات عمومیہ کی سندوں کا جو آپ نے وعدہ فرمایا تھا اسے روانگی سے پہلے پورا فرمائیں گے۔

اور سید اسمٰعیل محافظ کتب حرم، مکہ معظمہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

ووعدتم الحقير و اخاه بارسال الاجازة بمروياتكم قلم ثات ۔ (٣٠)

(۲۶، ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء)

---

"الامام الاکبر المجدد محمد احمد رضا خان والعالم العربی" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

مسعود

۲۹۔ رسائل رضویہ، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص، ۲۵۶

۳۰۔ رسائل رضویہ، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص، ۲۵۸

آپ نے مجھ حقیر اور میرے بھائی سے وعدہ فرمایا تھا کہ اپنی مرویات کی سند بھیجوں گا، وہ سند ابھی تک نہیں پہنچی۔

اور سید مامون البری المدنی لکھتے ہیں:۔

وقد وقع منکم الوعد عندوصولکم الی المدینۃ الطیبۃ بان تمنحوا من فضلکم الا جازۃ فی علوم الحدیث والتفسیر وغیرھما للفقیر والفقیر منتظر انجاز ذلك الوعد و کتابتہ و ارسالہ۔(۳۱) (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

جب آپ مدینہ طیبہ کے عالی دربار میں حاضر ہوئے تھے تو مجھ فقیر سے بنابر فضل وکرم وعدہ فرمایا تھا کہ حدیث وتفسیر وغیرہ علوم دینیہ کی سند دوں گا، فقیر اس وعدے کی تکمیل اور اسکی کتابت وترسیل کا منتظر ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے علماء حرمین شریفین کی خواہش پر سات سندیں جاری کی ہیں جو مندرجہ ذیل علمائے کرام کے نام بھیجی گئیں۔

سید شیخ اسمعیل مکی، سید جمیل مکی، سید مامون البری المدنی، سید ابو حسین المرزوقی، شیخ سعد الدہان، شیخ عبد الرحمن الدہان، شیخ عابد حسین، شیخ علی بن حسین، شیخ جمال بن محمد الامیر، شیخ عبد اللہ میر داد، شیخ عبد اللہ دحلان، شیخ بکر رفیع المکی، شیخ حسن العجمی، شیخ عمر بن حمدانی الحرسی المدنی، شیخ احمد الخفر ادی، سید ابو بکر بن سالم الباز العلوی، سید محمد عثمان دحلان، شیخ محمد یوسف، سید شیخ محمد سعید، سید محمد المغربی، وغیرہ وغیرہ،(۳۲)......

ہندوستان کے ایک عالم مولوی انور شاہ کشمیری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ علم حدیث میں بڑی مہارت رکھتے تھے، پروفیسر ڈاکٹر رضوان اللہ مرحوم (استاذ شعبہ سنی دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ) نے اسی یونیورسٹی سے مولوی انور شاہ کشمیری کے حالات اور علمی خدمات پر ڈاکٹریٹ کیا تھا، یہ تحقیقی مقالہ شائع بھی ہوگیا، راقم نے جب اسکو پڑھا تو حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی، حیرت اس لئے کہ جو کچھ کہا گیا تھا نظر نہ آیا اور افسوس اس لئے کہ علماء

---

۳۱۔ رسائل رضویہ، لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۶۶

۳۲۔ رسائل رضویہ جلد دوم، ص ۲۵۶-۲۵۹

نے مبالغہ ہی سے نہیں اغراق سے کام لیا، یہ کام تو سیاستدانوں اور صحافیوں کا ہے، علماء کا نہیں۔ علم حدیث کے حوالے سے جب مولوی انور شاہ کشمیری کا امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے تقابل کیا جاتا ہے تو مولوی انور شاہ کشمیری کی شخصیت دبی ہوئی نظر آتی ہے۔

پاکستان کے مشہور عالم مفتی محمد نور اللہ بصیر پوری نے اپنے فتاوی نوریہ میں مولوی انور شاہ کشمیری کا عالمانہ اور محققانہ محاکمہ کیا ہے۔ (۳۴)۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے عہد میں علوم دینیہ سے بے خبر دانشور ''اجتہاد'' کی شدید ضرورت محسوس کر رہے تھے اور اس کا چرچہ عام تھا۔ ان کی بے خبری کا یہ عالم ہے کہ ایک مشہور و معروف دانشور نے راقم سے کہا کہ ''انجیل میں صرف ونحو کی بہت سی غلطیاں بتائی جاتی ہیں (معاذ اللہ) قرآن میں بھی ایسا ہی ہوگا''۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنی تحقیقات علمیہ سے ان دانشوروں کو خاموش کر دیا اور اجتہاد کا غلغلہ دب کر رہ گیا۔ حقیقت میں اجتہاد کے مطالبے کا محرک خالص سیاسی تھا، دینی و مذہبی نہیں تھا، جن حضرات کو ''صراط مستقیم'' اچھی نہیں لگتی وہ دوسری راہیں تلاش کرتے ہیں پھر ان راہوں پر دوسروں کو چلانا چاہتے ہیں تاکہ اسلام کی حقیقی قوت ڈھیر ہو جائے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ اس صراط مستقیم پر چلتے رہے اور اس کی حفاظت کے لئے انہوں نے شدید قلمی جنگ کی جس کو فساد کا رنگ دیکر بدنام کیا گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون،)

اب برف پگھل رہی ہے، زندگی کروٹ بدل رہی ہے، حقیقتوں سے پردے اٹھ رہے ہیں، جو بے خبر تھے باخبر ہو رہے ہیں، خدا کا شکر ادا کر رہے ہیں، ندامت و شرمساری کے ساتھ سجدۂ شکر بجالا رہے ہیں، دل و دماغ پاک کر رہے ہیں، بدگمانیوں اور نفرتوں کے داغ دھو رہے ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی مختلف جہتیں ہیں اور بیشمار خوبیاں ہیں، چند ایک یہ ہیں:۔

۱۔ احادیث کے ظاہر ہی نہیں باطن پر بھی نظر رکھتے ہیں اور منشاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ فرماتے ہیں۔

---

۳۴۔ مفتی محمد نور اللہ بصیر پوری، فتاوی نوریہ، مطبوعہ اکاڑہ۔

۲۔ جتنا اہم مسئلہ ہوتا ہے اتنے ہی پایہ کی احادیث سے استدلال کرتے ہیں مگر تحقیق کا آغاز قرآنی آیات سے کرتے ہیں۔

۳۔ جہاں عقائد میں فساد کا اندیشہ ہوتا ہے وہاں دفع فساد کے لئے کم تر اہم روایت کو زیادہ اہم روایت پر ترجیح دیتے ہیں۔

۴۔ جہاں کسی بزرگ کی شان میں کوئی مخالفانہ فتوی دینے پر مجبور ہوتے ہیں وہاں خود فتوی نہیں دیتے بلکہ فقہا کا قول نقل کر دیتے ہیں۔

۵۔ احیاء سنت میں اپنے موقف پر استقامت کے ساتھ قائم رہتے اور ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہیں کرتے۔

۶۔ فیصلہ کرتے وقت اپنے اور بیگانے میں تمیز نہیں کرتے جو حق سمجھتے، وہی بیان کرتے، حق کو نہیں چھپاتے۔

۷۔ اسلاف سے اختلاف ہوتا ادب سے اختلاف کرتے اور اپنے دلائل پیش فرماتے، کبھی رعایت بھی فرماتے ہیں اور اپنی بات منوانے کے لئے ''مصیطر'' نہیں بنتے۔ کسی حالت میں ادب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی علمی تحقیقات کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ محقق و مفکر اور فقہا کو مفسر و محدث بھی ہونا چاہیے، مدبر اور مودب و مہذب بھی ہونا چاہئے، مجاہد و غازی بھی ہونا چاہئے، صرف کسی کی رائے نقل کر دینے سے مفتی نہیں ہوتا جس کے فیصلے کی بنیاد حجج ساطعہ اور براہین قاطعہ پر ہو اور جو دانش برہانی کے ساتھ ساتھ دانش نورانی سے بھی فیض یاب ہو وہی مفتی و مفکر ہوتا ہے۔

فن حدیث میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے تبحر نے فقہ حنفی کی تائید میں احادیث کا ایک عظیم ذخیرہ فراہم کیا ہے جو اس سے پہلے سامنے نہ آیا تھا، امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے فقہ حنفی کی اولیت اور حقانیت ثابت کر دی، اس لئے ایسے مجموعہ احادیث کی ضرورت تھی جس سے فقہ حنفی کی تائید ہوتی ہے۔ بقول پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو (سابق شعبہ عربی علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، وحال وائس چانسلر ظفر الحق عربک اینڈ پرشین یونیورسٹی، پٹنہ،)

پاک و ہند میں جن کتب حدیث کا درس دیا جاتا ہے ان کے مولفین مسلکا شافعی ہیں

اس لئے ان کتابوں میں زیادہ تر وہی احادیث ملتی ہیں جو شافعی مسلک کی موید ہیں، مذہب حنفی کی نبیاد جن اخبار و آثار پر ہے ان کا اول تو ذکر ہی نہیں کیا گیا، اگر کیا گیا تو رد و انکار کے ساتھ، شروح و حواشی بھی انہیں کتابوں کی لکھیں گئیں۔ گیارہویں صدی ہجری میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مسلک احناف کی تائید میں ایک مجموعہ احادیث ''فتح المنان فی تایید مذہب النعمان'' قلم بند کی۔ پھر سید مرتضی زبیدی بلگرامی (۱۱۴۵ھ-۱۲۵۰ھ) نے '' عقود الجواہر الحنفیہ فی ادلة احکام ابی حنیفہ'' تحریر فرمائی۔

ظہیر حسن شوق نیموی بہاری (۱۲۷۸ھ-۱۳۲۲ھ) کا حنفی نقطہ نظر سے احادیث کا پہلا مجموعہ آثار السنن ہے جو ۱۳۱۸ھ میں قومی پریس لکھنو سے شائع ہوئی۔ یہ باب فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی اسکے بعد کے وہ ابواب لکھنا چاہتے تھے مگر نہ لکھ سکے اور انتقال فرما گئے۔ یہ دیکھ کر کہ یہ مختصر سی کتاب ہے جس سے احناف کی ضرورت پوری نہیں ہوتی ملک العلماء فاضل بہاری نے احادیث کا سارا ممکن الحصول مجموعہ کھنگال کر صرف وہی احادیث جمع کرنیکا بیڑا اٹھایا جو موید مسلک اہلسنت و احناف ہوں اور فقہ حنفی کا ماخذ و مصدر۔

انہوں نے تمام روایات جمع کیں جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی ایسا مسئلہ رہا ہو جس کی سند و استشہاد میں کوئی خبر و اثر پیش نہیں کی گئی ہو۔ (۳۴)

چونکہ فاضل بہاری امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید تھے اور قریب رہے اس لئے انکو احادیث کا بہت سا ذخیرہ انکے فتاوی رضویہ اور دوسرے بہت سے رسائل و کتب میں مل گیا جس نے اس منزل کو آسان کر دیا۔ چنانچہ آپ نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ذخیرہ احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

فاضل بہاری نے اس کام کو فقہی ابواب کی ترتیب پر چھ جلدوں میں مکمل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ جلد دوم کے پہلے چار حصے انکی زندگی میں ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۷ء کے درمیان آگرہ اور پٹنہ سے شائع ہوئے۔ پہلا حصہ آگرہ سے، تین حصہ پٹنہ سے، پھر یہ چار حصے ایک

---

۳۴۔ محمد ظفر الدین رضوی، جامع الرضوی، حیدر آباد، سندھ، ج ۲، ۷، ۲۳-۳۲ ملخصا

جلد میں پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب، (۳۵)۔ (پروفیسر ایمرٹس سندھ یونیورسٹی، پاکستان) ۱۹۹۲ء میں شائع کئے۔ عنوان جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری'

یہ ۹۶۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اسمیں نو ہزار دو سو ستاسی (۹۲۸۷) احادیث شامل ہیں۔ جامع الرضوی کی پہلی جلد کا مخطوطہ پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو کی عنایت سے ۱۹۹۲ء میں راقم کو ملا جس پر رضا فاؤنڈیشن، لاہور میں کام ہو رہا ہے، جو غالباً مکمل ہو چکا ہے۔ جامع الرضوی میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ذخیرہ احادیث کے ساتھ ساتھ دوسری کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

اور اسکو فقہی ابواب کی ترتیب کے مطابق مدون کیا گیا ہے۔

دوسرا اہم کام مولانا محمد عیسیٰ رضوی نے کیا ہے، انہوں نے صرف فتاوی رضویہ کو سامنے رکھا اور جس ترتیب سے فتاوی رضویہ میں احادیث آئی ہیں اسی ترتیب سے تین جلدوں میں مرتب کیا ہے، عنوان یہ ہے۔

امام احمد رضا اور علم حدیث، (۱۹۹۹ء)

اور تفصیل یہ ہے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۔ جلد اول | صفحات، ۶۶۴ | دہلی ۱۹۹۹ء |
| ۲۔ جلد دوم | صفحات، ۵۵۲ | دہلی ۱۹۹۹ء |
| ۳۔ جلد سوم | صفحات، ۶۰۸ | دہلی، ۱۹۹۹ء |

تیسرا اہم کام علامہ محمد حنیف رضوی نے کیا ہے۔ آپ نے فتاوی رضویہ اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی دوسری تصانیف سے ذخیرہ احادیث جمع کر کے فقہی ابواب کی ترتیب پر جمع کیا ہے۔ یہ اہم کام سالوں کی محنت شاقہ کے بعد وجود میں آیا، اخلاص اور لگن سے ہی یہ کام ہو سکتا تھا۔

---

۳۵۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے، غالباً سب سے پہلے علم حدیث کے حوالے سے مقالہ قلم بند کیا، عنوان تھا امام احمد رضا اور علم حدیث، یہ مقالہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند، (لاہور، ۱۹۷۸ء ص ۱۳۴) جلد اول میں شائع ہوا۔

تصنیف وتالیف بھی انسان کے تخلیقی عمل سے ملتی جلتی ہے، ذہن میں بات آتی ہے تصور، ابھرتا ہے اور پھیلتا چلا جاتا ہے؛ عطاؤں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، مضامین آنے لگتے ہیں اور آتے چلے جاتے ہیں، پھر یہ سب کچھ ایک وجود میں سمٹنے لگتا ہے، اور ایک صورت جلوہ گر ہوتی ہے اور کتاب چھپ کر ہر طرف پھیلتی چلی جاتی ہے۔ اور

الذی خلقك فسوك فعدلك، فی ای صوة ماشاء رکبك،۔

انفطار، ۷۔۸

اور

ثم اذا انتم بشر تنتشرون ، روم ۲

کے نظارے سامنے آجاتے ہیں۔ جامع الاحادیث بھی اسی عمل سے گزری ہوگی۔

جامع الاحادیث کے فاضل مؤلف علامہ محمد حنیف خان رضوی زید عنایتہ جامعہ نوریہ رضویہ (بریلی شریف) کے صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں بریلی شریف کے مضافات میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۱۹۷۹ء میں دار العلوم منظر اسلام (بریلی شریف) سے سند فراغت حاصل کی۔ اساتذہ میں علامہ تحسین رضا خان محدث بریلوی، علامہ مفتی عبد المنان صاحب مبارک پوری، مفتی جہاں گیر خان صاحب اعظمی، مفتی محمد عارف صاحب نانپاروی، علامہ نعیم اللہ صاحب بستوی، جیسے جلیل القدر اساتذہ رہے، ان کے علاوہ تقریباً بیس علماء کرام آپ کے استاد رہے۔

علامہ محمد حنیف خان رضوی نے تدریس کا آغاز سند فراغت حاصل کرنے کے فوراً ہی بعد ۱۹۷۹ء میں کردیا تھا اور مندرجہ ذیل مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

جامعہ رضویہ (کیمری، ضلع رامپور،) دار العلوم گلشن بغداد (رامپور) مفتاح العلوم (رامنگر نینی تال) بدر العلوم (جس پور نینی تال) الجامعۃ القادریہ (رچھا، بریلی شریف،) اور آجکل جامعہ نوریہ رضویہ (بریلی شریف) میں درس وتدریس، تصنیف وتالیف، اور صدر المدرسین کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

علامہ محمد حنیف خان رضوی کو پڑھاتے ہوئے تقریباً ۲۲ سال ہوچکے ہیں۔ ان کے سینکڑوں شاگرد ہیں، جامعہ نوریہ رضویہ میں سات استاد آپ ہی کے شاگرد ہیں، ان سے

معلوم ہوتا ہے کہ آپ طلبہ میں تعلیم وتدریس کا ذوق بھی پیدا کر دیتے ہیں جو دنیا کی محبت کی وجہ سے اب طلبہ میں عنقا ہوتا جارہا ہے۔ فاضل مؤلف نے مختلف کتب ورسائل بھی تصنیف و تدوین کئے ہیں جن میں فتاوی رضویہ کی بعض مجلدات کی دوسری بار اشاعت اور جامع الاحادیث کی ترتیب وتخریج نہایت ممتاز ہیں۔ اشاعتی کام بھی کئے اور رضا دار الاشاعت (رام نگرشم بریلی شریف)، رضا اکیڈمی، رامپور احباب کی شرکت میں قائم کئے، اوران اداروں سے اہم کتابیں شائع کیں، علامہ محمد حنیف خاں رضوی اپنے ایثار اور اخلاص اور لگن کی وجہ سے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ کے لئے بھی نمونہ عمل ہیں۔ وہ اہل سنت وجماعت کا عظیم سرمایہ ہیں ان شاء اللہ ان کی یہ محنت مشکور ومقبول ہوگی، مولی تعالیٰ اس تالیف وتصنیف سے ایک عالم کو بہرہ ور فرمائے اور فاضل مؤلف زید لطفہ کے درجات بلند فرمائے اور دارین میں سرفراز فرمائے۔ آمین۔

فاضل مؤلف نے احادیث کے اس نادر مجموعہ کا نام ''جامع الاحادیث'' رکھا ہے اور دوسرا عربی نام ''المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویہ'' تجویز کیا ہے۔ اس کتاب کی ۳۰×۲۰ سائز میں چھ جلدیں ہوں گی جن میں احادیث کی تعداد چار ہزار سے کچھ کم اور صفحات کی تعداد تقریبا چار ہزار ہوگی۔ اس مجموعے کی خوبیاں تو بہت ہیں مگر چند ایک یہ ہیں:۔

۱۔ مقدمہ ایک جلد میں ہے جس میں تدوین حدیث، تاریخ حدیث اور اصول حدیث وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

۲۔ کتاب کی چار فہرستیں ہیں۔ فہرست آیات، عنوانات کی فہرست، مسائل ضمنیہ کی فہرست اور احادیث کے عربی الفاظ کی حروف تہجی کی ترتیب پر فہرست۔ نیز مآخذ و مراجع کی فہرست۔

۳۔ احادیث کی ترتیب ابواب فقیہ کے انداز پر رکھی گئی ہے جس میں کتب حدیث کے طرز پر تقریبا تمام ابواب ہیں۔

۴۔ احادیث کو کلی طور پر حوالوں کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔

۵۔ حوالہ جات میں اکثر مقامات پر چار سے لے کر بیس کتب حدیث کے حوالے دئے گئے ہیں۔ یہ کام نہایت اہم اور مشکل اور صبر آزما ہے۔

۶۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جن احادیث کا صرف ترجمہ لکھا تھا تلاش کر کے اصل متون بھی لکھے گئے ہیں۔

۷۔ حوالہ جات کو نیچے لکھا گیا ہے پرانے انداز پر درمیان میں نہیں۔

۸۔ کتاب، باب اور فصل کی سرخیاں قائم کی گئی ہیں۔

۹۔ کثیر احادیث کے تحت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے افادات لائے گئے ہیں جن سے احادیث کی معنوی تشریح خود امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے قلم سے ہوگئی ہے۔

۱۰۔ جن عربی عبارات سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے احادیث کے معانی کی وضاحت کی تھی ان سب کا اردو میں خلاصہ لکھدیا گیا ہے۔

۱۱۔ حدیث سے متعلق امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جہاں بھی اصولی بحث کی ہے ان سب کی اردو میں تلخیص لکھدی گئی ہے۔

۱۲۔ احادیث کیساتھ اقسام حدیث کی بھی وضاحت کرائی گئی ہے۔

۱۳۔ عربی متن میں قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعراب لگائے گئے ہیں، یہ کام بھی اہم ہے، کیوں کہ آجکل طلبہ اور بعض اساتذہ عربی متون پڑھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں اور حدیث کا صحیح متن پڑھنا ضروری ہے جتنا قرآن کا صحیح متن پڑھنا۔

۱۴۔ کتاب میں راویان حدیث کے مختصر احوال بھی لکھدیے ہیں۔ تحقیق کے نقطہ نظر سے دور جدید کی یہ ایک اہم ضرورت ہے مگر عام و خاص کتب تاریخ میں اس کا اہتمام نہیں رکھا جاتا رہا ہے جھوٹ سچ جو ایک نے کہدیا کافی سمجھا جاتا رہا ہے۔ صرف مصنف ہی کو وکیل سمجھا جاتا ہے۔

۱۵۔ اس مجموعۂ احادیث میں ان امور کے بارے میں احادیث کا بڑا ذخیرہ مل جاتا ہے جن کو ایک طبقہ شرک و بدعت سے تعبیر کرتا ہے اور ان لوگوں کیلئے راحت جاں ہے جو بات بات پر حدیث طلب کرتے ہیں اور خود ہر کام حدیث کے خلاف کرتے ہیں۔ یہ اور اس قسم کی اور خوبیاں اس کتاب میں ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ فاضل مولف زید عنایہ کو اجر عظیم عطا فرمائے کہ انہوں نے برسوں کی محنت شاقہ کے بعد چمنستان رضا سے گل بوٹے چن چن کر یہ عظیم گلدستہ بنایا ہے جو ہر ایوان علم و دانش میں سجانے کے قابل ہے۔ یہ جامع الاحادیث جب تک پڑھی جائے گی،

صدقۂ جاریہ ہے، یہ ایک سرچشمۂ صافی ہے جس سے تشنگان علوم دینیہ سیر اب ہوتے رہیں گے۔ فقیر بصمیم قلب فاضل مؤلف علامہ محمد حنیف خاں رضوی دام عنایتہم کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہے اور ممنون ہوں کہ فقیر کو بھی اس صدقۂ جاریہ میں شامل کرلیا گیا۔

علم حدیث کے حوالے سے امام احمد رضا پر تحقیق جاری وساری ہے۔ پاکستان میں علامہ منظور احمد سعیدی زید مجدہ کراچی یونیورسٹی کراچی سے فقیر کی نگرانی میں مندرجہ ذیل موضوع پر کام کررہے ہیں۔

"احمد رضا کی خدمت علوم حدیث کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ"

پہلے مرحلے ۱۹۹۷ء میں ایم فل کیلئے ان کا رجسٹریشن ہوا تھا اب وہ دوسرے مرحلے میں آگئے اور پی ایچ ڈی کا مقالہ قلمبند کررہے ہیں، امید ہے کہ ایک دو سال میں یہ مرحلہ بھی طے ہوجائے گا، فاضل موصوف نے مندرجہ بالا عنوان کے تحت دس ابواب قائم کئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ پہلے باب میں صحابہ مجتہدین محدثین کی خدمات حدیث کا جائزہ لیا ہے۔

۲۔ دوسرے باب میں امام احمد رضا کی حیات پر روشنی ڈالی ہے۔

۳۔ تیسرے باب میں علمی آثار کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ چوتھے باب میں اساتذہ، شیوخ، تلامذہ، مستفیدین ومتاثرین کا ذکر کیا ہے۔

۵۔ پانچویں باب میں حجیت حدیث میں امام احمد رضا کی خدمات کا ذکر کیا ہے۔

۶۔ چھٹے باب میں اصول حدیث میں امام احمد رضا کی خدمات کا جائزہ لیا ہے۔

۷۔ ساتویں باب میں احادیث سے طرق استدلال میں امام احمد رضا کی خدمات کا جائزہ لیا ہے۔

۸۔ آٹھویں باب میں تعدیل وتجریح اور اسماء الرجال میں خدمات کا ذکر کیا ہے۔

۹۔ نویں باب میں علوم حدیث میں امام احمد رضا کی تحریرات کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔

۱۰۔ دسواں باب مآخذ ومراجع کیلئے مخصوص ہے جن کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ پر کام آگے بڑھ رہا ہے۔ نومبر ۲۰۰۰ء میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، اسلام آباد کے زیر اہتمام امام احمد رضا کانفرنس منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں محی

الدین غزنوی اسلامی یونیورسٹی (تراڑ خیل، آزاد کشمیر) کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر اسحٰق قریشی نے اعلان کیا کہ یونیورسٹی میں امام احمد رضا چیئر قائم کی جارہی ہے اعزازی طور پر چیئر مین شپ کیلئے فقیر سے کہا گیا ہے۔ فقیر نے تو پہلے ہی شب و روز امام احمد رضا علیہ الرحمہ کیلئے وقف کر رکھے ہیں۔ الغرض امام احمد رضا محدث بریلوی پر کام ہوتا رہے گا، ان کے علم و فضل کے مختلف گوشے سامنے آتے رہیں گے، اہل علم و دانش حیران ہوتے رہیں گے، اندھیریاں چھٹتی رہیں گی، روشنیاں پھیلتی رہیں گی۔

تو میری رات کو ماہتاب سے محروم نہ رکھ
تیرے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی،

یکم محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
۲۷/ مارچ ۲۰۰۱ء

احقر محمد مسعود احمد
۱/۷ اسی پی آئی سی ایچ سوسائٹی کراچی (اسلامی جمہوریہ پاکستان)
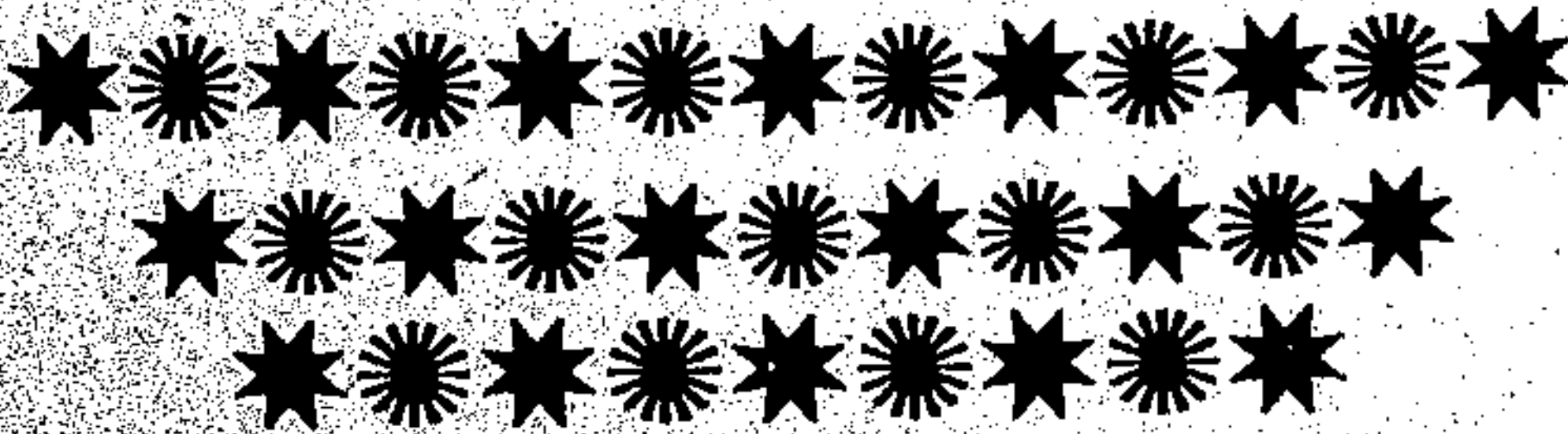
# مأخذ ومراجع

۱۔ قرآن حکیم

۲۔ آل مصطفیٰ مصباحی: علم حدیث اور محدث بریلوی کی رجال حدیث اور اصول پر نظر
معارف رضا کراچی، ۱۹۹۱ء ص ۳۳-۴۱

۳۔ ابن الحسن ابن الجعد، مسند ابن الجعد، دار الکتب العلمیہ، بیروت،

۴۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، الادب المفرد،

۵۔ احمد رضا خاں، امام: الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ کراچی،

۶۔ احمد رضا خان، امام: فتاوی رضویہ کراچی، (۱۲ مجلدات)
فتاوی رضویہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور،
(۱۸ مجلدات)

۷۔ احمد بن محمد القسطلانی: المواہب اللدنیہ، دارلکتب العلمیہ بیروت

۸۔ بزرگ بن شہریار: عجائب الہند، بحوالۂ ہندوستان عربوں کی نظر میں، (اعظم گڑھ ۱۹۶۰ء

۹۔ رحمان علی، مولانا: تذکرہ علمائے ہند لکھنو، ۱۹۱۵ء

۱۰۔ سید محمد محدث کچھوچھوی، خطبۂ صدارت ناگپور،

۱۱۔ عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی، المصنف،

۱۲۔ عبد الحی لکھنوی، نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم، کراچی، ۱۹۷۶ء
حکیم دابوالحسن علی ندوی،:

۱۳۔ عبد المصطفیٰ الازہری، امام احمد رضا بحیثیت امام فن حدیث،
معارف رضا، کراچی، ۱۹۹۲ء ص ۴۱-۴۸

۱۴۔ غلام رسول سعیدی، مولانا: تذکرۃ المحدثین، لاہور، ۱۹۷۷ء

۱۵۔ غلام مصطفیٰ خان، پروفیسر، ڈاکٹر: امام احمد رضا اور علم حدیث بحوالۂ تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند، پنجاب یونیورسٹی۔

۱۶۔ محمد بن علی الشوکانی: تحفۃ الذاکرین، شرکۃ مکتبۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر،

۱۷۔ محمد احمد المحفوظ، پروفیسر ڈاکٹر: الامام الاکبر المجدد، محمد احمد رضا خان والعالم العربی، لاہور ۱۹۹۸ء

۱۸۔ محمد احمد المحفوظ، پروفیسر ڈاکٹر: مولانا الامام احمد رضا خان یادگاری مجلہ جامعہ ازہر شریف قاہرہ، ۱۹۹۹ء)

۱۹۔ محمد انور نظامی، مولانا: علم حدیث اور محدث بریلوی، معارف رضا کراچی ۱۹۹۸ء ص ۱۹۔۳۳

۲۰۔ محمد حمید اللہ ڈاکٹر: صحیفۂ ہمام بن منبہ حیدرآباد دکن، ۱۹۵۲ء،

۲۱۔ محمد حنیف خاں، رضوی علامہ، جامع الاحادیث، (چھ مجلدات زیر طبع ۲۰۰۱)

۲۲۔ محمد حنیف خاں رضوی، علامہ: امام احمد رضا اور علم حدیث معارف رضا کراچی ۱۹۹۹ء ص ۲۷۔۵۷

۲۳۔ محمد طفیل پروفیسر، ڈاکٹر: حدیث نبوی فتاوی رضویہ کا بنیادی ماٰخذ معارف رضا کراچی ۱۹۹۳ء ص ۳۳۔۴۰

۲۴۔ محمد ظفر الدین رضوی، علامہ: جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری، جلد دوم، حیدرآباد، سندھ ۱۹۹۳ء

۲۵۔ محمد ظفر الدین رضوی علامہ، چودھویں صدی کے مجدد، لاہور ۱۹۸۰ء

۲۶۔ محمد عیسیٰ رضوی، مولانا: امام احمد رضا اور علم حدیث ۳ مجلدات دہلی ۱۹۹۹ء

۲۷۔ محمد عبدالحکیم اختر، شاہجہان پوری، علامہ: رسائل رضویہ جلد دوم لاہور، ۱۹۷۶ء

۲۸۔ محمد مسعود احمد پروفیسر، ڈاکٹر: فاضل بریلوی علمائے حجاز کے نظر میں، لاہور، ۱۹۷۳ء

۲۹۔ محمد مسعود احمد پروفیسر، ڈاکٹر: محدث بریلوی کراچی، ۱۹۹۳ء

۳۰۔ محمد مسعود احمد پروفیسر، ڈاکٹر: امام احمد رضا اور عالمی جامعات کراچی، ۱۹۹۸ء

۳۱۔ محمد مسعود احمد پروفیسر، ڈاکٹر: امام احمد رضا اور عالم اسلام کراچی ۲۰۰۰ء

۳۲۔ منظور احمد سعیدی، مولانا:　امام احمد رضا کی خدمات علوم حدیث کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ زیر تدوین مقالۂ ڈاکٹریٹ
کراچی، یونیورسٹی، کراچی، ۲۰۰۱ء

۳۳۔ یحییٰ بن شرف النووی:　کتاب الاذکار مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز،
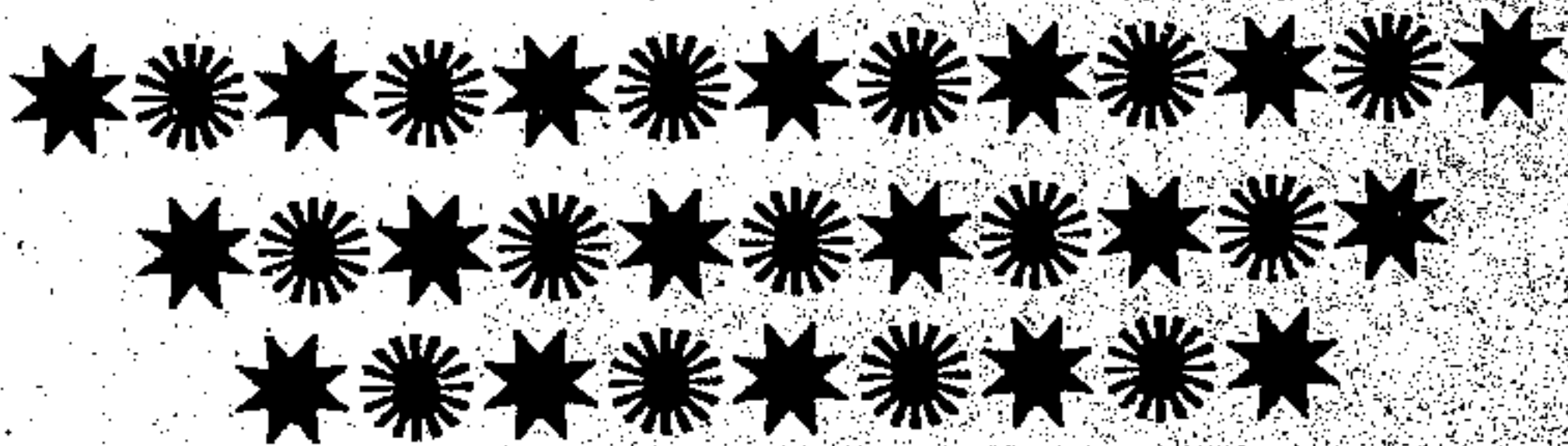
۱۴؍محرم الحرام/۱۴۱۹ھ　　　۳۰؍اپریل/۱۹۹۹ء

# نبیرۂ شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا سید وجاہت رسول صاحب قادری مدظلہ العالی

(کا خط بنام مرتب)

محب من محترمی مولانا محمد حنیف خاں رضوی صاحب، زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے، بفضلہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

آپ کا والا نامہ مورخہ ۱۹؍اپریل ۱۹۹۹ء مع آپ کے مقالہ اور فہرست کتب موصول ہوا۔ مقالہ مطالعہ کر کے بہت مسرت ہوئی، آپ نے واقعی بہت محنت کی ہے اور امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی علم حدیث اور اصول حدیث پر دستگاہ کے حوالے سے بڑے ٹھوس اور ناقابل تردید دلائل وشواہد پیش کئے ہیں جو یقیناً اہل علم وتحقیق کے لئے امام احمد رضا کی شخصیت کے حوالے سے تحقیق وتدقیق کے نئے گوشے اجاگر کرتے ہیں، اور حاسدین ومعاندین کے لئے وحشت وحیرانگی کے نئے سامان مہیا کرتے ہیں۔

آپ امام موصوف پر علم حدیث کے حوالے سے تحقیق وتصنیف کا جو کام کر رہے ہیں اس کی تفصیل پڑھ کر طبیعت بہت مسرور ہوئی، اس موضوع پر آج تک کوئی اہم تحقیقی تصنیف سامنے نہ آسکی۔ آپ بہت اہم خدمت انجام دے رہے ہیں جو آپ کے لئے صدقۂ جاریہ بھی ہے اور صبح قیامت تک آنے والے محققین کے لئے مشعل راہ بھی۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔

جید اہل قلم حامل علم وفضل کے رہتے ہوئے یہ کام نہ ہوسکا، اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت آپ کی قسمت میں لکھی تھی۔　ع　　این سعادت بزور بازو نیست

فالحمد للہ علی ذالک، اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کی قوت وہمت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سید وجاہت رسول قادری

صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان

# کتب حدیث
# پر تعلیقات رضا کے عکوس

(بعض صفحات)

(۱)

# حواشی التعقبات علی الموضوعات للسیوطی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ص ۴ قولہ فہذا حدیث فی الموضوعات ۔ حدیث فی صحیح البخاری ۱۲ باب الادب

ص ۴ قولہ فی الدلائل ۔ وقد قال الذہبی لدلائل البیہقی انہ کلہ نور ۱۲

قولہ قلت خبر الابدال صحیح ۔ حدیث الابدال متواتر ۱۲

ص ۵ قولہ من سلیمن بن احمد ضعیف ۔ صوابہ سلیمن بن احمد عن محمد بن حبیب عن ابن لہیعۃ کما مر فی اللآلی ص۶ ۱۲

ص ۵ قولہ اخرجہ احمد ولہ شاہد من حدیث ابن عباس ۔ نقل فی اتحاف السادۃ من کتاب السماع ص۶۹ ان ہذا الحدیث لیقطع بکذبہ وانہ لاشک ان ہذا فی وضیع الرافضۃ ۱۲ باب المناقب

(۱)

# حواشی کشف الاحوال فی نقد الرجال للمدراسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) قولہ بالوضع سمع الہیثم بن کلیب - اقول انما نقل بلفظہ قیل انہ اتہم بوضعہ . باب الفاء
بون او من وضعہ علیہ ۱۲

(۲) قولہ بالوضع سمع احمد بن علی بن مہدی روی عنہ الحاکم - اقول ہذا التقصیر فی النقل باب المیم
شدید فقد روی ابن الجوزی فی طریق الحاکم عن ابن سطام عن ابن مہدی
حدیثا فی مناقب اہل البیت الکریم رضی اللہ تعالی عنہم وقال موضوع
لا یجاوز ابن سطام و ابن مہدی اھ فقال السیوطی لم ار لابن سطام
ترجمۃ فی المیزان ولا فی اللسان اھ ولیس فی قول ابی الفرج ما یقتضی الجزم
بکونہ بالوضع کما لا یخفی علی من مارس الفن واللہ تعالی اعلم ۱۲

ارشاد الساری
جلد اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قولہ الی قواعد وانی قد نظمت الاقسام ونظمی مکتوب فی آخر
مجمعی من الجزء الثانی ۱۲

۱۱ قولہ ثقۃ صحفۃ ثقۃ ۱۲

قولہ تحمل ای یکون ذا ید طولی ورتبۃ علیا یقبل تفردہ ۱۲

۱۸ قولہ الی ذلک الطلاق صوابہ الطباق ۱۲

۱۹ قولہ عبد المھیمن اقول اخوہ عبد المھیمن اضعف وانتعف ضعفہ النسائی والدار
قطنی وقال البخاری منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ کما ھو مصطلحہ فی ہذا اللفظ
لاجرم ان قال الذہبی فی اخیہ ای انہ واہ ۱۲

قولہ واما النساط قلت ویندرج فی ہذا الفصل احادیث المختلطین فانہم انما کتب
حدیثہم الحش غلطہم ۱۲

۱۷ قولہ وما ستین وہو ابن احد عشر سنۃ او اقل ۱۲

۲۱ قولہ الاحکام الشرعیۃ صدرہ قلت لیس ہذا مما یصلح بابا للمناسبۃ انما ہو من
رکاک التاویل لا یلیق بالتعویل واقول فی بیانہا ان العق ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لما کان القلبہ الشریف متوجہا الی حضرۃ الحق سبحانہ وکانت بنیتہ خالقۃ الغیر
التجہت العنایۃ الازلیۃ الیہ فاصطفتہ وجعلتہ من المرسلین واوحی اللہ الیہ کما
اوحی الی نوح والنبیین من بعدہ ۱۲

۲۷ قولہ مالک وابو حنیفۃ الامام ۱۲

( ۲ )

ص ۱۹۰ قولہ احمد بن جعفر احمد بن جحش کذا ذکر فی کنز العمال ج ۲ ص ۱۷۹ وان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم متدقہ علے شعرہ ولم یذکرہ فی المنتخب الا توھن من الغلط واللہ تعالی اعلم ۱۲

ص ۲۸۴ قولہ یستغفرھم یستغفرہم بالفاء ۱۲

ص ۲۹۲ قولہ یضحک تضحک ۱۲

ص ۳۰۶ قولہ وھرم صوابہ ھدم بالدال ۱۲

قولہ مسعدۃ ویاتی فی البار ھدم بن مسعود ۱۲

ص ۳۲۶ قولہ وصیفھا وضیفھا ۱۲

ص ۳۳۴ قولہ یقال ان لا بنیہ اقول لبکر الاسد کما ذکر فی کنز العمال ج ۲ ص ۱۷۹ وان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم شعرہ وعلمہ سورۃ الاخلاص ۱۲

ص ۳۹۸ قولہ فرجع مرجع ۱۲

ص ۴۰۲ قولہ فی ترجمتہ ہذا خطأ فاحش منھم نشأ من اشتراک الاسمین ۱۲

قولہ عن علی بن یزید الحدیث فی تفسیری ابن جریر والبغوی بالطریق المذکور ۱۲

ص ۴۰۳ قولہ ولا عمر ولا عثمن ۱۲

قولہ فالظاہر ای الواضح الجلی البین الذی لا یمکن غیرہ ۱۲

ص ۴۱۱ قولہ حرمھم دمھم ۱۲

ص ۴۱۵ قولہ من استصباحیہ ۱۲

ص ۴۳۲ قولہ الحدیث مذکور فی خلق میکائیل من الجامع الکبیر کنز العمال ۱۲

ص ۴۴۰ قولہ منافقوھم کانہ اراد واللہ تعالی اعلم الخوارج الذین کان یقال لھم القراء ۱۲

ص ۴۶۲ قولہ وبین جبیر ذکر الحافظ فی التقریب جبیر بن نفیر بن مالک الحضرمی وقال ثقۃ جلیل من الثانیۃ مخضرم ولابیہ صحبۃ فکانہ ہو مارفدا لا فی عہد عمر اھ ۱۲

قولہ فی جبیر الکندی انما تقدم جبیر الکندی ہو ولم یتقدم ذکر الفرق وما یلیہ اصلا ۱۲

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قولہ وروی عن عبید اللہ بن عمر قلت قد رواہ ابن ماجۃ صـ۱۵۰ من طریق ابی المقدام عن محمد بن کعب عن ابن عباس مرفوعا ۱۲

قولہ مالم یقل ابن عیینۃ اقول ونحو ذلک لما کان یعتریہ من الوہم فقد کان یرفع ما وقف سفیٰن وربما یسند ما ارسلہ او نحو ذلک فیصدق انہ یملی مالم یقلہ سفین انما تعمد الکذب فحاشا الا تری ان خ یقول صدوق ۱۲

قولہ راع ومسؤل اما الحدیث ففی الصحیح ۱۲

قولہ عن عبد الرزاق وعبد الرزاق مع جلالتہ شیع ولعمر کان لہ ابن اخت رافضی یدخل فی حدیثہ وکان لعمر لا یراجع لہیبتہ ذکرہ ابن الجوزی ۱۲

قولہ فانہم یضعون الحدیث وذکر اصحابنا فی الشہادات ان ہؤلاء الخطابیۃ فقط صنف من الرفاض ۱۲

قولہ عن نافع منکر الحدیث وقال الحافظ فی التقریب مجہول الحال ۱۲

قولہ معبد نعم النسخۃ بہ مصححۃ ۱۲

قولہ عبد الرحمن بن یوسف ہو ابن خراش الرافضی ۱۲

قولہ یحیی بن سعید القطان ۱۲

قولہ وضعفہ ابو عبد الرحمن النسائی قال فی التقریب لم یثبت ان النسائی ضعفہ ومن العجب انہ رایت فی تہذیب المصر وثقہ النسائی فلعلہ خطأ من الناسخ واللہ تعالی اعلم ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تعالیقہ جلالتہ تا ب الاکمال

ص ۵۶ قولہ المحرزی والذی فی التقریب مضبوطا المحرزی بدون زای ۱۲

ص ۷۶ قولہ وابی وائل ومقسم ۱۲

ص ۹۰ قولہ عن عبید بن نضلۃ وعن ابی الطفیل عامر بن واثلۃ رضی اللہ تعالی عنہ کما فی ابن ماجۃ فی الصلاۃ علی النجاشی ۱۲

ص ۱۷۴ قولہ (خت د) والترمذی ایضا فی اشراط الساعۃ من الفتن حدیث عمران بن حصین ۱۲

ص ۲۴۵ قولہ قیل لہ رؤیۃ عن ابیہ ہذا خطأ ووہم وکیف تکون لہ رؤیۃ وانما کان لابیہ سعید بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ تسع سنین حین وفاۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کما فی التقریب والرؤیۃ لابیہ سعید رضی اللہ تعالی عنہ ۱۲

ص ۲۷۸ قولہ لم ار لابن اسحق لیس ہذا قول یعقوب نفسہ بل رواہ عن علی بن المدینی کما فی المیزان وتہذیب التہذیب ۱۲

ص ۲۸۱ قولہ وابن حبان واحمد کما فی المیزان ۱۲

ص ۲۹۳ قولہ محمد بن عیسی اخو اسحق ۱۲

ص ۳۱۶ قولہ بعد السبعین ومائۃ ہذا عجیب وقد ارخ موتہ فی التقریب والتہذیب بسنۃ وستین ومائۃ ۱۲

ص ۳۳۶ قولہ ابن حبان علی عادتہ ۱۲

ص ۳۴۵ قولہ (تم ذس) قلت رمز التقریب خت س ۱۲

حاشیہ قولہ محمد ہو ابن خالد ای وروی عنہ فی الخ ۱۲

(۱)

ابن ماجہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قولہ ثنا زید بن الحباب صدوق یخطئ من رجال مسلم والاربعۃ ۱۲

قولہ عن معاویۃ بن صالح صدوق لہ اوہام من رجال مسلم والاربعۃ ۱۲

قولہ حدثنا علی بن المنذر قال ابن ابی حاتم صدوق ثقۃ وقال النسائی شیعی محض ثقۃ ۱۲ میزان الاعتدال ولم یذکر فیہ جرحا ۱۲

قولہ ثنا المقبری عبد اللہ بن سعید ۱۲

قولہ علی بن فضیل ثنا [illegible] ما لیس عندہ الترجمۃ کما ہہنا کما لا یخفی ۱۲

قولہ ہو سعید بن کیسان بن سعید المقبری ہذا خطأ لا اصل لہ کما ہہنا فان سعید بن کیسان لا یروی عن جدہ بل ولا یوجد لجدہ روایۃ ولعل المراد بالمقبری ہہنا ابنہ سعید وجدہ ہو کیسان بن سعید المقبری صاحب ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ۱۲

لکن قال فی تہذیب التہذیب فی سعید انہ فی ابن ماجہ حدیث واحد لا قطع فی تمر ولا کثر وذکر انہ لا یحدث الا عن اخیہ عبد اللہ وذکر حدیثہ عن ابیہ فی مستدرک الحاکم کانہ سقط عبد اللہ من ہذا السند فانظر وتامل ۱۲ وبذلک قال الذہبی فی المیزان ان اکثر عن اخیہ عبد اللہ ۱۲

ثم ظہر لی بحمد اللہ وبرکۃ احمد ان المراد بالمقبری ہو اخو سعید ہذا عبد اللہ بن سعید بن ابی سعید المقبری فجدہ ابو سعید کیسان المقبری صاحب ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ وعبد اللہ ہذا یروی عن جدہ وعنہ محمد بن الفضیل کما نص علیہ فی تہذیب التہذیب وعبد اللہ ہذا متروک ذاہب الحدیث واہ بمرۃ ۱۲

صحیفۂ ہمام بن منبہ کے مخطوطہ دمشق (مکتب خانہ ظاہریہ) کے آخری صفحہ کا فوٹو جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ پہلی صدی ہجری کا

# مقدمہ

## بقلم مرتب
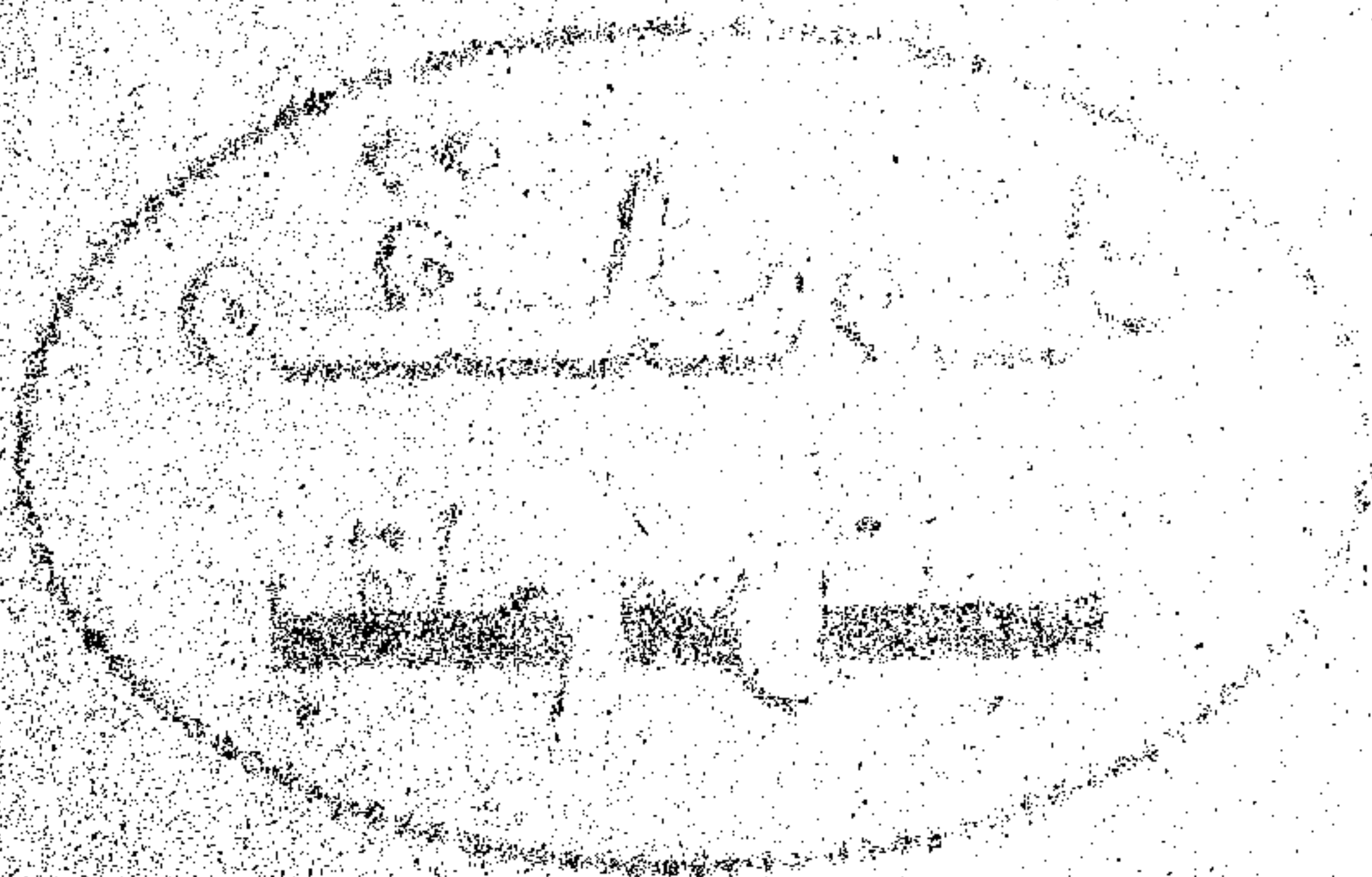
## نحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم وآلہ واصحابہ اجمعین۔ امابعد۔

اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ نے اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو کائنات عالم میں معلم کتاب وحکمت بنا کر مبعوث فرمایا اور بے شمار مناصب علیا ومراتب قصوی سے عزت وکرامت بخشی۔

آپ ہادی اعظم اور مبلغ کائنات بھی ہیں، جیسا کہ فرمان الہی ہے۔

یآایھا الرسول بلغ ماانزل الیك من ربك ،وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ واللہ یعصمك من الناس ،ان اللہ لایھدی القوم الکافرین ۔ (۱)

اے رسول! پہونچادو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے، اور ایسا نہ ہو تو تم نے اسکا کوئی پیام نہ پہونچایا، اور اللہ تمہاری نگہبانی کریگا لوگوں سے۔ بیشک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

''اور معلم کتاب وحکمت بھی''۔ ارشاد الہی ہے۔

لقد من اللہ علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولامنھم یتلوعلیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۔(۲)

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا انسانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اسکی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے، اور وہ ضرور اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

نیز طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام فرمانے والے بھی ہیں۔ خداوند قدوس کا فرمان ہے۔

ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال

---

۱۔ پارہ ٤ ع آل عمران

۲۔ پارہ ٤ ع آل عمران

التی کانت علیھم ۔(۳)

اور ستھری چیزیں انکے لئے حلال فرمائیگا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا، اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جوان پر تھے اتارے گا۔

اور احکم الحاکمین کے نائب مطلق بھی۔ فرماتا ہے۔

فلاوربك لایؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ (٤)

تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم، وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپ کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

نیز فرماتا ہے:۔

وماکان لمؤمن ولامؤمنة اذاقضی اللہ ورسوله امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسوله فقد ضل ضلالا مبینا۔ (٥)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہونچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اسکے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔

## حضور کی ذات گرامی اہل عالم کے لئے نمونہ عمل ہے

آپکی عظیم شخصیت ہر شخص کیلئے اسوۂ حسن اور نمونہ عمل ہے۔ فرمان الہی ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة لمن کان یرجوااللہ والیوم الآخر۔(٦)

بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ ہر اس شخص کیلئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے۔

---

۳۔ پارہ ۹ ع ۹ الاعراف
٤۔ پارہ ۵ ۳ ع ٦ النساء
۵۔ پارہ ۲۲ ع ۲ الاحزاب
٦۔ پارہ ۲۱ ع ۱۸ الاحزاب

امت مسلمہ کو آپکی اتباع اور پیروی کا حکم ہے جس سے اعراض دنیاو آخرت کا خسران مبین ہے، اور آپکی اطاعت وفرمانبرداری ہدایت ونجات کا اہم ذریعہ اور صلاح وفلاح کی ضامن ہے۔

قرآن حکیم میں بار بار اس کا حکم آیا اور باری تعالیٰ نے اپنا منشاو مراد یوں ظاہر فرمایا۔

فآمنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ و کلماتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون (۷)

تو ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اسکی باتوں پر ایمان لاتے ہیں، اور انکی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم۔ (۸)

اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہوجاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخشدے گا، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

وماآتکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا، واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب۔(۹)

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو، اور جن سے منع فرمائیں باز رہو، اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوفان اللہ لایحب الکافرین ۔(۱۰)

تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔

ان تمام آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو امت کا پیشوا بنایا، انکی پیروی کا حکم دیا، نمونہ تقلید بنا کر بھیجا اور تشریعی اختیارات عطا فرمائے، آپ نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مناصب کو بروئے کار لاکر بے شمار چیزوں کا حکم بھی دیا اور ان گنت

---

۷۔ پارہ ۸ ع ۱۰ الاعراف
۸۔ پارہ ۳ ع ۱۲ آل عمران
۹۔ پارہ ۲۸ ع ٤ الحشر
۱۰۔ پارہ ۳ ع ۱۲ آل عمران

چیزوں سے منع بھی فرمایا۔ جسکے لئے یہ امر لازم ہے کہ حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام بھی قرآن عظیم کیطرح ہدایت کا سرچشمہ تسلیم کیا جائے اور اسلام کیلئے اسکو اصل سند مانا جائے۔

## حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شارح کلام ربانی ہیں

ان تمام اوصاف وکمالات کی واقعی حیثیت کے پیش نظر حتمی اور یقینی طور پر کہا جاتا ہے کہ خداوند قدوس نے آپکو دین اسلام کی تعلیمات کیلئے جہاں قرآن کریم کے ذریعہ تبلیغ وہدایت کا فریضہ سونپا ہیں اسکی تشریح وتفسیر، تبیین وتوضیح اور بیان وتصریح کیلئے اپنے افعال واقوال اور سیرت وکردار کے ذریعہ عام فرمانے کا حکم بھی فرمایا۔

قرآن کریم میں نماز کا حکم یوں ہے۔

واقیموا الصلوۃ،

اور نماز قائم کرو۔

آپ نے اسکی تفسیر اپنے اقوال وافعال سے یوں فرمائی، کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے، فلاں وقت میں اتنی رکعات اور فلاں میں اتنی، شرائط یہ ہیں اور ارکان وفرائض یوں ہیں، انکے ساتھ ہی سنن ومستحبات کی نشاندہی، ان تمام چیزوں کی تفصیل سے کتابیں مالامال ہیں اور ان پر عمل کی راہیں ہمارے لئے پورے طور پر ہموار کردی گئی ہیں۔ اگر آپکی ذات اقدس نماز کی ادائیگی کیلئے کامل نمونہ نہ ہوتی تو پھر نماز پڑھنا اس اجمالی قرآنی حکم کے تحت ممکن ہی نہ تھا۔

زکوۃ، روزہ اور حج وعمرہ ان سب کیلئے بھی حضور کی قولی یا عملی وضاحت ضروری تھی ورنہ ارکان اسلام پر کوئی عمل کر ہی نہیں سکتا تھا۔

قرآن عظیم بلاشبہ ہمارے لئے ایک مکمل اور جامع دستور حیات ہے لیکن اسکے فرامین اصول وضوابط کے طور پر امت مسلمہ کو عطا ہوئے جن کا اعجاز وایجاز اپنی غایت ونہایت کو پہونچا ہوا ہے۔ ایک ایک آیت ایسی جامعیت رکھتی ہے کہ اسکے نیچے معانی ومفاہیم کا ایک بحر بیکراں ودیعت کردیا گیا ہے۔ اسکی توضیح وتفسیر کیلئے ہم ہی کیا صحابہ کرام بھی اس سرچشمہ ہدایت کے محتاج نظر آتے ہیں۔ یہ ہی وجہ تھی کہ قرآن اپنی رائے سے نہیں بلکہ تعلیمات رسول سے سمجھا اور سمجھایا گیا۔ اور اسی افہام وتفہیم کا نام سنت رسول اور احادیث مصطفیٰ ہے۔

علیہ التحیۃ والثناء۔

لہذا زندگی کے ہر موڑ پر آپکی سنت وسیرت نے لوگوں کیلئے آسانی کی شاہراہیں قائم فرمائیں اور ہر قرن وصدی میں اسلام کی اس عظیم دولت سے لوگ سرفراز رہے۔ رشد وہدایت کیلئے ہر دور میں سنت رسول کی ضرورت کو محسوس کیا گیا اور گمرہی و بے دینی سے نجات حاصل کرنے کیلئے کتاب اللہ کے ساتھ سنت کو خاص اہمیت دی جاتی رہی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی سنت کریم کو دین اسلام میں اسی حیثیت سے اجاگر فرمایا، فرمان رسول ہے۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما ، کتاب اللہ وسنۃ رسولہ ۔(١١)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جب تک ان دونوں پر عمل پیرا رہو گے ہرگز ہلاک نہیں ہو گے، اللہ کی کتاب، اور اسکے رسول کی سنت۔

جن لوگوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا رسول برحق تسلیم کیا ہے انکے لئے اس بات کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ آپکے فرامین کو بحیثیت فرمان رسول نشانۂ تنقید بنائیں اور اسکے انکار کی کوئی راہ پیدا کریں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں کی مذمت خود اپنی حیات مقدسہ میں فرمائی اور منکرین حدیث وسنت کی واضح الفاظ میں تردید فرماکر قیامت تک آنے والے لوگوں کو خبردار کردیا۔ فرماتے ہیں۔

لاالفین احدکم متکئا علی اریکتہ یاتیہ الامرمما امرت بہ اونہیت عنہ فیقول : لاادری، ماوجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ ۔(١٢)

میں تمہیں اس حالت میں نہ پاؤں کہ تم میں سے کوئی اپنی مسہری پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرا کوئی حکم یا میری جانب سے کوئی ممانعت پہونچے تو وہ اس کے جواب میں یہ کہے۔ ہم نہیں جانتے، ہم تو اس کی پیروی کریں گے جو اللہ کی کتاب میں پائیں گے۔

نیز فرماتے ہیں:۔

یوشک الرجل متکئا علی اریکتہ یحدث بحدیث من حدیثی فیقول : بیننا

---

١١۔ الموطا لمالک ٨٩٩

١٢۔ السنن لابن ماجہ، عن ابی رافع، رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٣/١

وبينكم كتاب الله عزوجل ،فماوجدنا فيه من حلال استحللناه وماوجدنا فيه من حرام حرمناه ،الا وان ماحرم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مثل ماحرم الله ۔ (۱۳)

عنقریب ایساوقت آئے گا کہ آدمی اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور اس کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی تو وہ جواب میں کہے گا: ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی اللہ کی کتاب ہے، جو کچھ ہم اس میں حلال پائیں گے اسے حلال جانیں گے اور جو کچھ حرام پائیں گے اسے حرام سمجھیں گے۔ آگاہ رہو کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام فرمایا وہ بھی ویسا ہی حرام ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا۔

قرآن عظیم کی مندرجہ ذیل آیت سے بھی حدیث وسنت کی بنیادی اور استنادی حیثیت کا واضح ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس مانزل اليهم۔ (۱٤)

اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو انکی طرف اترا۔

امت مسلمہ کو یہ عظیم کتاب اسی لئے عطا ہوئی تھی کہ یہ از اول تا آخر ہدایت ہے۔ لیکن اسکی تعلیمات محض زبان دانی کے ذریعہ حاصل نہیں ہوسکتی تھیں۔ اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہادی برحق مبعوث فرمایا اور اسکی توضیح وتفسیر کی ذمہ داری بھی آپ کو سونپی گئی۔

آپ نے یہ فریضہ باحسن وجوہ ادا کیا، نظم قرآن ہم تک پہونچانے کیلئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اول دن سے ہی تاکید فرمادی تھی اور عملی طور پر کاتبان وحی یہ فریضہ انجام دیتے، لہذا نزول قرآن کے ساتھ ساتھ اسکو لکھا جاتا رہا۔ پھر دور صدیقی میں اسکی جمع وتدوین ہوئی اور عہد عثمانی میں اسی نسخہ کو شائع کردیا گیا۔ یہاں تک کہ کسی شبہ کے بغیر بطور تواتر یہ قرآن ہم تک نقل ہوکر پہونچا۔

---

۱۳۔ السنن لابن ماجه عن المقدام بن معدی کرب الکندی رضی الله عنه ۳/۱

۱٤۔ پارہ ١٤ ع ١٢ النحل ٤٤

اسی طرح معانی ومراد کلام الٰہی کی وضاحت کیلئے ضرورت تھی کہ آپ انتظام فرماتے، چنانچہ آپ نے ان تمام چیزوں کو جنکی امت کو ضرورت تھی مختلف مواقع پر اپنے اقوال وافعال اور تقریرات سے بیان فرمادیا۔ اس طرح کبھی آپ مجمل کی تفسیر فرماتے اور عام کو خاص اور مطلق کو مقید فرماتے جسکی بے شمار مثالیں آج بھی کتابوں میں موجود پائیں گے۔ چند مثالیں ہدیہ ناظرین ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:۔

والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاء بما كسبا ۔(۱۵)

اور جو مرد یا عورت چور ہو تو انکا ہاتھ کاٹو ان کے کئے کا بدلہ۔

اس آیت میں لفظ 'سارق'، اور، 'ید'، دونوں مطلق وارد ہوئے ہیں، ان دونوں کی وضاحت احادیث نبویہ کے بغیر مشکل ہے کہ افراط وتفریط میں پڑنے کا اندیشہ ہے، لہذا احدیث نے ہماری اس طرح رہنمائی فرمائی۔

لاتقطع اليد الافي ثمن المجن وثمنه يؤمئذ دينار ۔(۱۶)

چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت میں ہی کاٹا جاتا تھا اور ڈھال کی قیمت اس زمانہ اقدس میں ایک دینار تھی۔

دوسری روایت میں ہے۔

كان ثمن المجن على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقوم عشرة دراهم ۔(۱۷)

ڈھال کی قیمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک میں دس درہم تھی

اسی طرح مقدار 'ید' کی تشریح میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں پہونچے سے ہاتھ کاٹا جاتا تھا۔

اگر اس طرح کی تشریحات نہ ہوتیں تو یہ فیصلہ نہ ہو پاتا کہ کتنی رقم کی چیز پر ہاتھ کاٹا جائے اور کہاں سے کاٹا جائے۔

---

۱۵۔ پارہ ۶ ع ۱۰ المائدة،

۱۶۔ السنن للنسائی، عن ایمن بن ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ۲۲۵/۲

۱۷۔ السنن للنسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۱۲۵/۲

دوسری مثال۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون ۔ (۱۸)

وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی امیزش نہ کی، انہیں کیلئے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں۔

اس آیت کے نزول پر صحابہ کرام کو یہ اشکال ہوا کہ ظلم سے ہر قسم کا ظلم مراد ہے تو پھر امت حرج ودشواری میں مبتلا ہو جائیگی۔ بارگاہ رسالت میں عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکی وضاحت اور تعیین مراد الٰہی یوں فرمائی۔ کہ یہاں ظلم سے شرک مراد ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس اشکال کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی ہے،

ان الشرك لظلم عظيم ۔(۱۹)

بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔

تیسری مثال۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوة ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ۔(۲۰)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو، اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دینگے۔

اس آیت کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں نماز قصر کرنے کا حکم خوف کے ساتھ مشروط ہے۔ حالانکہ خوف کفار قصر کیلئے شرط نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

حضرت یعلی بن امیہ فرماتے ہیں۔

قلت لعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه "فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة ان خفتم" وقد أمن الناس ، فقال : عجبت مما عجبت منه حتى سألت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن ذلك ،فقال : صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته۔(۲۱)

---

۱۸۔ پارہ ۷ ع ۱۵ الانعام، ۸۲

۱۹۔ پارہ ۲۱ ع ۱ لقمان،

۲۰۔ پارہ ۵ ع ۱۲ النساء ۱۰۱

۲۱۔ التفسير لابن جرير ۲۴۳/۴

میں نے حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: ہم تو امن میں ہیں پھر ہم کیوں قصر کرتے ہیں؟ فرمایا: اسکا مجھے بھی تعجب ہوا تھا، تو میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا، حضور نے فرمایا: تمہارے لئے یہ اللہ کی طرف سے صدقہ ہے تم اسکا صدقہ قبول کرو۔

چوتھی مثال، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حرمت علیکم المیتة والدم ۔(۲۲)

تم پر حرام ہے مردار اور خون۔

لیکن حدیث شریف میں دو مردار اور دو خون حلال فرمادیئے یعنی مچھلی اور ٹڈی خواہ مردہ ہو کھانا جائز، اسی طرح جگر و تلی کہ یہ بھی حلال ہیں حالانکہ بستہ خون ہیں۔

پانچویں مثال۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق،(۲۳)

تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کیلئے نکالی اور پاک رزق۔

اس آیت سے بظاہر یہ ہی سمجھا جاسکتا ہے کہ ہر طرح کی زینت ہر شخص کیلئے جائز و مباح ہے۔

لیکن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکی تخصیص یوں بیان فرمائی۔

یہ ریشم و سونا عورتوں کیلئے جائز اور مردوں کیلئے ناجائز۔ مستدرک۔

چھٹی مثال۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وان تجمعوا بین الاختین ۔(۲٤)

اور دو بہنیں اکٹھی کرنا نکاح میں حرام۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا کہ پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔

---

۲۲۔ پارہ ۶ ع ۵ المائدۃ، ۳

۲۳۔ پارہ ۸ ع ۱۱ الاعراف ۳۲

۲٤۔ پارہ ٤ ع ۱۵ النساء ۲۳

غرض کہ وضو و غسل کی تفصیل ہو یا نماز روزہ کے مسائل، حج و زکوۃ کے احکام ہوں یا نکاح و وراثت کے قوانین، سب کے تفصیلی مباحث میں آپکو سنت رسول کی جلوہ گری نمایاں ملے گی۔

ان حقائق کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالی نے آپکو محض قانون داں ہی نہیں بنایا بلکہ تبلیغ شرائع کیلئے مکمل اختیار بھی مرحمت فرمایا اور سب کو حقیقی طور پر اپنی طرف منسوب فرما کر یوں ارشاد فرمایا۔

وماینطق عن الھوی ،ان ھوالاوحی یوحی ،(۲۵)

پس از روئے نص قرآنی جو ذات اس درجہ مؤقر و معتبر ہوئی کہ قرآن عظیم کی شارح و مفسر قرار دی گئی ، اسکے خاص کو عام اور عام کو خاص کرنے والی بتائی گئی ، مطلق کو مقید اور مقید کو مطلق فرمانے والی مانی گئی ،حد یہ کہ وہ صرف قانون دان ہی نہیں ، قانون سازی کے درجہ پر فائز ہوئی۔ اسکی زبان اور اسکا کلام اس درجہ بے اعتبار و غیر معتبر ہوگا کہ اسکو ردی کی ٹوکری میں ڈالدیا جائے ،کون انسان اسے باور کریگا۔ مگر افسوس کہ۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں ☆ ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

## منکرین حدیث کے شبہات اور انکا ازالہ

منکرین حدیث قرآن کے سوا تمام سرمایہ شریعت کو مہمل قرار دیتے ہیں۔ انکار حدیث کا شوشہ زمانہ قدیم میں معتزلہ و خوارج نے چھوڑا تھا لیکن ایک دو صدی کے بعد وہ خود ہی اس دنیا سے ناپید ہوگئے اور ان کا یہ فتنہ بھی اپنی موت آپ مر گیا تھا۔

ہزار سال سے زیادہ گزر جانے کے بعد پھر مسلمان کہلانے والے لوگوں کی بے راہ روی اور نکتہ چینی حد سے بڑھی اور انہوں نے بھی وہی طریقہ اپنایا جو عقل و خرد سے بعید تھا اور اس سلسلہ میں وہ دراصل مستشرقین کے ریزہ خوار اور زلہ ربا تھے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو اسلام کو بے بنیاد ثابت کیا جائے ، یا پھر اسکی بنیادوں میں وہ خامیاں بیان کی جائیں جس سے اسلامی تعلیمات کی حقیقت ایک افسانہ کے سوا کچھ بھی نہ رہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے ہر حربہ استعمال کیا۔

---

۲۵۔ پارہ ۲۷ ع النجم،

چونکہ اس خبیث مقصد میں عیسائی اور یہودی ہم پیالہ وہم نوالہ تھے لہذا دونوں نے مل جل کر سرتوڑ کوششیں شروع کیں اور علوم اسلامیہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ بے سروپا اعتراضات کی بوچھار بھی شروع کردی۔

سب سے پہلے انہوں نے نشانہ تنقید قرآن عظیم کو بنایا کہ اسلامی تعلیم کا یہی اصل منبع تھا، ایک عرصہ گذر گیا اور وہ یہی ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ یہ کوئی الہامی کتاب نہیں بلکہ یہ مسلمانوں کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خودساختہ کلام ہے۔ اور اس میں تغیروتبدل ممکن ہے۔ لیکن طویل مدت گذرجانے کے باوجود وہ اس میں کوئی تبدیلی نہ لاسکے۔ کیونکہ قرآن عظیم کی حفاظت کا ذمہ خود خداوند قدوس نے لیا تھا، جواس میں تبدیلی کی راہیں پیدا کرنے کی کوشش کریگا وہ خود ہی خائب وخاسر رہیگا۔ بہت لوگوں نے اس قبیح فعل کا ارتکاب کیا تو دنیا نے ان کا عبرتناک انجام دیکھا۔

مستشرقین نے جب اس میدان میں اپنے کو شکست خوردہ پایا تو دوسرا حملہ انہوں نے احادیث مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر کیا۔

اس سلسلہ میں انہوں نے اسلامی ذخیرہ کا شب وروز مطالعہ کیا، اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اگرچہ انکا ایمان نہیں ہے لیکن اپنے اسلاف کی طرح اتنا ضرور جانتے ہیں کہ یہ آخری رسول ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ رسول کا دامن کبھی جھوٹ سے داغدار نہیں ہوتا۔ رسول کا فرمان حق ہوتا ہے اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اور تجربہ نے یہ بھی انہیں بتادیا کہ مسلمان کبھی بھی اپنے رسول کے فرامین کا منکر نہیں ہوگا اور وہ اپنا سب کچھ قربان کر کے بھی سنت رسول سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں ہوگا۔ پھر بھی وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے چنانچہ مستشرقین میں سب سے پہلے ایک یہودی مستشرق گولڈزیہر نے حدیث کے خلاف زہرافشانی کی۔

مولانا پیر کرم شاہ ازہری لکھتے ہیں۔

گولڈزیہر نے اپنے بے بنیاد خیالات کا اظہار اپنی کتاب دراسات محمدیہ میں کیا ہے جو ۱۸۹۰ء میں جرمن زبان میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد حدیث پر تحقیق کیلئے یہ کتاب اہل مغرب کی بنیادی دستاویز بن گئی۔ بیشتر مستشرقین اس کتاب کے حوالے سے

اپنے نتائج فکر پیش کرتے رہے۔

پروفیسر شاخت نے فقہی احکام سے متعلق احادیث پر کام کیا، گلیوم کی "ٹریڈیشنز آف اسلام" وجود مین آئی جو گولڈزیہر کی تحقیقات کا چربہ تھی، مارگولیتھ نے گولڈزیہر کے افکار کی روشنی میں اپنے نظریات پیش کیے، علاوہ ازیں دوسرے مستشرقین مورست، فون کریمر، موبر، کیتانی اور نکسن وغیرہ نے بھی اس میدان میں اپنے نتائج فکر بیان کیے ہیں جو سارے کے سارے کم وبیش گولڈزیہر ہی کی صدائے بازگشت ہیں۔(۲۶)

دراسات محمدیہ کے تعلق سے مولانا موصوف یوں وضاحت کرتے ہیں کہ فاضل گولڈزیہر کی حدیث کے متعلق تحقیقات کا نچوڑ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے۔

گولڈزیہر احادیث پاک کو پہلی اور دوسری صدی ہجری میں اسلام کے دینی، تاریخی اور اجتماعی ارتقاء کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔لہذا گولڈزیہر کے نقطۂ نگاہ سے حدیث کو اسلام کے دوراول یعنی عہد طفولیت کی تاریخ کیلئے قابل اعتماد دستاویز قرار نہیں دیا جاسکتا۔کیونکہ حدیث ان کوششوں کا نتیجہ ہے جو اسلام کے دور عروج میں اسلام کے ارتقاء کیلئے کی گئیں۔

گولڈزیہر اس بات پر بڑے پرزور دلائل پیش کرتا ہے کہ اسلام متحارب قوتوں کے درمیان ارتقائی منازل طے کرتا ہوا منظم شکل میں رونما ہوا۔وہ حدیث کے تدریجی ارتقاء کی بھی تصویر کشی کرتا ہے اور بزعم خویش نا قابل تردید دلائل سے یہ ثابت کرتا ہے کہ حدیث کس طرح اپنے زمانہ کی روح کا عکس تھا اور کس طرح مختلف نسلوں نے احادیث کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کیا اور کس طرح اسلام کے مختلف گروہ اور فرقے اپنے اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے موسس اسلام کا سہارا لیتے تھے اور کس طرح انہوں نے ایسی باتوں کو اپنے رسول (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کی طرف منسوب کیا جو انکے موقف کی حمایت کرتی تھیں۔(۲۷)

مزید لکھتے ہیں۔

گولڈزیہر نے حدیث پاک کے متعلق جو زہرافشانیاں کی ہیں ان کا خلاصہ ڈاکٹر محمود حمدی زقزوق نے مصطفی السباعی کے حوالے سے ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

---

۲۶۔ ضیاء النبی ۱۹/۷

۲۷۔ ضیاء النبی ۱۸/۷

اس طرح اموی دور میں جب امویوں اور علمائے صالحین کے درمیان نزاع نے شدت اختیار کی تو احادیث گڑھنے کا کام ہیبت ناک سرعت سے مکمل ہوا۔ فسق وارتداد کا مقابلہ کرنے کیلئے علماء نے ایسی احادیث گڑھنی شروع کردیں جو اس مقصد میں انکی مدد کرسکتی تھیں۔ اسی زمانہ میں اموی حکومت نے بھی علماء کے مقابلے میں یہ کام شروع کردیا، وہ خود بھی احادیث گڑھتی اور لوگوں کو بھی ایسی احادیث گڑھنے کی دعوت دیتی جو حکومتی نقطہ نظر کے موافق ہوں۔ حکومت نے بعض ایسے علماء کی پشت پناہی بھی کی جو احادیث گڑھنے میں حکومت کا ساتھ دیتے تھے، احادیث گڑھنے کا معاملہ سیاسی مسائل تک محدود نہ رہا بلکہ آگے بڑھکر دینی معاملات اور عبادات میں بھی داخل ہوگیا اور کسی شہر کے لوگ جن باتوں کو اپنے خیال کے مطابق نہیں سمجھتے تھے انکے خلاف حدیثیں گڑھ لیتے تھے، احادیث گڑھنے کا یہ کام دوسری صدی ہجری میں بھی جاری رہا۔ (۲۸)

ان اقتباسات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انکار حدیث سے متعلق کیسا خطرناک منصوبہ تیار کیا گیا اور پھر اسکو علی الاطلاق مسلمانوں کی ہوا وہوس، نفس پرستی اور جاہ طلبی کے نتیجہ میں رونما ہونے والا ایک افسانہ بناکر پیش کرنے کی مذموم کوشش کی گئی جبکہ سلاطین اسلام کی طرف جعلی احادیث کی نسبت تاریخ اسلام سے ناواقفی کا نتیجہ ہے۔ تفصیل آگے ملاحظہ کریں۔

گولڈ زیہر کی اس ساری خرفات میں صرف اتنی بات صحیح ہے کہ عہد قدیم میں کچھ لوگوں میں نیک نیتی اور کچھ نے بدنیتی کے ساتھ وضع حدیث کی کوشش کی لیکن یہ ساری جدو جہد رائیگاں گئی اور خیر القرون کے مبارک ومسعود ماحول نے ان سارے اقوال کو ذخیرۂ حدیث سے کانٹ چھانٹ کر الگ کردیا۔

یہ وہ دور تھا جبکہ دنیا ان نفوس قدسیہ سے خالی ہوچکی تھی جنہوں نے شمع رسالت سے بلا واسطہ اکتساب فیض کیا تھا، صحابہ کرام کا مقدس گروہ اپنے فیوض وبرکات، عشق وعرفان اور علم وآگہی کی روشنیاں پھیلا کر اس عالم فانی سے رخصت ہوچکا تھا لیکن انہوں نے اپنے پیچھے ایسے قدسی صفات نفوس چھوڑے تھے جنکے شعور وآگہی کا لوہا عامۃ المسلمین ہی نے نہیں بلکہ علم

دفضل کے کوہ شامخ اور اسلام کے بطل جلیل بھی مانتے تھے اور سلاطین وقت جنکی عزت وکرامت کے سامنے سرخمیدہ رہتے، اس جماعت کو تابعین اور ائمۂ مجتہدین کے نام سے تاریخ اسلام نے اپنے صفحات میں محفوظ کرلیا ہے۔ ان حضرات کی شبانہ روز یہی جدوجہد رہی تھی کہ حق کو باطل سے ممتاز کریں، احادیث صحیحہ کو موضوع اور من گڑھت اقوال سے جدا کرکے خط امتیاز قائم کردیں تاکہ آئندہ لوگوں کو سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنے میں دشواری نہ ہو۔

مستشرقین کا مطمع نظر تو واضح طور پر اسلام کی بیخ کنی ہے، کسی اصول وضابطۂ اسلامی میں اصلاح ہرگز مقصود نہیں ہوتی بلکہ ناصح بنکر تخریب کاری ان کا محبوب مشغلہ رہتا ہے۔

ذخیرہ حدیث میں موضوع روایات کی آمیزش آج مستشرقین کی کوئی اپنی تحقیق نہیں بلکہ ائمہ علم وفن روز اول ہی سے اس سے ہوشیار رہے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے جرح وتعدیل اور اسماء الرجال کا عظیم فن ایجاد کیا جسکے تحت تقریباً پانچ لاکھ راویان حدیث کی سیرت وسوانح تیار کی گئی جو تاریخ عالم میں اپنی مثال آپ ہے۔

وضع حدیث کی جانچ پرکھ کیلئے ان مضبوط و مستحکم دلائل کے ذریعہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیا گیا۔ مراتب حدیث متعین کئے اور ہر حیثیت سے کھرے کھوٹے کی تمیز کیلئے اصول وضع کئے گئے، بعد کے لوگوں نے ان سب کو باقاعدہ مدون کرکے رہتی دنیا تک کیلئے مشعل راہ بنادیا۔ انکے یہ اصلاحی کارنامے ہر دور میں عزت کی نگاہ سے دیکھے گئے اور برملا اعتراف کرنے میں کبھی کسی انصاف پسند شخص نے چون وچرا نہ کی۔

اس اجمال کی تفصیل قارئین آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیںگے، یہاں مجھے یہ بتانا ہے کہ انکار حدیث کا فتنہ کس انداز سے اٹھا تھا اور اب کہاں تک جاپہونچا۔ دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں سے شکایت ہی کیا، انکا وظیرہ اور روزمرہ کا معمول ہی یہ رہا ہے کہ اسلام کی ترقی میں رخنہ اندازی سے پیش آئے۔ کیونکہ علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت انکو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ ہاں ان لوگوں سے ضرور شکوہ ہے جوکلمہ تو اللہ ورسول کا پڑھتے ہیں لیکن ان اسلام دشمن طاقتوں سے مرعوب ہوکر انکی تحقیق کو اپنے لئے واجب الاذعان ماننا ہر فرض سے اہم فرض گردانتے ہیں، اگر کسی بیچارے مستشرق نے تعصب وعناد کی عینک لگاکر اپنی خودساختہ تحقیق پیش کردی تو اس کی ہاں میں ہاں ملانا اپنے لئے سرمایہ آخرت سمجھ لیتے ہیں۔ یہ لوگ خود اپنے آپ کو بھی فریب

دیتے ہیں اور امت مسلمہ کو بھی اپنے فریب میں مبتلا کرنے سے ایک آن نہیں تھکتے۔ ایسے لوگ رہبری کے بھیس میں رہزنی کرنے کے خوگر ہیں اس لئے ان سے ہوشیار رہنا ازبس ضروری ہے۔

منکرین حدیث بالفاظ دیگر اہل قرآن نے مستشرقین سے سیکھ کر ذخیرۂ احادیث پر کچھ تغیر وتبدل کے ساتھ اعتراضات کئے ہیں، اس جماعت کے سرخیل عبداللہ چکڑالوی، احمد دین امرتسری، اسلم جیراجپوری، محمد حسین عرشی اور غلام احمد پرویز وغیرہم ہیں۔

یہاں ان کے چند مشہور شبہات کے جواب مقصود ہیں تاکہ ہمارے قارئین ان سے خبردار اور ہوشیار رہیں۔ یہ شبہات منکرین کی کتاب ''دو اسلام'' وغیرہ سے ماخوذ ہیں۔

شبہ ۱۔ تمام فقہائے اسلام اس بات کو بالاتفاق مانتے ہیں کہ جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا جعلی حدیثوں کا ایک جم غفیر اسلامی قوانین کا ایک جائز اور مسلم ماخذ بنتا چلا گیا۔

جواب۔ یہ بات بالکل بے بنیاد اور سراسر خلاف واقع ہے کہ ائمہ فقہ اس بات پر متفق ہیں۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الآثار، اور آپکے تلامذہ میں امام ابو یوسف، امام محمد، امام حسن بن زیاد وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شاندار حدیثی خدمات سے اہل علم واقف ہیں اور آئندہ تفصیلات آرہی ہیں۔ ان حضرات کی جدوجہد نے روز اول ہی اس سیلاب پر بند باندھ دیا تھا کہ موضوع احادیث شرعی امور میں دخیل نہ ہونے پائیں۔ صحیح کو غلط بلکہ ضعیف تک سے جدا کر کے اس بات کی صراحت کردی گئی تھی کہ جملہ احادیث نہ استدلال میں مساوی ہیں اور نہ عمل میں۔ عقیدہ وعمل میں کام آنے والی احادیث کے مراتب متعین کردیئے گئے تھے، اور امام اعظم قدس سرہ کے شرائط تو بجائے خود اتنے سخت تھے کہ آج تک لوگوں کو یہ شکوہ ہے کہ انہوں نے احادیث رسول کا اکثر ذخیرہ لائق اعتنا ہی نہیں سمجھا، حالانکہ یہ بھی تعصب وعناد پر مبنی ہے، آئندہ آپ اسکی بھرپور وضاحت ملاحظہ کرینگے کہ حقیقت حال کیا ہے۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لاکھ احادیث سے مؤطا لکھی، علم حدیث کی عظمت اور کمال احتیاط دونوں ہی آپکو ملحوظ تھیں، اولاً نو ہزار احادیث پر مشتمل تھی لیکن آپ اسکو بار بار قرآن عظیم پر پیش کرتے رہے اور اب تعداد چھ سو سے کچھ اوپر ہے۔ پھر یہ کیونکر متصور کہ

اس میں جعلی حدیثیں ہونگی۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورآپکے اصحاب توعلم روایت ہی کے خوگر تھے، پوری زندگی نشر حدیث وفقہ میں گذری۔

اورآخر میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنکی علم حدیث میں رفعت شان مسلم چیز ہے۔کہتے ہیں ساڑھے سات لاکھ احادیث کے حافظ تھے،ان سے آپکی مسند میں ستائیس ہزارایک سو احادیث ہیں۔

یہ ہے ائمہ اربعہ کی علم حدیث میں منصف مزاجی اوران کامحتاط رویہ، پھروہ کون فقہاء ہیں جنہوں نے جعلی حدیثوں کو ماخذ بنایا اورقانون اسلام کی حیثیت دی۔

ائمہ مذاہب اورحدیث وفقہ کی نابغۂ روزگار شخصیات میں سے کسی کانام پیش کئے بغیر بالعموم یہ حکم صادر کردینا ظلم ہے اوروہ حضرات اس سے بہت بلند تھے۔ہاں یہودونصاری کے نام نہاد محققین مستشرقین کی طرف سے ایساالزام ہوتا تو ان سے جائے شکایت ہی کیا انہوں نے توجلیل القدر صحابہ کرام مثل ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورعظیم ائمۂ حدیث مثل امام بخاری علیہ رحمۃ الباری وغیرہم کوبھی نہ چھوڑا،انکوبھی نشانہ تنقید بنایا،توکیاہم اہل اسلام انکی خاطر اپنے اصول اوراپنی حقیقی تاریخ سے دست بردار ہوجائینگے؟ آئندہ اوراق میں آپ ان اساطین ملت کی خدمات جلیلہ پر مشتمل تفصیلات پڑھکر خود فیصلہ کرلیں گے۔

واقعہ یوں ہے کہ جس وقت سے جعلی حدیثیں ظاہر ہوناشروع ہوئیں اسی وقت سے محدثین،ائمہ مجتہدین اورفقہائے عظام نے اپنی تمام ترکوششیں اس چیز پربھی مرکوز رکھیں کہ یہ گندانالہ اسلامی قوانین کے سوتوں میں نفوذ نہ کرنے پائے۔ویسے توہرطرح کی احادیث کی چھان بین شروع ہوئی لیکن وہ احادیث خصوصی توجہ کا مرکز بنیں جن سے عقائد شرعیہ اصلیہ اوراحکام فرعیہ فقہیہ متعلق تھے۔اسلامی عدالتوں کے قاضی بھی اس معاملہ میں کسی طرح کی فروگذاشت سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ سخت چوکنے رہتے تھے۔

شبہ ۲۔ جھوٹی حدیثیں خود محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر ہونا شروع ہوگئی تھیں۔

جواب۔ یہ شبہ بھی بے بنیاد ہے۔ یوں تو گھر بیٹھے خیالی پلاؤ کوئی بھی پکا سکتا ہے لیکن

اس سے حقیقت نہیں بدلتی۔ اس دور پر آشوب میں ایک آزاد خیال شخص کیا کچھ نہیں کہہ سکتا جبکہ واقعی اور حقیقی چیزوں کا منہ چڑانے میں اس خیر القرون میں بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی گئی۔ کہنے والوں نے تو یہ بھی کہا تھا کہ یہ قرآن کلام الٰہی نہیں بلکہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا اپنا کلام ہے۔ عقل وخرد سے کام لینا سب کو نصیب نہیں ہوتا۔

قابل غور ہے یہ بات کہ جب وہ صحابہ کرام جنکا عشق رسول اس نہایت کو پہونچا ہوا تھا کہ مجلس رسول میں بیٹھکر ادب رسول کا لحاظ اس حد تک کرتے کہ ان کا سکوت وجمود سر اٹھانے تک کی اجازت نہ دیتا اور ایسا محسوس کیا جاتا گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، وہ مقدس جماعت کبھی ایسا کر سکتی تھی کہ عمداً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کردے۔ جبکہ دوسری طرف انہوں نے یہ فرمان واجب الاذعان سن رکھا تھا کہ:۔

ومن كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار (۲۹)

جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنایا۔

یہ ہی وجہ تھی کہ بہت صحابہ کرام نہایت احتیاط سے کام لیتے اور احادیث کی روایت میں محتاط رویہ اپناتے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو روایت حدیث کے وقت بہت مواقع پر لرزہ براندام ہوجاتے کہ مبادا ہم سے کوئی لغزش ہوجائے، آپ مکثرین صحابہ کرام میں شمار نہیں کئے گئے حالانکہ اولین سابقین میں ہیں، سفر وحضر میں ساتھ رہے بعض صحابہ آپکو اہلبیت نبوت سے سمجھتے تھے، صاحب النعل والوسادۃ مشہور تھے، پھر بھی آپکی مرویات ایک ہزار کی تعداد کو نہ پہونچیں، یہ اسی غایت احتیاط کا نتیجہ تھا۔

ہاں ایسا ممکن کہ کوئی سرپھرا منکر رسالت صرف بدنام کرنے کی غرض سے ایسا کرگذرے اور حضور کی جانب آپکی حیات مقدسہ میں غلط بات منسوب کردے اور حضور کو اطلاع نہ دی گئی ہو تو پھر اسکی ذمہ داری نہ حضور پر ہے اور نہ صحابہ کرام پر۔ لیکن یہ ہمت کرنا بھی کوئی معمولی کام نہیں تھا۔ اس طرح کا بس ایک آدھ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ:۔

زمانہ جاہلیت میں ایک شخص مدینہ کے گردونواح میں بسنے والے ایک قبیلہ بنولیث کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا، انہوں نے انکار کردیا، ہجرت کے اوائل میں وہ شخص جبہ ودستار

---

۲۹

سے آراستہ اس قبیلہ میں پہونچا اور کہا: مجھے حضور نے اس قبیلہ کا حاکم بنایا ہے، قبیلہ والوں نے اسکو اپنے یہاں قیام کی اجازت تو دیدی لیکن پوشیدہ طور پر ایک شخص کو بارگاہ رسالت میں بھیج کر تحقیق کرائی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دشمن خدا ہے، اس نے جھوٹ بکا ،لہذا اسکو قتل کر دینا اور مردہ ملے تو اسکی لاش کو جلا دینا۔ یہ صاحب واپس ہوئے تو دیکھا کہ سانپ کے کاٹنے سے وہ شخص مر چکا ہے لہذا اسکی لاش کو جلا دیا گیا، حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔من کذب الخ۔(۳۰)

لیکن اس واقعہ کو وضع حدیث سے جیسا کچھ تعلق ہے وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

**شبہ ۴۔ بعد میں جھوٹی حدیثیں اتنی بڑھ گئیں کہ حضرت عمر نے اپنی خلافت میں روایت حدیث پر پابندی لگادی، بلکہ اس سے منع تک کر دیا۔**

**جواب۔** امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں تو جھوٹی حدیثیں نہیں گڑھی گئیں البتہ انکے عہد پاک کی طرف یہ نسبت ضرور کھلا جھوٹ اور من گڑھت ہے۔

دور فاروقی اسلام کے عروج وارتقاء کا وہ زرین عہد ہے جس میں مسلمانوں نے ہر اعتبار سے شاندار کامیابی حاصل کی، حضور کے زمانہ اقدس میں قرآن کریم کی اشاعت حجاز کے ایک خاص حصہ تک ہی رہی، قرآن عظیم کا کوئی یکجا نسخہ تیار نہ ہوا تھا کہ حضور کا وصال ہوگیا۔ دور صدیقی آیا اور اس فتنہ ارتداد ومنکرین زکوۃ کی ریشہ دوانیوں نے قرآن کی باقاعدہ نشر واشاعت کا موقع ہی نہ دیا۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ جنگ یمامہ میں کثیر تعداد میں قراء قرآن کی شہادت سے متاثر ہو کر صحابہ کرام کے مشورہ سے قرآن کریم یکجا ہوا اور یہ ذمہ داری حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپی گئی تھی۔ آپکے دور میں داخلی نظام کی اصلاح پر ہی زیادہ زور رہا۔

ہاں جب دور فاروقی آیا تو اس سے پہلے ہی اشاعت اسلام اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام کرنے کی راہیں ہموار ہو چکی تھیں، اب آپکے سامنے مفتوحہ علاقوں میں قرآن کی تعلیم کو عام کرنے کا مسئلہ تھا، آپ نے مجلس شوریٰ منعقد کر کے قرآنی تعلیمات کے عام کرنے کے ساتھ ساتھ احادیث نبویہ کی نشر واشاعت کیلئے خاص طور پر مشورہ کیا، سب کی رائے تھی کہ

۳۰۔ الکامل بن عدی، عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۴/۵۴

احادیث کو قلمبند کر کے سلطنت اسلامیہ میں اسکی بھی اشاعت ہو، مگر آپ ایک ماہ تک اسی پس وپیش میں رہے، استخارہ کیا اور پھر ایک دن آپ نے مجمع عام میں فرمایا۔

سنو! میں حضور کی سنتیں لکھوانے کا ارادہ رکھتا تھا مگر مجھے اب یہ باور ہو گیا ہے کہ تم سے پہلے ایک قوم ایسی بھی گذری ہے جس نے دوسری کتابیں لکھیں اور کتاب اللہ کو چھوڑ بیٹھی، لہذا میں ہرگز قرآن کے ساتھ دوسری چیز شامل نہیں کروں گا۔ (۳۱)

اگر قرآن کریم کے علم سے پہلے لوگوں کو روشناس نہ کرایا جاتا تو خطرہ تھا کہ قرآن کے ساتھ دوسری چیز خلط ملط کر کے بعض لوگ امتیاز نہ کر پاتے، یہ خدشہ خاص طور پر بدوی قبائل سے تھا۔ لہذا کتابت حدیث کو عمومی انداز میں پیش کرنے کی ممانعت ہوئی ایسا نہیں کہ خاص لوگوں کو بھی خاص مواقع پر منع کیا گیا تھا کہ واقعہ اس کے خلاف ہے، آئندہ صفحات میں ناظرین ملاحظہ کرینگے کہ کتنے صحابہ کرام تھے جنہوں نے احادیث لکھیں بلکہ خود فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھوائیں۔

یہ خاص صورت حال تھی جسکو بعض محققین یہ سمجھ بیٹھے کہ جعلی احادیث کا شیوع ہی کتابت کی ممانعت کا سبب تھا، جعل سازی کا تو اس دور خیر وصلاح میں دروازہ ہی نہ کھلا تھا۔

شبہ ۴۔ امام بخاری نے ۶ ؍ لاکھ حدیثوں میں سے صرف نو ہزار کو صحیح احادیث کی حیثیت سے منتخب کیا۔

جواب۔ کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے، بالفرض چھ لاکھ میں سے صرف نو ہزار ہی صحیح تسلیم کی جائیں تو اس سے یہ کب لازم آیا کہ سارا ذخیرۂ حدیث غیر معتبر اور موضوع یا مشتبہ ہے اور قرآن کے علاوہ کسی دوسری چیز پر اعتماد ہی نہ رہا۔

پہلے اسلامی قوانین میں جعلی حدیثوں کے ایک جم غفیر کے قائل تھے اور اب صرف امام بخاری سے منقول ۹ ؍ ہزار احادیث کو صحیح مان رہے ہیں، اگر امام بخاری کی صحیح بخاری جب اس حیثیت کی حامل ہے تو انکا یہ فرمان تسلیم کرنا بھی ناگزیر ہے فرماتے ہیں۔

ماادخلت فی کتاب الجامع الاماصح، وترکت من الصحاح لملال

---

(۳۱) تدریب الراوی، ۱۵۱ السنۃ قبل التدوین، ۳۱۰

الطول۔ (۳۲)

میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی حدیث داخل نہیں کی جو صحیح نہ ہو، مگر بہت سی حدیثیں چھوڑ دی ہیں تا کہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔

نیز فرماتے ہیں۔

میں نے جو حدیثیں چھوڑ دی ہیں وہ میری منتخب کردہ حدیثوں سے زیادہ ہیں اور یہ کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث یاد ہیں۔ (۳۳)

اب حدیث کی دوسری عظیم کتاب کا حال سنئے، امام مسلم فرماتے ہیں:

لیس کل شیٔ عندی صحیح وضعته ھھنا یعنی فی کتابه الصحیح ،انما وضعت ھھنا ما اجمعوا علیه۔ (۳٤)

ایسا نہیں کہ جو احادیث میرے نزدیک صحیح ہیں وہ سب میں نے اپنی کتاب میں بیان ہی کردی ہیں، البتہ اس کتاب میں انہیں احادیث کو بیان کیا ہے جن پر ائمہ حدیث کا اجماع ہے۔

امام ابن صلاح شہرزوری فرماتے ہیں:۔

غالبا انکی مراد یہ ہے کہ میرے نزدیک جن احادیث کی صحت پر اجماع ہے وہ میں نے اپنی کتاب میں بیان کردی ہیں۔

نیز امام مسلم فرماتے ہیں۔

میں نے اپنی کتاب میں جو روایتیں کی ہیں ان کو میں صحاح کہتا ہوں۔ مگر میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ جو روایت میں نے نہیں لی ہے وہ ضعیف ہے۔ (۳۵)

یہ ہی حال صحاح کی دوسری کتابوں کا ہے، کوئی آج تک یہ دعوی نہ کرسکا کہ فلاں کتاب میں تمام صحیح احادیث جمع کردی گئی ہیں اور صرف اتنی صحیح ہیں باقی سب غلط وموضوع اور بے بنیاد و باطل محض ہیں۔

---

۳۲۔ مقدمه ابن الصلاح، ۱۰

۳۳۔ تاریخ بغداد للخطیب، ۸/۲

۳٤۔ مقدمه ابن الصلاح، ۱۰

۳۵۔ تدریب الراوی، ۱۹۶/۲

ہاں یہ سوال واقعی اہم ہے کہ آخر احادیث وضع کیوں کی گئیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ حدیث وضع کرنے کا طریقہ یوں نکالا گیا کہ اہل اسلام کے نزدیک حدیث کو حجت تسلیم کیا جاتا تھا اور قرآن کریم سے اسکی حجیت کی سند مل چکی تھی، لہذا حضور کی طرف غلط بات منسوب کر کے لوگ کوئی نہ کوئی فائدہ اٹھانا چاہتے تھے، اگر آج کے منکرین حدیث کی طرح انکی نظر میں بھی حدیث کی کوئی حیثیت نہ ہوتی تو کسی کو کیا پڑی تھی کہ وضع احادیث کی زحمت اٹھاتا اور گناہ بے لذت میں مبتلا ہوتا۔

دنیا کی جعل سازی اور فریب کاری میں بھی اس چیز کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ مثلا ہندوستان میں جعلی نوٹ وہی بنائے جاتے ہیں جنکا چلن عام ہو، کوئی بھی اس طرف توجہ نہیں دیتا کہ وہ سکے ایجاد کئے جائیں جو کسی زمانہ قدیم میں چلتے تھے، آخر جعلی ساز کی اس سے کیا غرض وابستہ ہو سکتی ہے۔

فرض کرو کوئی اس ملک میں یہ دھندا شروع کر دے اور جعلی نوٹوں کو چھاپ کر اصلی کرنسی میں گڈمڈ کر ڈالے اور جب یہ راز فاش ہو تو چند ملک کے غدار وفاداری کا رول ادا کرتے ہوئے یہ تحریک شروع کر دیں کہ چونکہ کرنسی مشتبہ ہو چکی ہے لہذا سارا سرمایہ نذر آتش کر دیا جائے۔ تو کیا ان کا یہ استدلال کوئی عاقل تسلیم کرنے کو تیار ہوگا؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ عاقل تو کجا احمق بھی ملک کے اس اثاثہ کو لٹتے اور برباد ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ ہر طرف سے یہ ہی آواز اٹھیگی جو لوگ ایسا مشورہ دیتے ہیں وہ غدار وطن ہیں، ملک وملت کے باغی ہیں، ہاں سلطنت کے خیر خواہ اور ارباب حل وعقد یہ مشورہ ضرور دینگے کہ ان جعل سازوں کو پکڑا جائے اور کرنسی کی تحقیق میں ماہرین مصروف کار ہوں تا کہ صحیح کو غلط سے ممتاز کریں اور اصلی کو جعلی سے جدا کر کے ملک وملت کو تباہی سے بچالیں۔

یہ ہی حال کچھ ذخیرہ احادیث سے متعلق ایک دور میں پیش آیا تھا، جب وضع احادیث کا فتنہ اٹھا تو ماہرین علم وفن اٹھ کھڑے ہوئے اور دین ومذہب کی پاسبانی وحفاظت کے جذبہ سے سرشار ارباب فکر وفن نے ایک ایک واضع حدیث کا پتہ لگا کر اسکی نشاندھی فرمادی، کتنی جانفشانی اور جگر سوزی کا کام تھا جوان مردان حق آگاہ نے محض دینی وملی خدمت کے تحت انجام دیا۔ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے کہ ان حضرات نے تقریبا پانچ لاکھ افراد کی سوانح حیات مرتب

کی اور ہر ایک کے اقوال وافعال کو جرح وتعدیل کی حقیقی کسوٹی پر رکھکر پرکھا، احادیث کی صحت وسقم کو جانچنے کیلئے نہایت سخت اصول قائم کئے، جس شخصیت کو موضوع سخن بنایا جاتا اس پر بے لاگ تبصرہ ہوتا، قرابت داری کا کوئی لحاظ نہیں برتا جاتا، استاذ شاگرد کے تعلق کو بھی کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، راویان حدیث میں ملاقات تھی یا نہیں، راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک تھا یا نہیں، ان تمام چیزوں پر سیر حاصل بحث ہوتی، اس طرح ہر رخ سے اطمینان حاصل کر کے ذخیرۂ حدیث کو پورے طور پر نکھارا گیا جب کہیں جا کر موجودہ تدوین حدیث عمل میں آئی۔ یہ بھی یاد رہے کہ وہ زمانہ آج کے مواصلاتی نظام کے نظم ونسق کا زمانہ نہیں تھا، سفر کی یہ سہولتیں بھی میسر نہیں تھیں، لیکن دور دراز کے جانکاہ سفر طے کر کے انہوں نے ملت اسلامیہ کے تحفظ کی خاطر وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ آج محققین بھی انگشت بدنداں ہیں، اپنوں اور بیگانوں سب نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اسماء الرجال کا فن صرف مسلمانوں کی خصوصیت ہے، ورنہ اتنا عظیم فن ایجاد کرنا اس بے سروسامانی کی دنیا میں ممکن نہیں تھا۔

ان حالات میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ کوئی گوشہ ان سے مخفی رہا ہوگا، یا عمداً انہوں نے کسی شخصیت سے چشم پوشی کی ہوگی؟ پھر یہ کہاں سے سمجھ لیا گیا کہ سارا ذخیرہ حدیث بے معنی ومہمل ہے اور غلط وباطل۔ کیا ایک ہزار سال کے بعد اشتباہ کی کوئی وقعت رہ جاتی ہے جبکہ تدوین حدیث سے علماء وحفاظ تیسری چوتھی صدی تک مکمل طور پر فارغ ہو چکے تھے اور بعد کے ائمہ ومحققین اسی تحقیق پر اعتماد کرتے آئے۔

شبہ۔۵۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث لکھنے کو منع فرمادیا تھا، فرماتے ہیں: لاتکتبوا عنی، ومن کتب عنی فلیمحہ، وحدثوا ولاحرج۔ نیز حضور کے زمانے میں اور آپکے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں قرآن تو محفوظ کیا گیا لیکن حدیث کی حفاظت کا کوئی اہتمام نہ تھا۔ صحابہ اور تابعین کے زبانی حافظوں تک محدود رہیں کبھی اتفاقیہ طور پر وہ کسی کے سامنے کوئی روایت بیان کردیتے تھے،

جواب۔ یہ تین شبہات ہیں اور منکرین حدیث نے مستشرقین کی اتباع میں بلادلیل پیش کئے ہیں۔ خیر خواہی مسلمین کا یہ انداز کوئی نیا نہیں، ہاں جب کوئی شخص اسلام کا لیبل لگا کر کہے تو تعجب خیز ضرور ہے۔ اختلاف امت بعض اوقات بعض چیزوں میں کوئی بری چیز نہیں جبکہ

دلائل طرفین واقعی حیثیت رکھتے ہوں، اس طرح کے نمونے اسلامی لٹریچر میں بکثرت موجود ہیں، لیکن کسی دلیل کا سہارا لئے بغیر یکطرفہ فیصلہ کر دینا معقول نہیں ہوتا۔

یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کتابت حدیث کی ممانعت آئی لیکن یہ وقتی تھی اور بسا اوقات خود حضور نے اسکا حکم دیا اور اپنے حضور بھی بہت احکام لکھوائے۔ تفصیل آرہی ہے۔

دوسری چیز یہ کہ جس حدیث میں کتابت کی ممانعت ہے اسی میں زبانی روایت کی واضح طور پر اجازت بھی ہے۔ پھر یہ کہ حفاظت حدیث کتابت ہی پر موقوف ہے۔ زبانی روایت سے کیا حفاظت ناممکن چیز ہے؟ بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اصل محافظت اسی وقت ممکن ہے جبکہ پہلے حفظ وضبط کا پورا اہتمام مقصود رہا ہو ورنہ محض کتابت کو مدار حفاظت قرار دیا جائے تو علوم وفنون کا خدا حافظ۔ خاص طور پر اس ماحول میں جبکہ کتابت کا رواج نہ پڑا ہو اور عموماً لوگ لکھنے کے عادی نہ رہے ہوں۔ ورنہ اصلی وجہ ممانعت وہی تھی کہ قرآن کو حدیث سے ممتاز رکھنا مقصود تھا کہ لوگ اختلاط سے کام نہ لیں۔ اس موضوع پر مکمل بحث تدوین حدیث اور حفاظت حدیث کے تحت آرہی ہے، یہاں مجملاً اتنا کافی ہے کہ حضور کا عہد پاک ہو یا صحابہ وتابعین کا زمانہ ان تمام ادوار میں کتابت کا کام بھی جزوی طور پر رہا ہے جس پر اعتراض کے ساتھ ساتھ بعد میں معترضین کو بھی اعتراف کرنا پڑا اور جن حضرات نے اسباب ہوتے ہوئے بھی یہ عظیم کام نہ کیا انکی مصلحتیں اپنی جگہ اہم تھیں، بعد کے محدثین نے کتابت کے ذریعہ حفاظت وتدوین کا کام انجام دیا وہ اس وقت کے ماحول کے عین مطابق تھا۔

**شبہ ۶**۔ حدیث کی جمع وتدوین ایک سو سال کے بعد عمل میں آئی جبکہ ان کا ریکارڈ قابل حصول نہیں رہا تھا۔

**جواب**۔ اس انوکھی نگارش کو کونسی تاریخ کا نام دیا جائے؟ تاریخ نویسی یا تاریخ سازی۔ اگر ایک انصاف پسند غیر متعصب واقعی تاریخ اٹھا کر دیکھنا چاہے تو آج بھی وہ لٹریچر محفوظ ہے، اور عہد نبوی سے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز تک، اور انکے دور سے تدوین حدیث کے آخری مرحلہ تک سب کچھ آپ کو کتابوں میں ثبت ملیگا، ایک دن بھی ایسا پیش کرنا ناممکن ہے جس میں کتابت سے لیکر تدوین تک کوئی انقطاع ہوا ہو۔

**شبہ ۷**۔ احادیث میں شدید اختلاف ہے، لہذا قابل عمل نہیں۔

جواب۔ منکرین حدیث کو جب کچھ نہیں ملتا تو وہی پرانی رٹ لگاتے ہیں کہ احادیث میں اسقدر اختلاف ہے جسکا ارتفاع ناممکن، الفاظ و معانی کے اختلاف نے سارا ذخیرہ غیر معتمد بنا دیا ہے۔

ان چیزوں کی تفصیل تدوین حدیث کے ضمن میں ملاحظہ کرسکتے ہیں لیکن اس بات پر خاص توجہ رکھیں کہ پھر تو قرآن کے اختلاف قرأت اور معانی مراد میں تعدد اقوال کے پیش نظر کلام اللہ کو بھی یہ لوگ مخدوش قرار دینے میں کوئی ننگ و عار محسوس نہیں کرینگے۔ کتنے واقعات قرآن کریم میں مکرر ہیں لیکن الفاظ کا اتحاد کیا ہر جگہ موجود ہے؟ پھر کوئی عقل وخرد سے نابلد تہی دامن قرآن کریم کی حقانیت کا منکر ہو جائے تو یہ منکرین حدیث اسکا کیا کرلیں گے۔

علمائے کرام ومحدثین عظام نے احادیث کریمہ کے ظاہری اختلاف وتعارض کو دفع کرنے کیلئے کیا مستقل تصانیف نہیں کیں؟ امام سیوطی نے اس طرح کے تقریبا سو علوم شمار کرائے جن سے حفاظت حدیث اور جمع وتدوین میں کام لیا گیا اور ہر فن میں محققین نے اپنی یادگار تصانیف چھوڑیں، دفع تعارض کیلئے علم تاویل الحدیث پر مشتمل کتابیں پڑھکر یہ فیصلہ کرنا کوئی دشوار امر نہیں تھا جس سے چشم پوشی کر کے علی الاطلاق یہ حکم لگا دیا گیا کہ احادیث باہم مختلف ہیں لہذا قابل عمل نہیں۔

امام ابن خزیمہ کہتے تھے۔

مجھے کسی ایسی دو احادیث کا علم نہیں جن میں باہم تعارض ہو۔

اس موضوع پر آپ نے ایک عظیم کتاب ''کتاب ابن خزیمہ'' کے نام سے لکھی جو اس فن میں آپکے تجر علمی کی واضح دلیل ہے۔

امام طحاوی کی ''شرح مشکل الآثار'' امام شافعی کی ''اختلاف الحدیث'' علامہ ابن قتیبہ کی ''تاویل مختلف الحدیث'' علامہ ابن جوزی کی ''التحقیق فی احادیث الخلاف'' اور علامہ ابوبکر محمد بن حسن بن فورک کی ''مشکل الحدیث'' یہ وہ کتابیں ہیں جو اس فن کا عظیم شاہکار ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ تعارض کی وجہ سے جب سارا ذخیرہ احادیث مسترد کر دیا گیا تو پھر کتابت حدیث کی اجازت وممانعت کے سلسلہ میں مروی احادیث کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جس طرح کا تعارض دوسری احادیث میں نظر آتا ہے وہ تو یہاں بھی ہے، پھر فیصلہ کیسے ہوا

کہ حدیث دلیل شرعی نہیں اور اس پر جزم کیسے کیا گیا کہ حضور کی جانب سے ممانعت وارد۔ اگر کوئی وجہ دفع تعارض کی نظر نہیں آتی تھی تو توقف کیا جاتا، یہ انکار حدیث کا کیا معنی۔

ہمارے یہاں تو جواب وہی ہوگا کہ تعارض ہی متحقق نہیں، بظاہر تعارض ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ متعارض احادیث میں عمل کی ترتیب یوں قائم کی گئی ہے۔

پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ کیا ایک دوسرے کیلئے ناسخ ہو سکتی ہے، اگر ہے تو ناسخ پر عمل ہوگا منسوخ کو چھوڑ دیا جائیگا۔

## بعض وجوہ نسخ یہ ہیں۔

۱۔ خود شارع نسخ کی وضاحت فرمائے۔

۲۔ باعتبار زمانہ تقدم و تاخر ہو۔

اگر نسخ کا علم نہ ہو سکے تو ترجیح کی صورتوں میں سے کسی کو اختیار کرینگے۔

بعض وجوہ ترجیح باعتبار متن یوں ہیں۔

۱۔ حرمت کو اباحت پر ترجیح ہوگی۔

۲۔ قول عام ہو اور فعل خصوصیت یا عذر کا احتمال رکھتا ہو تو قول کو فعل پر ترجیح ہوگی۔

۳۔ حکم معلول کو حکم غیر معلول پر ترجیح ہوگی۔

۴۔ مفہوم شرعی کو مفہوم لغوی پر ترجیح ہوگی۔

۵۔ شارع کا بیان و تفسیر غیر کے بیان و تشریح پر راجح ہوگا۔

۶۔ قوی دلیل ضعیف پر راجح ہوگی۔

۷۔ نفی اگر مستقل دلیل کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ اصل حال و حکم کی رعایت میں ہو تو اثبات کو نفی پر ترجیح ہوگی۔

## بعض وجوہ ترجیح باعتبار سند۔

۱۔ کسی سند کے راوی متعدد ہوں تو اسکو ایک راوی کی سند پر ترجیح حاصل ہوگی۔

۲۔ قوی سند ضعیف پر راجح ہوگی۔

۳۔ سند عالی سند نازل پر راجح قرار دی جائیگی بشرطیکہ دونوں کے روایت ضبط میں ہم پلہ

ہوں۔

۴۔ فقاہت میں فائق راوی غیر فقیہ رواۃ پر خواہ یہ سند عالی ہو راجح قرار پائینگے۔

۵۔ اتفاقی سند مختلف فیہ پر راجح رہیگی،

۶۔ اکابر صحابہ کی روایت اصاغر صحابہ پر راجح قرار دی جائیگی۔

یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں احادیث کو جمع کر کے عمل کرینگے۔

## بعض وجوہ جمع

۱۔ تنویع، یعنی دونوں عام ہوں تو الگ الگ انواع سے متعلق قرار دیا جائے۔

۲۔ تبعیض، یعنی دونوں خاص ہوں تو الگ الگ حال پر، یا ایک کو حقیقت اور دوسرے کو مجاز پر محمول کرنا۔

۳۔ تقیید، یعنی دونوں مطلق ہوں تو ہر ایک کے ساتھ ایسی قید لگانا کہ فرق ہو جائے۔

۴۔ تخصیص، یعنی ایک عام اور ایک خاص ہو تو عام کو مخصوص قرار دینا۔

۵۔ حمل، یعنی ایک مطلق اور ایک مقید ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کرنا بشرطیکہ دونوں کا حکم اور سبب ایک ہو۔

ان تمام تر تفصیلات کے بعد شاید ہی کوئی حدیث ملے جو حقیقی طور پر کسی دوسری حدیث سے متعارض ہو۔ ممانعت واجازت کی احادیث میں دفع تعارض کی تفصیل تدوین حدیث کے عنوان میں ملاحظہ کریں۔
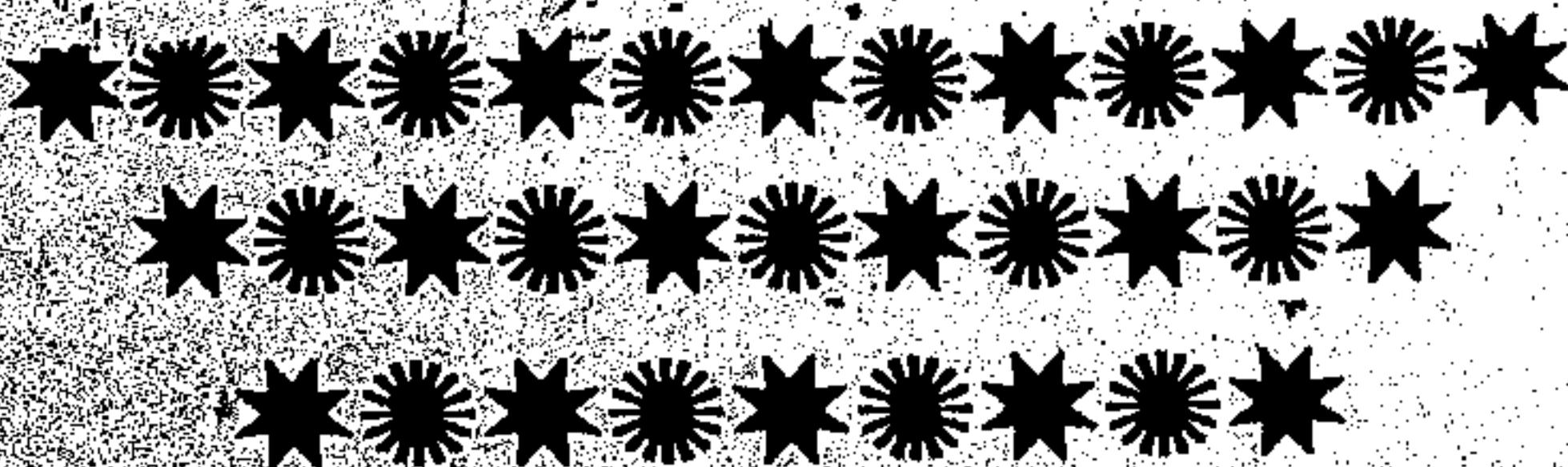
# حفاظت حدیث

گذشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ فرما چکے کہ علم حدیث کو حجت شرعی ہونے کی سند قرآن کریم سے ملی ہے۔ خداوند قدوس نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے آخری رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا اور ہر مسلمان کو اس پر عمل پیرا ہونے کی بدولت سعادت دارین اور فلاح ونجات اخروی کا مژدہ سنایا۔

اہل اسلام کی اولین جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ فرمان واجب الاذعان براہ راست حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تھا، لہذا شب وروز اپنے محسن اعظم اور ہادی برحق کے اشاروں کے منتظر رہتے، اقوال وافعال میں اپنے لئے نمونہ عمل تلاش کرتے، زیادہ وقت دربار رسول کی حاضری میں گذراتے اور آپکی سیرت وکردار کو اپنانا ہر فرض سے اہم فرض سمجھتے تھے۔ انکی نشست وبرخاست، خلوت وجلوت، سفر وحضر، عبادات ومعاملات اور موت وحیات کے مراحل سب سنت رسول کی روشنی ہی میں گذرتے اور انجام پاتے۔ احادیث کی حفاظت کا انتظام اس طرح انہوں نے روز اول ہی سے شروع کردیا تھا۔

صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ تعلیم بھی پائی تھی کہ اسلام میں رہبانیت نہیں، لہذا میری سنت اور اسوۂ حسنہ میں اپنے لئے نمونہ عمل تلاش کرو، (ترک دنیا کرکے بیوی بچوں اور والدین کو بے سہارا چھوڑ دینا اور دیگر اعزہ واقرباء سے کنارہ کشی اختیار کرلینا مستحسن نہیں) اس چیز پر حضور اکرم نے صحابہ کرام کو ایک موقع پر نہایت تاکیدی انداز سے متنبہ بھی کیا تھا، کہ تم پر تمہارا بھی حق ہے اور تمہارے والدین اور بیوی بچوں کا بھی۔ لہذا روزہ رکھو تو افطار بھی کرو، عبادت کرو تو آرام بھی کرو الخ کہ یہ سب میری سنت ہیں۔ گویا حضور نے اپنی امت کیلئے عمومی قانون یہ ہی بنایا کہ دنیا نہ چھوڑیں بلکہ دنیا کو اس انداز سے اختیار کریں کہ وہ دین بن جائے اور یہ اسی وقت متصور ہے جب حضور کے اسوۂ حسنہ پر عمل ہو۔ البتہ بعض لوگوں کیلئے معاملہ برعکس تھا جس پر حضور نے کبھی انکار نہ فرمایا۔

## صحابہ کرام نے شب وروز در رسول پر حاضر رہ کر حدیث وسنت کو محفوظ کیا

صحابہ کرام بسا اوقات دن میں تجارت اور کھیتی باڑی میں مشغول رہتے تھے، لہذا جنکو

روزانہ حاضری کا موقع نصیب نہ ہوتا تو وہ اس دن حاضر رہنے والے حضرات سے کسی جدید طرز عمل اور اس دن کی مکمل کارکرگی سے واقف ہونے کیلئے بے چین رہتے۔ بعض دیوانۂ عشق ومحبت وہ بھی تھے جنہوں نے خانگی الجھنوں سے سبکدوشی بلکہ کنارہ کشی اختیار کرکے آخر وقت تک کیلئے یہ عہدو پیان کرلیا تھا کہ اب اس درکو چھوڑ کر نہ جائینگے، اصحاب صفہ کی جماعت اس پر پوری طرح کار بند رہتی اور شبانہ روز ان کا مشغلہ یہی رہ گیا تھا کہ جو کچھ محبوب کردگار سے سنیں یادرکھیں اور اسکو اپنی زندگی میں جذب کرلیں۔

اس جماعت کے سرگروہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو ذخیرۂ حدیث کے سب سے بڑے راوی شمار ہوتے ہیں، لوگوں کو انکی کثرت روایت پر کبھی تعجب ہوتا تو فرماتے۔

انکم تقولون ان اباهريرة يكثر الحديث عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وتقولون مابال المهاجرين والانصار لايحدثون عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بمثل ابى هريرة ؟ وان اخوتى من المهاجرين كان يشغلهم الصفق بالاسواق، وكنت الزم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على ملأ بطنى، فاشهد اذاغابوا، واحفظ اذانسوا، وكان يشغل اخوتى من الانصار عمل اموالهم، وكنت امرأمسكينا من مساكيين الصفة اعى حين ينسون ۔(۳۶)

تم لوگ کہتے ہو کہ ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے، اور یہ بھی کہتے ہو کہ مہاجرین وانصار اتنی حدیثیں کیوں نہیں بیان کرتے، تو سنو، مہاجرین تو اپنی تجارت میں مصروف رہتے، اور انصار کا مشغلہ کھیتی باڑی تھا، اور میرا حال یہ تھا کہ میں صرف پیٹ پر حضور کی خدمت میں حاضر رہتا، جب انصار ومہاجرین غائب رہتے میں اس وقت بھی موجود ہوتا، اصحاب صفہ میں ایک مسکین میں بھی تھا، جب لوگ بھولتے تو میں احادیث یادرکھتا تھا۔

اسکی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ حضور نے آپکی یادداشت کیلئے دعا کی تھی جس کا اثر یہ ہوا کہ فرماتے ہیں۔

فمانسيت من مقالة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من شئ (۳۷)

---

۳۶۔ الجامع الصحيح للبخارى، كتاب البيوع ۱/۲۷۴ ☆ فواتح الرحموت مبحث التعارض، ۲/

۳۷۔ الجامع الصحيح للبخارى، كتاب البيوع ۱/۲۷۴

میں پھر کبھی حضور کی حدیث پاک نہیں بھولا۔

آپ سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں غزوۂ خیبر کے موقع پر حاضر ہوئے اور پھر آخر حیات مقدسہ تک حاضر بارگاہ رہے، آپ نے اس زمانہ میں کس طرح زندگی کے ایام گذارے، فرماتے ہیں۔

خداوند قدوس کی قسم! میں بھوک سے جگر تھام کر زمین پر بیٹھ جاتا اور پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا، منبر رسول اور حجرۂ مقدسہ کے درمیان کبھی چکرا کر گر پڑتا، لوگ سمجھتے میں پاگل ہوں حالانکہ یہ صرف بھوک کا اثر تھا، ان جانفشانیوں کے عالم میں بھی آپ نے حضور کے شب وروز کو اپنے قلب وذھن میں محفوظ کر لینے کا مشن جاری رکھا۔

اصحاب صفہ میں حضرت ابوہریرہ ہی تنہا نہ تھے بلکہ یہ تعداد مختلف رہتی اور کبھی کبھی ستر تک جاپہونچتی تھی۔ ان حضرات کا مشغلہ ہی یہ تھا کہ احادیث سنیں اور یاد کریں، سیرت وکردار ملاحظہ کریں اور اس کو اپنے لئے نمونہ عمل بنالیں اور دوسروں کو اسکی تبلیغ کریں۔

انکے علاوہ ہر دن آنے جانے والے صحابہ کرام کی تعداد کو کون شمار کرسکتا ہے، گردوپیش پروانوں کا ہجوم رہتا اور ماہ رسالت اپنی ضیاء پاشیوں سے سب کو مجلی ومصفی فرماتا۔ بعض حضرات روزانہ حاضری دینا لازم جانتے تھے اور بعض نے ایک دن بیچ حاضری کا التزام کرلیا تھا، لیکن انہوں نے ہر دن کی مجلس سے استفادہ کا طریقہ یوں اپنایا تھا کہ دو اسلامی بھائی آپس میں معاہدہ کرتے کہ آج آپ بارگاہ رسالت میں حاضر رہنا اور میں معاش کی تلاش میں رہونگا پھر کل میری باری ہوگی۔ شب میں ایک دوسرے کو اپنے مشاہدات سے باخبر کرتا اس طرح دن بھر کی معلومات میں ایک دوسرے کو اپنا شریک بنالیتا تھا۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہی حضرات میں سے ایک ہیں فرماتے ہیں۔

کنت انا وجارلی من الانصار فی بنی امیۃ بن زید وھی من عوالی المدینۃ، وکنا نتناوب النزول علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینزل یوما وانزل یوما فاذا نزلت جئتہ بخبر ذلک الیوم من الوحی وغیرہ، واذا نزل فعل مثل ذلک۔ (۳۸)

---

۳۸۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب التناوب فی العلم، ۱/۱۹

۳۸۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب التناوب فی العلم، ۱/۱۹

میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی عوالی مدینہ میں بنوامیہ بن زید کی بستی میں رہتے تھے، ہم دونوں حضور کی خدمت میں باری باری حاضر ہوتے، جس دن میں حاضری دیتا تو انکو وحی وغیرہ کے حالات سے باخبر کرتا اور دوسرے دن وہ آتے تو مجھ سے حالات بیان کردیتے۔

عام حالات میں بھی صحابہ کرام کا یہ معمول تھا کہ جو کچھ وہ سنتے یاد یکھتے اسکو اپنے تک ہی محدود نہیں رکھتے تھے بلکہ کسی دوسرے کو ضرور سنادیتے تھے تاکہ کتمان علم نہ ہو جسکو وہ گناہ تصور کرتے تھے۔

حدتو یہ ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن خلوت کی باتیں بھی صحابہ کو بتادیتی تھیں، کیونکہ ان سب کا یہی اعتقاد تھا کہ یہ سب کچھ بھی بلاشبہ شریعت ہیں۔ اگر ان کو چھپایا گیا تو پھر امت مسلمہ اپنے خانگی حالات اور خصوصی معاملات میں معلومات کیسے حاصل کرسکے گی۔ اسلام ایک مکمل دستور حیات بنکر آیا ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے، مہد سے لیکر لحد تک کے جملہ احکام قدم قدم پر رہنمائی کیلئے موجود ہونا ضروری تھے، لہذا ان حضرات نے اسی نقطۂ نگاہ سے زندگی کے کسی گوشہ کو تشنہ نہیں رہنے دیا۔

اس اجمالی تمہید کے بعد قارئین اسکی تفصیل میں جاکر ان تمام امور کا مشاہدہ اس دور کی مستند تاریخ وواقعات سے خود بھی کرسکتے ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ حفاظت حدیث کا فریضہ صحابہ کرام نے قول وعمل سے بھی انجام دیا اور لوح وقلم کے انمٹ نقوش کے ذریعہ بھی۔ یہاں قدرے تفصیل سے میں قارئین کے سامنے دونوں پہلو رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہمارے دعوی پر مضبوط اور مستحکم دلائل سے روشنی پڑسکے۔

بارگاہ رسالت سے بلاواسطہ اکتساب فیض کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز بتائی جاتی ہے۔(۳۹)

انکے صدق مقال اور حسن کردار میں کسی کو کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

قال ابن الصلاح : ثم ان الامة مجتمعة علی تعدیل جمیع الصحابة ومن

---

۳۹۔ الاصابة لابن حجر، ۳/۱

لابس الفتن ۔(٤٠)

امام ابن صلاح شہرزوری کہتے ہیں:۔

اس بات پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عادل وثقہ ہیں خواہ وہ باہم مشاجرات میں شریک رہے ہوں۔

مزید لکھتے ہیں:۔

ماجاء فی تعدیل اللہ ورسولہ للصحابۃ ،وانہ لایحتاج الی سؤال عنہم، وانما یجب فیمن دونہم ،کل حدیث اتصل اسنادہ بین من رواہ وبین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یلزم العمل بہ الابعد ثبوت عدالۃ رجالہ ،ویجب النظر فی احوالہم سوی الصحابی الذی رفعہ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،لان عدالۃ الصحابۃ ثابتۃ معلومۃ تبعدیل اللہ لہم، واخبارہ عن طہارتہم واختیارہ لہم فی نص القرآن ۔(٤١)

اللہ ورسول نے صحابہ کو یہ مقام ومنصب عطا فرمایا اسی لئے سند حدیث میں انکے بارے میں کچھ تحقیق وتلاش کی ضرورت نہیں ،ہاں انکے علاوہ راویان حدیث کے سلسلہ میں معلومات حاصل کرنا ضروری ہیں ،لہذا سلسلہ سند میں سب کی چھان بین کی جائیگی اور عمل کرنا لازم اسی وقت ہوگا جب رواۃ کی عدالت ثابت ہوجائے ،صحابہ کرام کے علاوہ سب کے حالات کا علم ہونا ضروری ہے، ہاں صحابہ اس سے مستغنی ہیں کہ انکی عدالت وطہارت خود اللہ رب العزت نے بیان فرمائی ہے تو انکے حالات سے بحث کی ضرورت ہی نہ رہی۔

جب انکی عدالت ونزاہت اجماعی طور پر مسلم تو انہوں نے جو کچھ رسول کی طرف منسوب کرکے فرمایا وہ بلاشبہ حق وصحیح ہے۔اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ مرسل صحابی سب کے نزدیک حجت ہے کیا اگر صحابی صغیر یا مؤخر الاسلام جو کچھ بیان کرتا ہے وہ کسی صحابی سے سنکر ہی بیان کرتا ہے اور اس امر میں سب برابر کہ حضور کی جانب غلط بات منسوب کرنا ان حضرات قدسی صفات سے متصور ہی نہیں۔

انکے اقوال وافعال کلی طور پر سنت رسول کا آئینہ تھے ،لہذا جو کچھ انہوں نے کہا یا کیا ان

---

٤٠۔ الاصابۃ لابن حجر، ١/٢٢

٤١۔ الاصابۃ لابن حجر، ١/٢٢

کے پاس ان تمام چیزوں کی سند قرآن وسنت ہی تھے، انکے اقوال غیر اجتہادی کے بارے میں تو فیصلہ ہو چکا کہ وہ حکما حدیث مرفوع ہیں ۔رہے اجتہادی مسائل تو انکی بابت بھی یہ ہی کہا جاتا ہے کہ وہ بھی سر چشمۂ رشد وہدایت ہیں ۔خود اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ۔(۴۲)

میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، ان میں سے جسکی اقتداء کروگے ہدایت پاؤگے،

## صحابہ کرام نے حصول حدیث کے لئے مصائب برداشت کئے

اس معیار پر جب انکی زندگیاں دیکھی جاتی ہیں تو ہر مسلمان بیساختہ یہ کہنے پر مجبور نظر آتا ہے کہ انکی تبلیغ وہدایت محض اللہ ورسول کی رضا کیلئے تھی اپنے نفس کو دخل دینے کے وہ ہرگز روادار نہ تھے، سنت رسول کی اشاعت اور اسکی تعلیم وتعلم میں انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کیا، کسی کو حکم رسول سنانے میں نہ انہیں کوئی خوف محسوس ہوتا اور نہ کسی سے حدیث رسول سیکھنے میں کوئی عار محسوس ہوتی تھی، انکے یہاں شرافت نسبی اور رفعت علمی بھی اس چیز سے مانع نہیں تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما خاندان رسول کے ایک اہم فرد تھے، کاشانۂ نبوت میں انکی حقیقی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا رہتی تھیں ۔وہاں شب وروز گذارنے کا بھی موقع ملتا تھا، انہوں نے کیا کچھ حضور سے نہیں سیکھا ہوگا۔حضور نے انکے لئے تفقہ فی الدین کی دعا بھی کی تھی ،لیکن ان تمام چیزوں پر تکیہ کرکے انہوں نے حضور کے وصال اقدس کے بعد اپنے آپ کو معطل نہیں سمجھ لیا تھا، خود فرماتے ہیں۔

میں نے ایک انصاری صحابی سے کہا: ہم حضور کی صحبت سے تو اب محروم ہوگئے ہیں لیکن اکابر صحابہ موجود ہیں چلو ان سے ہی حضور کی احادیث سنیں اور اکتساب علم کریں، وہ بولے،

یاابن عباس اتری الناس یحتاجون الیک وفی الناس من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ارے جناب رہنے دو، اتنے جلیل القدر اکابر صحابہ کی موجودگی میں کسی کو کیا پڑی ہے کہ

---

۴۲۔

ہم سے آکر مسائل پوچھے۔

لیکن ان صاحب کو کیا معلوم تھا کہ آگے چلکر چھوٹے ہی بڑے بن جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں: میں نے انکی نصیحت پر کان نہ دھرا اور مسلسل کوشش جاری رکھی، جس کے بارے میں مجھے علم ہوتا کہ انکے پاس حضور کی کوئی حدیث ہے تو میں انکے در دولت پر پہونچتا اور حدیث سنکر یاد کر لیتا۔ بعض حضرات کے پاس پہونچتا اور معلوم ہوتا کہ وہ آرام میں ہیں تو انکی چوکھٹ پر سر رکھکر لیٹ جاتا، ہواؤں کے تھپیڑے چلتے، گرد وغبار اڑکر میرے چہرے اور کپڑوں پر اٹ جاتا، لیکن میں اسی حال میں منتظر رہتا، وہ خود باہر تشریف لاتے تو اس وقت میں اپنا مدعا بیان کرتا، وہ حضرات مجھ سے فرماتے: آپ تو خاندان نبوت کے فرد ہیں، آپ نے یہاں آنے کی زحمت کیوں اٹھائی، ہمیں یاد کیا ہوتا ہم خود آپکے پاس پہونچتے، میں عرض کرتا: میں طالب علم ہوں، لہذا میں ہی اس بات کا مستحق ہوں کہ آپکی خدمت میں حاضری دوں۔ بعض حضرات پوچھتے، آپ یہاں کب سے ہیں تو میں وقت بتاتا جس پر وہ برہم ہوکر فرماتے، آپ نے اپنی آمد کی اطلاع ہمیں کیوں نہ کرادی کہ ہم فوراً آتے، میں عرض کرتا: میرے دل نے نہ چاہا کہ میں ازخود آپ کو بلاؤں اور آپ اپنی ضرورت میں ہوں۔

انکی اس جانفشانی اور عرق ریزی کا ثمرہ تھا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغر سنی کے باوجود ممتاز علمائے صحابہ میں جگہ دیتے۔

جب آپ مرجع انام بن گئے تو وہ انصاری صحابی بہت پچھتاتے اور کہتے تھے۔

کان ھذا الفتیٰ اعقل منی۔ (۴۳)

یہ نوجوان مجھ سے زیادہ عقلمند نکلا۔

## حفاظت حدیث کے لئے صحابہ نے دور دراز کے سفر کئے

حصول علم حدیث کیلئے صحابہ کرام کا طرز عمل اور جد وجہد کچھ انہیں پر منحصر نہیں، ایک ایک حدیث کی حفاظت وروایت کیلئے انہوں نے محنت شاقہ کی اور اس دولت کو حاصل کیا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں جنکو مدینہ ہجرت کرکے حضور کے تشریف لانے پر میزبانی کا شرف حاصل ہوا اور حضور کے شب وروز دیکھنے کا

---

۴۳۔

نہایت قریب سے موقع ملا۔

اس شرف کے حصول کے باوجود علم حدیث کیلئے انکی مساعی کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے۔

ایک حدیث آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی تھی لیکن اس میں کچھ شبہ محسوس ہوتا تھا، جس مجلس میں وہ حدیث سماعت کی تھی آپکے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دربار رسالت میں حاضر تھے لیکن ان کا قیام ان دنوں مصر میں تھا، باقی دوسرے سامعین کا حال کچھ نہیں معلوم ہوسکا۔ لہذا اس شبہ کو دور کرنے کیلئے آپ نے مصر کیلئے رخت سفر باندھ لیا اور چل پڑے، جذبہ شوق میں یہ والہانہ سفر طے ہوا اگر چہ اس وقت بڑھاپے کا عالم تھا، راستہ بھی نہایت دشوار گذار اور وہ بھی یک وتنہا، ان کلفتوں کو برداشت کرتے ہوئے طول طویل راستہ طے کیا اور مہینوں کی مسافت طے کر کے مصر پہونچے۔

اس وقت مصر کے گورنر حضرت مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ سیدھے پہلے انہیں کے یہاں پہونچے، امیر مصر نے بعد ملاقات دریافت کیا:۔

ماجاء بك ياابا ايوب !

اے ابوایوب کس لئے آنا ہوا۔

فرمایا:۔

میرے ساتھ ایک آدمی بھیجو جو مجھے عقبہ بن عامر کے مکان تک پہونچادے، چنانچہ ایک صاحب کو لے کر وہاں پہونچے، جب حضرت عقبہ کو معلوم ہوا تو دوڑ کر باہر آئے اور فرط شوق میں گلے سے لگالیا اور تشریف آوری کی وجہ پوچھی، فرمایا:

حديث سمعته رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يبق احد سمعه من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم غيري وغيرك في ستر المؤمن، قال عقبة: نعم، سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: من ستر مومنا في الدنيا على عورة ستره الله يوم القيامة، فقال ابو ايوب: صدقت، (٤٤)

ایک حدیث میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے اور اسکا سننے والا اب میرے اور آپکے سوا کوئی دوسرا دنیا میں نہیں ہے اور اس حدیث میں مسلمان کی پردہ پوشی کا

---

٤٤۔ جامع بيان العلم لا بن عبد البر، ٩٤ ☆ ضياء النبي ٧/٧٠٩

بیان ہے، حضرت عقبہ نے کہا: ہاں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے دنیا میں کسی مومن کی پردہ پوشی کی تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اسکے عیب نہیں کھولے گا۔ حضرت ابوایوب انصاری نے فرمایا: آپ نے سچ فرمایا۔

اسکے بعد کہتے ہیں: مجھے اس حدیث کا پہلے سے علم تھا لیکن کچھ شبہ ہوگیا تھا جسکی تحقیق کیلئے میں نے آپکے پاس سفر کیا۔

سبحان اللہ یہ بھی ان کی کمال احتیاط، اسکے بعد کیا ہوا سنئے۔

فاتی ابوایوب راحلته فرکبها وانصرف الی المدینة وماحل رحله ۔(٤٥)

حضرت ابوایوب نے اس حدیث کو سنتے ہی مدینہ شریف کی طرف مراجعت فرمائی اور مصر میں اپنی سواری کا کجاوہ بھی نہ کھولا۔

یعنی مصر آنے کا مقصد حدیث کے الفاظ کی تصدیق کے سوا کچھ نہ تھا،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان جلیل القدر صحابہ کرام میں شمار ہوتے ہیں جنکو مکثرین کہا جاتا ہے، آپ کے سلسلہ میں بھی اسی طرح کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

آپ نے ایک حدیث حضرت عبداللہ بن انیس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے سنی، شوق دامنگیر ہوا کہ خود ان سے یہ حدیث سنی جائے، آگے کا واقعہ خود انہیں کی زبان سے سنئے اور طلب حدیث میں انکی جانفشانی کی داد دیجئے۔ فرماتے ہیں۔

بلغنی حدیث عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فابتعت بعیرافشدد ت علیه رحلی ثم سرت الیه شهرا حتی قدمت الشام، فاذا عبداللہ بن انیس الانصاری فاتیت منزله وارسلت الیه ان جابرا علی الباب فرجع الی الرسول فقال: جابر بن عبداللہ، فقلت: نعم، فخرج الی فاعتنقته واعتنقنی، قال: قلت؛ حدیث بلغنی عنك انك سمعته من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقول: یحشر الناس یوم القیامة فینادیهم بصوت یسمعه من بعد کما یسمعه من قرب، انا الملك الدیان لاینبغی لاهل الجنة ان یدخل الجنة وواحد من اهل النار یطلبه بمظلمة حتی یقتصه منه حتی اللطمة ۔(٤٦)

---

٤٥۔ جامع بیان العلم لابن عبد البر، ٩٤ ١

٤٦۔ جامع بیان العلم لابن عبد البر، ٩٣ ضیاء النبی ٨٠/٧

اسد الغابة فی معرفة الصحابة للجزری، ١٧٨/٣

مجھے ایک حدیث کے بارے میں پتہ چلا کہ حضرت عبداللہ بن انیس انصاری اس حدیث کو بیان کرتے تھے، میں نے اسی وقت ایک اونٹ خریدا اور اس پر اپنا کجاوہ کسا اور ایک ماہ کا سفر طے کرکے ملک شام پہونچا، حضرت عبداللہ کے گھر پہونچ کر اطلاع کرائی کہ دروازہ پر جابر کھڑا ہے، قاصد نے باہر آکر کہا کیا آپ جابر بن عبداللہ ہیں، میں نے کہا: ہاں، یہ سنتے ہی آپ فوراً دولت خانہ سے باہر آئے اور فرط شوق میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوگئے، پھر میں نے اپنا مدعا بیان کیا، کہ مظالم کے سلسلہ میں ایک حدیث کے بارے میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، میں اس حدیث کو براہ راست نہیں سن سکا ہوں لہذا مجھے وہ حدیث سنائیں میرے آنے کا واحد مقصد یہی ہے فرمایا:۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: قیامت کے دن لوگ جمع ہونگے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی اور اسکو دور ونزدیک کے سب لوگ سنینگے، اللہ تعالیٰ فرمائیگا، میں ذرہ ذرہ کا حساب کرنے والا بادشاہ ہوں، کوئی جنتی اس وقت تک جنت میں نہیں جائیگا جب تک کسی دوزخی کا حساب اسکے ذمہ باقی ہے پہلے اسکا قصاص دے خواہ ایک تھپڑ ہی ہو۔

ایک ایک حدیث کے حصول کے لئے اتنے طویل سفر اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ حضرات صحابہ کرام نے حفاظت حدیث کا جو بیڑا اٹھایا تھا اسکو اپنے عمل وکردار سے سچ کرکے دکھایا، تاریخ عالم اس غایت احتیاط اور کمال تفحص کی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔

امام دارمی نے ایک واقعہ یوں بیان فرمایا۔

ان رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحل الی فضالۃ بن عبداللہ وھو بمصر فقدم علیہ وھو یمد لناقۃ لہ، فقال: مرحبا، قال: اما انی لم آتک زائراً ولکن سمعت انا وانت حدیثا من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجوت ان یکون عندک منہ علم۔ (۴۷)

ایک صحابی سفر کرکے حضرت فضالہ بن عبداللہ کے پاس مصر پہونچے، اس وقت حضرت فضالہ اپنی اونٹنی کیلئے چارہ تیار کر رہے تھے، کہتے ہیں: مجھے دیکھ کر بیساختہ انہوں نے خوش آمدید

---

۴۷۔ السنن للدارمی،

کہا، میں نے کہا: میں آپ سے محض ملاقات کیلئے نہیں آیا بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ میں نے اور آپ نے حضور سے ایک حدیث سنی تھی، امید ہے کہ آپکو یاد ہوگی وہ مجھے سناؤ،

اور حضرت ابوسعید خدری مشہور صحابی کے بارے میں تو کہا جاتا ہے:۔

ان ابا سعید رحل فی حرف ۔

حضرت ابوسعید خدری نے تو محض ایک حرف حدیث کی تحقیق کیلئے باقاعدہ سفر کیا۔

یہ تمام واقعات اور ان جیسے صدہا واقعات اس چیز کا بین ثبوت ہیں کہ صحابہ کرام کے درمیان احادیث کریمہ کے حفظ وضبط کا خصوصی اہتمام اور عام رواج تھا، ہر شخص ممکنہ حد تک اس بات کیلئے مستعد رہتا کہ سنت رسول کا علم جس طرح بھی ہو حاصل کیا جائے، اسکا آپس میں خوب ورد کیا جائے تاکہ سب لوگ اس سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

## صحابہ کرام آپس میں دورہ حدیث کرتے تھے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے احادیث سنکر آپس میں دور کرتے، ایک شخص بیان کرتا اور سب سنتے، پھر دوسرے کی باری آتی اور پھر تیسرا شخص سناتا، بعض اوقات ساٹھ ساٹھ صحابہ کرام ایک مجلس میں اسی طرح آپس میں دور کیا کرتے تھے، اسکے بعد جب مجلس سے اٹھتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حدیثیں ہمارے قلوب واذہان میں بودی گئی ہیں۔ (۴۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام کہیں بیٹھے ہوتے تو انکی گفتگو کا موضوع فقہ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں ہوتی تھیں، یا پھر یہ کہ کوئی آدمی قرآن پاک کی کوئی سورۃ پڑھے یا کسی سے پڑھنے کو کہے۔

## فاروق اعظم نے اشاعت حدیث کیلئے صحابہ کرام کو مامور فرمایا

دورۂ حدیث کے علاوہ انفرادی طور پر بھی حدیثیں یاد کرنے کا بڑا اہتمام تھا۔ حفاظت حدیث کا یہ شغل صرف عہد نبوی تک محدود نہیں رہا بلکہ عہد صحابہ میں حصول حدیث، حفظ حدیث اور اشاعت حدیث کا شوق اپنے جوبن پر تھا۔

---

۴۸۔ فیوض الباری، مصنفہ مفتی محمود احمد رضوی، ۱/۲۰

مستشرقین اور پھر انکے بعد منکرین حدیث نے اس بات پر خوب واویلا کیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے احادیث کی اشاعت پر سخت پابندی لگادی تھی اور کوئی انکے دور میں اس کام کو نہیں کرسکتا تھا، لیکن اس بے بنیاد الزام کی حقیقت قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں یہاں قدرے تفصیل سے اس مفروضہ کا ردو ابطال مقصود ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت اسلامی کے گوشے گوشے میں حدیث پاک کی تعلیم کیلئے ایسے صحابہ کرام کو روانہ فرمایا جنکی پختگی سیرت اور بلندی کردار کے علاوہ ان کی جلالت علمی تمام صحابہ کرام میں مسلم تھی، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفاء میں تحریر فرماتے ہیں۔

چنانکہ فاروق اعظم عبد اللہ بن مسعود را با جمعے بکوفہ فرستاد، ومغفل بن یسار وعبد اللہ بن مغفل وعمران بن حصین را بہ بصرہ، وعبادہ بن صامت وابو درداء را بشام، وبہ معاویہ بن سفیان کہ امیر شام بود قدغن بلیغ نوشت کہ از حدیث ایشاں تجاوز نہ کند۔

قرآن وسنت کی تعلیم کیلئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ مغفل بن یسار، عبد اللہ بن مغفل اور عمران بن حصین کو بصرہ۔ عبادہ بن صامت اور ابو درداء کو شام بھیجا۔ اور حضرت امیر معاویہ کو جو اس وقت شام کے گورنر تھے سخت تاکیدی حکم لکھا کہ یہ حضرات جو احادیث بیان کریں ان سے ہرگز تجاوز نہ کیا جائے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل کوفہ کو بھی ایک خط لکھا تھا جس میں تحریر فرمایا۔

انی بعثت الیکم عمار بن یاسر امیرا، وعبداللہ بن مسعود معلما ووزیرا، وهما من النجباء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ومن اهل بدر فاقتدوا بهما واسمعوا، وقد اثرتکم بعبد اللہ بن مسعود علی نفسی۔

میں تمہاری طرف عمار بن یاسر کو امیر اور عبد اللہ بن مسعود کو معلم بنا کر بھیج رہا ہوں، اور یہ دونوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بزرگ ترین صحابہ میں سے ہیں اور بدری ہیں، انکی پیروی کرو اور انکا حکم مانو، خاص طور پر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمہاری طرف بھیج کر میں نے تمہیں اپنے نفس پر بھی ترجیح دی ہے۔

علامہ خضری نے تاریخ التشریع الاسلامی میں مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

وقدقام فی الکوفة یأخذ منه اھلھا حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وھو معلمھم وقاضیھم۔

یعنی اسکے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدت تک کوفہ میں قیام پذیر رہے اور وہاں کے باشندے ان سے احادیث نبوی سیکھتے رہے، وہ اہل کوفہ کے استاذ بھی تھے اور قاضی بھی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بصرہ کی امارت پر حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا اور وہ وہاں پہونچے تو انہوں نے اپنے آنے کی غرض وغایت ان الفاظ میں بیان فرمائی۔

بعثنی عمر الیکم لاعلمکم کتاب ربکم وسنة نبیکم۔

مجھے حضرت عمر نے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حضور نبی کریم کی سنت کی تعلیم دوں۔ جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اسکے علاوہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی صوبوں کے حکام وقضاۃ اور عساکر اسلامیہ کے قائدین کو خط لکھتے تو انہیں کتاب اللہ اور سنت نبوی پر کاربند رہنے کی سخت تاکید فرماتے۔ آپ کا ایک تاریخی خط ہے جو آپ نے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارسال کیا تھا اس میں قاضی کے فرائض اور مجلس قضا کے آداب کو اس حسن وخوبی اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ اگر اسے اسلام کا بدترین دشمن بھی پڑھے تو جھوم جائے۔ دیگر امور کے علاوہ آپ نے انہیں یہ بھی تحریر فرمایا۔

ثم الفھم الفھم فیما ادلی الیک مما ورد علیک مما لیس فی قرآن ولا سنة ثم قایس الامور عندذلک۔

ان واقعات کا جن کے لئے تمہیں کوئی حکم قرآن وسنت میں نہ ملے فیصلہ کرنے کیلئے عقل اور سمجھ سے کام لو اور ایک چیز کو دوسری پر قیاس کیا کرو۔

آپ کا ایک مکتوب جو قاضی شریح کو روانہ کیا گیا اس میں آپ ان کیلئے ایک منہاج مقرر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اذا اتاك امر فاقض بما فی کتاب الله ، فان اتاك بما لیس فی کتاب الله فاقض بما سن فیه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ۔

جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو اس کا فیصلہ کتاب اللہ کے حکم کے مطابق کرو اور اگر کوئی ایسا واقعہ پیش ہو جس کا حکم قرآن میں نہ ہو تو پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں جب حج کرنے کیلئے گئے تو مملکت اسلامیہ کے تمام والیوں کو حکم بھیجا کہ وہ بھی حج کے موقع پر حاضر ہوں، جب وہ سب جمع ہو گئے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تقریر فرمائی۔

قال ایها الناس ! انی ما ارسل الیکم عما لالیضربو ابشارکم ولا لیأخذ وا اموالکم وانما ارسلهم الیکم یعلموکم دینکم وسنة نبیکم ، فمن فعل به شئ سوی ذلك فلیرفعه الی ،فوالذی نفس عمر بیده لاقصنه منه ۔

آپ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہاری طرف جو حکام بھیجے ہیں وہ اس لئے نہیں بھیجے تا کہ وہ تمہیں زدوکوب کریں اور تمہارے اموال تم سے چھینیں، میں نے انہیں صرف اس لئے تمہاری طرف بھیجا ہے تا کہ وہ تمہیں تمہارا دین اور تمہارے نبی کی سنت سکھائیں، حکام میں سے اگر تمہارے ساتھ کسی نے زیادتی کی ہو تو پیش کرو۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں عمر کی جان ہے میں اس حاکم سے قصاص لئے بغیر نہیں رہوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے محبوب وکریم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی نشر واشاعت اور تمام قلمرو اسلامی میں اس پر سختی سے عمل کرانے کی جو مساعی کیں یہ اس کا نہایت ہی مختصر خاکہ ہے لیکن اس سے کم از کم یہ حقیقت تو ہویدا ہو جاتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت امت پر قیامت تک فرض ہے اور اسی میں ان کی ترقی عزت اور ہیبت کا راز پنہاں ہے، اسی لئے تو آپ نے ملک کے گوشے گوشے میں جلیل القدر صحابہ کرام کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو ان کے رسول کی سنت کی تعلیم دیں اور حکام کو بار بار اتباع سنت کیلئے مکتوب روانہ فرمائے۔ (۴۹)

---

۴۹۔ سنت خیر الانام، مصنفہ پیر کرم شاہ ازہری، ۱۱۳

## صحابہ کرام نے اپنے عمل و کردار سے سنت رسول کی حفاظت فرمائی

حفاظت حدیث کی ذمہ داری سے صحابہ کرام اس منزل پر آکر خاموش نہیں ہو گئے کہ انکو محفوظ کر کے آرام کی نیند سو جاتے، ان کیلئے حدیث کے جملوں کی حفاظت محض تبرک کیلئے نہیں تھی جن کو یاد کر کے بطور تبرک قلوب و اذہان میں محفوظ کر لیا جاتا، بلکہ قرآنی تعلیمات کی طرح ان کو بھی وہ وحی الہی سمجھتے تھے جن پر عمل ان کا شعار دائم تھا۔

ہر شخص ان فرامین کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کرتا، ان کے لطیف احساسات سے لیکر طبعی خواہشات تک سب کے سب سنت مصطفوی کے پابند تھے، ان کی خلوتوں کا سوز و گداز، انکی جلوتوں کا خروش عمل، انکے شب و روز کے مشاغل اور انکے نالہائے شب دیجور سب میں سنت رسول کا عکس صاف طور پر دکھائی دیتا تھا۔

میں کسی ایک فرد کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ شمع نبوت کے پروانوں کا عموما یہی حال تھا، آج کی طرح دنیا ان پر غالب اور مسلط نہیں تھی بلکہ وہ ان تمام عوائق و موانع سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف اپنے محبوب کی یاد کو دل میں بسائے سفر و حضر میں اپنی دنیا کو انہیں کے ذکر سے آباد رکھتے تھے، ان کا عشق رسول ہر ارشاد کی تعمیل سے عبارت تھا۔

عبادات میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر ان کیلئے کوئی چارۂ کار ہی نہ تھا، لیکن انکی اتباع ہر اس کام میں مضمر ہوتی جو انکے رسول کی طرف کسی نہ کسی طرح منسوب ہوتا۔

کتب احادیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث پاک بیان کرتے وقت جس خاص ہیئت و وضع کو اختیار فرمایا ہوتا تھا تو راوی بھی اسی ادا سے حدیث روایت کرتا۔ مثلا احادیث مسلسلہ میں وہ احادیث جن کے راوی بوقت روایت مصافحہ کرتے، تبسم فرماتے یا کسی دوسری ہیئت کا اظہار کرتے جو حضور سے ثابت ہوتی۔

مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اداؤں کو اپنانا اور ان پر کاربند رہنا انکی زندگی کا جزء لاینفک بن چکا تھا، صحابہ کرام میں سنت رسول کی پیروی کا جذبہ اس حد تک موجود تھا کہ جس مقام پر جو کام حضور نے کیا تھا صحابہ کرام بھی اس مقام پر وہی کام کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں مشہور ہے کہ:۔

کان یتتبع آثارہ فی کل مسجد صلی فیہ ،و کان یعترض براحلتہ فی طریق رأی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض ناقۃ (۵۰)

جن جن مقامات پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالت سفر و حضر میں نمازیں پڑھیں تھیں حضرت عبداللہ بن عمران مقامات کو تلاش کر کے نمازیں پڑھتے ،اور جہاں حضور نے اپنی سواری کا رخ پھیرا ہوتا وہاں قصداً آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ سفر کے موقع پر اگر حضور نے کسی جگہ استنجاء فرمایا ہوتا تو آپ بغیر ضرورت اس جگہ اسی حالت میں بیٹھتے۔

اگر کسی وقت یہ حضور کی خدمت میں حاضر نہ رہتے تو ان اقوال وافعال کے بارے میں دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے پوچھتے اور اس پر عمل پیرا رہتے۔

امام مالک سے ایک دن انکے شاگرد یحیٰ بن یحیٰ نے پوچھا۔

اسمعت المشائخ یقولون : من اخذ بقول ابن عمر لم یدع من الاستقصاء شیئاً ؟ قال : نعم ۔(۵۱)

کیا آپ نے مشائخ کرام کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیروی کی اس نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں کوئی کوتاہی نہیں کی؟ بولے: ہاں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے نمونے چلتے پھرتے صحابہ کرام میں دیکھے جاتے اور ان کو دیکھکر صحابہ کرام حضور کی یاد تازہ کرتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں عبدالرحمٰن بن زید نخعی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا:

حدثنا باقرب الناس من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھدیاً ودلاً تلقاہ فناخذ عنہ ونسمع منہ (۵۲)

---

۵۰۔ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن حجر، ۱۶۰/۴

۵۱۔ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن حجر، ۱۵۹/۴

۵۲۔ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن حجر، ۲۰۰/۴

مجھے ایسے شخص کی نشاندھی کیجئے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے طور طریقوں میں زیادہ قریب ہو، تاکہ میں ان سے ملاقات کر کے علم حاصل کروں اور احادیث کی سماعت کروں۔

قال: کان اقرب الناس ھدیاً ودلاً وسمتابرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابن مسعود۔(۵۳)

فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چال ڈھال میں اور وضع قطع میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ قریب تھے۔

بہر حال صحابہ کرام میں ذوق اتباع عام تھا اور ان کا دستور عام یہ ہی تھا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں حضور کی سنت سے رہنمائی حاصل کرتے۔ انہوں نے اپنی عادات، اپنے اخلاق اور اپنے طرز حیات کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگنے کیلئے ہر ممکن کوشش کی، وہ صرف خود ہی اپنی زندگیوں کو حضور کے اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھالنے کے مشتاق نہ تھے بلکہ وہ ایک دوسرے کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نمونۂ عمل کو اپنانے کی تلقین بھی کرتے تھے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب زخمی ہوئے تو آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ کسی کو اپنا خلیفہ نامزد فرمادیں، تو آپ نے فرمایا:

ان اترک فقد ترک من ھو خیر منی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ وان استخلف فقد استخلف من ھو خیر منی ۔ ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اگر میں اس معاملہ کو ویسے ہی چھوڑ دوں تو ایسا انہوں نے کیا ہے جو مجھ سے بہتر ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور اگر خلیفہ مقرر کردوں تو یہ بھی اس کی پیروی ہوگی جو مجھ سے بہتر ہے یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔(۵۴)

فتح مکہ کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ پر مسلمانوں کی قوت وشوکت ظاہر کرنے کیلئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے کاندھوں کو کھلا رکھیں اور طواف

---

۵۳۔ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن حجر، ۲۰۰/۴

۵۴۔ ضیاء النبی، ۹۶۱/۷

میں رمل کریں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قوت و شوکت عطا فرمائی تو کندھے کھولنے اور رمل کرنے کا سبب تو ختم ہو گیا لیکن حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

فیم الرملان الآن والکشف عن المناکب وقدأطأ اللہ الاسلام ونفی الکفر واھلہ ،ومع ذلك لاندع شیئا کنا نفعله علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔

اب رمل اور کندھے کھولنے کی ضرورت کیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور کفر اور اہل کفر کو ختم کر دیا ہے۔ لیکن اسکے باوجود ہم اس کام کو ترک نہیں کرینگے جو ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں کیا کرتے تھے۔ (۵۵)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مجلس میں تشریف فرما دیکھا۔ آپ نے آگ پر پکا ہوا کھانا منگایا اور اسے تناول فرمایا، پھر نماز کیلئے کھڑے ہوئے، نماز پڑھی اور فرمایا: میں اس انداز میں بیٹھا جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹھنے کا انداز تھا، میں نے اس طرح کھایا جس طرح حضور تناول فرماتے تھے اور میں نے اس طرح نماز پڑھی جس طرح حضور نماز پڑھتے تھے۔

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے تھے۔

کنت اری ان باطن القدمین احق بالمسح من ظاھر ھما حتی رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یمسح ظاھر ھما۔

میری رائے یہ تھی کہ پاؤں کے نیچے والے حصہ پر مسح کرنا اوپر والے حصہ پر مسح کرنے کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے حتی کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پاؤں کے اوپر والے حصہ پر مسح کرتے دیکھا۔

گویا باب مدینۃ العلم نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر اپنی رائے کو قربان کر دیا۔ مومن کا کام ہی یہ ہے۔

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ (۵۶)

---

۵۵۔ ضیاء النبی ۹۴/۷

۵۶۔ ضیاء النبی ۹۲/۷

حضرت علی بن ربیعہ فرماتے ہیں۔

امیرالمومنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی سواری کیلئے ایک جانور حاضر کیا گیا، جب آپ نے رکاب میں پاؤں رکھا تو پڑھا۔

بسم اللہ۔

جب آپ چوپائے پر سیدھے بیٹھ گئے تو پڑھا۔

الحمد لله سبحان الذی سخرلنا هذا وماكنا له مقرنين وانا الى ربنا لمنقلبون۔

تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے، پاک ہے وہ ذات جس نے فرمانبردار بنادیا اسے ہمارے لئے، اور ہم اس پر قابو پانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

پھر آپ نے تین مرتبہ الحمدللہ پڑھا اور تین مرتبہ تکبیر کہی اور پھر یہ کلمات پڑھے۔

سبحانك لااله الا انت قد ظلمت نفسی فاغفرلی۔

تو پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے مجھے معاف فرما۔

اسکے بعد آپ مسکرائے، میں نے عرض کیا: امیرالمومنین! آپکے مسکرانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:۔

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ کام کرتے دیکھا ہے جو میں نے اب کیا، حضور اس کام کے بعد مسکرائے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مسکرانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:۔

بندہ جب رب اغفرلی کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے اور فرماتا ہے: میرے بندہ کو یقین ہے کہ میرے بغیر کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں۔ (۵۷)

اس طرح کی مثالیں بے شمار منقول ہیں جنکی جمع وتالیف کیلئے دفتر درکار، منصف مزاج اور حق تلاش کرنے والا ان چند واقعات سے یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین احادیث طیبہ اور سنت رسول پر کس طرح سختی سے کاربند تھے اور دیکھنے والوں کو سیرت رسول کا عکس جمیل انکی زندگیوں میں صاف نظر آتا تھا۔ نہ جانے وہ کونسے اسباب تھے جنکی بناپر

---

۵۷۔ ضیاء النبی ۹۲/۷

منکرین حدیث نے ان واضح بیانات کو بھی لائق اعتنا نہ سمجھا اور آج تک وہی ایک وظیفہ ورد زبان ہے کہ تدوین حدیث دوسو سال بعد عمل میں آئی۔لہذا قابل عمل نہیں۔

علامہ پیر کرم شاہ ازہری نے اس سلسلہ میں کیا خوب لکھا ہے۔فرماتے ہیں۔

مستشرقین (اور منکرین حدیث) تدوین کو ہی حفاظت کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں۔لیکن ہم ان سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ذرا وہ اس بات کی وضاحت فرمائیں کہ کیا وہ چیز زیادہ محفوظ رہی ہے جسکو خوب صورتی کے ساتھ مدون کر کے کتب خانوں کی الماریوں کی زینت بنادیا جائے یا وہ چیز زیادہ محفوظ رہی ہے جسے لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کی زندگیوں میں نافذ کردیا جائے؟

اقوام متحدہ کا حقوق انسانی کا چارٹر بلاشبہ عمدہ ترین شکلوں میں مدون ہے،لیکن اس عمدہ تدوین کے باوجود وہ انہیں ممالک میں زندہ ہے جہاں یہ حقوق انسانی عملاً بھی نافذ ہیں۔جن ممالک میں جنگل کا قانون رائج ہے،جہاں طاقتور جو کچھ کرنا چاہے اسے عملاً اس کا حق حاصل ہے اور کمزور کو جینے کا حق بھی نہیں دیا جاتا،وہاں اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کے چارٹر کو کوئی نہیں جانتا۔ان ممالک کے غریب انسانوں کیلئے اس چارٹر کی مردہ لاش کی کوئی حیثیت نہیں۔جن ممالک میں یہ حقوق عملاً نافذ ہیں وہاں کوئی شخص ان میں تحریف یا تبدیلی کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا،لیکن جن ممالک میں یہ عملا نافذ نہیں اور صرف چند قانون داں انکو جانتے ہیں وہاں انکی حالت کو بگاڑ کر پیش کرنا کسی قسمت آزما کیلئے مشکل نہیں۔یہ ہی وجہ ہے کہ اسلام میں احادیث طیبہ کی حفاظت کیلئے سب سے پہلے یہ طریقہ اختیار کیا کہ لاکھوں انسانوں کے سینوں میں انکو محفوظ کر کے کروڑوں انسانوں کی زندگیوں میں انہیں نافذ کردیا۔آندھیاں چلتی رہیں، طوفان اٹھتے رہے،ملت اسلامیہ سیاسی اور عسکری طور پر کمزور ہوتی رہی لیکن ہدایت انسان کا وہ چارٹر جو احادیث طیبہ کی شکل میں مدتوں کروڑوں انسانوں کی زندگیوں میں نافذ رہا،نہ اسکی اہمیت کو ختم کیا جاسکا اور نہ ہی اسکو صفحہ ہستی سے مٹایا جاسکا۔حقیقت یہ ہے کہ احادیث طیبہ کی حفاظت کا یہ ایسا بے نظیر طریقہ ہے جو صرف ملت اسلامیہ ہی کا حصہ ہے۔(۵۸)

---

۵۸۔ ضیاء النبی، ۹۷/۷

# صحابہ حفاظت حدیث کی خاطر ایک سے زیادہ راویوں سے شہادت لیتے

• صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ان تمام چیزوں کے ساتھ اس بات پر بھی خاص زور دیا کہ حدیث رسول اور سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہر قسم کے جھوٹ کی ملاوٹ اور شائبہ تک سے پاک رہے۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جہاں حدیث کو یاد کرنے، دوسروں تک پہونچانے اور عمل کرنے کی ترغیب ملی تھی وہیں آپ کی جانب بے بنیاد اور غلط بات منسوب کرنے پر وعید شدید کا سزاوار بھی قرار دیا گیا تھا، لہذا وہ حضرات نہایت احتیاط کے ساتھ روایتیں بیان کرتے اور جب کسی چیز کا فیصلہ سنت سے کرنا مقصود ہوتا تو اس کی تائید و توثیق میں چند صحابہ کی شہادت کو سامنے رکھا جاتا تھا۔

امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور اس نے اپنے پوتے کی وراثت میں سے حصہ مانگا، وراثت میں دادی کے حصہ کے متعلق نہ قرآن حکیم میں ذکر تھا اور نہ ہی اس بارے میں کوئی حدیث پاک حضرت صدیق اکبر نے سنی تھی، آپ نے لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ اٹھے اور عرض کیا: مجھے معلوم ہے کہ حضور نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا، انہوں جب حدیث پیش کی تو آپ نے ان سے گواہ پیش کرنے کو کہا، حضرت محمد بن مسلمہ نے گواہی دی تو آپ نے فیصلہ فرمایا۔

ایک دفعہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باہر سے تین دفعہ سلام کیا لیکن جواب نہ ملا، آپ واپس لوٹ آئے، حضرت عمر نے ان کو بلوایا اور واپس جانے کی وجہ پوچھی، آپ نے کہا: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جو شخص تین دفعہ سلام کہے اور اسے صاحب خانہ اندر جانے کی اجازت نہ دے تو وہ خواہ مخواہ اندر جانے پر مصر نہ ہو بلکہ واپس لوٹ جائے۔ حضرت عمر نے فرمایا: اس حدیث کی صحت پر گواہ پیش کرو ورنہ میں تمہاری خبر لوں گا۔ وہ صحابہ کے پاس گئے تو پریشان تھے، وجہ پوچھی تو آپ نے سارا ماجرا کہہ سنایا، صحابہ کرام میں سے چند نے گواہی دی کہ ہم نے بھی یہ حدیث سنی ہے، چنانچہ ایک صاحب نے حضرت عمر کے پاس آکر شہادت دی اس پر حضرت فاروق اعظم نے

فرمایا:۔

انی لم اتهمك ولكنی خشیت ان یتقول الناس علی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ۔(۵۹)

اے ابوموسی! میرا ارادہ تمہیں متہم کرنے کا نہیں تھا، لیکن میں نے اس خوف سے اتنی سختی کی کہ کہیں لوگ بے سروپا باتیں حضور کی طرف منسوب نہ کرنے لگیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مسجد نبوی کو وسیع کرنے کی ضرورت پیش آئی، مسجد کے قبلہ کی طرف حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مکان تھا، حضرت عمر نے ان سے مسجد کیلئے مکان فروخت کرنے کی درخواست کی، حضرت عباس نے انکار کردیا، دونوں حضرات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے، انہوں نے جب صورت حال کے متعلق سنا تو فرمایا: اگر چاہو تو میں تمہیں ایک حدیث پاک سنا سکتا ہوں جو اس مسئلہ میں آپکی رہنمائی کریگی۔ آپ نے فرمایا: سناؤ۔

حضرت ابی کعب نے فرمایا: میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف وحی کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کریں جس میں اسکو یاد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کیلئے جگہ کا تعین بھی فرمادیا، حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ اس شخص سے وہ جگہ زبردستی حاصل کرلیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی، اے داؤد! میں نے تمہیں اپنا گھر تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا جس میں میرا ذکر کیا جائے اور تم میرے گھر میں غصب کو داخل کرنا چاہتے ہو، غصب کرنا میری شان کے شایاں نہیں ہے، اب تمہاری اس لغزش کی سزا یہ ہے کہ تم میرے گھر کو تعمیر کرنے کے شرف سے محروم رہو گے۔

حضرت داؤد نے عرض کی! پروردگار! کیا میری اولاد اس گھر کو تعمیر کرسکے گی؟ فرمایا: ہاں تمہاری اولاد کو یہ شرف حاصل ہوگا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث سنی تو فرمایا: میں تمہارے پاس ایک مسئلہ لیکر آیا تھا اور تم نے ایک ایسا مسئلہ

---

۵۹۔ ضیاء النبی ۹۹/۷

کھڑا کردیا جو اس پہلے مسئلہ سے بھی شدید تر ہے، تمہیں اپنے قول کے گواہ پیش کرنا ہوں گے۔
وہ انہیں لے کر مسجد نبوی میں آئے اور انہیں صحابہ کرام کے ایک حلقہ کے پاس لا کھڑا کیا، ان صحابہ کرام میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

حضرت عمر نے اس مجمع صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہہ رہا ہوں کہ جس شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ حدیث سنی ہو جس میں حضرت داؤد علیہ السلام کو بیت المقدس کی تعمیر کا حکم ملنے کا ذکر ہے وہ اسے بیان کرے۔ حضرت ابوذر غفاری نے فرمایا: میں نے یہ حدیث حضور سے سنی ہے، دوسرے اور پھر تیسرے صاحب نے بھی کھڑے ہو کر تصدیق کی۔ یہ سن کر حضرت عمر نے ان کو چھوڑ دیا۔ اس پر حضرت ابی بن کعب نے کہا: اے عمر! کیا تم مجھ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کے سلسلہ میں تہمت لگاتے ہو؟ حضرت عمر نے فرمایا: میں تمہیں متہم نہیں کرتا، میں نے تو حدیث کے سلسلہ میں احتیاط کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔(٦٠)

حضرت مالک بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

سمعت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول لعبد الرحمن بن عوف وطلحة والزبیر وسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم : نشدتکم باللہ الذی تقوم السماء والارض بہ ،اعلمتم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: انالانورث ماترکناہ صدقة قالوا: اللھم نعم۔ (٦١)

میں نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں جسکی قدرت سے زمین و آسمان قائم ہیں، کیا تم جانتے ہو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:۔

ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی، ہم جو مال چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ اس پر ان سب نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم ہمیں اس حدیث پاک کا علم ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو منہاج وطریقہ حدیث رسول کی

---

٦٠۔ صفاء النبی ۷/۱۰۰
٦١۔ المسند لاحمد بن حنبل ۱/٤٤

حفاظت وصیانت کیلئے مقرر فرمایا تھا اس پر آپکے بعد امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سختی سے قائم رہے، آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔

لایحل لاحد یروی حدثنا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم اسمع بہ فی عہد ابی بکر ولا عمر، رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

کسی شخص کو ایسی حدیث روایت کرنے کی اجازت نہیں جو میں نے ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانوں میں نہیں سنی۔(۶۲)

امیر المومنین مولی المسلمین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی احتیاط ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

میں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ اس حدیث سے جو چاہتا مجھے نفع عطا فرماتا۔ جب کوئی دوسرا میرے سامنے کوئی حدیث بیان کرتا تو میں اس سے قسم لیتا، جب وہ قسم کھاتا تو میں اسکی حدیث کو تسلیم کر لیتا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اعلان کرادیا تھا۔

اتقوا الروایات عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ما کان یذکر منہا فی زمن عمر، فان عمر کان یخوف الناس فی اللہ تعالیٰ۔(۶۳)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، صرف وہ احادیث بیان کرو جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد ہمایوں میں روایت ہوتی تھیں، کیونکہ حضرت عمر اس سلسلہ میں لوگوں کو اللہ کا خوف دلاتے تھے۔

اس سختی سے صحابہ کرام کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگ جن چیزوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے سنیں اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہ ہو۔

یہ ہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ کرام جو اگر چہ سفر وحضر میں حضور کے ساتھ رہے لیکن ان سے احادیث بہت کم مروی ہیں۔ عشرہ مبشرہ اگر چہ علم وفضل اور زہد وتقوی میں غیر معمولی حیثیت کے حامل تھے لیکن ان سے احادیث کی اتنی تعداد منقول نہیں جتنا انکے فضل وکمال کا تقاضا تھا۔

---

۶۲۔ ضیاء النبی ۱۰۴/۷

۶۳۔ ضیاء النبی، ۱۰۴/۷

کہ ان حضرات کے شرائط سخت تھے۔

بعض صحابہ کرام تو جب احادیث روایت کرنے کا ارادہ فرماتے ان پر رعشہ طاری ہوجاتا اور لرزہ براندام ہوجاتے تھے، حضرت عمر بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

میں ہر جمعرات کی شام بلاناغہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن میں نے کبھی آپکی زبان سے یہ الفاظ نہیں سنے کہ حضور نے یہ فرمایا۔

ایک شام انکی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہتے ہیں: یہ الفاظ کہتے ہی وہ جھک گئے، میں نے انکی طرف دیکھا تو وہ کھڑے تھے، ان کی قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے، آنکھوں سے سیل رشک رواں تھا اور گردن کی رگیں پھولی ہوئی تھیں۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں: مجھے غلطی کا خوف نہ ہو تو میں تمہیں بہت سی ایسی باتیں سناؤں جو میں نے حضور سے سنی ہیں۔ (٦٤)

حیرت ہے کہ جس عہد کے لوگ روایت حدیث کے بارے میں اتنے محتاط ہوں وضع حدیث کو اس دور کا کارنامہ خیال کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے بھی حدیث رسول کے چشمۂ صافی کو غایت درجہ ستھرا رکھنے کی مساعی جاری رکھیں اور اپنے ادوار میں کامل احتیاط سے کام لیا، انہیں کے زمانہ خیر میں تدوین حدیث یعنی باقاعدہ حدیثوں کو کتابی شکل میں مدون کیا گیا جو اس زمانہ کی ضرورت کے بالکل عین مطابق تھا جیسا کہ تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱

✱✱✱✱✱✱✱✱✱

---

٦٤۔ ضیاء النبی، ۷/۱۰۲
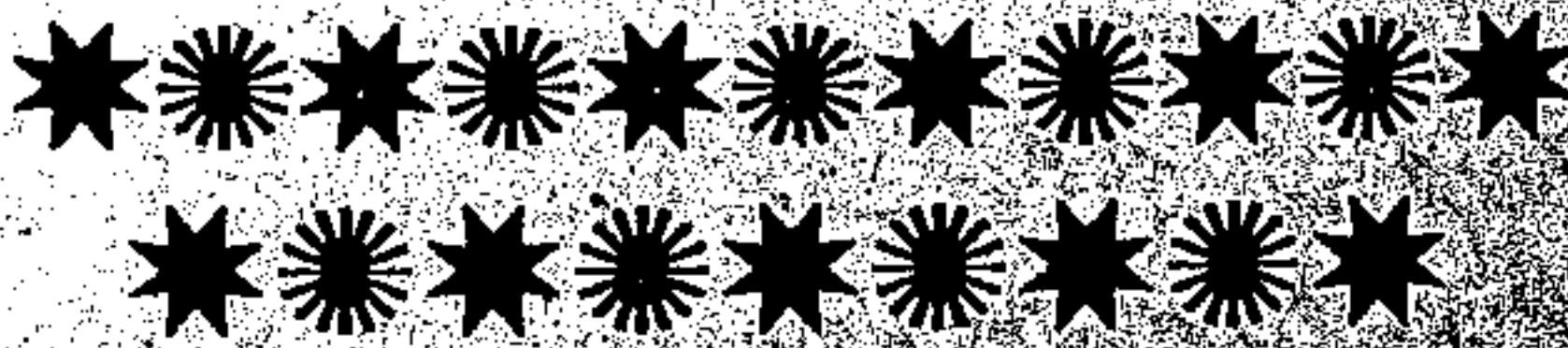
# تدوین حدیث

حفاظت حدیث کی تفصیل آپ پڑھ چکے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جدو جہد اور کامل احتیاط کے نمونے ملاحظہ فرما چکے، اب بتانا یہ ہے کہ اس حفاظت کی کوئی اہمیت نہ سمجھنے والے مستشرقین اور منکرین حدیث نے ایک افسانہ گڑھا کہ چونکہ حدیث کا سارا ذخیرہ پہلی صدی بلکہ دوسری صدی تک زبانی ہے اور اس طویل مدت میں اسکی حفاظت لوح وقلم کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی لہذا یہ سب نا قابل اعتبار ہیں، ہم اس باب میں اسی فریب کا پردہ چاک کر کے حقیقت کا آئینہ دکھائیں گے۔

اول تو یہ سمجھنا ہی غلط و باطل کہ دوسو سال تک احادیث محض زبانوں تک محدود تھیں، ہم نے واضح کر دیا کہ صحابہ کرام نے اس ذخیرہ کو اپنے لئے منارۂ نور سمجھا تھا اور اس مبارک جماعت نے اپنے سینوں میں محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ عمل و کردار سے بھی اسکی ترویج واشاعت شروع کر دی تھی، تابعین نے انکی زندگیوں کو بچشم خود ملاحظہ کیا تھا لہذا ببانگ دہل اعلان کرتے کہ ہم نے فلاں صحابی کو دیکھا تو انکی حیات طیبہ سنت نبوی کا آئینہ تھی، فلاں کا دیدار کیا تو وہ اسوۂ رسول کا مجموعہ تھے۔ اور فلاں کے دیدار سے جب شادکام ہوئے تو ہم نے انکے شب و روز اور شام وسحر میں اتباع رسول کی جلوہ سامانیاں ہی ملاحظہ کیں، گویا صحابہ کرام اپنے تابعین کو زبانی تعلیمات کے ساتھ عمل وکردار کا خوگر بھی بنانا چاہتے تھے جسکی تعلیم انہوں نے خاموش عمل سے دی، ان حضرات کا مطمع نظر خاص طور پر یہ بھی تھا کہ دینی تعلیمات کو منتقل کرنا وہ اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ خیر الامم کا لقب پانے والے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو اپنا شعار نہ بناتے تو پھر آئندہ اور کون اس پر عمل کرتا۔

ان تمام حقائق کے باوجود انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آئندہ پیدا ہونے والے مستشرقین اور منکرین حدیث کے منہ توڑ جواب کیلئے بھی ہمیں بہت کچھ مواد فراہم کر دیا۔

چونکہ ان معترضین کے نزدیک حفاظت کا طریقہ محض کتابت اور قلم و قرطاس کا میدان عمل ہی ہے لہذا ہم وہ حقائق پیش کر رہے ہیں جن سے یہ واضح ہو جائیگا کہ کسی علم وفن کی حفاظت لوح وقلم کے ذریعہ کہاں تک ہوتی ہے اور علم حدیث پر اسکے کیسے اثرات مرتب ہوئے

اور کتابت کی منزل میں آجانے اور اسی پر تکیہ کر لینے کے سلسلہ میں علمائے حق کا کیا تاثر رہا ہے،
ساتھ ہی دور صحابہ سے لیکر چوتھی پانچویں صدی تک باقاعدہ تدوین وکتابت کے منازل بھی آپ
ملاحظہ کریں گے۔

## کتابت، ضبط صدر، یا عمل کسی ذریعہ سے علم کی حفاظت ہوسکتی ہے

یہ بات مسلمات سے ہے کہ رب کریم جل وعلا نے انسانی فطرت میں اس چیز کو
ودیعت فرمادیا ہے کہ کسی واقعی چیز کی حفاظت انسان کبھی حفظ وضبط اور اپنی قوت یادداشت کے
ذریعہ کرتا ہے اور کبھی تحریر وکتابت سے اور کبھی عمل وکردار سے، تینوں صورتوں کے مراتب
حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں، محض کسی ایک کو حفاظت کا ذریعہ سمجھ لینا ہرگز
دانشمندی نہیں۔

اب اگر کوئی حفاظت وصیانت کی بنا لکھنے ہی کو قرار دینے لگے تو اس میں جیسی کچھ
لغزشیں پیش آتی ہیں انکے چند نمونے ملاحظہ کرتے چلئے۔

علماء ومحدثین نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے اور ان لوگوں کی توجہ اس طرف
مبذول کرانے کی کوشش کی ہے جو علوم وفنون کے سرمایہ کو کتابت ہی کی صورت میں دیکھنے کے
روادار ہیں۔

## کتابت پر بھروسہ کرکے پڑھنے کی چند مثالیں

امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے ایک حدیث الادب المفرد میں نقل فرمائی جسکی
وضاحت یوں کی گئی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صغیر سن بھائی تھے۔
ایک چڑیا ہاتھ میں لئے کھیلتے پھرتے تھے، کسی دن وہ چڑیا مرگئی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ
حضور ہمارے یہاں تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ میرے بھائی رنجیدہ ہیں، وجہ دریافت کی، ہم
نے قصہ بیان کیا، چونکہ بچوں پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیار اور شفقت عام تھی
، مزاح اور خوش طبعی کیلئے کبھی نادر المثال جملوں سے نوازتے، اسی انداز میں حضور نے پہلے انکی
کنیت ابوعمیر قرار دی اور فرمایا۔

یااباعمیر مافعل النغیر۔(۱)

ابوعمیر نغیر نے کیا کیا۔

امام حاکم اسی ارشاد رسول کے متعلق فرما تے ہیں ،کہ ایک صاحب جنہوں نے احادیث کی سماعت مشائخ سے نہ کی تھی یونہی کتابت پر بھروسہ کر کے کتاب کھول کر حدیث پڑھنا شروع کردی ،جب یہ حدیث آئی چونکہ علم حدیث سے تہی دامن تھے اور نغیر کا لفظ بھی کچھ غیر مشہور سا ہے لہذا فرمادیا یہ لفظ بعیر ہے اور تلامذہ کو بے دھڑک بتادیا کہ حضور ابوعمیر سے پوچھ رہے ہیں۔

اے ابوعمیر اونٹ کیا ہوا۔

صحیح بخاری کی روایت میں صراحت ہے کہ یہ ایسے بچے تھے کہ ابھی دودھ چھوٹا تھا،پھر قارئین اس بات کا اندازہ خود لگاسکتے ہیں کہ ابوعمیر کا واسطہ کس سے رہا ہوگا اونٹ سے یا چڑیا سے، نیز حضور کا مزاح یہاں کلام مسجع کی شکل میں ہے تو پھر مقصد ہی فوت ہوگیا۔

امام حاکم نے ایک اور واقعہ انہیں سے متعلق لکھا ہے۔کہ اہل عرب عموماً قافلوں میں نکلتے تھے لہذا اونٹوں کے گلے میں گھنٹیاں باندھتے ،انکی غرض جو بھی رہی ہو لیکن اس سے منع کیا گیا،غالباساز ومزامیر کی شکل سے مشابہت کی وجہ سے،الفاظ حدیث یوں منقول ہیں۔

لاتصحب الملائکة رفقة فیھا جرس۔

فرشتے اس قافلہ کو دوست نہیں رکھتے جس کے جانوروں کے گلے میں گھنٹیاں ہوں، ان صاحب نے 'جرس' کو 'خرس' پڑھ دیا اور مطلب بیان فرمایا کہ جو لوگ ریچھ کو قافلہ میں رکھتے ہیں وہ ملائکہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔

اسی طرح مشہور حدیث ہے:۔

البزاق فی المسجد خطیئة و کفارتھا دفنھا۔(۲)

مسجد میں تھوک گناہ اور اسکا کفارہ دفن کردینا ہے۔

اسکے متعلق ایک محدث صاحب کا واقعہ منقول ہے کہ انہوں نے اسکو 'البراق' پڑھا اور

---

۱۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب الکنیة للصبی،

السنن لابی داؤد، کتاب الادب باب فی الرجل تیکنی،

۲۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب کفارة البزاق فی المسجد، ۱/۵۹

الصحیح لمسلم، باب النھی عن البصاق فی المسجد، ۱/۲۰۷

معنی بتائے کہ براق مسجد میں دیکھے تو دفن کرڈالے۔

امام حاکم اس سے بھی عجیب تر بیان کرتے ہیں، کہ مشہور محدث حضرت ابن خزیمہ نے فرمایا: مشہور واقعہ ہے کہ

ان عمر بن الخطاب توضأ في جر نصرانية۔

ایک موقع پر حضرت عمر فاروق اعظم نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے سے وضو کیا۔

پڑھنے والے نے اسکو 'حر' بمعنی اندام نہانی پڑھا، اب قارئین خود انداز کرلیں کہ بات چل رہی تھی کہ کن پانیوں اور کون کونسے برتنوں سے وضو ہو سکتا ہے اور یہ کیسی فحش کلامی پر اتر آئے۔

یہ حال ہے اس کتابت محض کا جس پر منکرین حدیث نے بنائے کار رکھی ہے۔

ہوسکتا ہے کوئی صاحب کہہ اٹھیں کہ اس طرح کی تصحیف اور ایسے ذہول ومسامحات سے کتنوں کا دامن پاک رہا ہے؟ یہ ان حضرات کی کوتاہی تھی پھر اسکا نفس کتابت سے کیا تعلق کہ اسکو مذموم قرار دیا جائے۔

ہم کہتے ہیں صحیح ہے کہ فی نفسہ کتابت کسی علم کی حفاظت کیلئے مذموم نہیں، لیکن اتنی بات تو طے ہوگئی کہ محض کتابت پر تکیہ کرلینا اور اسی کو حفاظت علم وفن کا معیار قرار دینا درست نہیں رہا جب تک حفظ وضبط کا اسکے ساتھ مضبوط سہارا نہ ہو۔

پھر یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ جن غلطیوں کی نشاندھی کی گئی ہے وہ معمولی نہیں بلکہ درایت سے کوسوں دور نری جہالت کی پیداوار ہیں، اختلاف قرأت یا نسخوں کی تبدیلی اس طرح کی غلطیوں سے مسموع نہیں ہوتی۔ بلکہ ان مثالوں کو تصحیف کہنا ہی نہیں چاہیئے انکے لئے تو تحریف کا عنوان دینا ضروری ہے۔

اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز وہ مثالیں ہیں جن میں قاری نے غلط پڑھنے کے ساتھ ساتھ انکے معانی پر جزم کرکے توجیہ کرتے ہوئے وہ باتیں کہدی ہیں جو بالکل بے سروپا ہیں۔

ایک حدیث شریف میں ہے:۔

زرغبا تزدد حبا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کبھی کبھی ملاقات سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔

امام حاکم کہتے ہیں:۔

ایک صاحب جنکا نام محمد بن علی المذکر تھا، ہوسکتا ہے وعظ گوئی کا پیشہ کرتے ہوں لہذا لوگوں کو عشر وصدقات کی ترغیب دینے کیلئے ایک واقعہ گڑھ لیا ہو، چنانچہ اس حدیث کو ان الفاظ میں پڑھکر سنایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

زرعنا تزداد حناً۔

ہم نے کھیتی کی تو وہ سب مہندی ہوگئی۔

لوگوں نے تعجب خیز انداز میں پوچھا، جناب اس کا کیا مطلب ہوا؟ بولے:

اصل میں قصہ یہ ہے کہ کسی علاقہ کے لوگوں نے اپنی کھیتی باڑی کا عشر وصدقہ ادانہیں کیا تھا، لہذا اسکی سزا ملی، حضور کی خدمت میں شکایت لیکر پہونچے، یارسول اللہ! ہم لوگوں نے کھیتی کی تھی لیکن وہ سب مہندی کے درخت بن گئی۔ تو حضور نے انکا قول نقل کرتے ہوئے لوگوں کو برے نتائج سے خبردار کیا ہے، معاذ اللہ رب العالمین۔

یہ سب نتیجہ اسی چیز کا تھا کہ حدیث کسی استاذ سے پڑھی نہیں تھی صرف کتاب سے نقل کر کے بتادی جس میں بیچارے کاتب کی خامہ فرسائی سے الفاظ میں تغیر ہوگیا ہوگا جسکو یہ خود سمجھ نہ پائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کریمہ کی غلط تاویل بھی بسا اوقات اسی بے علمی اور محض کتابت پر بھروسہ کی پیداوار ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عید پڑھی، چونکہ نماز عید میدان میں ادا کی جاتی تھی، لہذا سترہ کے طور پر کبھی چھوٹا نیزہ بلم وغیرہ نصب کرلیا جاتا، دوسرے اوقات کی نمازیں بھی جب سفر میں ادا ہوتیں تو سترہ کا طریقہ عام تھا، حدیث کے الفاظ ہیں۔

کان یرکز العنزۃ ویصلی الیھا۔ (۳)

نیزہ گاڑا جاتا اور اسکی جانب رخ کرکے دو رکعت نماز پڑھتے۔

دوسری حدیث میں ہے:۔

فصلی الی العنزۃ بالناس رکعتین۔ (٤)

---

۳۔ الصحیح لمسلم، باب السترۃ، ۱/۱۹۵

٤۔ الصحیح لمسلم، باب السترۃ، ۱/۱۹٦

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نیزہ کی طرف رخ کر کے دو رکعت نماز پڑھائی۔

اب سنئے۔

عرب کے ایک قبیلہ کا نام عنزہ تھا، اسکے ایک فرد ابو موسیٰ عنزی بیان کرتے تھے کہ ہماری قوم کو بڑا اشرف حاصل ہے کہ حضور نے ہمارے قبیلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔(۵)

غالباً انکی اسی طرح کی غفلتوں کے پیش نظر امام ذہلی نے فرمایا۔

فی عقله شی۔(۶)

انکی عقل میں کچھ فتور تھا۔

دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے جو امام ابن حبان نے بیان کی۔

کان لا یقرء الامن کتابه۔(۷)

احادیث ہمیشہ کتاب سے پڑھنے کے عادی تھے۔

نیز امام نسائی فرماتے ہیں۔

کان یغیر فی کتابه۔(۸)

اپنی کتاب میں تغیر سے بھی کام لیتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے۔

ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم احتجر فی المسجد۔(۹)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں چٹائی سے آڑ کی۔

اسی معنی کی روایت بخاری شریف میں یوں ہے۔

کان یحتجر حصیرا باللیل فیصلی ویبسطه بالنهار فیجلس علیه۔(۱۰)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب میں ایک چٹائی سے آڑ کر کے نماز پڑھتے اور دن میں اسکو بچھا کر اس پر تشریف فرما ہوتے۔

---

۵۔ مقدمہ ابن صلاح، ۱۴۲

۶۔ میزان الاعتدال، للذہبی، ۴/ ۲۴

۷۔ میزان الاعتدال، للذہبی، ۴/ ۲۴

۸۔ میزان الاعتدال، للذہبی، ۴/ ۲۴

۹۔ مقدمہ ابن صلاح، ۱۴۱

۱۰۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب اللباس،

قاضی مصر ابن لہیعہ نے اسکو یوں روایت کردیا۔

احتجم فی المسجد۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں فصد کھلوائی۔

امام ابن صلاح اس غلطی کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اخذہ من کتاب بغیر سماع۔ (۱۱)

ابن لہیعہ نے شیخ سے سماعت کئے بغیر کتاب سے دیکھکر روایت کردیا۔

حدیث شریف میں ہے۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہی عن تشقیق الخطب۔ (۱۲)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعظ وتقریر میں لفاظی اور بناوٹی انداز سے منع فرمایا۔

دوسری حدیث یوں مروی ہے۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذین یشققون الخطب تشقیق الشعر۔ (۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعظ وتقریر میں بتکلف شعر وشاعری کی طرح قافیہ بندی کرنے والوں کو ملعون فرمایا۔

اب لطیفہ ملاحظہ کریں:۔

اس حدیث کو ایک بیان کرنے والے مقرر نے مسجد جامع منصور میں اس طرح پڑھا،

نہی عن تشقیق الحطب۔

حضور نے لکڑیاں چیرنے سے منع فرمایا۔

اتفاق سے مجلس میں ملاحوں کی ایک جماعت بھی تھی، بولے

فکیف نعمل والحاجۃ ماسۃ۔ (۱۴)

ہم کشتیاں کیسے بنائیں کہ اسکے لئے تو لکڑی چیرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

ان بیچاروں کا روزگار ہی کشتی چلانے پر تھا تو انکی تشویش بجا تھی، امام ابن صلاح نے

---

۱۱۔ مقدمہ ابن صلاح، ۱۴۱

۱۲۔ مقدمہ بن صلاح، ۱۴۱

۱۳۔ مقدمہ ابن صلاح، ۱۴۱

۱۴۔ مقدمہ بن صلاح، ۱۴۲

آگے کی بات ذکر نہیں کی کہ پھر ان ملاحوں کو جواب کیا ملا۔

ان جیسے بہت سے قصے امام مسلم نے کتاب التمیز میں ذکر کئے ہیں اور دیگر محدثین مثل دارقطنی وغیرہ نے شرح وبسط سے مفید معلومات بیان کی ہیں۔

## کتابت، ضبط صدر اور عمل کے ذریعہ حفاظت حدیث

ہم ان تمام مثالوں سے بتانا صرف یہ چاہتے ہیں کہ کتابت کی صورت میں کسی علم کے منتقل ہوجانے کے بعد کیا شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی؟ اور کیا غلطیوں سے بالکلیہ حفاظت وصیانت ہوہی جاتی ہے۔ دیکھئے یہاں تو معاملہ برعکس ہے۔ وجہ وہی ہے کہ کتابت کو سب کچھ سمجھا گیا، اگر حفظ واتقان سے کام نہ لیا جاتا تو ان صریح غلطیوں کی نشاندھی کیسے ہوتی۔ چونکہ کتابت کے پس پشت حفظ وضبط کا پورا اہتمام رکھا گیا تھا جسکی مدد سے محدثین نے بروقت گرفتیں کیں اور آئندہ لوگوں کو متنبہ کردیا کہ غلطی میں نہ پڑیں۔

لہذا انصاف ودیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ دونوں طریقوں کو موثر مانا جائے اسکے بعد اگر روایت میں کوتاہی ہوتو کتابت کی مدد سے اسکی تلافی ہوجائے اور کتابت میں غلطی ہوتو روایت کی پشت پناہی سے صحت کا بھرپور اہتمام ہوتا رہے۔

ہمارا مقصد بھی صرف یہ ہی بتانا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دونوں طریقوں سے احادیث نبویہ کی حفاظت فرمائی، بلکہ تیسرا طریقہ عمل وکردار بھی تھا جو مذکورہ دونوں طریقوں سے زیادہ موثر اور مجموعی طور پر سنت رسول کی اشاعت کیلئے زیادہ ہمہ گیر ثابت ہوا۔

## اہل عرب کا حافظہ ضرب المثل تھا

ویسے اگر تعمق نظر سے کام لیا جائے تو یہ بات کوئی لاینحل نہیں کہ اگر صحابہ کرام حفاظت حدیث کا اہتمام صرف حفظ واتقان کے ذریعہ ہی کرتے تو بھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہتے۔

اہل عرب کے حالات وکوائف سے باخبر لوگ جانتے ہیں کہ انکے حافظے ضرب المثل تھے، شعراء جاہلیت کے ادبی کارنامے اور قصائد ودیوان آج بھی ایک مستند ذخیرہ سمجھے جاتے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ انکو ایام جاہلیت ہی میں کتابت کے ذریعہ مکمل طور پر محفوظ کرلیا گیا تھا،

اپنے آباؤ اجداد کے شجرہائے نسب انکو زبانی یاد رہتے، واقعات کے تسلسل کو زبانی یادرکھنا ان کا خاص حصہ تھا، زبان وبیان میں مہارت آبائی ورثہ خیال کی جاتی تھی۔

حافظ عمر بن عبدالبر لکھتے ہیں۔

كان احدهم يحفظ اشعار بعض فى سمعة واحدة۔ (۱۵)

ان میں بعض لوگ صرف ایک مرتبہ سنکر لوگوں کے اشعار یاد کرلیتے تھے۔

مزید لکھتے ہیں۔

مذهب العرب انهم كانوا مطبوعين على الحفظ مخصوصين لذلك۔ (۱٦)

اہل عرب کی عام عادت تھی کہ وہ چیزوں کو زبانی یادرکھتے اور اس سلسلہ میں انکو خاص امتیاز حاصل تھا۔

عرب کا بدو کتابوں کا طومار دیکھ کر مذاق اڑاتا اور یہ فقرہ اس پر کس دیتا تھا۔

حرف فى تامورك خيرمن عشرة فى كتبك۔

تیرے دل میں ایک حرف کا محفوظ ہونا کتابوں کی دس باتوں سے بہتر ہے۔

محض کتابوں کے علم کی انکے یہاں کوئی حیثیت نہیں تھی، ایک شاعر کہتا ہے۔

ليس بعلم ماحوى القمطر ۔ ماالعلم الاماحوى الصدر ۔

جو کتابوں میں درج ہے وہ علم نہیں، علم تو صرف وہ ہے جو سینہ میں محفوظ ہے

دوسرا شاعر کہتا ہے

استودع العلم ترسا فصنيعه ۔ وبئس مستودع العلم قراطيس۔

جس نے علم کاغذ کے سپرد کیا گویا اس نے ضائع کردیا، کیونکہ علم کا نہایت برا مدفن کاغذ ہیں۔

تیسرا کہتا ہے:۔

علمى معى حيث مايممت احمله ۔ بطنى وعاء له لابطن صندوق۔

میں جہاں جاتا ہوں میرا علم میرے ساتھ ہوتا ہے، میرا باطن اسکا محافظ ہے نہ کہ شکم صندوق۔

---

۱۵۔ جامع بيان العلم،

۱٦۔ جامع بيان العلم،

ایک شاعر یوں کہتا ہے:۔

ان کنت فی البیت کان العلم فیه معی

اذا کنت فی السوق کان العلم فی السوق

اگر گھر میں رہتا ہوں تو علم میرے ساتھ ہے، اور بازار جاؤں تو بھی وہ میرے ساتھ جاتا ہے۔

ان اشعار سے بخوبی انکے طبعی رجحان کا پتہ چلتا ہے، کہ وہ لوگ علم کو کتابت سے مقید رکھنے کے عادی نہ تھے، اور بات بھی یہ ہے کہ آدمی کی جس ماحول میں نشو ونما ہوتی ہے وہ اسی کا خوگر بنتا ہے، اور جس قوت سے زیادہ کام لیا جائے اسی میں جلا اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اقوام عالم میں آپ مختلف قسم کی صلاحیتوں اور خصوصی میدانوں میں مہارتوں کے مناظر جو آئے دن دیکھتے ہیں وہ اسی ماحول کا اثر ہوتا ہے جو انکا ملی وقومی وراثتاً چلا آرہا ہوتا ہے۔ فنون سپہ گری میں جس طرح اہل عرب ید طولیٰ رکھتے تھے اسی طرح انکے بارے میں یہ بھی مشہور ہے۔

ان العرب قد خصت بالحفظ۔

اہل عرب قوت حفظ میں خاص امتیازی شان کے حامل تھے۔

آفتاب اسلام نے طلوع ہوکر صفائے باطنی کی دولت سے سرفراز کیا تو انکی اس خصوصیت میں اضافہ ہی ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں مشہور ہے کہ انکے سامنے عمرو بن ربیعہ شاعر نے ستر اشعار کا طویل قصیدہ پڑھا، شاعر تو چلا گیا لیکن مجلس میں اشعار سے متعلق گفتگو چلی، ایک شعر سناتے ہوئے حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس نے یوں پڑھا تھا، لوگوں نے کہا: آپ نے شعر ایک مرتبہ سنکر ہی یاد کرلیا، آپ نے فرمایا: یہ ہی کیا کہو تو پورا قصیدہ سنادوں اور پھر پورا قصیدہ سنادیا۔

امام زہری جنکا کارنامہ تدوین حدیث میں امتیازی شان رکھتا ہے فرماتے ہیں۔

انی لامر بالبقیع فاسد اذنی مخافة ان یدخل فیها شیٔ من الخنا ، فواللہ مادخل اذنی شیٔ قط فنسیته۔(۱۷)

میں بقیع کے راستہ سے گذرتا ہوں تو اپنے کانوں کو بند کرلیتا ہوں کہ کہیں کوئی فحش بات میرے کان میں داخل نہ ہوجائے، کیونکہ قسم بخدا میرے کان میں جو بات بھی پڑی پھر میں

---

۱۷۔ جامع بیان العلم لابن عبدالبر

اسے کبھی نہیں بھولا۔

امام عامر شعبی جنہوں نے پانچسو صحابہ کرام کا زمانہ پایا، علم حدیث میں حفظ واتقان کا یہ عالم کہ فرماتے تھے، بیس سال ہوئے میرے کانوں میں کوئی ایسی حدیث نہ پڑی جسکا علم مجھے اس سے زیادہ نہ ہو۔ باآں جلالت علم ارشاد فرمایا:۔

ما کتبت سوداء فی بیضاء ،وما استعدت حدیثا من البیان۔ (۱۸)

میں نے کبھی سیاہی سے سفیدی پر نہ لکھا، اور نسیان کے خوف کی وجہ سے میں نے کبھی کسی کی بات نہ دہرائی۔

بہر حال عربوں کا حفظ وضبط اتنا نظری مسئلہ نہیں کہ اس پر مزید شہادتیں پیش کی جائیں، منصف کیلئے یہ بہت کچھ ہیں اور علم وفن سے تعلق رکھنے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ یہ ان حضرات کا عام مذاق علمی تھا جس سے کام لیکر انہوں نے علوم ومعارف کے دریا بہائے جنکا منہ بولتا ثبوت آج کا سرمایہ علم وفن ہے۔

## اہل عرب کتابت سے بھی واقف تھے

ویسے حق وانصاف کی بات یہ ہے کہ جہاں اہل عرب کے حافظے ضرب المثل تھے اور انہوں نے بہت بڑا سرمایہ زبانی یادرکھا وہیں یہ بات بھی ثابت ومحقق ہوچکی ہے کہ انکو نوشت وخواند سے بالکلیہ بے بہرہ قراردینا بھی درست نہیں۔

علامہ پیر کرم شاہ ازہری لکھتے ہیں:۔

مستشرقین نے اس سلسلہ میں دو متضاد موقف اختیار کئے ہیں، ایک طرف وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اسلام سے پہلے عربوں میں صرف گنتی کے چند لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس سے وہ عربوں کو بالکل اجڈ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں: عربوں میں لکھنے پڑھنے والے لوگوں کی کمی نہ تھی بلکہ عرب میں لکھنے پڑھنے کا عام رواج تھا۔ اس خیال کے لوگ اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے یہاں تک چلے جاتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن حکیم میں امت مسلمہ کو امیین۔ (۱۹)

---

۱۸۔ الطبقات الکبری لابن سعد،

۱۹۔ ھو لذی بعث فی الامیین رسولا منھم، الآیۃ، الجمعۃ، ۲

کے لقب سے یاد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی کتاب نہیں آئی تھی، گویا وہ دینی نقطۂ نگاہ سے امی تھے، ان کو امی اس لئے نہیں کہا گیا کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔

مستشرقین کے دونوں موقف حق سے کوسوں دور ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب نہ تو نوشت و خواند سے کلیۃً بے بہرہ تھے، اور نہ ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ عربوں میں لکھنے پڑھنے کا اتنا عام رواج تھا کہ انہیں امی کہا ہی نہ جاسکے۔

عربوں میں کتابت کے رواج کے متعلق ڈاکٹر فواد سزگین اپی کتاب "مقدمہ تاریخ تدوین حدیث" میں رقمطراز ہیں:۔

اسلام سے ایک صدی قبل کے بعض شعراء کی روایت سے ہم کو کم از کم یہ پتہ چلتا ہے کہ دواوین سے روایت انکے یہاں ایک رائج طریقہ تھا، اور بعض شعراء کو تو لکھنے کی بھی عادت تھی۔ زہیر بن ابی سلمہ جیسے شعراء خود اپنے قصائد کی تنقیح کیا کرتے تھے، یہ نظریہ کہ جاہلی شاعری کا سارا ذخیرہ زبانی روایت پر مبنی ہے دور جدید ہی کی تخلیق ہے، اسی طرح یہ بھی ایک غلط خیال ہے کہ حدیث کی روایت محض زبانی ہوتی رہی ہے۔ بلکہ صدر اسلام میں نصوص مدونہ کو روایت کرنے کا رواج دور جاہلیت کی عادت پر مبنی ہے۔ (٢٠)

عربوں میں نوشت و خواند کے رواج کے متعلق ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب اپنی کتاب 'السنۃ قبل التدوین' میں لکھتے ہیں۔

تدل الدراسة العلمية على ان العرب كانوا يعرفون الكتابة قبل الاسلام، فكانوا يؤرخون اهم حوادثهم على الحجارة (٢١)

علمی تحقیقات اس حقیقت کا انکشاف کرتی ہیں کہ کہ عرب لوگ اسلام سے پہلے لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور وہ اپنی اجتماعی زندگی کے اہم واقعات کو پتھروں پر لکھ لیتے تھے۔

یہ ہی مصنف ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔

وهذا يدل على وجود بعض الكتاتيب فى الجاهلية يتعلم فيها الصبيان الكتابة والشعر وايام العرب، ويشرف على هذه الكتاتيب معلمون ذو مكانة رفيعة

---

(٢٠) مقدمہ تاریخ تدوین حدیث، ٣١

(٢١) السنۃ قبل التدوین، ١٩٥

امثال ابی سفیان بن امیة بن عبد شمس۔ (۲۲)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کچھ مدارس موجود تھے جن میں بچے کتابت، شاعری اور عربی تاریخ سیکھتے تھے، اوران مدارس کے سربراہ بڑے بااثر معلم ہوتے تھے، جیسے ابوسفیان بن امیہ بن عبد شمس وغیرہ۔

وکان العرب یطلقون اسم الکامل علی کل رجل یکتب ویحسن الرمی ویجید السباحة۔ (۲۳)

جو شخص کتابت، تیراندازی اور تیراکی کا ماہر ہوتا عرب اسے کامل، کا لقب عطا کرتے تھے۔

## قرآن کریم نے قلم وکتابت کی اہمیت سے آگاہ کیا

مندرجہ بالا اقتباسات تو اسلام سے پہلے عرب میں کتابت کے رواج کا پتہ دیتے ہیں، لیکن اسلام نے جہاں زندگی کے دیگر تمام شعبوں میں دوررس تبدیلیاں کیں وہاں اس نے عربوں کی علمی حالت میں بھی ایک انقلاب برپا کیا۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات قلم اور کتابت کی اہمیت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کو علم سکھانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

سورۃ العلق میں ارشاد خداوندی ہے۔

اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم، (۲٤)

پڑھئے! آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے۔

قرآن حکیم کے نزدیک قلم وکتابت کی اہمیت کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ قرآن حکیم کی ایک سورۃ کو 'القلم، کا نام دیا گیا ہے، اوراس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم بھی یاد فرمائی ہے اوران چیزوں کی بھی قسم ذکر فرمائی جنہیں قلم لکھتا ہے۔

نٓ والقلم وما یسطرون، (۲۵)

قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔

---

۲۲۔ السنة قبل التدوین، ۲۹۵

۲۳۔ السنة قبل التدوین، ۲۹۵

۲٤۔ القرآن الحکیم، سورۃ العلق، ۳٤

۲۵۔ القرآن الحکیم، سورۃ القلم، ۱

قرآن حکیم میں ان کے علاوہ اور بھی بے شمار آیات کریمہ کتابت اور علم کے تعلق کو ظاہر کرتی ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو فن کتابت کے زیور سے آراستہ کرنے کیلئے خصوصی اہتمام فرمایا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشن کا تقاضا ہی یہ تھا کہ آپ کی امت میں وہ لوگ کثیر تعداد میں موجود ہوں جو لکھنے پڑھنے کے فن میں منفرد ہوں کیونکہ آپ ایک عالمی دین لیکر تشریف لائے تھے جسکو قیامت تک ساری نسل انسانی کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینا تھا۔ آپ کے پیش نظر ایک ایسی امت کی تشکیل تھی جو اس خدائی پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلائے۔ دین کی حفاظت اور ملت کے دینی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اجتماعی امور کو سرانجام دینے کیلئے فن کتابت کی اشد ضرورت تھی اور قرآن حکیم کی آیات کریمہ اس کی اہمیت کی طرف اشارہ کررہی ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر مکہ کے جو جنگی قیدی بنے ان میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کی آزادی کیلئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فدیہ مقرر فرمایا تھا کہ ان میں سے ہر ایک مسلمانوں کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادے۔ ہجرت سے پہلے ہی حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں ایک معقول تعداد ان لوگوں کی تھی جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور کتابت وحی کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ ہجرت کے بعد تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیگر علوم کی طرح فن کتابت کو بھی ترقی دینے کیلئے خصوصی اہتمام فرمایا۔

ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب لکھتے ہیں:۔

وقد کثر الکاتبون بعد الھجرۃ عند ماستقرت الدولۃ الاسلامیۃ فکانت مساجد المدینۃ التسعۃ الی جانب مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محط انظار المسلمین یتعلمون فیھا القرآن الکریم وتعالیم الاسلام والقرآن والکتابۃ، وقد تبرع المسلمون الذین یعرفون الکتابۃ والقرأۃ بتعلیم اخوانھم (۲۶)

## اشاعت اسلام کے بعد کتابت پر خصوصی توجہ رہی

ہجرت کے بعد جب اسلامی ریاست کو استحکام حاصل ہوگیا تو کاتبوں کی تعداد میں اضافہ ہوا، مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ طیبہ کی دیگر نو مساجد مسلمانوں کی نگاہوں کا مرکز تھیں، اور

---

۲۶۔ السنۃ قبل التدوین، ۲۹۹

مساجد میں مسلمان قرآن حکیم، اسلامیات اور قرأۃ وکتابت کی تعلیم حاصل کرتے تھے، اور جو مسلمان لکھنا پڑھنا جانتے تھے وہ رضا کارانہ طور پر اپنے مسلمان بھائیوں کی تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

وکان الی جانب هذه المساجد. کتاتیب یتعلم فیها الصبیان الکتابة والقرآة الی جانب القرآن الکریم ۔(۲۷)

ان مساجد کے علاوہ کچھ مدارس بھی تھے جن میں بچے قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ قرآۃ اور کتابت کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

یہ تفصیلات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عہد نبوی میں ملت اسلامیہ کے متعلق یہ دعوی کرنا کہ وہ کسی چیز کی تدوین کی اہلیت ہی نہیں رکھتے تھے غلط ہے، کیونکہ جن لوگوں نے قرآن حکیم کو کامیابی کے ساتھ مدون کرلیا تھا، حدیث کی تدوین انکے لئے ناممکن نہ تھی، اس لئے مستشرقین کا کہنا غلط ہے کہ مسلمانوں نے دور اول میں احادیث طیبہ کی تدوین اس لئے نہیں کی کہ وہ اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتے تھے۔(۲۸)

*************

۲۷۔ السنة قبل التدوين، ۲۹۹

۲۸۔ ضياء النبی، ۱۱۲
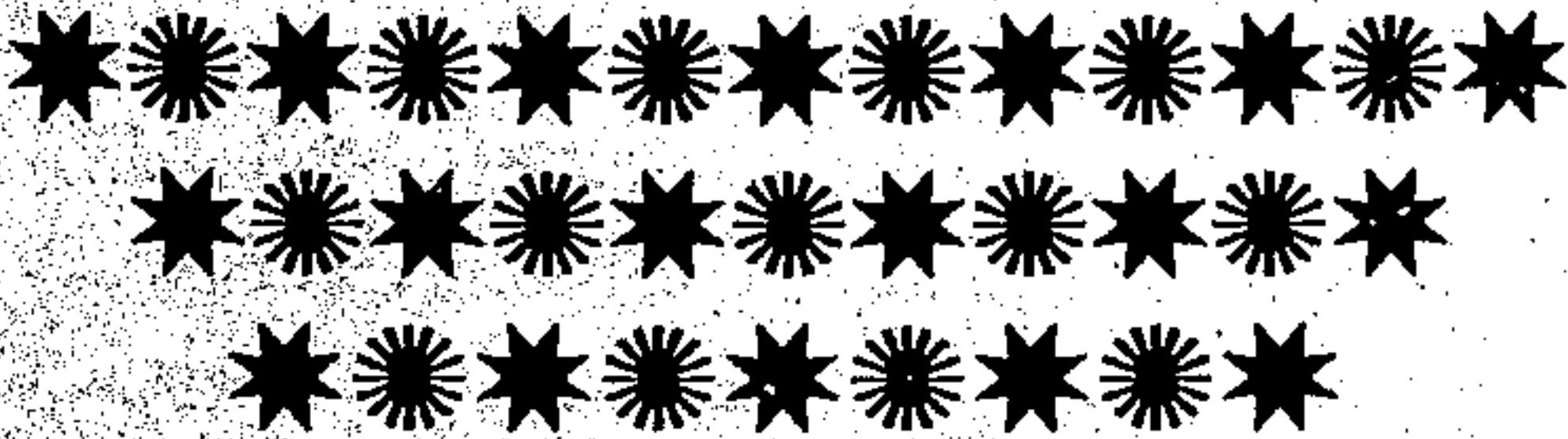
# عہد صحابہ اور تدوین حدیث

مستشرقین اور منکرین حدیث اس بات پر مصر ہیں کہ حدیث لکھنے کی ممانعت خود حضور سے مروی ہے پھر احادیث لکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے جواب کی طرف ہم ابتدائے مضمون میں اشارہ کر چکے ہیں، یہاں قدرے تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ کہ ممانعت پر زور دینے والے اپنا یہ اصول بھول جاتے ہیں کہ ممانعت ثابت کرنے کیلئے بھی وہ احادیث ہی کا سہارا لے رہے ہیں۔

منکرین کا نہایت نامعقول طریقہ یہ بھی ہے کہ پہلے ایک اصول اور نصب العین متعین کرتے ہیں اور پھر اسکے بعد روایتوں کا جائزہ لیتے ہیں، اس نصب العین کی حمایت میں جو روایتیں ملتی ہیں انکو حرز جان بناکر زوردار انداز میں بیان کرتے ہیں خواہ وہ روایات جس نہج کی ہوں یا کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہوں۔ لیکن جن سے احادیث لکھنے کی اجازت ثابت ہو انکو ذکر کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے جب کہ ایسی روایتیں ہی کثیر ہیں اور جواز کتابت میں نص صریح بھی۔ دونوں طرح کی روایتیں ملاحظہ کریں تاکہ فیصلہ آسان ہو۔

## کتابت وممانعت والی روایتوں میں تطبیق

علامہ پیر کرم شاہ ازہری لکھتے ہیں:۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض ایسی احادیث موجود ہیں جن میں احادیث لکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ بعض صحابہ کرام سے بھی ایسے آثار مروی ہیں کہ انہوں نے احادیث لکھنے کو ناپسند فرمایا۔ اور تابعین میں بھی ایسے لوگ نظر آتے ہیں جن کے بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ احادیث لکھنے کے خلاف تھے۔

روی ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال: لاتکتبوا عنی شیأ غیر القرآن، ومن کتب عنی شیأ غیر القرآن فلیمحہ (۲۹)

۲۷

۲۹۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۲۱/۳ ☆ المستدرک للحاکم، ۱۲۷/۱
السہل اللطیف فی اصول الحدیث الشریف، ۱۷

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری طرف سے سوائے قرآن حکیم کے کوئی چیز نہ لکھو، اور جس نے قرآن حکیم کے علاوہ کچھ لکھا ہو وہ اسے مٹادے۔

علامہ محمد بن علوی المالکی الحسنی فرماتے ہیں:۔

وهذاهو الحديث الصحيح الوحيد فى الباب۔ (۳۰)

اس موضوع پر یہی واحد صحیح حدیث ہے:۔

اس حدیث کے علاوہ بعض کتابوں میں اس مفہوم کی کچھ اور احادیث بھی مل جاتی ہیں، اس قسم کی احادیث صراحۃً کتابت حدیث سے منع کررہی ہیں، جو لوگ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث طیبہ کی کتابت وتدوین دوسری یا تیسری صدی ہجری سے پہلے نہیں ہوئی وہ صرف اسی مفہوم کی احادیث کو پیش کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ احادیث کی کتابت سے منع کرنے والی ان احادیث کے ساتھ ساتھ ایسی احادیث بھی کثرت سے موجود ہیں جو احادیث طیبہ کو لکھنے کی ترغیب دیتی ہیں، اور بعض احادیث سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود احادیث لکھنے کا حکم دیا۔ (۳۱)

یہاں ایک حدیث ملاحظہ ہو باقی تفصیل آئندہ صفحات میں پیش کی جائیگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

كنت اكتب كل شئ اسمعه من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اريد حفظه فنهتنى قريش وقالوا : تكتب كل شئ سمعته من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ورسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بشر يتكلم فى الغضب والرضا فامسكت عن الكتاب، فذكرت ذلك لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فأومأباصبعه الى فمه وقال : اكتب فوالذى نفسى بيده ماخرج منه الاحق (۳۲)

میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا اسے لکھ لیتا تھا، میرا مقصد یہ

---

۳۰۔ المنهل اللطيف فى اصول الحديث الشريف، ۱۷

۳۱۔ ضياء النبى، ۷/۱۰۳

۳۲۔ جامع بيان العلم لابن عبد البر، ۲۶

ہوتا تھا کہ اسے حفظ کرلونگا، قریش نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا: تم جو کچھ حضور سے سنتے ہوا سے لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں، آپ غصے اور رضا ہر حال میں کلام فرماتے ہیں، میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور اس بات کا ذکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگشت پاک سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: لکھا کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس زبان سے ہمیشہ حق بات ہی نکلتی ہے۔

ہماری نقل کردہ ان دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نصوص قرآن وحدیث میں کبھی حقیقی تعارض ہو ہی نہیں سکتا ہے، جہاں تعارض نظر آتا ہے وہ فقط ظاہری ہوتا ہے، جن لوگوں نے ایسے مقامات پر تعارض سمجھا وہ قلت فہم کی پیداوار ہے۔ اگر حقیقی تعارض قرآن وحدیث میں پایا جاتا تو وہ تمام نصوص رد ہو جاتیں جہاں تعارض نظر آتا ہے اور یہ دونوں علی الاطلاق دین اسلام کے مصدر قرار نہ پاتے۔

ایسے مقامات پر علمائے کرام دفع تعارض کیلئے مختلف صورتیں اپناتے ہیں تاکہ خداوند قدوس کا کلام بلاغت نظام اور اسکے رسول معظم صاحب جوامع الکلم کے فرامین اپنے حقیقی محامل پر محمول ہوسکیں۔ دفع تعارض کی وجوہ کو ہم نے ابتدائے مضمون میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کردیا ہے، لہذا انکی طرف رجوع کریں۔

یہاں ان میں سے بعض کے ذریعہ تعارض کو دور کیا جا سکتا ہے، پہلی وجہ دفع تعارض کیلئے نسخ ہے اور وہ یہاں متصور بلکہ واقع۔

والحق انه لاتعارض، وقداجتهد كثيرمن اهل العلم فى الجمع بينهما، واحسن ما اراه فى ذلك هو القول بنسخ احاديث النهى عن الكتابة۔ (۳۲)

حق یہ ہے کہ یہاں کسی قسم کا تعارض نہیں، علماء نے ان احادیث میں تطبیق کی کئی صورتیں بیان کی ہیں، جو رائے میرے نزدیک ان میں سب سے زیادہ اچھی ہے وہ یہ ہے کہ ایسی احادیث جن میں کتابت احادیث کی ممانعت کی گئی ہے وہ منسوخ ہیں۔

اپنے موقف کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ محمد بن علوی مالکی فرماتے ہیں۔

---

۳۲۔ المنهل اللطيف فى اصول الحديث الشريف، ۱۹

ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کتابت حدیث کی ممانعت پر دلالت کرنے والی احادیث کا زمانہ مقدم ہے یا ان احادیث کا جن میں کتابت حدیث کی اجازت دی گئی ہے۔ اگر ممانعت والی احادیث ابتدائی زمانے کی ہوں اور اجازت والی احادیث بعد کے زمانے کی تو مسئلہ ہی حل ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جن احادیث میں کتابت حدیث کی اجازت ہے وہ مقدم ہیں اور ممانعت والی موخر تو اس سے وہ حکمت ہی فوت ہوئی جاتی ہے۔ جس کے تحت احادیث لکھنے کی ممانعت کی گئی۔ وہ حکمت یہ تھی کہ قرآن وحدیث میں التباس پیدا نہ ہو جائے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ظاہر ہے آپ نے فرمایا:۔

امحضوا کتاب اللہ واخلصوہ۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب کو ہر قسم کے شائبۂ التباس سے پاک رکھو۔

قرآن اور حدیث میں التباس کا خدشہ اسلام کے ابتدائی دور میں تو قابل فہم ہے جب ابھی فن کتابت بھی عام نہیں ہوا تھا اور مدینہ میں یہودی اور منافقین بھی تھے، ان حالات میں قرآن اور حدیث کے درمیان التباس کا خدشہ تھا۔ اس لئے احادیث کی کتابت کو منع کر دیا گیا تاکہ لوگ قرآن حکیم کی طرف پوری پوری توجہ دیں اور کتابت قرآن کے ساتھ کتابت حدیث کی وجہ سے دونوں میں التباس پیدا نہ ہو۔ لیکن یہ بات قرین قیاس نہیں کہ ابتدا میں تو احادیث لکھنے کی اجازت ہو اور جب کتابت کا فن عام ہو گیا اور قرآن وحدیث میں التباس کا کوئی خطرہ نہ رہا تو احادیث لکھنے کی ممانعت کر دی گئی۔ اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ ممانعت والی احادیث اجازت والی احادیث سے مقدم ہیں اور ممانعت والی منسوخ ہیں۔ (۳۴)

احادیث ممانعت واجازت میں دفع تعارض اور تطبیق کے سلسلہ میں یہ پہلا طریقہ تھا کہ وجوہ نسخ میں سے ایک وجہ کو اختیار کر کے دونوں طرح کی روایات میں تطبیق دی گئی اور وہ ہے روایات میں باعتبار زمانہ تقدم وتاخر۔

دفع تعارض کیلئے یہاں ایک اور صورت بھی ہے کہ وجوہ جمع میں سے کسی ایک وجہ کو بروئے کار لایا جائے، غور وفکر کے بعد یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ وجہ تنویع ہے۔ یعنی دونوں میں حکم عام ہے اور یہ الگ الگ انواع سے متعلق ہے۔

---

۳۴۔ ضیاء النبی، ۷/۱۱۷

علامہ پیر کرم شاہ ازہری لکھتے ہیں:۔

لیکن علمائے ملت اسلامیہ نے کتابت حدیث کی ممانعت اور جواز کے متعلق مرویہ احادیث میں تطبیق کی اور بھی کئی صورتیں بیان کی ہیں، ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ممانعت ان لوگوں کیلئے ہے جن کا حافظہ اچھا ہے، ان کو کتابت سے اس لئے منع کیا گیا ہے تاکہ وہ کتابت پر بھروسہ کر کے احادیث کو حفظ کرنے کے معاملہ میں سستی کا مظاہرہ نہ کریں۔ اور اجازت ان لوگوں کیلئے ہے جن کو اپنے حافظوں پر اعتبار نہ تھا۔ جیسے ابوشاہ، کہ اس کیلئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث کو لکھنے کا خود حکم فرمایا۔

تطبیق کی ایک اور صورت علمائے کرام نے یہ بیان کی ہے کہ عام لوگوں کیلئے تو کتابت کی ممانعت تھی، کیونکہ کتابت میں ماہر نہ ہونے کی وجہ سے التباس اور غلطی کا امکان موجود تھا، لیکن جو لوگ فن کتابت کے ماہر تھے اور اس مہارت کی وجہ سے جن سے غلطی اور التباس کا امکان نہ تھا ان کو احادیث لکھنے کی اجازت دیدی گئی۔ جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث لکھنے کی اجازت فرمائی، کیونکہ وہ کتابت کے فن میں ماہر تھے اور ان سے غلطی کا اندیشہ نہ تھا۔ (۳۵)

ان وجوہ تطبیق اور روایات کی تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود نہیں چاہتے تھے کہ میرے صحابہ احادیث میں اس طرح مشغول ہوں جیسے کہ قرآن کریم میں منہمک رہتے ہیں۔ لیکن آپ کا مطلب یہ بھی نہیں تھا کہ میرے طریقوں کا اتباع نہ کریں کہ اس کے بغیر تو پھر قرآن کریم کا اتباع اور اس کی تعلیمات پر کامل طور سے عمل ہو ہی نہیں سکتا تھا، جیسا کہ ہم اول مضمون میں بیان کر آئے ہیں کہ قرآنی تعلیمات کو بغیر اسوۂ رسول کے سمجھا ہی نہیں جا سکتا تھا لیکن اسکی دو نوعیتیں تھیں، بعض صورتوں میں عمل ہی ممکن نہیں تھا اور بعض میں عمل تو ہو سکتا تھا لیکن ناقص و ناتمام رہتا یا باحسن وجوہ انجام نہ پاتا۔

ان تمام چیزوں کو سامنے رکھنے سے یہ نتیجہ ضرور ظاہر ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منشاء مبارک یہ ہی تھی کہ سنن و احادیث پر عمومیت کا رنگ غالب نہ آئے اور فرق مراتب کے ساتھ ساتھ کیفیت عمل میں بھی برابری نہ ہونے پائے ورنہ امت مسلمہ دشواری میں

---

۳۵۔ ضیاء النبی، ۷/۱۱۷

مبتلا ہوگی۔

لہذا خداوند قدوس نے اپنے فضل وانعام سے ' لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا ، کا مژدہ اپنے محبوب کے ذریعہ اپنے بندوں کو سنایا اور حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی رحمت عامہ وشاملہ سے امت مسلمہ کو حرج وضرر میں پڑنے سے محفوظ و مامون رکھا۔

## کتابت حدیث کی اجازت خود حضور نے دی

تدوین حدیث کو کتابت حدیث کی صورت ہی میں تسلیم کرنے والے اس بات پر بھی مصر ہیں کہ دوسری اور تیسری صدی میں حدیث کی جمع وتدوین کا اہتمام ہوا، اس سے پہلے محض زبانی حافظوں پر تکیہ تھا، اس مفروضہ کی حقیقت کیا ہے بعض کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے، مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ جب اسلام لوگوں کے قلوب واذہان میں راسخ ہوگیا اور قرآن مجید کا کافی حصہ نازل ہو چکا اور اس چیز کا اب خطرہ ہی جاتا رہا کہ قرآن وحدیث میں کسی طرح کا اختلاط رونما آئے گا تو کتابت حدیث کی اجازت خود حضور نے عطا فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

مامن اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احداکثر حدیثا عنی الا ما کان من عبداللہ عمرو ،فانہ کان یکتب ولا اکتب ۔(۳۶)

صحابہ کرام میں سے کسی کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث پاک کا ذخیرہ نہیں سوائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے، کیونکہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

روی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلا من الانصار کان یشھد حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلایحفظہ فیسأل اباھریرۃ فیحدثہ ،ثم شکا قلۃ حفظہ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : استعن علی حفظک بیمینک۔(۳۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک شخص حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتا لیکن احادیث کو یاد نہ رکھ پاتا، پھر ابو

۳۶۔ السنۃ قبل التدوین، ۳۰۴

۳۷۔ السنۃ قبل التدوین، ۳۰۴

ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کرتا تو وہ اسے احادیث سناتے، ایک دن اپنے حافظ کی کمی کی شکایت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کی تو آپ نے اس سے فرمایا: اپنے حافظے کی مدد اپنے دائیں ہاتھ سے کیا کرو۔ یعنی حفظ کے ساتھ ساتھ احادیث کو لکھ لیا کرو۔

روی عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال: قلنا : یارسول اللہ ! انا نسمع منك اشیاء افنکتبھا ؟قال : اکتبوا ولا حرج ۔(۳۸)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، ہم آپ سے کچھ چیزیں سنتے ہیں کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں، آپ نے فرمایا: لکھ لیا کرو۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

روی عن انس بن مالك انہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : قیدوا العلم بالکتاب ۔(۳۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم کو تحریر کے ذریعہ مقید کرلو۔

ان تمام روایات سے ثابت کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر کتابت حدیث کی اجازت عطا فرمائی۔ لہذا بہت صحابۂ کرام اقوال کریمانہ کو ضبط تحریر میں لائے اور حضور کے زمانۂ اقدس اور صحابۂ کرام کے عہد زریں میں کثیر تعداد میں صحیفے تیار ہوئے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس مبارکہ میں بارہا ایسا ہوتا کہ حضور جو فرماتے صحابۂ کرام اس کو لکھتے۔

دارمی شریف کی روایت ہے:۔

عن ابی قبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : سمعت عبداللہ قال: بینما نحن حول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکتب اذ سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای المدینتین تفتح اولا قسطنطنیۃ اورومیۃ ؟ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : لابل مدینۃ هرقل ۔(۴۰)

---

۳۸۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۴/۳۲۹

۳۹۔ المستدرک للحاکم، ۱/۱۰۶

۴۰۔ السنن للدارمی، ۱/۱۶۲

حضرت ابو قبیل کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا، کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے لکھ رہے تھے کہ اتنے میں حضور سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! دونوں شہروں میں سے پہلے کون فتح ہوگا، قسطنطنیہ یا رومیہ؟ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا: نہیں بلکہ ہرقل کا شہر یعنی قسطنطنیہ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال ایک خطبہ دیا جس کا پس منظر یوں ہے:۔ بنوخزاعہ کے کچھ لوگوں نے بنولیث کے کسی ایک شخص کو قتل کردیا، حضور کو اس چیز کی اطلاع دی گئی، آپ نے ایک سواری پر تشریف فرما ہوکر خطبہ شروع فرمایا، اس مبارک بیان میں مکہ معظمہ کی حرمت اور لوگوں کو قتل وغارت گری سے بچانے کیلئے سخت ہدایات تھیں، اس خطبہ کی عظمت کے پیش نظر یمنی صحابی حضرت ابوشاہ نے لکھنے کی خواہش ظاہر کی تو حضور نے یہ پورا خطبہ لکھوایا تھا۔ (۴۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یمن کے گورنر مقرر کئے گئے اور آپ یمن جانے لگے تو حضور نے ان کو ضروری چیزیں لکھوا کر مرحمت فرمائیں، ساتھ ہی اشباہ ونظائر پر قیاس اور استنباط مسائل کی تعلیم سے بھی نوازا۔ آپ نے وہاں جاکر جب ماحول کا جائزہ لیا تو بہت سی باتیں الجھن کا باعث تھیں، لہذا آپ نے ان تمام چیزوں کے متعلق بارگاہ رسالت سے ہدایات طلب کیں جس کے جواب میں حضور نے ان کو ایک تحریر روانہ فرمائی۔ (۴۲)

اسی طرح وائل بن حجر مشہور صحابی جو حضر موت کے شہزادے تھے جب مشرف باسلام ہوئے اور اپنے وطن واپس جانے لگے تو حضور سے نماز، روزہ، سود اور شراب وغیرہ کے اسلامی احکام لکھوانے کی خواہش ظاہر کی جو آپ کو لکھ کر عنایت کئے گئے۔

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن کا حاکم بنا کر بھیجا گیا تھا تو انہیں بھی فرائض، صدقات اور دیتوں کے احکام تحریری شکل میں ہی دیئے گئے تھے۔ (۴۳)

آپ کو زکوۃ کے احکام نہایت تفصیل سے بعد میں ارسال کئے گئے تھے جو آپ کے

---

۴۱۔ الجامع للبخاری، کتاب العلم،

۴۲۔ السنن للدار قطنی،

۴۳۔ کنز العمال للمتقی، ۱۶۶/۳

خاندان کے پاس ایک عرصہ تک محفوظ رہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ خلافت میں ان کے خاندان میں برآمد ہوئے جس کی تفصیل سنن ابوداؤد میں موجود ہے۔ (۴۴)

علامہ سید محمود احمد صاحب رضوی لکھتے ہیں:۔

سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں وہ تمام حدیثیں جن کا تعلق مسائل زکوۃ سے تھا یکجا قلم بند کروادیں جس کا نام ''کتاب الصدقہ'' تھا مگر اسکو عمال وحکام کے پاس روانہ کرنے سے قبل ہی آپ کا وصال ہوگیا تو خلفائے راشدین میں سے سیدنا صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے زمانے میں اسے نافذ کیا ، اس کے مطابق زکوۃ کے وصول وتحصیل کا ہمیشہ انتظام رکھا۔

امام بخاری نے اسی ''کتاب الصدقہ'' کا مضمون نقل کیا ہے جسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین کا حاکم بنا کر بھیجتے وقت انکے حوالے کیا تھا، اس میں اونٹوں، بکریوں، چاندی اور سونے کی زکوۃ کے نصاب کا بیان ہے۔

''کتاب الصدقہ'' جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوبکر بن حزم کو لکھوائی تھی وہ دوسرے امراء کو بھی بھیجی گئی۔

محصلین زکوۃ کے پاس کتاب الصدقہ کے علاوہ اور بھی تحریر تھیں۔

ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس حضور کی تحریر کرائی ہوئی ایک ہدایت تھی جس میں شوہر کی دیت کا حکم تھا۔ حرم مدینہ طیبہ کے سلسلہ میں ایک تحریر حضرت رافع بن خدیج کے پاس تھی نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مجموعہ تیار کیا تھا جو ان کے صاحبزادے کے پاس رہا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہرقل کو جو خط لکھا تھا اس کا ذکر کتب صحاح میں ملتا ہے، اب اس خط کی فوٹو بھی شائع ہوچکی ہے، صحاح کے بیان اور فوٹو کی تحریر میں ذرہ برابر فرق نہیں (۴۵)

اسکے علاوہ سلاطین کو دعوت اسلام، صلح نامے، معاہدے، اور امان نامے وغیرہ سیکڑوں

---

۴۴۔ السنن لابی داؤد،

۴۵۔ فیوض الباری شرح بخاری، ۱/۲۳

چیزیں تھیں جو آپ کے زمانۂ اقدس میں تحریری شکل میں موجود تھیں۔

## صحابہ نے عمل سے کتابت حدیث کا ثبوت دیا

اولاً بعض صحابہ کرام کو کتابت حدیث میں تامل رہا، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کتابت کی وجہ سے حفظ وضبط کا وہ اہتمام نہیں رہ سکے گا اور اسکی جانب وہ توجہ باقی نہ رہے گی، اس طرح سفینوں کا علم سینوں کو خالی کردیگا، آئندہ صرف تحریریں ہونگی جن پر اعتماد ہوگا اور انکے پیچھے حافظہ کی قوت نہ ہوگی کہ غلطیوں کی تصحیح ہوسکے، لہذا حذف واضافہ کا سلسلہ شروع ہوجائے گا اور تحریف کے دروازے کھل جائیں گے، منافقین اور یہود ونصاری کو روایات میں تغیر وتبدل کا موقع مل جائے گا، اس طرح دین کی بنیادوں میں رخنہ اندازی شروع ہوسکتی ہے، ان وجوہ کی بنا پر کچھ ایام بعض صحابہ کرام کو تذبذب رہا، لیکن اسلام جب دور دور تک پھیل گیا، اور خوب قوت حاصل ہوگئی تو مندرجہ بالا خدشات کی جانب سے اطمینان ہوگیا اور قرآن مجید کی طرح رفتہ رفتہ حدیث کی کتابت پر بھی سب متفق ہوگئے۔ ہاں مگر ان حضرات صحابہ کے درمیان یہ طریقہ بھی رائج تھا کہ کتابیں دیکھ دیکھ کر احادیث بیان نہیں کی جاتی تھیں، اسی وجہ سے ان تحریری مجموعوں کو کوئی خاص شہرت حاصل نہیں ہوسکی پھر کافی تعداد میں صحابہ کرام نے اس فریضہ کو انجام دیا جس کی قدرے تفصیل اس طرح ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو پہلے کتابت حدیث کے سخت مخالف تھے لیکن بعد میں وہ عملی طور پر اس میدان میں اتر آئے اور آخر میں ان کی مجالس کا یہ طریقہ تھا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

كنت اكتب عند ابن عباس فى صحيفة (٤٦)

میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں اوراق پر احادیث لکھتا تھا۔

حضرت موسی بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:۔

وضع عندنا كريب حمل بعير او عدل بعير من كتب ابن عباس، قال:

---

٤٦۔ السنن للدارمی، ٩٦

فکان علی بن عبداللہ بن عباس اذاارادوا الکتاب کتب الیہ ابعث علی بصحیفۃ کذا کذا ،قال : ینسخھا فیبعث الیہ احداھما (۴۷)

حضرت کریب نے ہمارے پاس ایک اونٹ کے برابر یا ایک اونٹ کے بوجھ برابر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کتابیں رکھیں ۔حضرت علی بن عبداللہ بن عباس جب کوئی کتاب چاہتے تو انہیں لکھدیتے کہ مجھے فلاں صحیفہ بھیجدو ،وہ اسے نقل کرتے اوران میں سے ایک بھیج دیتے۔

انکی یہ تصانیف انکی زندگی ہی میں دوردور تک پھیل گئی تھیں ،اس سلسلہ میں امام طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خودان کا بیان نقل کیا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان ناسا من اھل الطائف اتوہ بصحیفۃ من صحفہ لیقرء ھا علیھم ،فلما اخذھالم ینطلق فقال : انی لما ذھب بصری بلھت فاقرأوھاعلی ،ولایکن فی انفسکم من ذلک حرج ،فان قرأ تکم علی کقرأتی علیکم۔ (۴۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ طائف کے کچھ لوگ انکے پاس انکی کتابوں سے ایک کتاب لیکر آئے تاکہ وہ انہیں پڑھکر سنائیں ،حضرت ابن عباس نے جب وہ کتابیں لیں تو پڑھ نہ سکے ،فرمایا: جب سے میری نگاہ جاتی رہی میں بیکار ہوگیا ہوں ،تم لوگ خودمیرے سامنے پڑھواوراس میں کچھ حرج نہ سمجھو ،میرے سامنے تمہارا پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے کہ میں تمہارے سامنے پڑھوں۔

تصانیف کی اس کثرت سے کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیئے ،کیونکہ آپ نے علم حدیث کی تحصیل میں غیر معمولی کوشش اور محنت سے کام لیا تھا۔اسکی تفصیل آپ گذشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں۔

## حضرت ابوہریرہ کی روایات کے مجموعے

روایت حدیث میں آپکی شان امتیازی حیثیت کی حامل ہے ،پانچ ہزار سے زائد

---

۴۷۔ کتاب العلل للترمذی، الطبقات الکبری لابن سعد، ۲۱۶/۵

۴۸۔ شرح معانی الآثار، للطحاوی، ۳۸۴/۲

احادیث کا ذخیرہ تنہا آپ سے مروی ہے جو آج بھی کتابوں میں محفوظ ہے۔

آپکی روایات بھی آپکے دور میں جمع وتدوین کے مراحل سے گذر کر کتابی شکل میں جمع ہوگئی تھیں، اس سلسلہ کے چند نسخے مشہور ہیں۔

پہلا نسخہ بشیر بن نہیک کا مرتب کردہ ہے۔ وہ کہتے ہیں:۔

کنت اکتب ما اسمع من ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلما اردت ان افارقہ اتیتہ بکتابہ فقرأتہ علیہ وقلت لہ : ھذ ماسمعتہ منك قال: نعم (۴۹)

حضرت بشیر بن نہیک کہتے ہیں: میں جو کچھ حضرت ابوہریرہ سے سنتا وہ لکھ لیا کرتا تھا، جب میں ان سے رخصت ہونے لگا تو وہ مجموعہ میں نے آپکو پڑھکر سنایا اور عرض کیا: یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے آپ سے سماعت کی ہیں، فرمایا: ہاں صحیح ہیں۔

دوسرا مجموعہ حضرت حسن بن عمرو بن امیہ الضمری کے پاس تھا۔ (۵۰)

تیسرا مجموعہ زیادہ مشہور ہے اور یہ ہمام بن منبہ کا مرتب کردہ ہے۔ یہ اب چھپ چکا ہے، اس مجموعہ کی اکثر احادیث مسند احمد، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں، انکے موازنہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں ذرہ برابر فرق نہیں، پہلی صدی اور تیسری صدی کے مجموعوں کی مطابقت اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ احادیث ہر قسم کی آمیزش سے محفوظ رہیں۔

یہ یمن کے امراء سے تھے، انکے علاوہ تلامذہ اور خود آپکے مرتب کردہ مجموعے بھی تھے۔

حسن بن عمرو بیان کرتے ہیں:۔

تحدثت عند ابی ہریرۃ بحدیث فانکرہ فقلت انی سمعت منك، فقال : ان کنت سمعتہ منی فھو مکتوب عندی ،فاخذ بیدی الی بیتہ فأرانا کتبا کثیرۃ من حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوجد ذلك الحدیث فقال : قد اخبرتك ان کنت حدثتك بہ فھو مکتوب عندی۔ (۵۱)

میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک حدیث پڑھی، آپ نے

---

۴۹۔ السنن للدارمی، ۶۸ ☆ السنۃ قبل التدوین، ۳۴۸

۵۰۔ جامع بیان العلم لابن عبد البر، ۸۴

۵۱۔ فیوض الباری، ۱/۲۳

اس کو تسلیم نہ کیا، میں نے عرض کیا: یہ حدیث میں نے آپ ہی سے سنی ہے، فرمایا: اگر واقعی تم نے یہ حدیث مجھ سے سنی ہے تو پھر یہ میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہوگی۔ پھر آپ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لے گئے، آپ نے ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کی کئی کتابیں دکھائیں وہاں وہ متعلقہ حدیث بھی موجود تھی، آپ نے فرمایا: میں نے تم سے کہا تھا نا کہ اگر یہ حدیث میں نے تمہیں سنائی ہے تو ضرور میرے پاس لکھی ہوگی۔ (۵۲)

اس روایت سے ظاہر کہ آپ کے پاس تحریر شدہ احادیث دس پانچ نہیں تھیں بلکہ جو کچھ وہ بیان کرتے تھے ان سب کو قید کتابت میں لے آئے تھے۔ قارئین اس بات سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صحابہ کے دور میں کتنا عظیم ذخیرۂ حدیث بشکل کتابت ظہور پذیر ہو چکا تھا۔

## حضرت عبداللہ بن عمر کی مرویات

یہ بھی ان صحابہ کرام میں ہیں جو ابتداءً کتابت حدیث کے حق میں نہ تھے، لیکن زمانے کے بدلتے حالات نے انکو بھی کتابت حدیث کے موقف پر لا کھڑا کیا تھا، لہذا آپ نے بھی کتابت حدیث کا سلسلہ شروع کیا، آپکے ارشد تلامذہ میں حضرت نافع آپکے آزاد کردہ غلام ہیں، تیس سال آپکی خدمت میں رہے، امام مالک ان سے روایت کرتے ہیں، انکے بارے میں حضرت سلیمان بن موسی کا بیان ہے۔

انه رأى نافعا مولى ابن عمر على علمه ويكتب بين يديه (۵۳)

انہوں نے دیکھا کہ حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علم کے حافظ تھے اور انکے سامنے بیٹھ کر لکھا کرتے تھے۔

حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر اور آپکے بیٹے حضرت سالم کا بھی یہ ہی طریقہ تھا، بلکہ آخر میں تو آپ نے اپنی اولاد کو یہ حکم دے دیا تھا کہ:۔

قیدو العلم بالکتاب۔ (۵٤)

---

۵۲۔ جامع بیان العلم لابن عبد البر، ۸٤
۵۳۔ السنن للدارمی، ۶۶
۵٤۔ السنن للدارمی، ۶۸

## حضرت جابر بن عبد اللہ کے صحیفے

آپکی مرویات بھی کثیر تعداد میں ہیں اور انکی جمع وتدوین کی روداد کچھ اس طرح ہے۔

امام طحاوی انکے شاگردوں کا قول لکھتے ہیں:۔

کنا نأتی جابر بن عبداللہ لنسأله عن سنن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنکتنبها۔ (۵۵)

ہم لوگ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوتے تاکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتیں معلوم کرکے قلمبند کریں۔

آپکی روایتوں کے متعدد مجموعوں کا ذکر ملتا ہے۔

ایک مجموعہ اسمعیل بن عبد الکریم کے پاس تھا۔(۵٦)

دوسرا سلیمان یشکری کے پاس۔(۵۷)

• ابوبکر عیاش نے امام اعمش سے اس زمانہ کے لوگوں کی رائے نقل کی ہے۔

ان مجاهدا یحدث عن صحیفة جابر۔ (۵۸)

حضرت مجاہد حضرت جابر کے صحیفہ سے روایت بیان کرتے تھے۔

ایک صحیفہ حضرت جابر کے پاس اور تھا جسکو تابعی جلیل حضرت قتادہ بن دعامہ سدوسی بہت اہمیت دیتے تھے۔(۵۹)

فرماتے تھے: مجھے سورۂ بقرہ کے مقابلہ میں صحیفہ جابر زیادہ حفظ ہے۔(٦۰)

## ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے مجموعے

میدان علم میں آپکی جلالت شان سب کو معلوم ہے، مشکل مسائل میں جلیل القدر صحابہ کرام آپکی طرف رجوع کرتے اور احادیث نبویہ کی روایت کرتے تھے۔ آپ کے علم وفضل کا

---

۵۵۔ شرح معانی الآثار للطحاوی، ۲/۳۰٤

۵٦۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ۲/۲۰٦

۵۷۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ۲/۲۱۱

۵۸۔ الطبقات الکبری لابن سعد، ۵/۲٤٤

٦۰۔ التاریخ الکبری للبخاری،

یہ عالم تھا کہ فرائض و میراث کے مسائل جنکا زبانی نکالنا کوئی آسان کام نہیں لیکن آپ بآسانی حل فرماتی تھیں، قوت یادداشت کا یہ حال کہ کسی شاعر کے ساٹھ ساٹھ اشعار بلکہ بعض اوقات سوسو اشعار برجستہ سنادیتی تھیں۔

آپ سے مردوں میں حضرت عروہ بن زبیر نے جو آپکے بھانجے تھے خاص طور پر علم حاصل کیا تھا، آپکی مرویات کو سب سے زیادہ جاننے والے یہ ہی تھے۔ انہوں نے کتابی شکل میں روایات کا ایک مجموعہ بھی تیار کیا تھا لیکن واقعہ حرہ کے موقع پر جبکہ یزیدیوں نے مدینہ طیبہ کو تاراج کیا تو آپ کا وہ صحیفہ بھی ضائع ہوگیا جس پر آپ کو نہایت افسوس ہوتا تھا۔ فرماتے تھے۔

لوددت انی کنت فدیتها باهلی ومالی (٦١)

اچھا ہوتا کہ میں اپنے اہل وعیال اور تمام جائداد کو اس پر قربان کردیتا۔

عورتوں میں آپکی خاص تلمیذہ مشہور خاتون حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن ہیں۔ انکی مرویات کو انکے بھانجے حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے جمع کیا تھا۔ کیونکہ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مدینہ شریف میں تدوین حدیث کے لئے جو پیغام آیا تھا اسکی تعمیل آپ ہی نے کی تھی۔

تیسرے شاگرد حضرت قاسم بن محمد آپکے بھتیجے ہیں کہ آپکی کفالت میں رہے اور حدیثوں کا ایک وافر ذخیرہ آپ سے حاصل کیا۔ انکی مرویات بھی ابوبکر بن محمد نے جمع کی تھیں۔

## حضرت ابوسعید خدری کی مرویات

آپکی مرویات بھی ایک ہزار سے زائد ہیں، یہ کتابت حدیث کو پسند نہ کرتے تھے لیکن انکے تلامذہ میں نافع اور عطا بن ابی رباح خاص طور پر مشہور ہیں۔ ان دونوں حضرات کی احادیث خود انکی موجودگی میں لوگ لکھتے تھے۔ (٦٢)

پھر یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت مجاہد خود بھی آپ سے

---

٦١۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ۱۸۳/۷

٦٢۔ تہذیب التہذیب ٤٨/٣

روایت کرتے ہیں اوران سب حضرات نے احادیث کی جمع وتدوین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، لہذا آپکی مرویات تقریباً سب ہی جمع ہوگئی تھیں۔

## حضرت عبداللہ بن مسعود کی مرویات

آپکی عظمت شان اس سے ظاہر وباہر ہے کہ آپ کو بارگاہ رسالت میں خاص قرب حاصل تھا، صاحب النعل والوسادۃ آپ کا لقب مشہور تھا کہ آپ کو سفر وحضر میں حضور کی کفش برداری کا اعزاز خاص طور پر نصیب ہوا۔

آپکی روایتیں آپکے مشہور شاگرد حضرت علقمہ کے ذریعہ محفوظ ہوئیں اوران سب کو لکھا گیا، بعض لوگوں نے یہ طریقہ بھی اپنایا کہ آپ سے حدیثیں سنکر جاتے اور گھر جا کر وہ احادیث قلمبند کر لیتے تھے۔ وجہ اسکی یہ تھی کہ آپ ابتداءً کتابت کے مخالف تھے۔ (۶۳)

## انس بن مالک کی مرویات کے مجموعے

آپ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص ہونے کی وجہ سے کثیر الروایت ہیں، اپنے بیٹوں اور تلامذہ کو احادیث لکھواتے تھے، جب کثرت سے لوگ آنے لگے تو آپ وہ صحیفے ہی اٹھالائے جن میں احادیث تھیں اور فرمایا: یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے خود حضور سے سنیں اور پھر لکھ کر دوبارہ سنائیں۔ (۶۴)

## حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایتوں کے مجموعے

آپ پڑھ چکے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے کتابت حدیث کی کامل طور پر اجازت بلکہ حکم مل چکا تھا۔ لہذا آپ نے جو بھی سنا اسکو لکھا۔ آپ نے اپنے صحیفہ کا نام "الصادقۃ" رکھا تھا، آپ نے بلاواسطہ روایات کو اس میں جمع کیا تھا۔ خود فرماتے ہیں:۔

هذه الصادقة فيها ما سمعته من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وليس بيني وبينه فيها احد ـ

---

۶۳۔ السنن للدارمی، ۶۷　☆　جامع بیان العلم لابن عبد البر، ۴۰

۶۴۔ السنۃ قبل التدوین، ۳۲۰

یہ صحیفہ صادقہ ہے، اس میں وہ احادیث درج ہیں جو میں نے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنیں ہیں، اسکی روایت کیلئے میرے اور حضور کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

آپ کو یہ صحیفہ بہت عزیز تھا، فرماتے تھے۔

مایرغبنی فی الحیوۃ الا الصادقۃ والوھط۔

زندگی میں میری دلچسپی جن چیزوں سے ہے ان میں ایک یہ صحیفہ ہے اور دوسری "وھط" نامی میری زمین ہے۔

حفاظت کیلئے آپ اس صحیفے کو ایک صندوق میں بند رکھتے تھے۔ آپ کے بعد آپ کے اہل خانہ نے بھی اس صحیفے کی حفاظت کی۔ اغلب یہ ہے کہ آپ کے پوتے حضرت عمرو بن شعیب اس صحیفے سے روایت کرتے تھے۔ گو حضرت عمرو بن شعیب سے سارا صحیفہ مروی نہیں لیکن امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اسکے مندرجات کو روایت کر دیا ہے۔ احادیث کی دوسری کتابوں میں بھی اس صحیفے کی احادیث ملتی ہیں۔

اس صحیفے کی علمی اہمیت بہت زیادہ ہے، کیونکہ یہ ایک تاریخی دستاویز ہے اور اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے احادیث لکھنے کا واضح ثبوت بھی ملتا ہے۔ (٦٥)

کہتے ہیں اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں۔

## حضرت زید بن ثابت کی مرویات

آپ جلیل القدر صحابی اور جامع قرآن ہیں، عہد صدیقی میں جمع وتدوین قرآن کا کام آپ ہی نے انجام دیا۔ پھر دور عثمانی میں مصحف شریف کی نقلیں آپ ہی نے تیار کیں اور دسرے علاقوں میں اسکو تقسیم کیا گیا۔

کاتب وحی تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عبرانی زبان سیکھی تھی، احادیث کا عظیم ذخیرہ آپکو محفوظ تھا، لیکن مشکل یہ تھی کہ آپ کتابت کے مخالف تھے، ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ نے آپ کی احادیث قلمبند کرائیں لیکن آپ نے معلوم ہوتے ہی انکو مٹا دیا تھا۔ آخر میں مروان بن الحکم نے ایک طریقہ یہ نکالا کہ پردے کے پیچھے

---

(٦٥) ضیاء النبی ١٣٣/٧

لکھنے والے بٹھادیئے اور پھر آپ کو بلاکر احادیث پوچھتا تھا اور پس پردہ احادیث لکھی جاتی تھیں۔(٦٦)

حضرت عروہ آپ کے تلامذہ میں تھے، آپکی مرویات کوانہوں نے جمع کیا اور اپنے بیٹے ہشام کوبھی اسکی تاکید کرتے تھے۔

## امیرالمؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کاصحیفہ

آپ باب علم نبوت ہیں، کوفہ کی علمی مجالس ابن مسعود اور آپ کی تعلیمات کی رہین منت تھیں، آپکے پاس احادیث نبویہ اوراحکام شرعیہ پر مشتمل ایک صحیفہ تھا جسکو خود آپ نے تحریر فرمایا تھا۔

فرماتے ہیں:۔

ماكتبنا عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الا القرآن وما فى هذه الصحيفة ۔(٦٧)

ہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن کریم اوراس صحیفہ کے سوا کچھ نہ لکھا۔

یہ صحیفہ چمڑے کے ایک تھیلے میں تھا، اس میں آپکی تلوار بھی رہتی تھی، اس میں خون بہا، اسیروں کی رہائی، کافر کے بدلے مسلمان کوقتل نہ کرنا، حرم مدینہ کے حدود اور اسکی حرمت، غیر کی طرف انتساب کی ممانعت، نقض عہد کی برائی کے احکام ومسائل درج تھے۔(٦٨)

## دیگر صحابہ کرام کے حدیثی مجموعے

اسی طرح حضور کے خادم خاص حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ذریعہ جمع ہو چکی تھیں۔(٦٩)

حضرت سمرہ بن جندب کی روایتیں بھی انکی زندگی میں جمع ہوئیں اور یہ مجموعہ انکے

---

٦٦۔ السنن الدارمی ٦٦
٦٧۔ الجامع لبخاری باب مایکرہ من العمق الخ ١٠٨٤/٢
٦٨۔ الجامع البخاری باب مایکرہ من العمق الخ ١٠٨٤/٢
٦٩۔ الطبقات الکبری لابن سعد ١٢٣/٢

خاندان میں ایک عرصہ تک محفوظ رہا، انکے پوتے حبیب نے اسے دیکھکر روایتیں کیں۔(۷۰)

حضرت سعد بن عبادہ انصاری فن کتابت میں مہارت کی بنیاد پر مرد کامل سمجھے جاتے تھے، آپ نے بھی ایک صحیفہ احادیث مرتب کیا تھا، آپکے صاجبزادے نے ان احادیث کو روایت کیا۔(۷۱)

حضرت مغیرہ بن شعبہ کے پاس بھی ایک مجموعہ تھا، ایک مرتبہ آپ نے اپنے کاتب وراد ثقفی سے حضرت امیر معاویہ کو ایک حدیث لکھوا کر بھیجی تھی۔(۷۲)

حضرت براء بن عازب جلیل القدر صحابی ہیں، انکی روایتیں انکی حیات ہی میں تحریری شکل میں مرتب ہوگئی تھیں، انکے شاگردوں کے شوق کتابت کا یہ عالم تھا کہ کاغذ موجود نہ ہوتا تو ہتھیلیوں پر لکھ لیتے تھے۔(۷۳)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ایک خاص صحابی ہیں، انہوں نے بھی حدیثیں کتابی شکل میں جمع کی تھیں، سالم ابوالنضر کا بیان ہے کہ میں نے آپکی تحریر کردہ ایک حدیث پڑھی ہے۔(۷۴)

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کتابت حدیث سے اتنی دلچسپی تھی کہ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو نصیحت کرتے تھے کہ علم حاصل کرو، کیونکہ آج تم قوم میں چھوٹے ہو لیکن کل بڑے ہوگے تو قوم کو تمہاری ضرورت ہوگی، جو یاد نہ کر سکے تو اسے چاہیئے کہ وہ لکھ لیا کرے۔(۷۵)

حضرت امیر معاویہ، حضرت ثوبان اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مرویات انکے شاگرد خالد بن معدان کے ذریعہ تحریری شکل میں مدون ہوئیں، انہوں نے ستر صحابہ کرام سے ملاقات کی تھی، تحریر وتدوین کی جانب خاص توجہ کے باعث انکے پاس ایک باقاعدہ کتاب مرتب ہوگئی تھی۔(۷۶)

جن صحابہ کرام کی تحریری کوششوں کا ذکر ہم نے کیا ان میں بالخصوص وہ حضرات بھی ہیں

---

۷۰۔ تہذیب التہذیب ۱۹۸/٤

۷۱۔ الجامع للترمذی، باب القضای بالیمن مع الشاهد، ۱٦۰/۱

۷۲۔ الجامع للبخاری، باب العساکر بعد الصلوۃ، ۱۱۷/۱

۷۳۔ السنن للدارمی، ٦٦

۷٤۔ الجامع للبخاری، باب الصبر عند القتال، ۳۹۷/۱

۷٥۔ جامع بیان العلم، ٤۰

۷٦۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ۱۱۹/۲

جنکو مکثرین صحابہ میں شمار کیا جاتا ہے یعنی جن سے ایک ہزار سے زائد احادیث روایت کی گئی ہیں۔ انکی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | حضرت ابو ہریرہ | ۵۳۷۴ |
| ۲۔ | حضرت عبد اللہ بن عمر | ۲۶۳۰ |
| ۳۔ | حضرت انس بن مالک | ۲۲۸۶ |
| ۴۔ | ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ | ۲۲۱۰ |
| ۵۔ | حضرت عبد اللہ بن عباس | ۱۶۶۰ |
| ۶۔ | حضرت جابر بن عبد اللہ | ۱۵۴۰ |
| ۷۔ | حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم | ۱۱۷۰ |

انکے علاوہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعداد حدیث کے بارے میں آپ خود حضرت ابو ہریرہ کا فرمان پڑھ چکے کہ مجھ سے زیادہ احادیث حضرت ابن عمرو کی ہیں۔ اس طرح ان حضرات کی مرویات کی تعداد تیئیس ہزار سے زیادہ ہوگی۔ اور بعض محدثین نے حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی مکثرین میں شمار کیا ہے تو کم ازکم دو ہزار کے مزید اضافہ سے یہ تعداد پچیس ہزار سے بھی زائد ہو جائیگی۔ اور باقی صحابہ کرام کی روایات علیحدہ رہیں۔

ناظرین اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عہد صحابہ میں تدوین حدیث کس منزل میں تھی۔ لہذا منکرین کا یہ کہنا کہ احادیث دوسو سال کے بعد ہی صحیفہ قرطاس پر ثبت ہوئیں، اس سے پہلے فقط حافظوں پر موقوف تھیں یہ حقیقت سے کتنی بعید بات ہے۔

## اصولی طور پر کل احادیث کی تعداد

اس مقام پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس تعداد میں مکرر روایات بھی ہیں تو یہ تعداد گھٹ کر اس سے کافی کم ہو جائیگی، ہم کہتے ہیں یہ بات مسلم ہے لیکن اسکے ساتھ اس بات کو بھی ملحوظ نظر رکھیں کہ احادیث کی کل تعداد مختلف سندوں کے اعتبار سے اگرچہ لاکھوں تک پہونچتی ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے کہ ایک ایک محدث کو سات اور آٹھ لاکھ احادیث بھی یاد تھیں لیکن اصل صحیح احادیث کی تعداد کتنی ہے۔ امام حاکم کی تصریح یوں ہے۔

الحدیث التی فی الدرجة الاولی لاتبلغ عشرة آلاف۔ (۷۷)

اعلی درجہ کی احادیث کی کل تعداد دس ہزار تک نہیں پہونچ پاتی۔

بلکہ بعض کے نزدیک تو اصل تعداد چار ہزار سے کچھ متجاوز ہے جیسا کہ علامہ امیر یمانی لکھتے ہیں:۔

من جملة الاحادیث المسندة عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی الصحیحة بلاتکرار اربعة آلاف واربع مأة۔ (۷۸)

جملہ احادیث مسندہ صحیحہ غیر مکررہ کی تعداد چار ہزار چار سو ہے۔

## پہلی صدی کے آخر تک بعض صحابہ موجود تھے

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ان مساعی جلیلہ کے بعد احادیث کی روایت کتابت اور انکی حفاظت کا سلسلہ یہاں آکر ختم نہیں ہوگیا تھا بلکہ جس طرح صحابۂ کرام نے اس سرمایۂ دین ومذہب کو جان سے زیادہ عزیز رکھا اسی طرح بعد کے لوگوں نے بھی اسکو سینہ سے لگائے رکھا۔

صحابۂ کرام کا دور پوری صدی کو محیط ہے، گویا سوسال تک حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے قولی اور عملی نمونے اس دنیا میں نور وعرفان کی بارش فرماتے رہے، ستر اسی سال تک رہنے والے اصحاب رسول تو کثیر تعداد میں تھے لیکن مندرجہ ذیل چار حضرات کا وصال تو صدی کے آخر اور بعض کا دوسری صدی میں ہوا۔

۱۔ حضرت انس بن مالک ۲۔ حضرت محمود بن ربیع

۳۔ حضرت ہرماس بن زیاد باہلی ۴۔ حضرت ابوالطفیل عامر بن وائلہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آخری صحابی حضرت ابوالطفیل کا ۱۱۰ھ میں بمقام مکہ مکرمہ وصال ہوا۔ لہذا یہ بات اپنے مقام پر بالکل متحقق اور طے شدہ ہے کہ پوری ایک صدی تک دنیا صحابۂ کرام کے فیض سے مستفیض رہی۔ انکے تلامذہ میں جلیل القدر تابعین، ائمۂ مجتہدین اور فقہاء ومحدثین شمار کیے

---

۷۷۔ توجیہ النظر، ۹۳

۷۸۔ تذکرۃ المحدثین مصنفہ علامہ غلام رسول سعیدی، بحوالہ توضیح الافکار، ۶۳

جاتے ہیں۔تابعین نے چونکہ بلاواسطہ جماعت صحابہ سے اکتساب فیض کیا تھا اس لئے انکی زندگی انہیں امور سے عبارت تھی جنکا درس صحابہ کرام نے ان کو دیا تھا۔

علم حدیث کی ترویج واشاعت کا یہ دور اپنی وسعت وہمہ گیری کے لحاظ سے کافی اہم شمار کیا جاتا ہے، اللہ رب العزت نے انکی قوت یادداشت کو وہ امتیاز بخشا تھا جس پر لوگ عموما انگشت بدنداں ہیں۔انہوں نے پوری پوری عمریں صرف اسی مشغلہ میں صرف فرمائیں اور اپنی انتھک کوششوں سے اسلامی تعلیمات کی بصورت سنت وحدیث خوب اشاعت فرمائی۔چند نمونے ملاحظہ کرنے کے بعد قارئین خود سمجھ سکتے ہیں کہ یہ علم کن مراحل سے گذرا، حوادث زمانہ کی دست برد سے کس طرح اسکی حفاظت کی گئی۔اور مالی قربانیوں سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حب الہی اور محبت وعشق رسول کے جذبہ سے سرشار لوگوں کی حالت ہی کچھ ایسی تھی کہ وہ اپنا سب کچھ لٹا کر بھی علم دین اور سنت رسول کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔

جہاں تک حفاظت حدیث کا تعلق ہے وہ تو آپ پڑھ چکے کہ زبانی حفظ وضبط اور صحائف میں نقش وکتابت کے طریقوں کو اپنا کر صحابہ کرام نے اسکی حفاظت فرمائی تھی۔
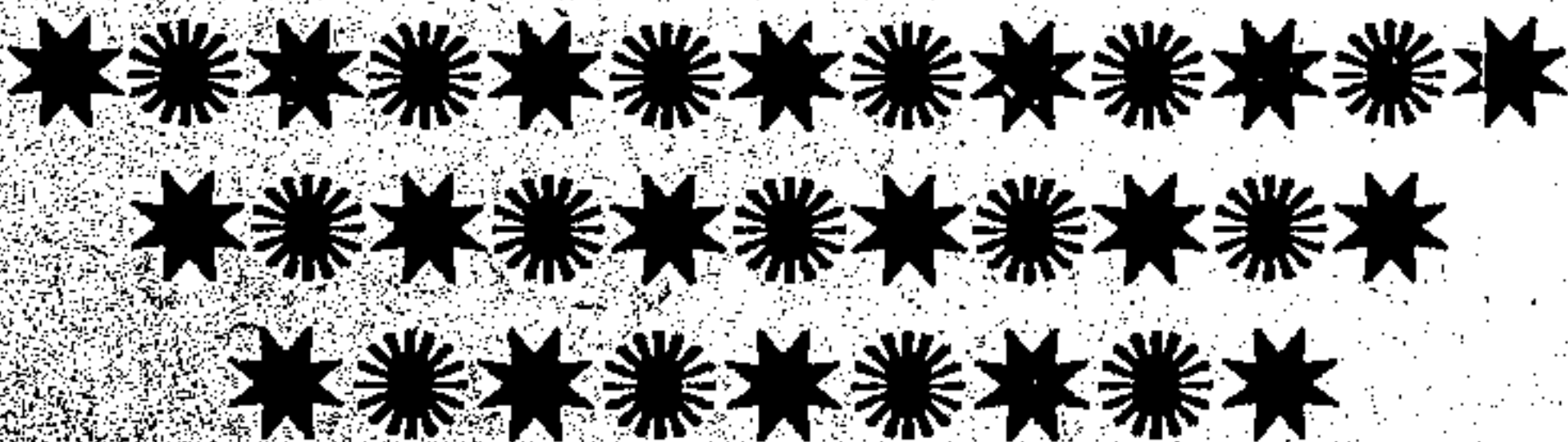
# عہد تابعین میں تدوین حدیث

تابعین عظام نے بھی ان طریقوں پر عمل کرتے ہوئے حفظ وکتابت کا فریضہ انجام دیا صحابۂ کرام نے اپنے بچوں اور زیر تربیت افراد کو خاص طور پر اس کام کیلئے منتخب کیا اور حفظ قرآن کے ساتھ احادیث بھی زبانی یاد کراتے تھے۔

حضرت عکرمہ جو سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تلمیذ خاص اور غلام تھے اپنے بچپن کے حالات یوں سناتے تھے۔

کان ابن عباس یضع الکال فی رجلی علی تعلیم القرآن والسنن۔(۷۹)

حضرت ابن عباس میرے پاؤں میں قرآن مجید اور احادیث یاد کرانے کیلئے بیڑیاں ڈال دیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ کی خدمت میں لوگ کثرت سے اپنے بچے حفظ احادیث کیلئے بٹھاتے تھے۔ آپس میں مذاکرۂ حدیث کا طریقہ بھی جاری کیا گیا تھا، اساتذہ متعلمین کا آموختہ سنتے، سبقا سبقا احادیث یاد کرائی جاتی تھیں، کوئی صرف پانچ حدیثوں کا درس دیتا اور کوئی دو پر ہی اکتفا کرلیتا تھا۔

حضرت عروہ نے اپنی اولاد، حضرت ابن عباس نے اپنے تلامذہ اور امام زہری نے اپنے شاگردوں کے ساتھ یہی طریقہ اختیار کیا جس سے یہ فائدہ ہوتا کہ رفتہ رفتہ وہ عظیم ذخیرہ کے حافظ ہوجاتے تھے۔ ورنہ نتیجہ وہی نکلتا جو امام زہری نے فرمایا تھا۔

من طلب العلم جملة فاته جملة۔(۸۰)

جو ایک دم سب حاصل کرنے کے درپے ہو وہ سب کچھ کھو بیٹھتا ہے۔

یہ اہتمام ان لوگوں کے یہاں تھا جو حفظ وضبط میں یگانۂ روزگار تھے، جنکی مثالیں آج دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس احتیاط کا مقصد صرف یہ تھا کہ حدیث رسول میں کسی طرح کی غلط بیانی راہ نہ پاسکے اور فرمان رسول کی حفاظت خوب سے خوب تر کے انداز میں ہوتی

---

۷۹۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ۹۰
۸۰۔ تدریب الراوی للسیوطی، ۱۸۰

رہے۔ انکی قوت حافظہ دیکھنا ہو تو حفاظت حدیث کے چند واقعات سماعت فرماتے چلئے۔

## صحابہ وتابعین کے حفظ وضبط کی نادر مثالیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت آپ پڑھ چکے کہ آپ سے ۵۳۷۴ احادیث مروی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکی یادداشت کیلئے دعا کی تھی جسکے نتیجہ میں آپ فرماتے تھے کہ پھر میں کبھی کوئی حدیث نہیں بھولا، آپکے اس دعوی پر ہوسکتا ہے کچھ شک گذرا ہو کہ ایک دن مروان بن الحکم نے آپ کو بلایا، مروان کے سکریٹری ابوالزعزہ کا بیان ہے کہ مجھے پہلے ہی حکم مل چکا تھا کہ میں پردہ کے پیچھے بیٹھ کر جو کچھ وہ بیان کریں لکھتا جاؤں، بہر حال یہ ہی ہوا، مروان مختلف انداز سے سوالات کرتا اور حضرت ابوہریرہ احادیث کریمہ بیان کرتے جاتے اور میں پس پردہ لکھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک اچھا خاصا مجموعہ تیار ہوگیا۔ لیکن ابوہریرہ کو کچھ خبر نہ تھی۔

اسکے بعد حضرت ابوہریرہ چلے گئے اور وہ مجموعہ بحفاظت رکھ دیا گیا۔ ابوالزعزہ کہتے ہیں۔

فترکه سنة ثم ارسله اليه واجلسنى وراء الستر فجعل يسأله وانا انظر فى الكتاب فمازاد ولانقص۔ (۸۱)

مروان نے اس مجموعہ کو ایک سال تک رکھ چھوڑا، اسکے بعد حضرت ابوہریرہ کو پھر بلایا اور مجھے بٹھا کر آپ سے وہی احادیث پھر پوچھیں، میں کتاب دیکھتا جاتا تھا، پوری کتاب سنادی لیکن نہ کسی لفظ کا اضافہ تھا اور نہ کمی۔

گویا یہ آپ کا امتحان تھا جس میں آپ دعائے رسول کی بدولت فائز المرام رہے اور اہل دربار نے آپ کے حافظہ کی قوت کی توثیق کی۔

حضرت امام ابن شہاب زہری جنکو حدیث رسول کی تدوین کیلئے باقاعدہ دربار خلافت سے حکم نامہ جاری ہوا تھا اور انہوں نے نہایت محنت شاقہ سے باحسن وجوہ یہ کارنامہ انجام دیا جسکی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں، کہا جاتا ہے کہ

ہشام بن عبدالملک نے آپکے حافظہ کا امتحان لینا چاہا تو یوں کیا کہ ایک دن آپ دربار

---

۸۱۔ کتاب الکنی للبخاری، ۳۳

میں کسی ضرورت سے آئے ہوئے تھے، اس نے خواہش ظاہر کی کہ شہزادے کو کچھ حدیثیں لکھوا دیجئے، آپ راضی ہو گئے اور آپ نے چار سو احادیث املا کرادیں۔ ایک ماہ بعد جب زہری دوبارہ پہونچے تو بڑے افسوس سے ہشام نے کہا:۔

ان ذلك الكتاب ضاع۔(۸۲)

وہ کتاب ضائع ہوگئی۔

آپ نے فرمایا: تو پریشانی کی کیا بات ہے؟ لاؤ پھر لکھوائے دیتے ہیں، غرضکہ آپ نے برجستہ پھر چار سو احادیث کا املا کرادیا۔

اب سنئے، درحقیقت پہلا نسخہ ضائع نہیں ہوا تھا بلکہ ہشام کی یہ ایک ترکیب تھی، جب امام زہری دربار سے چلے گئے تو یوں ہوا۔

قابل بالكتاب الاول فما غادر حرفا۔

جب پہلی کتاب سے مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف بھی نہیں چھوٹا تھا۔

امام ابوزرعہ رازی کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ محمد بن مسلم اور فضل بن عباس کے درمیان آپکی مجلس میں ایک حدیث کے الفاظ پر بحث شروع ہوگئی، جب کوئی فیصلہ نہ ہوا تو آپکی طرف رجوع کیا گیا، آپ نے اپنے بھتیجے ابوالقاسم کو بلوایا، جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا:۔

ادخل بيت الكتب فدع القمطر الاول والثانی والثالث، وعد ستة عشر جزءً وأتني بالجزء السابع عشر۔(۸۳)

کتب خانہ میں جاؤ اور پہلے دوسرے تیسرے بستہ کو چھوڑ کر چوتھے بستہ سے سولہ حصوں کے بعد سترہواں حصہ میرے پاس لاؤ۔

ابوالقاسم کا بیان ہے کہ حافظ ابوزرعہ نے اس حصہ کے اوراق الٹ کر حدیث جس صفحہ پر تھی اسکو نکال کر پیش کردیا۔ محمد بن مسلم نے جب وہ حدیث ملاحظہ کی تو صاف اقرار کرنا پڑا کہ ہاں ہم نے غلطی کی۔

---

۸۲۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۱/۲۰۱

۸۳۔ تہذیب التہذیب ۷/۳۳

امام ابوزرعہ کا کہنا تھا کہ پچاس سال ہوئے جب میں نے حدیثیں لکھی تھیں اور وہ میرے گھر میں رکھیں ہیں، لکھنے کے بعد پھر کبھی دوبارہ مطالعہ نہیں کیا،لیکن جانتا ہوں کہ کونسی حدیث کس کتاب میں ہے کس صفحہ میں ہے کس سطر میں ہے۔

مشہور محدث وفقیہ اسحاق بن راہویہ استاذ امام بخاری کے بارے میں منقول ہے کہ خراسانی امیر عبداللہ بن طاہر کے دربار میں ابن راہویہ کی کسی دوسرے عالم سے بعض مسائل پر گفتگو ہورہی تھی، کسی کتاب کی عبارت کے سلسلہ میں اختلاف ہوا،اس پر ابن راہویہ نے امیر عبداللہ سے کہا: آپ اپنے کتب خانہ سے فلاں کتاب منگوائیے، کتاب منگوائی گئی،آپ نے فرمایا:۔

عدمن الكتاب احدى عشرة ورقة ثم عد سبعة اسطر۔(٨٤)

کتاب کے گیارہ ورق پلٹ کر ساتویں سطر میں دیکھئے وہی ملے گا جو میں کہہ رہا ہوں۔

جب وہ عبارت بعینہ مل گئی تو امیر نے کہا:۔

علمت انك قد تحفظ المسائل ،ولكنى اعجب بحفظك هذه المشاهدة۔(٨٥)

یہ چیز تو مجھے معلوم تھی کہ آپ مسائل کے خوب حافظ ہیں،لیکن آپکی قوت یادداشت اور حفظ کے اس مشاہدہ نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔

ان چند واقعات سے اس چیز پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ احادیث وسنن کے ذخیرہ کو ان تابعین وتبع تابعین نے اپنے سینے میں کس طرح محفوظ کرلیا تھا۔ساتھ ہی یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ علم حدیث سینوں سے سفینوں کی طرف ان حضرات کے عہد میں بھی منتقل ہوتا رہا بلکہ کافی عروج پر تھا۔ساتھ ہی اس چیز کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ وہ حضرات اپنے حفظ وضبط کی تائید کتابت شدہ مواد سے کرتے تھے اور کتابت کا موازنہ حفظ سے کیا جاتا تھا۔

علامہ پیر کرم شاہ ازہری تدوین حدیث کی مزید تفصیلات پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

عہد نبوی،عہد صحابہ اور تابعین میں کتابت وتدوین حدیث کی جو مثالیں ہم نے گذشتہ

---

٨٤۔ تاريخ دمشق لا بن عساكر، ٤١٣/٢

٨٥۔ تاريخ دمشق لا بن عساكر، ٤١٢/٢

صفحات میں بیان کیں ہیں، ان سے مستشرقین کے اس تاثر کی تردید ہوجاتی ہے کہ احادیث کی تدوین دوسری یا تیسری صدی ہجری میں ہوئی اور اس سے پہلے صرف زبانی طور پر احادیث کی روایت کا رواج تھا۔ حقیقت یہ کہ تاریخ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں گو احادیث کی حفاظت کیلئے زیادہ انحصار زبانی یاد کرنے اور ان فرامین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امت کی عملی زندگی میں نافذ کرنے پر تھا لیکن اسکے باوجود حفاظت حدیث کیلئے کتابت کے ذریعہ کو مسلمانوں نے تاریخ اسلام کے ہر دور میں استعمال کیا ہے۔

ملت اسلامیہ چند غیر منظم لوگوں کے ہجوم کا نام نہ تھا بلکہ یہ تاریخ انسانی کی منظم ترین جماعت تھی۔ اس ملت کو اپنے الہامی پیغام پر صرف خود ہی عمل پیرا نہ ہونا تھا بلکہ ساری نسل انسانی کو اس حیات بخش پیغام کی طرف بلانا ان کا ملی فریضہ تھا۔ ملت اسلامیہ نے ریاست کے داخلی مسائل کو بھی حل کرنا تھا اور خارجی اور بین الاقوامی مسائل سے بھی نبٹنا تھا۔ اس ملت کا اپنا ایک علیحدہ آئین بھی تھا اور قانون بھی۔ ملت کے مقتدر حضرات کے سامنے قوم کے سیاسی معاشی اور دینی مسائل کو حل کرنے کا چیلنج بھی تھا۔ ان کیلئے زندگی کے ان تمام شعبوں کے متعلق تفصیلی ہدایات احادیث پاک میں موجود تھیں۔ ملت کی ان گوناگوں ذمہ داریوں کو سرسری نظر سے دیکھ کر ہی انسان اس نتیجہ پر پہونچ جاتا ہے کہ مسلمان احادیث طیبہ کی حفاظت کیلئے کتابت کے ذریعہ کو نظر انداز کرنے کے متحمل نہیں ہوسکتے تھے۔ وہ قوم جس کے آئین کی ایک شق یہ ہو:۔

ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ۔

''اور نہ اکتایا کرو اسے لکھنے سے خواہ (رقم قرضہ) تھوڑی ہو یا زیادہ، اس کی میعاد تک''

اس ملت سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ زبان رسالت سے حاصل ہونے والے علوم ومعارف کی حفاظت کیلئے کتابت کے ذریعہ کو نظر انداز کردے۔

جو دین آپس کے معمولی لین دین کو تحریر کرنے کا حکم دیتا ہے، یہ بات اس دین کے مزاج ہی کے خلاف ہے کہ وہ ان ہدایات کو ریکارڈ کرنے پر توجہ نہ دے جو قیامت تک ملت کی رہنمائی کیلئے ضروری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملت کے مزاج کے عین مطابق مسلمانوں نے کسی دور میں کتابت حدیث کو نظر انداز نہیں کیا، البتہ ابتدائی زمانہ میں انکا زیادہ انحصار حفظ پر تھا۔

جولوگ احادیث طیبہ کے مجموعے تیار کرتے تھے وہ بھی انکو حفظ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔
کتابت حدیث کی ممانعت کی جو احادیث مروی ہیں ان میں احادیث لکھنے کی جو ممانعت کی گئی ہے، اسکی ایک، وجہ یہ بھی تھی کہ لوگ تحریر پر بھروسہ کرکے احادیث کو یاد کرنے میں سستی نہ کرنے لگیں۔

احادیث کی حفاظت کیلئے عہد نبوی میں مسلسل کوششیں ہوتی رہیں لیکن جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد صدیقی میں قرآن حکیم سے متعلق یہ محسوس کیا تھا کہ گو قرآن حکیم مسلمانوں کے سینوں میں بھی محفوظ ہے اور مختلف اشیاء پر کتابت شدہ شکل میں بھی کاشانہ نبوت اور کئی صحابہ کرام کے پاس بھی موجود ہے لیکن اسکے باوجود وقت کا تقاضا ہے کہ قرآن حکیم کو باقاعدہ ایک صحیفے کی شکل میں جمع کردیا جائے، بعینہ اسی طرح خلیفۂ برحق، امام عادل، ثانی فاروق حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہ بات شدت سے محسوس کی کہ حفاظت احادیث کیلئے جو کوششیں پہلے ہوتی رہی ہیں، گو ماضی میں تو وہ احادیث کی حفاظت کے مقصد کیلئے کافی تھیں لیکن حالات کے بدلتے ہوئے تقاضے احادیث کی باقاعدہ تدوین کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اسی احساس کی وجہ سے انہوں نے سو ہجری میں حضرت ابوبکر بن حزم والئ مدینہ کو مندرجہ ذیل حکم بھیجا:۔

انظر ماكان من حديث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فاكتبه فانى خفت دروس العلم وذهاب العلماء ولاتقبل الاحديث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وليفشوا العلم وليجلسوا حتى يعلم من لايعلم فان العلم لايهلك حتى يكون سراً و كذلك كتب الى عماله فى امهات المدن الاسلامية بجمع الحديث۔

''حضور کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی احادیث کو نہایت احتیاط سے لکھ دو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں علم آثار مٹ نہ جائیں اور علماء اس دار فانی سے رخصت نہ ہو جائیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کے بغیر کسی کا قول قبول نہ کرنا چاہیئے۔ علماء علم کو پھیلائیں اور جو ناواقف ہیں، ان کو سکھانے کیلئے بیٹھ جائیں کیونکہ علم اگر راز ہو جائے (یعنی چیدہ چیدہ لوگ اس سے واقف ہوں) تو اسکی فنا یقینی ہے۔ اسی طرح آپ نے مملکت اسلامیہ کے مشہور شہروں کے والیوں کی طرف بھی حدیث جمع کرنے کے احکام صادر فرمائے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے والئی مدینہ حضرت ابوبکر بن حزم کے نام جو فرمان لکھا اُس میں خصوصی طور پر یہ تاکید بھی تھی کہ وہ ان احادیث کو لکھ کر انکی طرف روانہ کریں جو حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاریہ اور حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر کے پاس موجود ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے صرف عمال حکومت کو احادیث مدون کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ خود بھی احادیث لکھا کرتے تھے حضرت ابوقلابہ سے روایت ہے، فرمایا:۔

خرج علینا عمر بن عبدالعزیز لصلوۃ الظهر ومعه قرطاس ثم خرج علینا لصلوۃ العصر وھومعه فقلت له : یاامیرالمومنین ، ماھذاالکتاب ؟ قال حدیث حدثنی به عون بن عبدالله فاعجبنی فکتبته ۔

"حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز ظہر کیلئے باہر تشریف لائے تو انکے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ پھر عصر کیلئے تشریف لائے تو پھر بھی وہ کاغذ انکے پاس تھا میں نے عرض کیا: امیرالمومنین! یہ کتاب کیسی ہے؟ فرمایا: یہ حدیث پاک ہے جو عون بن عبداللہ نے مجھے سنائی۔ مجھے یہ حدیث پاک بہت پسند آئی اور میں نے اس کو لکھ لیا۔"

حضرت بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تدوین حدیث کی ضرورت کا جو احساس کیا تھا یوں محسوس ہوتا ہے جیسے انہوں نے بہت جلد ملت کے اکابر علماء کو اس احساس میں اپنے ساتھ شریک کرلیا تھا اور کتابت حدیث کی کراہت کا جو رویہ عہد صحابہ اور عہد تابعین کے ابتدائی دور میں موجود تھا، وہ رویہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور کے تقاضوں کی وجہ سے پہلے مدھم ہوا اور پھر ختم ہوگیا۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ اس عہد میں بے شمار علماء نے تدوین حدیث کی کوششوں میں حصہ لیا۔ کتابت حدیث کے متعلق ملت کے رویے میں تبدیلی کے اسباب کا اندازہ حضرت امام زہری کے اس قول سے ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

لولا احادیث تاتینامن قبل المشرق ننکرھا لا نعرفھا ماکتبت حدیثاً ولااذنت فی کتابه۔

"اگر وہ احادیث نہ ہوتیں جو مشرق کی طرف سے ہم تک پہونچتی ہیں اور ہم انکے متعلق نہیں جانتے تو میں نہ تو احادیث کو لکھتا اور نہ اسکی اجازت دیتا"

گویا وقت کے تقاضوں نے احادیث طیبہ کی حفاظت کیلئے تدوین حدیث کو انتہائی ضروری قرار دیدیا تھا اور زہری اور دیگر علماء نے اس خطرے کو فوراً بھانپ لیا تھا کہ اگر تدوین حدیث کا کام سرانجام نہ دیا گیا تو اسلام دشمن قوتیں وضع حدیث کے فتنے کے ذریعے اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کریں گی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت کے جواب میں ریاست اسلامی کے تمام شہروں میں علماء نے احادیث کی تدوین کا کام شروع کردیا۔ امام زہری کے علاوہ جن خوش نصیبوں کا شمار احادیث پاک کے ابتدائی مدونین میں ہوتا ہے، ان میں سے چندایک اسماء گرامی یہ ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| مکہ مکرمہ میں: | عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج البصری | (م ۱۵۰ھ) |
| مدینہ طیبہ میں: | امام مالک بن انس، | (م ۱۷۹ھ) |
| | محمد بن اسحاق، | (م ۱۵۱ھ) |
| | محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب، | (م ۱۵۸ھ) |
| بصرہ میں: | ربیع بن صبیح، | (م ۱۶۰ھ) |
| | سعید بن ابی عروہ، | (م ۱۵۶ھ) |
| | حماد بن سلمہ، | (م ۱۶۷ھ) |
| کوفہ میں: | سفیان ثوری | (م ۱۶۱ھ) |
| یمن میں: | معمر بن راشد | (م ۱۵۳ھ) |
| شام میں: | عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی ، | (م ۱۵۸ھ) |
| خراسان میں: | عبداللہ بن عمر، | (م ۱۸۱ھ) |
| واسط میں: | ہشیم بن بشیر، | (م ۱۸۳ھ) |
| رے میں: | جریر بن عبدالحمید | (م ۱۸۸ھ) |
| اور مصر میں | عبداللہ بن وہب، | (م ۱۹۸ھ) |

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے احادیث کے جو مجموعے تیار ہوئے، انہیں صرف حفاظت کیلئے سنبھال کر رکھ نہیں دیا گیا بلکہ امت میں انکی اشاعت کیلئے

خصوصی اہتمام کیا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی تعمیل میں سب سے پہلے حضرت ابن شہاب زہری نے احادیث مرتب کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیجیں اور آپ نے انکی نقلیں فوراً ریاست اسلامی کے مختلف علاقوں میں روانہ فرمادیں۔

حضرت ابن شہاب زہری نے خود وضاحت فرمائی ہے:۔

امرنا عمربن عبدالعزیز بجمع السنن فکتبناھا دفتراً دفترا فبعث الی کل ارض له علیها سلطان دفتراً۔

"حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ہمیں احادیث جمع کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے احادیث طیبہ کو کئی دفاتر میں مرتب کردیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ہر اس علاقے کی طرف ایک دفتر روانہ کردیا جو انکی سلطنت کا حصہ تھا۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے احادیث طیبہ کی صرف تدوین کا ہی حکم نہیں دیا تھا بلکہ ساتھ ہی انکی نشر واشاعت کا بھی حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ احادیث کو پھیلاؤ کیونکہ یہ علم ہے اور علم جب راز بن جائے تو ختم ہو جاتا ہے۔

گزشتہ بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ احادیث طیبہ کی حفاظت کیلئے کتابت کے ذریعے کو ابتداء ہی سے استعمال کیا جاتا رہا۔ احادیث طیبہ کو سینوں میں محفوظ رکھنے، اپنی زندگیوں کو انہی کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے اور احادیث کو تحریری شکل میں محفوظ رکھنے کی انفرادی کوششیں اتنی عمدہ تھیں کہ انکی موجودگی میں سرکاری سطح پر احادیث کی باقاعدہ تدوین کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ لیکن پہلی صدی ہجری کے اختتام پر حالات نے خلیفۂ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کو سرکاری سطح پر تدوین حدیث کی طرف راغب کیا اور انکے حکم سے سرکاری سطح پر تدوین حدیث کی ابتدا ہوئی۔ اسکے بعد ہر زمانے کے علماء نے احادیث طیبہ کی خدمت میں حصہ لیا۔

امت مسلمہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اپنے دین کی حفاظت کیلئے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات پر ہمیشہ کڑی نظر رکھی اور جب بھی قرآن وحدیث کی حفاظت کیلئے نئے اسلوب اپنانے کی ضرورت محسوس ہوئی، انہوں نے وقت کے تقاضوں پر لبیک کہنے میں ذرا سی بھی سستی نہیں کی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے پہلے سرکاری سطح پر احادیث کے مدون نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے ملت کے اصحاب اقتدار کو اسکا احساس نہ تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے پہلے اس اسلوب کو اپنانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ اس بات کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ جس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مختلف علماء کو احادیث کی تدوین کے متعلق لکھا تھا، اسی طرح انکے والد عبدالعزیز بن مروان نے بھی اپنی مصر کی گورنری کے زمانے میں حضرت کثیر بن مرہ کو احادیث لکھنے کے متعلق لکھا تھا:۔

حضرت لیث بن سعد کہتے ہیں:۔

حدثنی یزید بن ابی حبیب ان عبدالعزیز بن مروان کتب الی کثیر بن مرة الحضرمی و کان قدادرك بحمص سبعین بدریا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال لیث : و کان یسمی الجند المقدم قال : فکتب الیه ان یکتب الیه بما سمع من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من احادیثهم الا حدیث ابی هریرة فانه عندنا۔

"یزید بن ابی حبیب نے مجھے بتایا کہ عبدالعزیز بن مروان نے کثیر بن مرہ حضرمی کو، جن کی ملاقات حمص میں ستر بدری صحابہ کرام سے ہوئی تھی اور جن کو "الجند المقدم" کہا جاتا تھا، لکھا کہ انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جو احادیث سن رکھی ہیں وہ ان کیلئے تحریر کردیں سوائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث کے کیونکہ وہ پہلے ہی انکے پاس موجود ہیں۔"

اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ آیا حضرت کثیر بن مرہ نے گورنر مصر کے حکم کی تعمیل کی تھی یا نہیں لیکن گورنر مصر کی خواہش کے باوجود علماء کرام تدوین حدیث کی طرف اس رفتار سے مائل نہیں ہوئے، جس رفتار سے ان کے صاحبزادے کے دور میں انکی دعوت پر ہوئے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ عبدالعزیز بن مروان کے زمانے میں علماء نے اس کام کی ضرورت کو شدت سے محسوس نہ کیا تھا لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں علماء کرام نے اسی بات کو شدت سے خود بھی محسوس کیا جو خلیفۂ وقت نے محسوس کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ خلیفۂ وقت کی دعوت پر علماء کرام تدوین حدیث کی انتھک کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ اس بات سے اس حقیقت کا بھی پتہ

چلتا ہے کہ علماء اسلام وقت کے حکمرانوں کے دباؤ میں آکر کوئی ایسا کام نہ کرتے تھے جسے وہ خود غیرضروری یا نامناسب سمجھتے تھے۔ گورنر مصر کا حکم اس لئے نہ چل سکا کہ اس وقت کے علماء نے خود اس وقت اس کام کی ضرورت محسوس نہ کی اور اسی گورنر کے بیٹے کا اسی نوعیت کا حکم پوری آب وتاب سے اس لئے نافذ ہوگیا کہ انکے دور کے علماء نے خود بھی اس کام کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا تھا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ احادیث ہر دور میں کتابت شدہ شکل میں موجود تھیں، تو اس سے اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ ہر زمانے میں روایت حدیث میں کتابت کا دخل رہا ہے اور یہ تصور کلیۃً غلط ہے کہ احادیث کی باقاعدہ تدوین سے پہلے وہ صرف زبانی طور پر ہی ایک راوی سے دوسرے راوی کی طرف منتقل ہوتی رہیں۔ (۸۶)

مزید لکھتے ہیں:۔

مسلمانوں نے اپنے دینی مصادر کی حفاظت کے معاملہ میں کبھی کوتاہی نہیں کی البتہ انہوں نے ہر زمانے میں دینی مصادر کی حفاظت کا وہی طریقہ استعمال کیا، جو اس زمانے کے تقاضوں پر پورا اترتا تھا۔ جب حالات بدلتے اور دین کی حفاظت کیلئے نئے ذرائع استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو مسلمان وقت کے تقاضوں کی پکار پر فوراً لبیک کہتے۔

قرآن اور حدیث کی حفاظت کی کوششیں کئی جہتوں سے ایک دوسرے کے مماثل ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ ہی اسلام کا دور عروج ہے۔ مستشرقین سب سے بڑا مغالطہ اسی مقام پر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور ہمایوں کو اسلام کا دور طفولیت قرار دیتے ہیں حالانکہ یہی دور اسلام کا دور عروج ہے۔ قرآن وحدیث کی حفاظت کا بھی یہی دور عرج ہے، جس کی مستشرقین کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں۔ عہد نبوی میں قرآن وحدیث کی حفاظت کی کوششوں کے متعلق مولانا محمد بدر عالم صاحب نے خوب لکھا ہے، ان کے الفاظ نظر قارئین ہیں۔

قرآن وحدیث کی حفاظت کا یہ دور دور شباب تھا۔ اس لئے حفاظ کی کثرت، صحابہ کی یک جہتی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض صحبت کے عمیق اثرات نے اس

---

٨٦ ـ سنت النبی ... ۱۳۲/۷ تا ۱۴۳

ضرورت کا احساس ہی نہ ہونے دیا کہ وہ قرآن کیلئے کسی جدید نظم و نسق کا تخیل اپنے دماغوں میں لاتے۔ اسی طرح حدیث کا معاملہ بھی لوگوں کے اپنے اپنے انفرادی جذبہ تحفظ کی وجہ سے کسی مزید اہتمام کے قابل نہ سمجھا گیا۔ حتی کہ جب جنگ یمامہ میں دفعۃً صحابہ کی ایک بڑی تعداد شہید ہوگئی تو اب حاملین قرآن کو ان اچانک اور غیر معمولی نقصانات سے قرآن کی حفاظت میں خلل پڑ جانے کا خطرہ بھی محسوس ہونے لگا۔ چنانچہ یہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ پورے غور کے ساتھ ملحوظ رکھئے۔

ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القرآن وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذھب کثیر من القرآن وانی اری ان تامر بجمع القرآن۔

" جنگ یمامہ میں حفاظ بے طرح شہید ہوئے ہیں۔ خدانخواستہ اگر کہیں آئندہ اسی طرح حفاظ قتل ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ قرآن مجید کا بہت سا حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ اس لئے آپ قرآن جمع کرنے کا سرکاری طور پر انتظام کیجئے۔"

دوسری طرف اب اس دور پر غور فرمائیے جبکہ صحابہ ایک ایک کر کے اٹھتے جا رہے تھے۔ یعنی دیکھنے والوں کا دور تو ختم ہو رہا تھا اور ان کی جگہ اب ان مشاہدات کو الفاظی لباس میں دیکھنے والوں کی باری آرہی تھی۔ جمال جہاں آرا کو بے حجاب دیکھنے والوں کے سینوں میں جو حرارت بھڑک رہی تھی، آپ کے انتقال مکانی کا حجاب پڑ جانے سے اس کے شعلوں میں وہ تیزی باقی نہ رہنے کا امکان نظر آنے لگا تھا۔ اس لئے یہاں بھی دیکھنے والوں کے دل میں بے چینی پیدا ہونا شروع ہوگئی کہ کہیں اس محبوب عالم کی ادائیں ان کے رخ انور کے نظارہ کرنے والوں کے ختم ہو جانے سے تاریخ کا ایک صفحہ بن کر نہ رہ جائیں۔ اس لئے وہ انتظام کرنا چاہیے جو عالم کی تاریخ میں ایک یادگار رہ جائے۔ اگر یہ فقط ان کے اتباعانہ جذبات ہی کا کرشمہ ہوتا تو رسول اور امتی کے رشتے اس سے پہلے بھی بہت ہو چکے تھے مگر یہاں سب پیرائے ہی پیرائے تھے، اندرونی ہاتھ کوئی اور تھا جس نے اس تمام مشینری کو حرکت دے رکھی تھی جس قدرت نے آپ کو تمام عالم کیلئے راہنما بنا کر بھیجا تھا، وہ ہرگز یہ گوارا نہ کر سکتی تھی کہ آپ کی تصویر بھی آئندہ نسلوں کے سامنے کرشن اور رام چندر کی صرف کہانیوں کی طرح پیش کی جائے۔ ایک طرف نبوت ختم ہو چکی ہو، رسالت کا دروازہ مسدود ہو، دوسری طرف اس آخری رسول کے صفحات

زندگی بھی محو شدہ اور مشتبہ صورت میں رہ جائیں حتی کہ آئندہ رسول کا دیکھنا تو درکنار ان کی سیرت کا صحیح مطالعہ بھی میسر نہ آسکے۔ اس لئے قرآن کریم کی حفاظت کے ساتھ حدیث کی حفاظت کی جہاں تک ضرورت تھی، اس کا احساس بھی قلوب میں پیدا کردیا گیا۔ آخر حضرت عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر بن حزم کے نام یہ فرمان لکھ بھیجا:۔

انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاکتبہ فانی خفت دروس العلم وذھاب العلماء۔

"آئندہ علم کم ہونے اور علماء کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے۔"

اب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ تقریباً نوے سال بعد کے ان الفاظ کے پہلو بہ پہلو رکھئے تو آپ کو ان دونوں میں یکسانیت نظر آئے گی جو ایک ہی شخص اور ایک ہی دماغ کے خیالات میں نظر آتی ہے۔ وہاں بھی خدائی حفاظت کے وعدے نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں جنبش پیدا کی تھی اور یہاں بھی وہی وعدہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے اس اقدام کے لئے محرک بنا۔

ماوشمارا بہانہ ساختہ اند۔ (۸۷)

## تدوین حدیث کے لئے اہل ثروت محدثین نے دریا دلی کا ثبوت دیا

آج کی طرح مندرجہ بالا تمام تر تحقیقات "گھر بیٹھے" ہی حاصل نہیں ہوگئی تھیں۔ بلکہ ان حضرات نے کتنی جانفشانیاں کیں اور کن حوادث سے دوچار ہوئے انکی داستان نہایت طویل ہے۔

مشتے نمونہ از خروارے، کے طور پر چند ملاحظہ فرمائیں۔

## امام عبد اللہ بن مبارک

آپ نہایت عظیم تاجر تھے اور حدیث وفقہ کے امام بھی، چار مہینے طلب حدیث میں گذارتے، چار ماہ میدان جہاد میں، اور چار ماہ تجارت کرتے تھے۔ فقہ میں امام اعظم رضی اللہ

---

۸۷۔ ضیاء النبی ۱۲۲/۷ تا ۱۲۴

تعالیٰ عنہ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

طلب علم حدیث وفقہ میں ذوق علمی کا یہ واقعہ بڑا مشہور ہے کہ ایک مرتبہ والد ماجد نے آپ کو پچاس ہزار درہم تجارت کیلئے دیئے تو تمام رقم طلب حدیث میں خرچ کر کے واپس آئے والد ماجد نے دراہم کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جس قدر حدیث کے دفتر لکھے تھے والد کے حضور پیش کر دیئے اور عرض کیا: میں نے ایسی تجارت کی ہے جس سے ہم دونوں کو جہان میں نفع حاصل ہوگا۔ والد ماجد بہت خوش ہوئے اور مزید تیس ہزار درہم عنایت کر کے فرمایا: جایئے علم حدیث وفقہ کی طلب میں خرچ کر کے اپنی تجارت کامل کر لیجئے۔(۸۸)

تجارت کا پیشہ والد سے وراثت میں ملا تھا، تجارت سے کافی آمدنی ہوتی تھی اور اکثر علم حدیث وفقہ کے طالبین پر خرچ فرماتے، کسی نے ان حضرات پر خرچ کی تخصیص سے متعلق پوچھا تو فرمایا:۔

قوم لهم فضل وصدق طلبوا الحديث فأحسنواالطلب للحديث لحاجة الناس اليهم احتاجوا ،فان تركنا هم ضاع علمهم وان اغناهم سوى العلم لامة محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولاعلم بعدالنبوة افضل من العلم۔(۸۹)

ان حضرات کو فضل علم اور صدق مقال کی دولت حاصل ہے، حدیث کی طلب میں ان حضرات نے جس سلیقہ سے کام لیا، انکی یہ کوششیں لوگوں کی ضرورت کے تحت تھیں، اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو یہ علم ضائع ہو جائیگا، اور اگر ان کو آسودہ حال رکھا جائے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کیلئے علم کی راہیں ہموار ہونگی، اور میں نبوت کے بعد اس علم سے بہتر کسی کو خیال نہیں کرتا۔

اسی سلسلہ کا ایک واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جب رومیوں کے مقابلہ میں جہاد کیلئے مصیصہ کی سرحدی چوکی کو جاتے ہوئے شہر رقہ سے گذرتے تو ایک نوجوان آپ سے کچھ احادیث پڑھ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ جب آپ وہاں پہونچے تو وہ جوان ملنے نہیں آیا، لوگوں سے اس کا حال دریافت کیا، معلوم ہوا کہ کسی کا اس پر قرض چڑھ گیا تھا، قرض خواہ نے نوجوان کو جیل میں ڈلوادیا ہے۔

---

۸۸۔ انوار امام اعظم مصنفہ مولانا محمد منشا بش قصوری، ۴۳

۸۹۔ تاریخ بغداد للخطیب، ۱۶۰/۱

یہ سنکر آپ خاموش ہوگئے، دوسرے دن اس قرضخواہ کے پاس پہونچے اور پوچھا کہ تمہارا کتنا قرض فلاں پر رہ گیا ہے، بولا دس ہزار درہم۔ اسی وقت آپ نے رقم ادا کردی اور رقہ سے تشریف لے گئے۔ جوان جیل سے چھوٹ کر جب شہر آیا تو آپکی آمد کی اطلاع ملی اور معلوم ہوا کہ کل یہاں سے روانہ ہوگئے ہیں۔ یہ جوان اسی وقت روانہ ہوا اور چند منزل بعد ملاقات ہوگئی، فرمایا: کہاں تھے؟ سارا واقعہ سنایا اور کہا خدا جانے میرے قرض کو کس نے ادا کیا جسکی وجہ سے مجھے رہائی مل گئی، فرمایا: خدا کا شکر ادا کرو، اللہ رب العزت نے کسی سے دلوادیا ہوگا۔ اس جوان کو اس حسن سلوک کا پتہ اس وقت چلا جب آپ کا وصال ہو چکا تھا۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپکے ساتھی اور دوست ہیں، امام اعظم قدس سرہ سے فقہ وحدیث کی تعلیم پائی، ایک دن آپکے تجارتی مشاغل دیکھ کر کچھ کہا تو آپ نے فرمایا:۔

لولاك واصحابك ما اتجرت ۔ (۹۰)

اگر آپ اور آپکے ساتھی محدثین وصوفیہ نہ ہوتے تو میں ہرگز تجارت نہ کرتا۔

غرضکہ علم حدیث کے طلبہ پر آپکی نوازشات عام تھیں۔

## امام یحیی بن معین

فن رجال کے امام الائمہ یحی بن معین کے والد معین عظیم سرمایہ کے مالک تھے۔ انتقال کے وقت انہوں نے دس لاکھ پچاس ہزار درہم صاحبزادے کیلئے چھوڑے۔ اس زمانے کے لحاظ سے اتنی کثیر رقم کا اندازہ آپ خود کیجئے، لیکن آپ نے اس سرمایہ کو اپنے عیش وآرام میں خرچ نہ کیا، کسی شہر کا رئیس بنکر مرجانا انکو پسند نہیں تھا بلکہ یہ ساری دولت اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کے حصول اور موضوع روایات کو چھانٹ چھانٹ کر علیحدہ کرنے میں خرچ کرڈالی۔ نوبت بایں جارسید کہ

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:۔

فانفقه كله على الحديث حتى لم يبق له نعل يلبسه ۔ (۹۱)

---

۹۰۔ تاریخ بغداد للخطیب، ۱/۱۶۰

۹۱۔ تاریخ بغداد للخطیب، ۱۴/۱۷۸

ساڑھے دس لاکھ درہم آپ نے علم حدیث کے حصول میں خرچ کردیئے، آخر میں چپل تک باقی نہ رہی۔

امام حاکم نے آپ کے علم حدیث کونکھارنے کے تعلق سے ایک واقعہ لکھا ہے کہ

امام احمد بن حنبل نے بیان فرمایا: ہم جس زمانہ میں صنعاء یمن میں حدیث پڑھنے کیلئے مشغول تھے اور میرے ساتھیوں میں یحیٰ بن معین بھی تھے۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ آپ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے ہیں۔ کوئی شخص اگر سامنے آتا ہے تو اسکو چھپا لیتے ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت انس بن مالک کی طرف منسوب 'ابان' کی روایت سے جو جعلی مجموعہ پایا جاتا ہے اسکو نقل کررہے ہیں۔ میں نے کہا: تم ان غلط اور جھوٹی روایات کو نقل کرنے میں لگے ہو، اس وقت آپ نے جواب میں کہا:۔

میں اسی لئے تو لکھ رہا ہوں کہ انکو زبانی یاد کرلوں، مجھے معلوم ہے کہ یہ سب موضوع روایات ہیں، میری غرض اس سے یہ ہے کہ آئندہ کوئی روایات میں 'ابان' کی جگہ کسی ثقہ راوی کا نام لیکر غلط فہمی پھیلانا چاہے گا تو میں اس راز کو فاش کردونگا۔

پھر فرماتے ہیں:۔

میں نے دروغ گو راویوں سے ایک بڑا ذخیرہ جمع کیا، اسکے بعد میں نے اپنا تنور گرم کیا اور نہایت عمدہ پکی ہوئی روٹیاں اس سے تیار ہوئیں۔ (۹۲)

## امام حفص بن غیاث

حضرت حفص بن غیاث مشہور فقیہ و محدث ہیں، امام اعظم قدس سرہ کے ممتاز تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں اور شرکاء تدوین فقہ میں سے ایک ہیں۔ آپ امام اعظم سے مسانید امام میں بکثرت احادیث روایت کرتے ہیں۔ یحیی بن معین، علی بن مدینی۔ یحیٰ قطان اور امام احمد بن حنبل جیسے نقادان حدیث آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ صحاح کی احادیث کے راوی ہیں۔

امام ذہبی نے انکی سخاوت و دریادلی کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

کان یقول بمن لم یاکل من طعامی لا احدثہ۔ (۹۳)

---

۹۲۔ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ۶۰

۹۳۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ۲۷۴/۱

فرماتے تھے۔ جو میرے یہاں کھانا نہ کھائے میں اس سے حدیث بیان نہیں کرتا یعنی گویا انکے یہاں علم حدیث حاصل کرنے کی یہ شرط تھی، حدیث پڑھنے والوں کیلئے دستر خوان بچھا رہتا۔

## امام ہیاج بن بسطام

ایک محدث ہیاج بن بسطام ہیں، نہایت دلیر و سخی تھے اور عظیم فقیہ بھی، زبان و بیان کے اعتبار سے فصاحت و بلاغت کے دریا بہاتے اور بغداد کی مجالس حدیث میں ایک ایک لاکھ لوگوں کا مجمع آپ سے سماعت کرتا۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

لقد حدث بغداد فاجتمع عنده مائة الف يتعجبون من فصاحته۔ (۹٤)

بغداد میں حدیث بیان کرتے تو ایک لاکھ تک کا مجمع ہوتا اور آپ کی فصاحت پر لوگوں کو تعجب ہوتا۔

خطیب بغدادی نے آپ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

كان الهياج بن بسطام لايمكن احدامن حديثه حتى يطعم من طعمه، كان له مائدة مبسوطة لاصحاب الحديث، كل من يأتيه لايحدثه الا من يأكل من طعامه۔ (۹٥)

ہیاج بن بسطام سے لوگ اس وقت تک حدیث نہیں سن پاتے تھے جب تک انکے یہاں کھانا نہیں کھا لیتے۔ طالبان علم حدیث کیلئے انکا دستر خوان نہایت وسیع تھا، جو شخص حدیث کی سماعت کیلئے آتا پہلے کھانا کھاتا پھر حدیث سنتا تھا۔

## امام لیث بن سعد

مصر کے مشہور امام جلیل لیث بن سعد جو علم میں امام مالک کے ہم پلہ سمجھے جاتے تھے۔ بلکہ امام شافعی تو فرماتے:۔

الليث افقه من مالك الاان اصحابه لم يقوموا به۔ (۹٦)

---

۹٤۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ٦/٥٨

۹٥۔ تاريخ بغداد للخطيب، ١٤/٨٣

۹٦۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ٤/٦١٠

لیث بن سعد امام مالک سے زیادہ فقیہ ہیں مگر انکے تلامذہ نے انکے مسلک کی اشاعت نہیں کی۔

انکے حسن سلوک کا اعتراف انکے ہمعصروں نے کیا ہے، کہتے ہیں: انکی جاگیر کی سالانہ آمدنی پچیس تیس ہزار اشرفی تھی، اسکا بڑا حصہ محدثین اور طالبان علم حدیث وفقہ پر خرچ فرماتے، امام مالک کو سالانہ ایک ہزار اشرفیاں التزاما بھیجا کرتے تھے، بعض اوقات تو آپ نے پانچ ہزار اشرفیاں تک قرض کی ادائیگی کیلئے بھیجی ہیں۔

آپکے دسترخوان پر کھانے والے اہل علم اور طلبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے خطیب بغدادی لکھتے ہیں:۔

کان یطعم الناس فی الشتاء الهرائس بعسل النحل وسمن البقر، وفی الصیف سویق اللوز بالسکر۔(۹۷)

سردیوں میں لوگوں کو ہریس کھلاتے جو شہد اور گائے کے گھی میں تیار کیا جاتا تھا، اور گرمیوں میں بادام کا ستو شکر کے ساتھ کھلاتے تھے۔

## امام معافی بن عمر

موصل کے امام حافظ الحدیث معافی بن عمر جلیل القدر فقیہ ہیں، امام ثوری کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، طلب علم میں ایک مدت تک سفر میں رہے، امام ابن مبارک اور امام وکیع کے شیوخ سے ہیں۔

امام ذہبی نے لکھا ہے کہ:۔

انکی ایک بڑی جاگیر تھی، اسکی آمدنی سے اپنے خرچ کی رقم نکال کر اپنے اصحاب اور تلامذہ کو باقی سب بھیج دیا کرتے تھے۔ اور روزمرہ کا معمول تھا۔

کان المعافی لایاکل وحده۔(۹۸)

کبھی تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے۔

یہ طریقہ ان حضرات کا تھا جو خود بھی شب وروز اشاعت علم حدیث میں لگے رہتے اور

---

۹۷۔ تاریخ بغداد للخطیب، ۹/۳

۹۸۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ۵/۴۷٤

ان لوگوں کی کفالت کرتے جنکی راہ میں مالی مشکلات اس علم کو حاصل کرنے سے مانع ہوسکتی تھیں۔یا وہ لوگ جو علمی مشاغل کی بنا پر کاروبار میں حصہ نہیں لے سکتے تھے۔رب کریم نے ان کیلئے غیب سے ایسے انتظام فرمادیئے تھے کہ وہ پورے طور پر علم دین کی حفاظت کیلئے کمربستہ رہتے۔

## تدوین حدیث کیلئے محدثین نے جانکاہ مصائب برداشت کئے

دوسری طرف ایسی شخصیات کی بھی کمی نہ تھی جنہوں نے فقروفاقہ کی زندگی بسر کی، جانفشانیاں کیں،مصائب وآلام برداشت کئے لیکن اس انمول دولت کے حصول کیلئے ہر موقع پر خندہ پیشانی کا مظاہرہ کیا۔

## امام ابوحاتم رازی

آپ علل حدیث کے امام ہیں،امام بخاری، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ کے شیوخ سے ہیں۔طلب حدیث میں اس وقت سفر شروع کیا جب ابھی سبزہ کا آغاز نہیں ہوا تھا،مدتوں سفر میں رہتے اور جب گھر آتے تو پھر سفر شروع کردیتے۔آپکے صاحبزادے بیان کرتے ہیں۔

سمعت ابی یقول : اول سنة خرجت فی طلب الحدیث اقمت سنین احسب ،ومشیت علی قدمی زیادة علی الف فرسخ فلما زاد علی الف فرسخ ترکته۔(۹۹)

میرے والد فرماتے تھے،سب سے پہلی مرتبہ علم حدیث کے حصول میں نکلا تو چند سال سفر میں رہا، پیدل تین ہزار میل چلا،جب زیادہ مسافت ہوئی تو میں نے شمار کرنا چھوڑ دیا۔

پیدل کتنی کتنی لمبی مسافتیں اس راہ میں آپ نے طے کیں اس کا اندازہ خود انکے بیان سے کیجئے۔

خرجت من البحرین الی مصر ماشیا الی الرملة ماشیا ، ثم الی طرطوس ولی عشرون سنة۔(۱۰۰)

---

۹۹۔ تہذیب التہذیب لابن حجر ۲۶/۵

بحرین سے مصر پیدل گیا، پھر رملہ سے طرطوس کا سفر پیدل ہی کیا اس وقت میری عمر بیس سال تھی۔

ایک سفر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

میں اور میرے رفقاء جہاز سے اترے، خشکی پر پہونچنے کے بعد دیکھا تو زادراہ ختم ہو چکا تھا۔ کیا کرتے ساحل سے پیادہ پا روانہ ہوئے۔ تین دن تک چلتے رہے، اس درمیان کچھ نہ کھایا۔ آخر ایک ساتھی جو زیادہ سن رسیدہ اور ضعیف العمر تھے بے ہوش ہو کر گر پڑے، ہم نے انکو بہت ہلایا جھلایا لیکن کوئی حرکت نہیں تھی۔ مجبور آگے بڑھے، تھوڑی دور جاکر میں بھی چکرا کر گر گیا۔ اب ایک ساتھی تنہا رہ گیا تھا، ساحل سمندر پر یہ سفر ہو رہا تھا وہ آگے بڑھا تو دور سے سمندر میں ایک جہاز نظر آیا، اس نے کنارے کھڑے ہو کر اپنا رومال ہلانا شروع کیا، جہاز والے قریب آئے اور حال پوچھنا چاہا تو پیاس کی شدت سے وہ کچھ نہ بتاسکا۔ پانی کی طرف اشارہ کیا تو انہوں نے پانی پلایا۔ جب اسکے حواس بجا ہوئے تو ان کو میرے پاس لایا مجھے بھی پانی کے چھینٹے دیکر ہوش میں لایا گیا اور پانی پلایا، میرے ساتھی کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔(۱۰۱)

آپکے صاحبزادے بیان کرتے ہیں:۔

سمعت ابی یقول : اقمت سنة اربع عشرة ومأتين بالبصره ثمانية اشهر قد كنت عزمت على ان اقيم سنة فانقطعت نفقتی فجعلت ابيع ثيابی شيأ بعد شئ حتى بقيت بلاشئ،(۱۰۲)

میرے والد بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ۲۱۴ھ میں بصرہ میں قیام رہا، ارادہ تھا کہ ایک سال یہاں رہوں گا لیکن آٹھ ماہ بعد زادراہ ختم ہو گیا، اب میں نے ایک کپڑا فروخت کر دیا پھر دوسرا اسی طرح فروخت کرتا رہا اور خرچ کرتا رہا یہاں تک کہ آخر میں کچھ باقی نہ رہا۔

## امام هیثم بن جمیل بغدادی

آپ عظیم محدث ہیں، امام مالک، حافظ لیث بن سعد حماد بن سلمہ کے تلامذہ اور امام احمد بن حنبل کے شیوخ سے ہیں۔ علم حدیث کی طلب میں شب و روز سرگرداں رہے۔ مالی

---

۱۰۱۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ۱۳۲/۲

۱۰۲۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ۲۴/۵

پریشانیوں سے بھی دوچار ہوئے، لکھا ہے۔

افلس الھیثم بن جمیل فی طلب الحدیث مرتین ۔(۱۰۳)

علم حدیث کی طلب میں ھیثم بن جمیل دومرتبہ افلاس کے شکار ہوئے۔ سارا مال ومتاع خرچ کرڈالا۔

## امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمن

آپ عظیم محدث ہیں تابعی مدنی ہیں، حضرت انس بن مالک اور سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، امام مالک، امام شعبہ اور سفیان ثوری وسفیان بن عیینہ کے اساتذہ سے ہیں، ربیعۃ الرائے سے مشہور ہیں۔ فقہائے مدینہ میں سے ایک ہیں۔

امام مالک فرماتے تھے۔

ذہبت حلاوۃ الفقہ منذمات ربیعۃ۔(۱۰٤)

جب سے ربیعہ کا وصال ہوا فقہ کی حلاوت جاتی رہی۔

امام مالک ہی نے فرمایا:۔

علم حدیث میں کمال اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے کہ آدمی ناداری اور فقر کا مزہ چکھے۔

اسکی نظیر میرے استاذ ربیعہ کا واقعہ ہے کہ:۔

اسی علم حدیث کی تلاش وجستجو میں ان کا حال یہ ہوگیا تھا کہ آخر میں گھر کی چھت کی کڑیاں تک بیچ ڈالیں۔ اور اس حال سے بھی گزرنا پڑا کہ مزبلہ جہاں آبادی کی خس وخاشاک ڈالی جاتی ہے وہاں سے منقی یا کھجوروں کے ٹکڑے چن کر بھی کھاتے۔(۱۰۵)

## امام محمد بن اسمٰعیل بخاری

امیر المؤمنین فی الحدیث کو طلب حدیث میں کن حالات سے گذرنا پڑا، ایک واقعہ سنتے چلیں۔ انکے ایک ساتھی عمر بن حفص بیان کرتے ہیں۔

بصرہ میں ہم امام بخاری کے ساتھ حدیث کی سماعت میں شریک تھے، چندونوں کے

---

۱۰۳۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ۶/۶۰

۱۰٤۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ۲/۱۹۳

۱۰۵۔ جامع بیان العلم لابن عبد البر، ۱/۹۷

بعد محسوس ہوا کہ بخاری کئی دن سے درس میں شریک نہیں ہوئے، تلاش کرتے ہوئے انکی قیام گاہ پر پہونچے تو دیکھا کہ ایک اندھیری کوٹھری میں پڑے ہیں اور ایسا لباس جسم پر نہیں کہ جسکو پہن کر باہر نکلیں۔ دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ جو کچھ اثاثہ تھا ختم ہو گیا اب لباس تیار کرنے کیلئے بھی کچھ نہیں۔ آخر ہم لوگوں نے مل کر رقم جمع کی اور خرید کر کپڑ الائے تب کہیں جا کر امام بخاری پڑھنے کیلئے نکلے۔

## امام احمد بن حنبل

ایسا ہی واقعہ امام احمد بن حنبل کے تعلق سے مشہور ہے، مکہ معظمہ میں سفیان بن عیینہ کے پاس تعلیم حاصل کر رہے تھے، ایک دن خلاف معمول درس سے غائب رہے، حال دریافت کرنے انکی فرودگاہ پر پہونچے، دیکھا کہ اندر چھپے بیٹھے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سارا کپڑا چوری ہو گیا اور رقم بھی پاس نہیں۔ واقعہ کے راوی علی بن الجہم کہتے تھے، میں نے امام کی خدمت میں اشرفی پیش کی اور عرض کی، چاہے بطور ھدیہ قبول فرمائیں یا بطور قرض، آپ نے انکار کر دیا، تب میں نے کہا: معاوضہ لیکر میرے لئے کچھ کتابت ہی کر دیجئے، اس پر راضی ہو گئے۔

علی بن جہم نے بطور تبرک امام کے اس مخطوطہ کو رکھ چھوڑا تھا اور لوگوں کو دکھا کر واقعہ بیان کرتے تھے۔

ایک مرتبہ طلب حدیث میں یمن پہونچے، آپکے استاذ عبدالرزاق یمنی بیان کرتے تھے، جب میرے پاس درس میں آئے تو میں نے ان سے کہا: یمن کوئی کاروباری ملک نہیں، پھر میں نے چند اشرفیاں پیش کیں لیکن لینے پر کسی طرح راضی نہ ہوئے۔

اسحاق بن راہویہ بھی آپکے شریک درس تھے، وہ بیان کرتے ہیں۔ ازابند بن بن کر آپ اپنی ضرورت پوری کیا کرتے تھے، لوگوں نے پیش کش کی، اصرار کیا لیکن ہمیشہ انکار کر دیا۔ کہتے ہیں: جب کام سے فارغ ہو کر یمن سے چلنے لگے تو نانبائی کے کچھ روپے حضرت پر رہ گئے۔ جوتا پاؤں میں تھا اسی کو نانبائی کے حوالہ کر دیا اور خود پیدل روانہ ہو گئے، اونٹوں پر بار لادنے اور اتارنے والے مزدوروں میں قافلہ کے ساتھ شامل ہو گئے، جو مزدوری ملتی وہی زادراہ کا کام دیتی تھی۔ (۱۰۶)

---

۱۰۶۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ۲/۳۷ ☆ تدوین حدیث، ۱۵۷

# امام قاضی ابو یوسف

آپ عظیم محدث وفقیہ تھے، امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں ہیں، فرماتے تھے۔
میرے ساتھ میں پڑھنے والوں کی یوں تو کافی جماعت تھی، لیکن جس بیچارے کے دل کی دباغت دہی سے کی گئی تھی نفع اسی نے اٹھایا۔

پھر خود ہی دل کی اس دباغت کا مطلب بیان کرتے کہ:۔

ابو العباس سفاح کے ہاتھ خلافت کی باگ ڈور جب آئی اور کوفہ کے قریب ہی ہاشمیہ میں اس نے قیام اختیار کیا تو اس نے مدینہ منورہ سے اہل علم وفضل کو وہیں طلب کیا، میں نے اس موقع کو غنیمت خیال کیا اور ان حضرات کے پاس استفادے کیلئے حاضر ہونے لگا، میرے گھر کے لوگ میرے کھانے کا انتظام یہ کر دیتے تھے کہ چند روٹیاں ٹھوک لی جاتی تھیں اور دہی کے ساتھ بندہ کھا کر سویرے درس وافادہ کے حلقوں میں حاضر ہو جاتا۔ لیکن جو اس انتظام میں رہتے کہ انکے لئے ہریسہ یا عصیدہ تیار ہولے تب انکا ناشتہ کر کے جائینگے، ظاہر ہے کہ ان کے وقت کا کافی حصہ اسی تیاری میں صرف ہو جاتا تھا، اسی لئے جو چیزیں مجھے معلوم ہو سکیں ان سے یہ عصیدہ اور ہریسہ والے لوگ محروم رہے۔ (۱۰۷)

محدثین وفقہا کی ان جیسی جفاکشی و جانفشانی، فقر وتنگدستی اور مالی قربانیوں سے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ یہاں سب کا استقصاء واستیعاب مقصود نہیں، بتانا صرف یہ ہے کہ ان حضرات نے کن صبر آزما مراحل سے گذر کر اس دینی متاع اور سرمایۂ مذہب وملت کی حفاظت فرمائی اسکا اندازہ ان چند واقعات سے لگانا مشکل نہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے ذاتی اغراض ومقاصد سے بلند وبالا ہو کر دینی وملی خدمات انجام دیں۔ جذبۂ دینی سے سرشار لوگوں کا یہ طرۂ امتیاز تھا کہ انکے لیل ونہار اسی میں بسر ہوئے کہ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کو دنیا کی طرف نہ لگا کر دین کی پاسبانی کیلئے وقف فرماتے، مکر وفریب کا جال بچھانے والے لوگوں کی مخفی کارروائیوں کو طشت از بام کر دکھاتے اور سنت مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کی حفاظت اور موضوع ومن گڑھت روایات سے صیانت کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔ انہوں نے اپنی دنیا کو نہایت پاکیزہ اصول پر استوار کیا تھا اور دنیا کے غلط رسم ورواج سے بہت دور رہکر اپنی نیک نیتی

---

۱۰۷۔ جامع بیان العلم لابن عبد البر، ۱/۹۷ ☆ تدوین حدیث، ۱۵۵

کے آثار آنے والوں کی رہنمائی کیلئے چھوڑ گئے۔ یہ حضرات مذہب وملت کے عظیم ستون اور منارۂ نور تھے جو اپنے علم وفضل، زہد وتقوی، صبر وتوکل اور قناعت وسیر چشمی سے امت مسلمہ کی رہنمائی کے خواہاں رہتے، حکام وقت کی ہرزہ سرائیاں بھی انکے عزم وحوصلہ اور حق گوئی وبے باکی کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔

## فقیہ یزید بن ابی حبیب

مصر کے فقیہ یزید بن ابی حبیب علم وفضل اور دیانت و تقوی میں مشہور تھے، پورے مصر میں انکے حزم واتقاء کے ڈنکے بجتے تھے، حکومت وقت انکے تابع فرمان رہتی۔ حکومت کی گدی پر جب کوئی نیا حکمراں بیٹھتا اور بیعت لینا چاہتا تو لوگ بیک زبان کہتے کہ یزید بن ابی حبیب اور عبداللہ بن ابی جعفر جو کہیں گے ہم وہ کرینگے۔

لیث بن سعد جنکا ذکر گذرا فرماتے تھے۔

هما جوهر تاالبلاد كانت البيعة اذاجاء ت للخليفة هما اول من يبايع ۔(۱۰۸)

یہ دونوں حضرات ملک مصر کے تابناک جوہر تھے، خلیفہ کیلئے بیعت لی جاتی تو یہ ہی دونوں پہلے بیعت کرتے تھے۔

یہ ہی لیث کہتے ہیں۔

يزيد عالمناويزيد سيدنا ۔(۱۰۹)

یزید ہمارے ملک کے عالم ہیں اور یزید ہمارے پیشوا ہیں۔

ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے اس زمانہ میں بنی امیہ کی حکومت کی طرف سے مصر کا جوعرب گورنر تھا اسکا نام حوثرہ بن سہل تھا، عوام کے قلوب میں جوان کا مقام تھا اسکو دیکھتے ہوئے اس نے ضروری خیال کیا کہ عیادت کیلئے خود جائے، آیا، اس وقت یزید بیٹھے ہوئے تھے، مزاج پرسی کے بعد اس نے ایک مسئلہ پوچھا، کیا کھٹمل کا خون کپڑے میں لگا ہو تو نماز ہو جائیگی؟ یزید نے حوثرہ کے اس سوال کو سنکر منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔

حوثرہ جواب کا انتظار کر کے جب جانے کیلئے کھڑا ہوا تب آپ نے اسکی طرف دیکھتے

---

۱۰۸۔ تذكرة الحفاظ للذهبي، ۱۲۲/۱

۱۰۹ تهذيب التهذيب لابن حجر، ۲۰۱/۶

تهذيب التهذيب لابن حجر، ۹/۳

فرمایا:۔

تقتل کل یوم خلقا و تسالنی عن دم ۔

روزانہ خلق خدا کو قتل کرتا ہے اور مجھ سے کھٹمل کے خون کے بارے میں پوچھتا ہے۔

حوثرہ نے تلملا دینے والی تعریض سنی لیکن کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی اور چپ چلا گیا۔

## امام طاؤس بن کیسان

آپ اکابر تابعین سے ہیں، عبادلہ اربعہ، ابوہریرہ، ام المومنین عائشہ صدیقہ وغیرہم سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ امام زہری، وہب بن منبہ، عمرو بن دینار، اور مجاہد جیسے اساطین ملت آپکے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے تھے: میں انکو اہل جنت سے جانتا ہوں۔ حضرت ابن حبان نے فرمایا، آپ یمنی باشندگان میں عابد وزاہد لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ چالیس حج کئے اور مستجاب الدعوات تھے۔(۱۱۰)

بنوامیہ کی حکومت کی طرف سے ان دنوں حجاج بن یوسف کا بھائی محمد بن یوسف یمن کا گورنر تھا، ایک مرتبہ کسی وجہ سے یمنی عالم وہب بن منبہ کے ساتھ اسکے یہاں پہونچے، زمانہ سردیوں کا تھا، سخت سردی پڑ رہی تھی۔ آپکے لئے کرسی منگوائی گئی، سردی کا خیال کرتے ہوئے اس نے دوشالہ منگوا کر آپکو اڑھا دیا۔ طاؤس منہ سے تو کچھ نہ بولے لیکن یوں کیا کہ

لم یزل یحرك كتفیه حتی القی عنه ۔

دونوں مونڈھوں کو مسلسل ہلاتے رہے حتی کہ دوشالہ کندھوں سے گر گیا۔

ابن یوسف آپکے اس طرز کو دیکھ رہا تھا اور دل میں آگ بگولا ہو رہا تھا، لیکن آپکی عوامی مقبولیت کے پیش نظر کچھ کہہ بھی نہ سکا۔ جب یہ دونوں حضرات باہر آئے تو وہب نے کہا: آج تو آپ نے غضب ہی کر دیا، حضرت اگر اس دوشالہ کو لے لیتے اور باہر آکر فروخت کر کے اسکی رقم غرباء میں خیرات کر دیتے تو بلاوجہ اسکے غضب میں اشتعال بھی پیدا نہ ہوتا اور غریبوں کا بھی کچھ بھلا ہو جاتا۔

آپ نے فرمایا: اگر میرے اس فعل کو لوگ تقلیدی نمونہ سمجھ کر عمل کرتے تو شاید میں ایسا ہی کرتا، لیکن مجھے خوف ہوا کہ کہیں صرف لینے کی حد تک ہی لوگ دلیل نہ بنالیں۔(۱۱۱)

---

(۱۱۰) تہذیب التہذیب لابن حجر، ۹/۲

(۱۱۱) الطبقات الکبری لابن سعد، ۳۹۵/۵

جرأت وحق گوئی اور استغناء و بے نیازی کی یہ مثالیں اس بات کو واضح کررہی ہیں کہ محدثین وفقہاء نے کسی حاکم وقت کے دربار کی کاسہ لیسی اختیار نہ کر کے صرف اپنے رب کریم کی عنایت کردہ حلال روزی پر قناعت کی اور حق بات کہنے میں کسی سے کبھی مرعوب نہ ہوئے۔

## وہ سلاطین اسلام جنہوں نے علم حدیث کی تدوین میں محدثین کی بھرپور اعانت کی

جن سلاطین اسلام نے سرمایۂ علم وفن کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا اور انکے علمی وقار کی قدر کرتے ہوئے ان سے دین و مذہب کی حفاظت اور علوم حدیث وسنت کی ترویج واشاعت میں حکومتی سطح پر حصہ لینے کی پیش کش کی تو پھر ان چیزوں کو یہ حضرات سراہتے اور تائید غیبی منقور فرماتے تھے۔

امام زہری حکومت اور خلفاء کے دربار سے متعلق اسی طور پر ہوئے اور آخر کار علم حدیث کی تدوین میں باقاعدہ شریک رہے، اپنا واقعہ یوں بیان کرتے تھے۔

مروانیوں کے پہلے خلیفہ عبدالملک بن مراون کا ابتدائی دور حکومت مدینہ منورہ کے لوگوں کیلئے انتہائی فقروفاقہ اور آلام ومصائب کا زمانہ تھا۔ واقعہ حرہ کے جرم میں باشندگان مدینہ کو مجرم ٹہرایا گیا اور حکومت نے زندگی کی سہولتوں کی ساری راہیں بند کردی تھیں۔

آپ کے والد مسلم بن شہاب کا شمار بھی بڑے مجرموں میں تھا لہذا آپکے گھر کی حالت اور زیادہ زبوں تھی، آخر کار معاشی مشکلات سے تنگ آکر آپ نے سفر کا ارادہ کیا کہ گھر سے نکل کر باہر قسمت آزمائی کریں۔

مدینہ طیبہ سے روانہ ہوکر سیدھے دارالسلطنت دمشق پہونچے، یہاں بھی کسی سے جان پہچان نہ تھی، کسی جگہ سازوسامان رکھ کر جامع مسجد پہونچے، مسجد میں مختلف علمی حلقے قائم تھے، ایک بڑے حلقہ میں جاکر بیٹھ گئے۔

فرماتے ہیں: اتنے میں ایک بھاری بھرکم بارعب اور وجیہ شخص مسجد میں داخل ہوا اور ہمارے حلقہ کی طرف اس نے رخ کیا، جب قریب آیا تو لوگوں میں کچھ جنبش ہوئی اور خوش آمدید کہتے ہوئے بیٹھنے کی جگہ دی گئی۔

بیٹھتے ہی کہنا شروع کیا، آج امیر المومنین عبدالملک کے پاس ایک خط آیا ہے اور اس

میں ایسے مسئلہ کا ذکر ہے جس کی وجہ سے وہ اتنے متردد ہیں شاید خلافت کے بعد اس قسم کی الجھن میں وہ کبھی مبتلا نہ ہوئے ہونگے۔ مسئلہ ام ولد سے متعلق تھا اور آل زبیر میں اس بنیاد پر کوئی نزاع تھا جس میں فیصلہ ہونا تھا۔

عبدالملک جسکی زندگی کا کافی حصہ طلب علم میں گزرا تھا، اس قسم کے مسائل میں اپنی معلومات سے کافی مدد لیا کرتا تھا، مگر اس مسئلہ میں اسے پوری بات یاد نہیں رہی تھی کچھ یاد تھی اور کچھ بھول گیا تھا۔ چاہتا تھا کہ کسی کے پاس اس مسئلہ کا صحیح علم ہو تو اس سے استفادہ کیا جائے اور اس چیز نے اسکو سخت دماغی تشویش میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اس کے دربار میں اہل علم کا جو گروہ تھا کوئی اسکی تشفی نہ کر سکا تھا۔ مسجد میں یہ صاحب جو آئے تھے عبدالملک کے معتمد خاص قبیصہ بن ذویب تھے۔

یہاں آنے کا مقصد خاص یہ ہی تھا کہ شاید خلیفہ کی اس حدیث کا کسی کے پاس پتہ چلے۔ امام زہری نے سننے کے بعد کہا: اس حدیث کے متعلق میرے پاس کافی معلومات ہیں۔ قبیصہ یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور اسی وقت زہری کو حلقہ سے اٹھا کر ساتھ لئے ہوئے شاہی دربار میں پہونچے، خلیفہ کو بشارت سنائی کہ جس چیز کی آپ کو تلاش تھی وہ مل گئی ہے۔ پھر زہری کو پیش کرتے ہوئے کہا: ان سے پوچھئے، حدیث اور اسکی متعلقہ معلومات آپ کے سامنے بیان کرینگے۔ عبدالملک نے وہ حدیث سعید بن مسیب سے اپنے دور طالب علمی میں سنی تھی۔ امام زہری نے فرمایا: میں بھی اس حدیث کو ان ہی سے روایت کرتا ہوں۔ پھر پوری حدیث اور اسکی تفصیلات کو آپ نے عبدالملک کے سامنے بیان کر دیا۔ خلیفہ کو اپنی تمام بھولی ہوئی باتیں یاد آتی چلی گئیں۔ (۱۱۲)

امام زہری کو اس واقعہ سے خلیفہ کے دربار میں نہایت عزت اور قدر و منزلت حاصل ہوئی، آپ نے بنو امیہ کے چھ خلفاء کا زمانہ پایا اور ہر ایک کے زمانہ میں آپ معزز رہے، خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد پاک کے بارے میں تو آپ پڑھ ہی چکے کہ تدوین حدیث کا عظیم کارنامہ آپکے ہاتھوں سے امام زہری کے ذریعہ انجام پایا۔

غرضکہ اس دور میں محدثین وفقہاء نے اپنے خلوص و ایثار سے علم حدیث کی حفاظت

---

۱۱۲۔ بلوغ ربیع، ۹۶

فرمائی تو ارباب حکومت نے بھی بہت سے علماء وحفاظ کی خدمات کو سراہتے ہوئے انکی کفالت کی ذمہ داری قبول کی اور اسی طرح وضع حدیث کے فتنہ کی سرکوبی میں ان لوگوں نے بھی کافی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چند واقعات سے اس رخ کی تصویر بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔

اسی عبدالملک بن مروان نے جسکا علم حدیث سے شغف آپ گذشتہ واقعہ سے سمجھ سکتے ہیں کہ کتنا تھا، ایک مرتبہ اپنے منبر سے اعلان کیا۔

قد سالت علينا احاديث من قبل هذاالمشرق لانعرفها ۔(۱۱۳)

اس مشرق کی طرف سے ایسی حدیثیں بہ بہ کہ ہماری طرف آرہی ہیں جنہیں ہم نہیں پہچانتے۔

اسی عبدالملک بن مروان نے ایک موقع پر حارث بن سعید کذاب کو اس لئے دار پر کھینچا کہ وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔

اسکے بیٹے ہشام نے غیلان دمشقی کو اسی لئے قتل کرایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے غلط حدیثیں عوام میں پھیلاتا اور دین میں رخنہ اندازیاں کرتا تھا۔

خالد بن عبداللہ قسری مشہور گورنر نے بیان بن زریق کو محض وضع حدیث کے جرم قتل کرایا۔

اسی طرح خلفائے بنو عباس میں ابو جعفر منصور نے محمد بن سعید کو سولی دی جسکا جرم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت کرنا تھا ۔ اسکے ساتھ حکام وقت اور قاضی شرع بھی سخت چوکنے رہتے تھے، بصرہ کے حاکم محمد بن سلیمان نے عبدالکریم بن ابی العوجاء مشہور وضاع حدیث کو قتل کرادیا۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:۔

اسمعيل بن اسحق القاضي ضرب الهيثم بن سهل على تحديثه عن حماد بن زيد وانكر عليه ذلك ۔(١١٤)

قاضی بن اسمعیل بن اسحاق نے ایک شخص ہیثم بن سہل کو محض اس لئے پٹوایا کہ یہ حماد

---

۱۱۳۔ الطبقات الكبرى لا بن سعد، ۱۷۳/۵

۱۱٤۔ تاريخ بغداد للخطيب، ۲۱/۱٤

بن زید کے حوالے سے احادیث بیان کرتا تھا جب کہ قاضی اسمٰعیل اس کو غلط خیال کرتے تھے،
خلفائے بنوعباس کے مشہور ومعروف خلیفۂ ہارون الرشید کے پاس ایک جعلی حدیثوں کے بنانے
کا مجرم زندیق پیش کیا گیا۔ مجرم نے کہا: امیرالمؤمنین! میرے قتل کا حکم آپ کس وجہ سے دے
رہے ہیں؟ ہارون رشید نے کہا: کہ اللہ کے بندوں کو تیرے فتنوں سے محفوظ کرنے کیلئے۔ اس پر
زندیق نے کہا: میرے قتل سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ

این انت من الف حدیث وضعتها علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه
وسلم کلها مافیها حرف نطق به ۔(۱۱۵)

ان ایک ہزار حدیثوں کو کیا کریں گے جنکو میں بنا کر لوگوں میں پیش کر چکا ہوں جب
کہ ان میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس کی نسبت حضور کی طرف درست ہو۔

اسکا مطلب یہ تھا کہ ایک ہزار حدیثیں وضع کر کے لوگوں میں انکی تشہیر کر چکا ہوں،
تو مجھے قتل بھی کر دو گے تو کیا ہوگا، میرا بویا ہوا بیج تو حدیثوں کی شکل میں مسلمانوں میں موجود
رہے گا جس سے وہ گمراہ ہوتے رہیں گے۔ خلیفہ ہارون رشید نے اس مردود سے کہا تھا۔

این انت یاعدواللہ من ابی اسحاق الفزاری، وعبداللہ بن المبارک
ینخلانها فیخرجانها حرفا حرفا۔(۱۱۶)

اے دشمن خدا! تو کس خیال میں ہے، امام ابواسحاق فزاری، امام عبداللہ بن مبارک ان
تمام حدیثوں کو چھلنی میں چھانیں گے اور تیری تمام جعلی حدیثوں کو نکال کر پھینک دینگے۔

اس سے صاف واضح ہے کہ علماء ومحدثین کے ساتھ امراء اسلام نے بھی احادیث کی
تدوین وحفاظت میں اہم رول ادا کیا کہ اس علم میں رخنہ اندازی کرنے والوں کو راستہ سے
صاف کیا اور ان سخت سزاؤں سے لوگوں کو متنبہ کیا کہ اس غلط نسبت کی حرکت سے باز آئیں۔

یہ تمام تفصیلات پڑھنے کے بعد گولڈ زیہر مستشرق کے مفروضہ کو پھر دوبارہ پڑھئے جسکو
ہم نے شروع مضمون میں پیش کیا تھا۔ وہ کہتا ہے۔

اسی طرح اموی دور میں جب امویوں اور علمائے صالحین کے درمیان نزاع نے

---

۱۱۵۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ۲/۲۰۴
۱۱۶۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ۲/۲۰۴

شدت اختیار کی تو احادیث گڑھنے کا کام ہیبت ناک سرعت سے مکمل ہوا، فسق وارتداد کا مقابلہ کرنے کیلئے علماء نے ایسی احادیث گڑھنا شروع کردیں جو اس مقصد میں انکی مدد کرسکتی تھیں، اسی زمانہ میں اموی حکومت نے بھی علماء کے مقابلہ میں یہ کام شروع کردیا۔ وہ خود بھی احادیث گڑھتی اور لوگوں کو بھی گڑھنے کی دعوت دیتی جو حکومتی نقطۂ نظر کے موافق ہوں۔ حکومت نے بعض ایسے علماء کی پشت پناہی بھی کی جو احادیث گڑھنے میں حکومت کا ساتھ دیتے تھے۔ (۱۱۷)

قارئین خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ اہل اسلام کی تاریخ کو کس طرح مسخ کرکے پیش کیا گیا ہے اور احادیث طیبہ کو یکسر غیر معتبر قرار دینے کی کیسی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔

ہم نے تدوین حدیث اور مدونین کے عظیم کارناموں کی روداد اسی لئے پیش کی ہے کہ اہل اسلام ہرگز منکرین کے دھوکے میں نہ آئیں اور اپنے اسلاف کی ان جانباز کوششوں کی قدر کرتے ہوئے اپنے دینی سرمایہ کو دل وجان سے زیادہ عزیز رکھیں اور سلف صالحین کی روش کو اپنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں، کیونکہ اس علم کی حفاظت کیلئے ہمارے اسلاف نے پوری پوری زندگی اطراف عالم کی جادہ پیمائی کی ہے تب کہیں جاکر ہمیں یہ مستند ذخیرہ فراہم ہوسکا ہے، جیسا کہ آپ پڑھ چکے۔

ذیل میں حفاظت حدیث اور تدوین علم حدیث کی کوششوں کے نتیجے میں منصۂ شہود پر آنے والی کتب کی تفصیل مختلف ادوار میں ملاحظہ فرمائیں۔

---

۱۱۷۔ ضیاء النبی ۷/۱۹
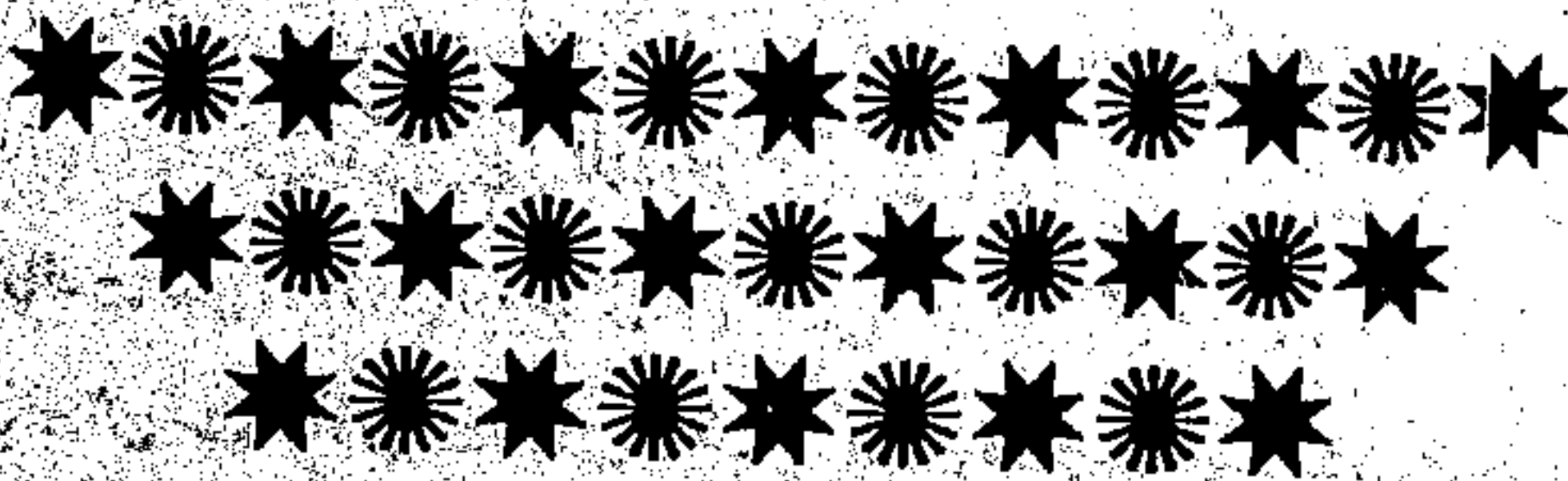
# صحائف صحابہ کرام

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مرویات کے مجموعوں اور صحیفوں کا ذکر گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ دراصل یہ ہی اس موضوع پر پہلی کوششیں ہیں جنکو بعد کے علماء کرام و محدثین عظام نے اساسی حیثیت دی۔ لہذا اصحابہ کرام کے صحائف کی اجمالی فہرست یوں بیان کی جاتی ہے۔

۱۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے صحیفے۔ آپکی مرویات کو مندرجہ حضرات نے جمع کیا۔

☆ حضرت عروہ بن زبیر بن العوام۔ (ام المومنین کے بھانجے)

☆ حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم۔ (ام المومنین کی تلمیذہ عمرہ بنت عبدالرحمن کے بھانجے)

☆ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق۔ ام امومنین کے بھتیجے،

۲۔ حضرت ابوہریرہ کے صحیفے۔ مندرجہ ذیل حضرات نے آپکی مرویات کو جمع کیا۔

☆ حضرت بشیر بن نھیک

☆ حضرت حسن بن عمرو بن امیہ

☆ حضرت ھمام بن منبہ

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر کے صحیفے۔ آپکی مرویات مندرجہ ذیل حضرات کے ذریعہ محفوظ ہوئیں۔

☆ حضرت نافع مولی عبداللہ بن عمر

☆ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر

☆ حضرت مجاہد

☆ حضرت سعید بن جبیر

۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ کے صحیفے۔ آپکی مرویات حسب ذیل حضرات نے جمع کیں۔

☆ حضرت اسمٰعیل بن عبدالکریم

☆ حضرت سلیمان یشکری

☆ حضرت مجاہد

☆ حضرت قتادہ بن دعامہ سدوسی

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیفے۔ مندرجہ ذیل حضرات نے روایت کئے۔

☆ حضرت سعید بن جبیر تلمیذ خاص

☆ حضرت علی بن عبداللہ بن عباس

☆ خود آپ نے بھی کثیر صحائف رقم فرمائے

۶۔ حضرت ابوسعید خدری کی مرویات کی حفاظت مندرجہ ذیل حضرات کے ذریعہ ہوئی۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس

☆ حضرت نافع

☆ حضرت عطاء بن ابی رباح

☆ حضرت جابر بن عبداللہ

☆ حضرت مجاہد

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے صحائف، بایں معنی انکو صحابہ کرام میں امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی لکھنے کا اہتمام کر رکھا تھا۔

۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی مرویات کی حفاظت حضرت علقمہ کے ذریعہ ہوئی۔

۹۔ صحائف حضرت انس بن مالک متوفی ۹۳ھ

۱۰۔ صحائف حضرت سعد بن عبادہ متوفی ۱۵ھ

۱۱۔ صحائف حضرت زید بن ثابت

۱۲۔ صحیفہ امیر المومنین حضرت علی مرتضی

۱۳۔ صحیفہ حضرت سمرہ بن جندب

۱۴۔ صحیفہ حضرت مغیرہ بن شعبہ

۱۵۔ صحیفہ براء بن عازب

۱۶۔ صحیفہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی

۱۷۔ صحیفہ حضرت امام حسن مجتبی

۱۸۔ حضرت امیر معاویہ

۱۹۔ حضرت ثوبان

۲۰۔ حضرت ابو امامہ باہلی

ان تینوں حضرات کی مرویات انکے شاگرد خالد بن معدان نے جمع کی تھیں۔

رضی اللہ تعالی عنہم

## قرن اول۔ مولفات تابعین

۱۔ کتب امام عامر بن شراحیل شعبی　متوفی ۱۰۳ھ

۲۔ کتب حارث بن عبد اللہ اعور　متوفی ۶۵ھ

۳۔ کتب ابی قلابہ عبد اللہ بن زید بصری　متوفی ۱۰۴ھ

۴۔ کتب عبیدہ بن عمرو سلمانی　متوفی ۷۲ھ

۵۔ کتب عروہ بن زبیر　متوفی ۹۳ھ

۶۔ کتب عکرمہ مولی ابن عباس　متوفی ۱۰۵ھ

۷۔ کتب عبد الرحمن بن عائذ　متوفی ۸۰ھ

۸۔ کتب ابراہیم بن مسلم　متوفی ۱۳۰ھ

۹۔ کتب ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری　متوفی ۱۱۷ھ

۱۰۔ کتب محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری　متوفی ۱۲۳ھ

۱۱۔ کتب حسن بن یسار　متوفی ۱۱۰ھ

۱۲۔ کتب سلیمان بن مہران اعمش　متوفی ۱۴۷ھ

۱۳۔ کتب عبد اللہ بن ذکوان قرشی　متوفی ۱۱۵ھ

۱۴۔ کتب علاء الدین بن عبد الرحمن　متوفی ۱۳۹ھ

۱۵۔ کتب قتادہ بن دعامہ سدوسی　متوفی ۱۱۷ھ

۱۶۔ کتب موسی بن عقبہ　متوفی ۱۴۱ھ

۱۷۔ کتب وہب بن منبہ　متوفی ۱۱۴ھ

۱۸۔ کتاب رجاء بن حیاۃ متوفی ۱۲۴ھ

۱۹۔ کتاب سلیمان بن یسار

۲۰۔ کتاب امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی متوفی ۱۵۰ھ

یہ کتاب الآثار کے نام سے مشہور ہے اور صاحبین یعنی امام ابی یوسف اور امام محمد کی روایت کی وجہ سے ان کی تالیف سمجھا جاتا ہے

۲۱۔ صحائف عبدالرحمٰن بن ہرمز متوفی ۱۱۷ھ

تابعین کے عہد میں تدوین حدیث باضابطہ طور پر عمل میں آئی اور اس دور کی تالیفی خدمات میں امام زہری اور امام ابوبکر بن حزم کا نام نمایاں حیثیت کا حامل رہا ہے۔ پھر باقاعدہ ابواب فقیہ پر مرتب کر کے پیش کرنے والے سب سے پہلے امام اعظم ہیں جنہوں نے چالیس ہزار احادیث میں سے صحیح اور معمول بہا روایات کا انتخاب فرما کر ایک مستقل تصنیف پیش فرمائی۔

احوال المصنفین میں ہے:۔

امام اعظم ابوحنیفہ سے پہلے حدیث نبوی کے جتنے صحیفے اور مجموعے لکھے گئے ان کی ترتیب فنی نہ تھی، بلکہ انکے جامعین نے کیف ما اتفق جو حدیثیں انکو یاد تھیں انہیں قلم بند کر دیا تھا۔ امام شعبی نے بیشک بعض مضامین کی حدیثیں ایک ہی باب کے تحت لکھی تھیں لیکن وہ پہلی کوشش تھی جو غالبا چند ابواب سے آگے نہ بڑھ سکی، احادیث کو کتب وابواب پر پوری طرح مرتب کرنے کا کام ابھی باقی تھا جسکو امام اعظم ابوحنیفہ نے کتاب الآثار تصنیف کر کے نہایت ہی خوش اسلوبی کی ساتھ مکمل فرمادیا اور بعد کے ائمہ کیلئے ترتیب و تبویب کا ایک عمدہ نمونہ قائم کیا۔

ممکن ہے کہ کچھ لوگ کتاب الآثار کو احادیث صحیحہ کا اولین مجموعہ بتانے پر چونکیں، کیونکہ عام خیال یہ ہے کہ صحیح بخاری سے پہلے احادیث صحیحہ کی کوئی کتاب مدون نہیں تھی، مگر یہ بڑی غلط فہمی ہے، اس واسطے کہ علامہ مغلطائی کے نزدیک اس بارے میں اولیت کا شرف امام مالک کو حاصل ہے۔ حافظ سیوطی تنویر الحوالک میں لکھتے ہیں کہ:۔

حافظ مغلطائی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے صحیح تصنیف کی وہ امام مالک ہیں۔

اور کتاب الآثار موطا سے بھی پہلے کی ہے جس سے خود موطا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے۔
چنانچہ حافظ سیوطی تبیض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

امام ابوحنیفہ کے ان خصوصی مناقب میں سے کہ جن میں وہ منفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور اسکی ابواب پر ترتیب کی، پھر امام مالک بن انس نے موطا کی ترتیب میں انہیں کی پیروی کی، اور اس بارے میں امام ابوحنیفہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔ (۱۱۸)

## قرن ثانی۔مولفات تبع تابعین

۱۔ کتب عبدالمالک بن عبدالعزیز بن جریج مکی — متوفی ۱۵۰ھ
۲۔ کتب ابراہیم بن طہمان خراسانی — متوفی ۱۶۳ھ
۳۔ کتب اسرائیل بن یونس سبیعی — متوفی ۱۶۰ھ
۴۔ کتب ابراہیم بن سعد — متوفی ۱۸۴ھ
۵۔ کتاب ابن اسحاق مدنی — متوفی ۱۵۱ھ
۶۔ کتاب ربیع بن صبیح بصری — متوفی ۱۶۰ھ
۷۔ کتاب سعید بن ابی عروبہ بصری — متوفی ۱۵۶ھ
۸۔ کتاب حماد بن سلمہ بصری — متوفی ۱۶۷ھ
۹۔ کتاب سفیان ثوری کوفی — متوفی ۱۶۱ھ
۱۰۔ کتاب عبدالرحمن بن عمرو امام اوزاعی شامی — متوفی ۱۵۸ھ
۱۱۔ کتاب ہشیم بن بشیر واسطی — متوفی ۱۸۳ھ
۱۲۔ کتاب معمر بن راشد یمنی — متوفی ۱۵۳ھ
۱۳۔ کتاب جریر بن عبدالحمید — متوفی ۱۸۸ھ
۱۴۔ کتاب عبداللہ بن مبارک خراسانی — متوفی ۱۸۱ھ
۱۵۔ مصنف عبدالرزاق بن ہمام صنعانی — متوفی ۲۱۱ھ
۱۶۔ مصنف لیث بن سعد — متوفی ۱۷۵ھ

| | | |
|---|---|---|
| ۱۷۔ | مصنف سفیان بن عیینہ | متوفی ۱۹۸ھ |
| ۱۸۔ | مصنف اسمٰعیل بن عیاش | متوفی ۱۸۱ھ |
| ۱۹۔ | مصنف شعبہ بن حجاج | متوفی ۱۶۰ھ |
| ۲۰۔ | موطا امام مالک مدنی | متوفی ۱۷۹ھ |
| ۲۱۔ | موطا محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی ذئب | متوفی ۱۵۸ھ |
| ۲۲۔ | مسند امام شافعی | متوفی ۲۰۸ھ |
| ۲۳۔ | مسند ابوداؤد طیالسی | متوفی ۲۰۴ھ |
| ۲۴۔ | مسند ابوبکر عبد اللہ بن زبیر قرشی حمیدی | متوفی ۲۱۹ھ |
| ۲۵۔ | موطا امام مالک | متوفی ۱۸۹ھ |
| ۲۶۔ | کتاب الزہد عبد اللہ بن مبارک | متوفی ۱۱۸ھ |
| ۲۷۔ | کتاب الحجہ امام محمد | متوفی ۱۸۹ھ |
| ۲۸۔ | کتاب المشیخہ امام محمد | متوفی ۱۸۹ھ |

## قرن ثالث کی بعض تصانیف

| | |
|---|---|
| الجامع الصحیح محمد بن اسمٰعیل بخاری | متوفی ۲۵۱ھ |
| الصحیح مسلم بن الحجاج قشیری | متوفی ۲۶۱ھ |
| السنن ابوداؤد | متوفی ۲۷۵ھ |
| السنن نسائی | متوفی ۳۰۳ھ |
| السنن ابن ماجہ | متوفی ۲۷۳ھ |
| الجامع ترمذی | متوفی ۲۷۰ھ |
| مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ | متوفی ۲۳۵ھ |
| مصنف عثمان بن ابی شیبہ کوفی | متوفی ۲۳۹ھ |
| مسند کبیر بقی بن مخلد قرطبی | متوفی ۲۷۶ھ |
| مسند کبیر حسن بن سفیان | متوفی ۳۰۳ھ |

| | |
|---|---|
| مسند کبیر یعقوب بن شیبہ بصری | متوفی ۲۶۲ھ |
| مسند کبیر محمد بن اسمعیل بخاری | متوفی ۲۵۱ھ |
| مسند ابی اسحاق ابراہیم عسکری | متوفی ۲۸۲ھ |
| مسند امام احمد بن حنبل | متوفی ۲۴۱ھ |
| مسند عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی | متوفی ۲۰۵ھ |
| مسند حارث بن محمد تیمی | متوفی ۲۸۲ھ |
| مسند محمد بن یحی عدنی | متوفی ۲۴۳ھ |
| مسند محمد بن مہدی | متوفی ۲۷۲ھ |
| مسند علی بن مدینی | متوفی ۲۳۴ھ |
| مسند عبید اللہ بن موسی | متوفی ۲۱۳ھ |
| مسند عبد اللہ بن حمیدی | متوفی ۲۴۹ھ |
| مسند ابی یعلی موصلی | متوفی ۳۰۷ھ |
| مسند احمد بن عمرو شیبانی | متوفی ۲۸۷ھ |
| مسند مسدد بن مسرہد | متوفی ۲۲۸ھ |
| مسند ابی بکر حمیدی مکی | متوفی ۲۱۹ھ |
| مسند احمد بن حازم | متوفی ۲۷۶ھ |
| تہذیب الآثار محمد بن جریر طبری | متوفی ۳۱۰ھ |
| منتقی ابن جارود | متوفی ۳۰۷ھ |
| مسند الابزار | متوفی ۲۹۲ھ |
| مسند اسحاق بن راہویہ | متوفی ۲۳۸ھ |
| مسند معلل ابو بکر بزار | متوفی ۲۹۲ھ |

# قرن رابع کی تصانیف

| | |
|---|---|
| المعجم الصغیر سلمان بن احمد طبرانی | ٣٦٠ |
| المعجم الاوسط سلمان بن احمد طبرانی | ٣٦٠ |
| المعجم الکبیر سلمان بن احمد طبرانی | ٣٦٠ |
| صحیح ابن حبان ابوحاتم محمد بن حبانی | ٣٥٤ |
| صحیح ابن خزیمہ محمد بن اسحاق | ٣١٦ |
| صحیح المنتقی سعید بن عثمان اسکن | ٣٥٣ |
| شرح مشکل الآثار ابوجعفر احمد بن طحاوی | ٣٢١ |
| شرح معانی الآثار ابوجعفر احمد بن طحاوی | ٣٢١ |
| المنتقی قاسم بن اصبغ اندلسی | ٣٤٠ |
| مسند ابن جمیع محمد بن احمد | ٤٠٢ |
| مسند خوارزمی | ٤٣٥ |
| مسند شاش ابوسعید ھیثم بن کلیب | ٣٣٥ |
| مسند صغار احمد بن عبید صغار | ٣٥٢ |
| مسند سنجری ابواسحاق ودعلج | ٣٥١ |
| مسند محمد بن اسحاق | ٣١٣ |
| مسند ابن نصر رازی | ٣٨٥ |
| مسند ابوعلی حسین بن محمد یاسرجسی | ٣٦٥ |
| مسند ابن شاہین ابوحفص عمر احمد بن بغدادی | ٣٨٥ |
| سنن ابوالحسن علی دار قطنی | ٣٨٥ |
| سنن ابوبکر احمد بن سلیمان النجار | ٣٤٨ |
| سنن ابن شاہین | ٣٨٥ |
| سنن صفار | ٣٥٢ |
| [illegible] | ٣٩٨ |

| | |
|---|---|
| سنن لالکائی ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن حسن | ۴۱۸ |
| السنن الکبری احمد بن حسین بیہقی | ۴۵۸ |
| السنن الصغری احمد بن حسین بیہقی | ۴۵۸ |
| مستدرک علی الصحیحین ابوالحسن علی بن عمر ودار قطنی | ۳۸۵ |
| مستدرک ابوعبداللہ حاکم | ۴۰۵ |
| مستخرج ابوعلی حسین بن محمد ماسرجسی | ۳۶۵ |
| مستخرج اسمعیلی | ۳۷۱ |
| مستخرج غطریفی | ۳۷۷ |
| مستخرج ابن ابی ذہل | ۳۷۸ |
| مستخرج ابی عوانہ | ۳۱۶ |
| مستخرج ابوجعفر طرطوسی | ۳۱۱ |
| مستخرج ابوحامد ہربی | ۳۴۴ |
| مستخرج ابن اخرم | ۳۴۴ |
| مستخرج برقانی | ۴۲۵ |
| مستخرج خلال | ۴۳۹ |
| مستخرج ابونعیم اصبہانی | ۴۳۰ |
| حلیۃ الاولیاء ابونعیم | ۴۳۰ |

انکے علاوہ مسانید وسنن اور صحاح وجوامع کا ایک عظیم ذخیرہ مرتب ہوا، جرح وتعدیل اور ضعفاء ومتروکین پر دفتر کے دفتر لکھے گئے۔

## قرن رابع کے بعد تصانیف کی نوعیت

پانچویں صدی کے نصف تک تو اسی انداز سے کام ہوتا رہا اور احادیث کا وافر ذخیرہ پوری احتیاط کے ساتھ تحریری شکل میں محفوظ کردیا گیا۔ اسکے بعد جو کام اس موضوع پر ہوئے وہ مختلف کتابوں کے مجموعوں کی شکل میں زیادہ ہوئے۔ بعض نے صحاح ستہ کے مجموعے لکھے اور

کسی نے مسانید وسنن کو جمع کرنے کی سعی بلیغ کی۔ مثلا:۔

**جامع الاصول**:۔ علامہ ابن اثیر ابو السعادات مبارک بن محمد نے چھٹی صدی میں صحاح ستہ کے مجموعہ کے طور پر لکھی

**جامع المسانید السنن**:۔ علامہ ابن کثیر نے صحاح ستہ اور مسند احمد، مسند بزار، مسند ابویعلی، معجم کبیر طبرانی کے مجموعہ کی حیثیت سے دس کتابوں کی احادیث پر مشتمل لکھی۔

**مجمع الزوائد**:۔ میں ابو الحسن ھیثمی نے بارہ کتابوں کا مجموعہ تحریر کیا جس میں معجم اوسط اور معجم صغیر کو بھی شامل کیا البتہ صحاح ستہ کی روایات جو باقی چھ کتابوں میں تھیں انکو حذف کر دیا۔

**جمع الفوائد**:۔ میں محمد بن مغربی نے مذکورہ بالا بارہ کتابوں کے ساتھ سنن دارمی اور موطا امام مالک کی احادیث کو بھی شامل کیا۔

**مصابیح السنہ**:۔ امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی کی اور اس پر کچھ اضافہ کے ساتھ شیخ ولی الدین تبریزی کی مشکوۃ المصابیح بھی اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

اور آخر میں علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع لکھی جس میں تمام احادیث متداولہ کو جمع کرنے کا عزم کیا لیکن وہ مکمل نہ کر سکے، پھر بھی اتنی عظیم کتاب جس میں (۴۶۶۲۴) احادیث ہیں مشکل ہی سے دوسری دستیاب ہو سکتی ہے۔

اس کتاب کی تبویب وترتیب کا کام شیخ علی متقی برھان پوری ھندی (ریاست ایم۔ پی) مہاجر مکی نے انجام دیا اور اسکا نام کنز العمال رکھا جو اس زمانہ میں مطبوع اور دستیاب ہے۔

ھندستان کے یہ پہلے مصنف ہیں جنہوں نے اتنا بڑا کارنامہ علم حدیث میں انجام دیا لیکن اس وقت آپ کا قیام مکہ مکرمہ میں تھا۔

آپ ہی کے شاگرد رشید ہیں شیخ عبد الوہاب متقی جن سے اکتساب فیض کے لئے محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی مکہ مکرمہ پہونچے اور چند سال استفادہ کر کے ہندوستان واپس تشریف لائے اور اہل ہند کو علم حدیث کی دولت لازوال سے مالا مال فرمایا۔

آئندہ اوراق میں مذکورہ بالا ائمہ حدیث اور ائمہ مجتہدین وفقہا میں سے بعض کی سوانح نیز انکی جلالت شان اور علمی کارناموں سے متعلق قدرے تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔
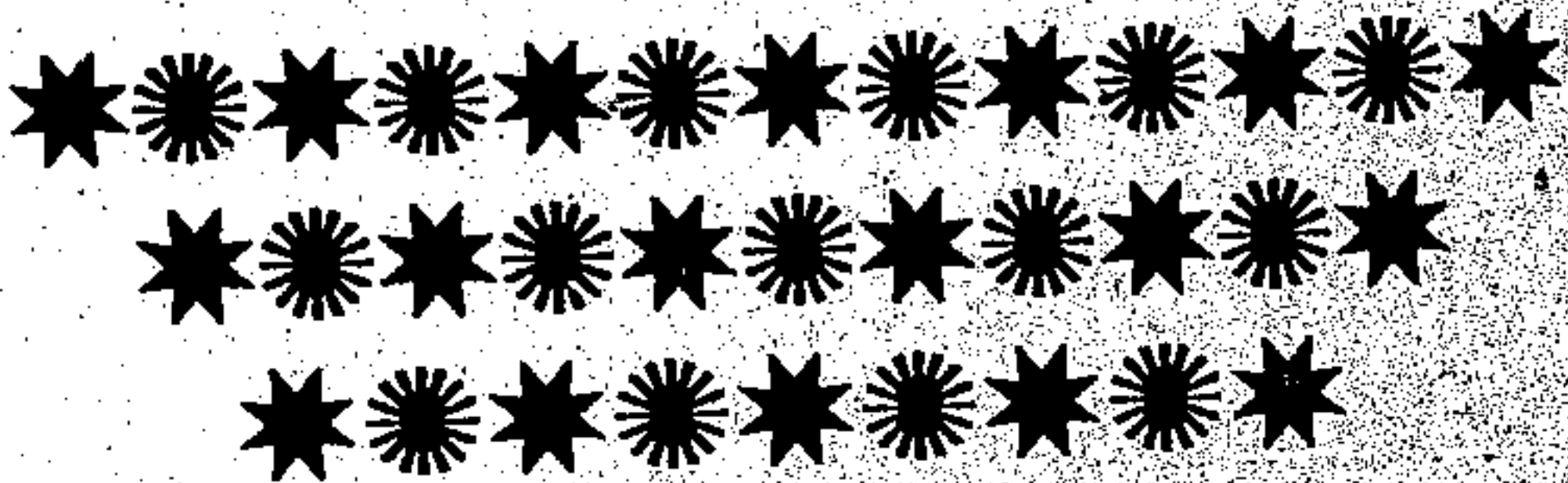
# حالات محدثین وفقہاء

# امام اعظم ابوحنیفہ

نام ونسب: نام، نعمان۔ کنیت، ابوحنیفہ۔ والد کا نام، ثابت۔ القاب، امام اعظم، امام الائمہ، سراج الامہ، رئیس الفقہاء والمجتہدین، سید الاولیاء والمحدثین۔ آپکے دادا اہل کابل سے تھے۔ سلسلہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔

نعمان بن ثابت بن مرزبان زوطی بن ثابت بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیروان۔

شرح تحفہ نصائح کے بیان کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوۃ والتسلیم تک پہونچتا ہے اور یہاں آکر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کا نسب مل جاتا ہے۔

خطیب بغدادی نے سیدنا حضرت امام اعظم کے پوتے حضرت اسمعیل بن حماد سے نقل کیا ہے کہ میں اسمعیل بن حماد بن نعمان بن مرزبان از اولاد فرس احرار ہوں۔ اللہ کی قسم! ہم پر کبھی غلامی نہیں آئی۔ میرے دادا حضرت ابوحنیفہ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی، انکے والد حضرت ثابت چھوٹی عمر میں حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر کئے گئے، آپ نے انکے اور انکی اولاد کیلئے برکت کی دعا کی۔ اور ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضی کی دعا ہمارے حق میں قبول کر لی گئی ہے۔(۱)

اس روایت سے ثابت کہ آپکی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ دوسری روایت جو حضرت امام ابویوسف سے ہے اس میں ۷۷ھ ہے۔ علامہ کوثری نے ۷۰ھ کو دلائل وقرائن سے ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ ۸۷ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے اور وہاں حضرت عبداللہ بن الحارث سے ملاقات ہوئی اور حدیث سنی۔ اسی ۷۰ھ کو ابن حبان نے بھی صحیح بتایا ہے۔

معتمد قول یہی ہے کہ آپ فارسی النسل ہیں اور غلامی کا دھبہ آپکے آباء میں کسی پر نہیں لگا، مورخوں نے غیر عرب پر موالی کا استعمال کیا ہے بلکہ عرب میں ایک رواج یہ بھی تھا کہ پردیسی یا کمزور افراد کسی بااثر شخص یا قبیلہ کی حمایت وپناہ حاصل کر لیتا تھا۔ لہذا حضرت امام اعظم کے جد امجد جب عراق آئے تو آپ نے بھی ایسا ہی کیا۔

امام طحاوی شرح مشکل الآثار میں راوی کہ حضرت عبداللہ بن یزید کہتے ہیں، میں امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا، تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا: میں ایسا شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جس پر اسلام کے ذریعہ احسان فرمایا، یعنی نومسلم۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا: یوں نہ کہو، بلکہ ان قبائل میں سے کسی سے تعلق پیدا کرلو پھر تمہاری نسبت بھی انکی طرف ہوگی، میں خود بھی ایسا ہی تھا۔(۲)

مولیٰ صرف غلام ہی کو نہیں کہا جاتا، بلکہ ولاء اسلام، ولاء حلف، اور ولاء لزوم کو بھی ولاء کہتے ہیں اور ان تعلق والوں کو بھی موالی کہا جاتا ہے۔ امام بخاری ولاء اسلام کی وجہ سے جعفی ہیں۔ امام مالک ولاء حلف کی وجہ سے تیمی۔ اور مقسم کو ولاء لزوم یعنی حضرت ابن عباس کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہنے کی وجہ سے مولی ابن عباس کہا جاتا ہے۔(۳)

**کنیت کی وضاحت:۔** آپکی کنیت ابوحنیفہ کے سلسلہ میں متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ چونکہ اہل عرب دوات کو حنیفہ کہتے ہیں اور کوفہ کی جامع مسجد میں وقف کی چار سو دواتیں طلبہ کیلئے ہمیشہ وقف رہتی تھیں۔ امام اعظم کا حلقۂ درس وسیع تھا اور آپکے ہر شاگرد کے پاس علیحدہ دوات رہتی تھی، لہذا آپ کو ابوحنیفہ کہا گیا۔

۲۔ صاحب ملت حنیفہ، یعنی ادیان باطلہ سے اعراض کر کے حق کی طرف پورے طور پر مائل رہنے والا۔

۳۔ ماء مستعمل کو آپ نے طہارت میں استعمال کرنے کیلئے جائز قرار نہیں دیا تو آپ کے متبعین نے ٹوٹیوں کا استعمال شروع کیا، چونکہ ٹوٹی کو حنیفہ کہتے ہیں لہذا آپ کا نام ابوحنیفہ پڑ گیا۔(۴)

**وجہ تسمیہ۔** وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ نعمان لغت عرب میں خون کو کہتے ہیں جس پر مدار حیات ہے۔ نیک فالی کے طور پر یہ نام رکھا گیا۔ آپ نے شریعت اسلامیہ کے وہ اصول مرتب کیے جو مقبول خلائق ہوئے اور شریعت مطہرہ کی ہمہ گیری کا ذریعہ بنے۔ یہاں تک کہ امام شافعی قدس سرہ نے بھی آپ کی عمل شوکت وفقہی جلالت شان کو دیکھ کر فرمایا۔

الناس فی الفقہ عیال ابی حنیفۃ۔

فقہ میں سب لوگ ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔

نعمان گل لالہ کی ایک قسم کا نام بھی ہے۔ اسکا رنگ سرخ ہوتا ہے اور خوشبو نہایت روح پرور ہوتی ہے، چنانچہ آپ کے اجتہاد اور استنباط سے بھی فقہ اسلامی اطراف عالم میں مہک اٹھی۔

**بشارت عظمی:**۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے، اسی مجلس میں سورۂ جمعہ نازل ہوئی، جب آپ نے اس سورۃ کی آیت:۔ آخرین منهم لما يلحقوبهم۔

پڑھی تو حاضرین میں سے کسی نے پوچھا، یارسول اللہ! یہ دوسرے حضرات کون ہیں جو ابھی ہم سے نہیں ملے؟ حضور یہ سنکر خاموش رہے، جب بار بار پوچھا گیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاندھے پر دست اقدس رکھکر ارشاد فرمایا:۔

لو كان الايمان عندالثريا لناله رجل من هؤلاء۔ (۵)

اگر ایمان ثریا کہ پاس بھی ہوگا تو اسکی قوم کے لوگ اسکو ضرور تلاش کرلیں گے۔

یہ حدیث متعدد سندوں سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ جسکا مفہوم ومعانی ایک ہے۔

علامہ ابن حجر مکی نے حافظ امام سیوطی کے بعض شاگردوں کہ حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے استاد امام سیوطی یقین کے ساتھ کہتے تھے۔

اس حدیث کے اولین مصداق صرف امام اعظم ابوحنیفہ ہیں۔ کیونکہ امام اعظم کے زمانے میں اہل فارس سے کوئی بھی آپ کے علم وفضل تک نہ پہونچ سکا۔ (۶)

الفضل ماشهدت به الاعداء۔ کے بموجب نواب صدیق صدیق حسن خاں بھوپالی کو بھی اس امر کا اعتراف کرنا پڑا۔ لکھتے ہیں

ہم امام دراں داخل ست۔ (۷)

امام اعظم بھی اس حدیث کے مصداق ہیں۔

امام بخاری کی روایت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت سلمان فارسی کیلئے یہ بشارت نہ تھی کہ آیت میں "لمایلحقوبهم" کے بارے میں سوال تھا اور جواب میں آئندہ لوگوں کی نشاندھی کی جارہی ہے، لہذا وہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث تو حضرت سلمان فارسی کیلئے تھی اور احناف نے امام اعظم پر چسپاں کردی۔ قارئین غور کریں کہ یہ دیانت

سے کتنی بعید بات ہے۔

**تعلیم کے مراحل:** ۔آپ نے ابتدائی ضروری تعلیم کے بعد تجارت کا میدان اختیار کرلیا تھا۔آپ ریشم کے کپڑے کی تجارت کرتے تھے، حفص بن عبدالرحمن بھی آپ کے شریک تجارت تھے۔آپکی تجارت عامیانہ اصول سے بالاتر تھی ۔آپ ایک مثالی تاجر کا رول ادافرماتے، بلکہ یوں کہا جائے کہ تجارت کی شکل میں لوگوں پر جودوکرم کا فیض جاری کرنا آپ کا مشغلہ تھا۔

ایک دن تجارت کے سلسلہ میں بازار جارہے تھے، راستے میں امام شعبی سے ملاقات ہوئی، یہ وہ عظیم تابعی ہیں جنہوں نے پانچسو صحابہ کرام کا زمانہ پایا، فرمایا: کہاں جاتے ہو؟ عرض کی بازار، چونکہ آپ نے امام اعظم کے چہرہ پر ذہانت وسعادت کے آثار نمایاں دیکھ کر بلایا تھا، فرمایا: علماء کی مجلس میں نہیں بیٹھتے ہو، عرض کیا نہیں ۔فرمایا: غفلت نہ کروتم علماء کی مجلس میں بیٹھا کرو۔کیونکہ میں تمہارے چہرے میں علم وفضل کی درخشندگی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔(۸)

امام اعظم فرماتے ہیں:۔

امام شعبی کی ملاقات اوران کے اس فرمان نے میرے دل پر اثر کیا اور بازار کا جانا میں نے چھوڑ دیا۔پہلے علم کلام کی طرف متوجہ ہوا اور اس میں کمال حاصل کرنے کے بعد گمراہ فرقوں مثلا جہمیہ، قدریہ سے بحث ومباحثہ کیا اور مناظرہ شروع کیا۔پھر خیال آیا کے صحابہ کرام سے زیادہ دین کو جاننے والا کون ہوسکتا ہے، اس کے باوجود ان حضرات نے اس طریق کو نہ اپنا کر شرعی اور فقہی مسائل سے زیادہ شغف رکھا، لہذا مجھے بھی اسی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

کوفہ آپ کے عہد پاک میں فقہائے عراق کا گہوارہ تھا جس طرح اس کے برخلاف بصرہ مختلف فرقوں اور اصول اعتقاد میں بحث ومجادلہ کرنے والوں کا گڑھ تھا۔کوفہ کا یہ علمی ماحول بذات خود بڑا اثر آفریں تھا۔خود فرماتے ہیں: میں علم وفقہ کی کان کوفہ میں سکونت پذیر تھا اور اہل کوفہ کا جلیس وہم نشین رہا۔پھر فقہاء کوفہ میں ایک فقیہ کے دامن سے وابستہ ہوگیا۔(۹)

ان فقیہ سے مراد حضرت حماد بن ابی سلیمان ہیں جو اس وقت جامع کوفہ میں مسند درس وتدریس پر متمکن تھے اور یہ درسگاہ باقاعدہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد پاک سے چلی آرہی تھی۔

اس مبارک شہر میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام جن میں ستر اصحاب بدر اور تین سو بیعت رضوان کے شرکاء تھے آکر آباد ہوگئے۔ جس برج میں یہ نجوم ہدایت اکٹھے ہوں اسکی ضوفشانیاں کہاں تک ہونگی اس کا اندازہ ہر ذی فہم کرسکتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کوفہ کا ہر گھر علم کے انوار سے جگمگا رہا تھا۔ ہر ہر گھر دار الحدیث اور دار العلوم بن گیا تھا۔ حضرت امام اعظم جس عہد میں پیدا ہوئے اس وقت کوفہ میں حدیث وفقہ کے وہ ائمہ مسند تدریس کی زینت تھے جن میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ آفتاب و مہتاب تھا۔ کوفہ کی یہ خصوصیت صحاح ستہ کے مصنفین کے عہد تک بھی باقی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کو اتنی بار کوفہ جانا پڑا کہ وہ اسے شمار نہیں کرسکے، اور صحاح ستہ کے اکثر شیوخ کوفہ کے ہیں۔

اس وقت کوفہ میں مندرجہ ذیل مشاہیر ائمہ موجود تھے۔

حضرت ابراہیم نخعی فقیہ عراق، امام عامر شعبی، سلمہ بن کہیل، ابواسحاق سبعی، سماک بن حرب، محارب بن دثار، عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، ہشام بن عروہ بن زبیر، سلیمان بن مہران اعمش، حماد بن ابی سلیمان فقیہ عراق۔

سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ ہی میں تھے۔

کوفہ کو مرکز علم وفضل بنانے میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام نے جو کیا وہ تو کیا ہی اصل فیض حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔ حضرت ابن مسعود کو حضرت فاروق اعظم نے کوفہ کا قاضی اور وہاں کے بیت المال کا منتظم بنایا تھا، اسی عہد میں انہوں نے کوفہ میں علم وفضل کا دریا بہایا۔

ابرار الانوار میں ہے:۔

کوفہ میں ابن مسعود کی مجلس میں بیک وقت چار ہزار افراد حاضر ہوتے۔ ایک بار حضرت علی کوفہ تشریف لائے اور حضرت ابن مسعود ان کے استقبال کے لئے آئے تو سارا میدان آپ کے تلامذہ سے بھر گیا۔ انہیں دیکھ کر حضرت علی نے خوش ہوکر فرمایا ابن مسعود! تم نے کوفہ کو علم وفقہ سے بھر دیا، تمہاری بدولت یہ شہر مرکز علم بن گیا۔

پھر اس شہر کو باب مدینۃ العلم حضرت علی نے اپنے روحانی وعرفانی فیض سے ایسا

سینچا کہ تیرہ سو سال گذرنے کے باوجود پوری دنیا کے مسلمان اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔ خواہ علم حدیث ہو یا علم فقہ۔ اگر کوفہ کے راویوں کو ساقط الاعتبار کر دیا جائے تو پھر صحاح ستہ صحاح ستہ نہ رہ جائیں گی۔

امام شعبی نے فرمایا: صحابہ میں چھ قاضی تھے، ان میں تین مدینے میں تھے۔ عمر، ابی بن کعب، زید۔ اور تین کوفے میں علی، ابن مسعود، ابوموسیٰ اشعری۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

امام مسروق نے کہا: میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ان میں چھ کو منبع علم پایا۔ عمر، علی، ابن مسعود، زید، ابودرداء، ابی بن کعب، اسکے بعد دیکھا تو ان چھ حضرات کا علم ان دو میں مجتمع پایا۔ علی اور ابن مسعود۔ ان دونوں کا علم مدینے سے بادل بن کر اٹھا اور کوفے کی وادیوں پر برسا۔ ان آفتاب و ماہتاب نے کوفے کے ذرے ذرے کو چمکایا۔

حضرت عمر نے اس شہر کو راس الاسلام، راس العرب، جمجمۃ العرب، رمح اللہ اور کنز الایمان کہا۔

حضرت سلمان فارسی نے قبۃ الاسلام کا لقب دیا۔

حضرت علی نے کنز الایمان، جمجمۃ الاسلام، رمح اللہ، سیف اللہ فرمایا۔ (۱۰)

امام اعظم نے امام حماد کی حلقہ تلامذہ میں شرکت اس وقت کی جب آپکی عمر بیس سال سے متجاوز ہو گئی تھی اور آپ اٹھارہ سال تک انکی خدمت میں فقہ حاصل کرتے رہے، درمیان میں آپ نے دوسرے بلاد کا سفر بھی فرمایا، حج بیت اللہ کیلئے بھی حرم شریف میں حاضری کا موقع ملا۔ اس طرح آپ ہر جگہ علم کی تلاش میں رہے اور تقریباً چار ہزار مشائخ سے علم حدیث وفقہ حاصل کیا اور پھر اپنے استاذ حضرت حماد کی مسند درس پر جلوس فرمایا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ امام حماد کا وصال ۱۲۰ھ میں ہوا، لہذا انکے وصال کے وقت امام اعظم کی عمر چالیس سال تھی، گویا جسم و عقل میں کامل ہونے کے بعد آپ نے چالیس سال کی عمر میں مسند درس کو رونق بخشی۔

آپ کو پہلے بھی اس چیز کا خیال آیا تھا کہ میں اپنی درسگاہ علیحدہ قائم کرلوں مگر تکمیل کی نوبت نہ آئی۔ آپکے شاگرد امام زفر فرماتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ نے اپنے استاذ حضرت حماد سے وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

میں دس سال آپکی صحبت میں رہا، پھر میرا جی حصول اقتدار کیلئے للچایا تو میں نے الگ اپنا حلقہ جمانے کا ارادہ کرلیا۔ ایک روز میں پچھلے پہر نکلا اور چاہا کہ آج یہ کام کرہی لوں، مسجد میں قدم رکھا اور شیخ حماد کو دیکھا تو ان سے علیحدگی پسند نہ آئی اور انکے پاس ہی آکر بیٹھ گیا۔ اسی رات حضرت حماد کو اطلاع ملی کہ بصرہ میں ان کا کوئی عزیز فوت ہوگیا ہے، بڑا مال چھوڑا اور حماد کے سوا کوئی دوسرا وارث نہیں ہے، آپنے اپنی جگہ مجھے بٹھایا، جیسے ہی وہ تشریف لے گئے کہ میرے پاس چند ایسے مسائل آئے جو میں نے آج تک ان سے نہ سنے تھے، میں جواب دیتا جاتا اور اپنے جوابات لکھتا جاتا تھا۔ جب حضرت حماد واپس تشریف لائے تو میں نے وہ مسائل پیش کئے، یہ تقریباً ساٹھ مسائل تھے۔ چالیس سے تو آپ نے اتفاق کیا لیکن بیس میں میرے خلاف جواب دیئے۔ میں نے اسی دن یہ تہیہ کرلیا کہ تاحین حیات ان کا ساتھ نہ چھوڑونگا، لہذا میں اسی عہد پر قائم رہا اور تازندگی انکے دامن سے وابستہ رہا۔

غرضکہ آپ چالیس سال کی عمر میں کوفہ کی جامع مسجد میں اپنے استاذ کی مسند پر متمکن ہوئے اور اپنے تلامذہ کو پیش آمدہ فتاوی وجوابات کا درس دینا شروع کیا۔ آپ نے بڑی سلجھی ہوئی گفتگو اور عقل سلیم کی مدد سے اشباہ وامثال پر قیاس کا آغاز کیا اور اس فقہی مسلک کی داغ بیل ڈالی جس سے آگے چل کر حنفی مذہب کی بنیاد پڑی۔

آپ نے دراسات علمی کے ذریعہ ان اصحاب کرام کے فتاوی تک رسائی حاصل کی جو اجتہاد واستنباط، ذہانت وفطانت اور جودت رائے میں اپنی مثال آپ تھے۔

ایک دن آپ منصور کے دربار میں تشریف لے گئے، وہاں عیسی بن موسی بھی موجود تھا۔ اس نے منصور سے کہا: یہ اس عہد کے سب سے بڑے عالم دین ہیں، منصور نے امام اعظم کو مخاطب کرکے کہا۔

نعمان! آپ نے علم کہاں سے سیکھا، فرمایا: حضرت ابن عمر کے تلامذہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر سے۔ نیز شاگردان علی سے انہوں نے حضرت علی سے۔ اسی طرح تلامذہ ابن مسعود سے۔ بولا: آپ نے بڑا قابل اعتماد علم حاصل کیا۔ (۱۱)

**شرف تابعیت** :۔ امام اعظم قدس سرہ کو متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے شرف ملاقات بھی حاصل تھا، آپکے تمام انصاف پسند تذکرہ نگار اور مناقب نویس اس بات پر

متفق ہیں اور یہ وہ خصوصیت ہے جو ائمہ اربعہ میں کسی کو حاصل نہیں۔ بلکہ بعض نے تو صحابہ کرام سے روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا۔ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی، اس وقت کوفہ میں صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کا وصال ۸۸ھ اسکے بعد ہوا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت بصرہ میں موجود تھے اور ۹۵ھ میں وصال فرمایا۔ آپ نے انکو دیکھا ہے۔ ان حضرات کے سوا دوسرے بلاد میں دیگر صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ جیسے

☆ حضرت واثلہ بن اسقع شام میں۔ وصال ۸۵ھ

☆ حضرت سہل بن سعد مدینہ میں۔ وصال ۸۸ھ

☆ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ مکہ میں۔ وصال ۱۱۰ھ

یہ تمام صحابہ کرام میں آخری ہیں جنکا وصال دوسری صدی میں ہوا۔ اور امام اعظم نے ۹۳ھ میں انکو حج بیت اللہ کے موقع پر دیکھا۔

امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے خود امام اعظم کو فرماتے سنا کہ:۔

میں ۹۳ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گیا، اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی۔ میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ ان پر لوگوں کا ہجوم تھا، میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ بوڑھے شخص کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحابی ہیں اور انکا نام عبداللہ بن حارث بن جزء ہے، پھر میں نے دریافت کیا کہ ان کے پاس کیا ہے؟ میرے والد نے کہا: ان کے پاس وہ حدیثیں ہیں جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہیں۔ میں نے کہا: مجھے بھی انکے پاس لے چلئے تاکہ میں بھی حدیث شریف سن لوں، چنانچہ وہ مجھ سے آگے بڑھے اور لوگوں کو چیرتے ہوئے چلے یہاں تک کہ میں انکے قریب پہونچ گیا اور میں نے ان سے سنا کہ آپ کہہ رہے تھے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من تفقہ فی دین اللہ کفاہ

الله وهمه ورزقه من حيث لايحسبه۔ (۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دین کی سمجھ حاصل کرلی اسکی فکروں کا علاج اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور اس کو اس طرح پر روزی دیتا ہے کہ کسی کو شان وگمان بھی نہیں ہوتا۔

علامہ کوثری کی صراحت کے مطابق پہلا حج ۸۷ھ میں سترہ سال کی عمر میں کیا، اور دوسرا ۹۱ھ میں ۲۶ سال کی عمر۔ اور متعدد صحابہ کرام سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ درمختار میں بیس اور خلاصہ اکمال میں چھبیس صحابہ کرام سے ملاقات ہونا بیان کی گئی ہے۔

بہر حال اتنی بات متحقق ہے کہ صحابہ کرام سے ملاقات ہوئی اور آپ بلاشبہ تابعی ہیں اور اس شرف میں اپنے معاصرین واقران مثلاً امام سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام مالک، اور امام لیث بن سعد پر آپکو فضیلت حاصل ہے۔ (۱۳)

لہذا آپکی تابعیت کا ثبوت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ بلکہ آپکی تابعیت کے ساتھ یہ امر بھی متحقق ہے کہ آپ نے صحابہ کرام سے احادیث کا سماع کیا اور روایت کیا ہے۔ تو یہ وصف بھی بلاشبہ آپکی عظیم خصوصیت ہے۔ بعض محدثین ومورخین نے اس سلسلہ میں اختلاف بھی کیا ہے لیکن منصف مزاج لوگ خاموش نہیں رہے، لہذا احناف کی طرح شوافع نے بھی اس حقیقت کو واضح کردیا ہے۔

علامہ عینی حضرت عبداللہ بن ابی اوفی صحابی رسول کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔

هو احد من راه ابو حنيفة من الصحابة وروى عنه ولا يلتفت الى قول المنكر المتعصب وكان عمر ابى حنيفة حينئذ سبع سنين وهو سن التمييز هذا على الصحيح ان مولد ابى حنيفة سنة ثمانين وعلى قول من كان سنة سبعين يكون عمره حينئذ سبعة عشرة سنة ويستبعد جدا ان يكون صحابى مقيما ببلدة وفى اهلها من لاراه واصحابه اخبر بحاله وهم ثقاة فى انفسهم ۔(۱٤)

عبداللہ بن ابی اوفی ان صحابہ سے ہیں جنکی امام ابوحنیفہ نے زیارت کی اور ان سے روایت کی قطع نظر کرتے ہوئے منکر متعصب کے قول سے امام اعظم کی عمر اس وقت سات سال کی تھی کیونکہ صحیح یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور بعض اقوال کی بنا پر اس وقت آپکی عمر

سترہ سال کی تھی۔ بہرحال سات سال عمر بھی فہم وشعور کا سن ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک صحابی کسی شہر میں رہتے ہوں اور شہر کے رہنے والوں میں ایسا شخص ہو جس نے اس صحابی کو نہ دیکھا ہو۔ اس بحث میں امام اعظم کے تلامذہ کی بات ہی معتبر ہے کیونکہ وہ ان کے احوال سے زیادہ واقف ہیں اور ثقہ بھی ہیں۔

ملاعلی قاری امام کردری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

قال الکردری جماعۃ من المحدثین انکر واملاقاتہ مع الصحابۃ واصحابہ اثبتوہ بالاسانید الصحاح الحسان وھم اعرف باحوالہ منھم والمثبت العدل اولی من النافی۔(۱۵)

امام کردری فرماتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت نے امام اعظم کی صحابہ کرام سے ملاقات کا انکار کیا ہے اور انکے شاگردوں نے اس بات کو صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ ثابت کیا اور ثبوت روایت نفی سے بہتر ہے۔

مشہور محدث شیخ محمد طاہر ہندی نے کرمانی کے حوالہ سے لکھا ہے:۔

واصحابہ یقولون انہ لقی جماعۃ من الصحابۃ وروی عنھم۔(۱۶)

امام اعظم کے شاگرد کہتے ہیں کہ آپ نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے اور ان سے سماع حدیث بھی کیا ہے۔

امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری شافعی نے امام اعظم کی صحابہ کرام سے مرویات میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس میں روایات مع سند بیان فرمائیں۔ نیز انکو حسن وقوی بتایا۔ امام سیوطی نے ان روایات کو تبییض الصحیفہ میں نقل کیا ہے جن کی تفصیل یوں ہے۔

عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ سمعت انس بن مالک یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم۔(۱۷)

امام سیوطی نے فرمایا یہ حدیث پچاس طرق سے مجھے معلوم ہے اور صحیح ہے۔

حضرت امام ابویوسف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

عن ابی یوسف عن ابی حنیفة سمعت انس بن مالك يقول سمعت رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم يقول : الدال على الخير كفاعله ۔(۱۸)

اس معنی کی حدیث مسلم شریف میں بھی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کے مثل ہے۔

عن ابی یوسف عن ابی حنیفة سمعت انس بن مالك يقول سمعت رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم يقول :ان الله يحب اغاثة اللهفان ۔(۱۹)

ضیاء مقدسی نے مختارہ میں اسکو صحیح کہا۔

حضرت امام ابو یوسف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: بیشک اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی دست گیری کو پسند فرماتا ہے۔

عن یحی بن قاسم عن ابی حنیفة سمعت عبدالله بن ابی اوفی يقول سمعت رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم يقول : من بنى لله مسجدا ولو كمفحص قطاة بنى الله له بيتا في الجنة ۔(۲۰)

امام سیوطی فرماتے ہیں، اس حدیث کا متن صحیح بلکہ متواتر ہے۔

حضرت یحیی بن قاسم حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے اللہ کی رضا کیلئے سنگ خوار کے گڑھے کے برابر بھی مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنائے گا۔

عن اسمعیل بن عیاش عن ابی حنیفة عن واثلة بن اسقع ان رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم قال :دع مایریبك الى مالا يريبك ۔(۲۱)

امام ترمذی نے اس کی تصحیح فرمائی۔

حضرت اسمعیل بن عیاش حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شک وشبہ کی چیزوں کو چھوڑ کر ان چیزوں کو اختیار کرو جو شکوک وشبہات سے بالاتر ہیں۔

ان تمام تفصیلات کی روشنی میں یہ بات ثابت ومتحقق ہے کہ امام اعظم صحابہ کرام کی رویت وروایت دونوں سے مشرف ہوئے۔ یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ امام اعظم کے بعض سوانح نگار اپنی صاف گوئی اور غیر جانب داری کا ثبوت دیتے ہوئے وہ باتیں بھی لکھ گئے ہیں جس سے تعصب کا اظہار ہوتا ہے۔ ان کے پیچھے حقائق تو کیا ہوتے دیانت سے بھی کام نہیں لیا گیا۔ اس سلسلہ میں علامہ غلام رسول سعیدی کی تصنیف تذکرۃ المحدثین سے ایک طویل اقتباس ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔

شبلی نعمانی نے امام اعظم کی صحابہ کرام سے روایت کے انکار پر کچھ عقلی وجوہات بھی پیش کیے ہیں، لکھتے ہیں۔

میرے نزدیک اس کی ایک اور وجہ ہے۔ محدثین میں باہم اختلاف ہے کہ حدیث سیکھنے کیلئے کم از کم کتنی عمر شرط ہے؟ اس امر میں ارباب کوفہ سب سے زیادہ احتیاط کرتے تھے یعنی بیس برس سے کم عمر کا شخص حدیث کی درسگاہ میں شامل نہیں ہوسکتا تھا، ان کے نزدیک چونکہ حدیثیں بالمعنی روایت کی گئی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ طالب علم پوری عمر کو پہنچ چکا ہو ورنہ مطالب کو سمجھنے اور اس کے ادا کرنے میں غلطی کا احتمال ہے، غالبًا یہی قید تھی جس نے امام ابوحنیفہ کو ایسے بڑے شرف سے محروم رکھا۔"

اس سلسلہ میں اولاً تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اہل کوفہ کا یہ قاعدہ کہ سماع حدیث کیلئے کم از کم بیس سال عمر درکار ہے، کونسی یقینی روایت سے ثابت ہے؟ امام صاحب کی مرویات صحابہ کیلئے جب یقینی اور صحیح روایت کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو اہل کوفہ کے اس قاعدہ کو بغیر کسی یقینی اور صحیح روایت کے کیسے مان لیا گیا،

ثانیاً: یہ قاعدہ خود خلاف حدیث ہے کیونکہ صحیح بخاری میں امام بخاری نے متی یصح سماع الصغیر کا باب قائم کیا ہے اس کے تحت ذکر فرمایا ہے کہ محمود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پانچ سال کی عمر میں سنی ہوئی حدیث کو روایت کیا ہے، اس کے علاوہ

حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عمر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت چھ اور سات سال تھی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عمر حضور کے وصال کے وقت تیرہ سال تھی، اور یہ حضرات آپ کے وصال سے کئی سال پہلے کی سنی ہوئی احادیث کی روایت کرتے تھے۔ پس روایت حدیث کیلئے بیس سال عمر کی قید لگانا طریقہ صحابہ کے مخالف ہے اور کوفہ کے ارباب علم وفضل اور دیانت دار حضرات کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے اتنی جلدی صحابہ کی روش کو چھوڑ دیا ہوگا۔

ثالثاً:۔ بر تقدیر تسلیم گزارش یہ ہے کہ اہل کوفہ نے یہ قاعدہ کب وضع کیا، اس بات کی کہیں وضاحت نہیں ملتی۔ اغلب اور قرین قیاس یہی ہے کہ جب علم حدیث کی تحصیل کا چرچا عام ہوگیا اور کثرت سے درس گاہیں قائم ہوگئیں اور وسیع پیانے پر آثار وسنن کی اشاعت ہونے لگی، اس وقت اہل کوفہ نے اس قید کی ضرورت کو محسوس کیا ہوگا تا کہ ہر کہ ومہ حدیث کی روایت کرنا شروع نہ کردے، یہ کسی طرح بھی باور نہیں کیا جاسکتا کہ عہد صحابہ میں ہی کوفہ کے اندر باقاعدہ درس گاہیں بن گئیں اور ان میں داخلہ کیلئے قوانین اور عمر کا تعین بھی ہوگیا تھا۔

رابعاً:۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ۸۰ھ ہی میں کوفہ کے اندر باقاعدہ درسگاہیں قائم ہوگئی تھیں اور ان کے ضوابط اور قوانین بھی وضع کئے جاچکے تھے تو ان درس گاہوں کے اساتذہ سے سماع حدیث کیلئے بیس برس کی قید فرض کی جاسکتی ہے مگر یہ حضرت انس اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی وغیرہ ان درس گاہوں میں اساتذہ تو مقرر تھے نہیں کہ ان سے سماع حدیث بھی بیس سال کی عمر میں کیا جاتا۔

خامساً:۔ بیس برس کی قید اگر ہوتی بھی تو کوفہ کی درس گاہوں کے لئے اگر کوفہ کا کوئی رہنے والا بصرہ جاکر سماع حدیث کرے تو یہ قید اس پر کیسے اثر انداز ہوگی؟ حضرت انس بصرہ میں رہتے تھے اور امام اعظم ان کی زندگی میں بار ہا بصرہ گئے اور ان کی آپس میں ملاقات بھی ثابت ہے تو کیوں نہ امام صاحب نے ان سے روایت حدیث کی ہوگی۔

سادساً:۔ اگر بیس سال عمر کی قید کو بالعموم بھی فرض کرلیا جائے تو بھی یہ کسی طور قرین قیاس نہیں ہے کہ حضرات صحابہ کرام جن کا وجود مسعود نوادر روزگار اور مغتنمات عصر میں سے تھا ان سے

ازراہ تبرک وتشرف احادیث کے سماع کیلئے بھی کوئی شخص اس انتظار میں بیٹھا رہے گا کہ میری عمر بیس سال کو پہنچ لے تو میں ان سے جاکر ملاقات اور سماع حدیث کروں۔ حضرت انس کے وصال کے وقت امام اعظم کی عمر پندرہ برس تھی اور امام کردری فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں امام اعظم بیس سے زائد مرتبہ بصرہ تشریف لے گئے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے، کہ امام اعظم پندرہ برس تک کی عمر میں بصرہ جاتے رہے ہوں اور حضرت انس سے مل کر اوران سے سماع حدیث کر کے نہ آئے ہوں، راوی اور مروی عنہ میں معاصرت بھی ثابت ہوجائے تو امام مسلم کے نزدیک روایت مقبول ہوتی ہے۔ یہاں معاصرت کے بجائے ملاقات کے بیس سے زیادہ قرائن موجود ہیں پھر بھی قبول کرنے میں تامل کیا جارہا ہے۔

الحمدللہ العزیز! کہ ہم نے اصول روایت اور قرائن عقلیہ کی روشنی میں اس امر کو آفتاب سے زیادہ روشن کردیا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کرام سے روایت حدیث کا شرف حاصل تھا اوراس سلسلے میں جتنے اعتراضات کئے جاتے ہیں ان پر سیر حاصل گفتگو کرلی ہے۔ اس کے باوجود بھی ہم نے جو کچھ لکھا وہ ہماری تحقیق ہے ہم اسے منوانے کیلئے ہرگز اصرار نہیں کرتے۔ (۲۲)

اساتذہ:۔ گذشتہ تفصیلات میں آپ متفرق طور پر پڑھ چکے کہ امام اعظم نے کثیر شیوخ واساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا، ان میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں۔

عطاء بن ابی رباح، حماد بن ابی سلیمان، سلیمان بن مہران اعمش، امام عامر شعبی، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، ابن شہاب زہری، نافع مولیٰ ابن عمر، یحییٰ بن سعید انصاری، عدی بن ثابت انصاری، ابوسفیان بصری، ہشام بن عروہ، سعید بن مسروق، علقمہ بن مرثد، حکم بن عیینہ، ابواسحاق بن سبیعی، سلمہ بن کہیل، ابوجعفر محمد بن علی، عاصم بن ابی النجود، علی بن اقمر، عطیہ بن سعید عوفی، عبدالکریم ابوامیہ، زیاد بن علاقہ۔ سلیمان مولیٰ ام المومنین میمونہ، سالم بن عبداللہ،

چونکہ احادیث فقہ کی بنیاد ہیں اور کتاب اللہ کے معانی ومطالب کے فہم کی بھی اساس ہیں لہذا امام اعظم نے حدیث کی تحصیل میں بھی انتھک کوشش فرمائی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حدیث کا درس شباب پر تھا۔ تمام بلاد اسلامیہ میں اس کا درس زور وشور سے جاری تھا اور کوفہ تو اس خصوص میں ممتاز تھا۔ کوفہ کا یہ وصف خصوصی امام بخاری کے زمانہ میں بھی اس عروج پر تھا کہ خود

امام بخاری فرماتے ہیں، میں کوفہ اتنی بار حصول حدیث کیلئے گیا کہ شمار نہیں کر سکتا۔

امام اعظم نے حصول حدیث کا آغاز بھی کوفہ ہی سے کیا۔ کوفہ میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے حدیث اخذ نہ کی ہو۔ ابوالحاسن شافعی نے فرمایا:۔

ترانوے وہ مشائخ ہیں جو کوفے میں قیام فرماتھے یا کوفے تشریف لائے جن سے امام اعظم نے حدیث اخذ کی۔ ان میں اکثر تابعی تھے۔ بعض مشائخ کی تفصیل یہ ہے۔

**امام عامر شعبی:۔** انہوں نے پانچسو صحابہ کرام کا زمانہ پایا، خود فرماتے تھے کہ بیس سال ہوئے میرے کان میں کوئی حدیث ایسی نہ پڑی جسکا علم مجھے پہلے سے نہ ہو۔ امام اعظم نے ان سے اخذ حدیث فرمائی۔

**امام شعبہ۔** انہیں دو ہزار حدیثیں یاد تھیں، سفیان ثوری نے انہیں امیر المومنین فی الحدیث کہا، امام شافعی نے فرمایا: شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث اتنی عام نہ ہوتی۔ امام شعبہ کو امام اعظم سے قلبی لگاؤ تھا، فرماتے تھے، جس طرح مجھے یہ یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے اسی طرح یقین سے کہتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہ ہمنشیں ہیں۔

**امام اعمش:۔** مشہور تابعی ہیں شعبہ وسفیان ثوری کے استاذ ہیں، حضرت انس اور عبداللہ بن ابی اوفی سے ملاقات ہے۔ امام اعظم آپ سے حدیث پڑھتے تھے اسی دوران انہوں نے آپ سے مناسک حج لکھوائے۔ واقعہ یوں ہے کہ امام اعمش سے کسی نے کچھ مسائل دریافت کئے۔ انہوں نے امام اعظم سے پوچھا۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت امام اعظم نے ان سب کے حکم بیان فرمائے۔ امام اعمش نے پوچھا کہاں سے یہ کہتے ہو۔ فرمایا۔ آپ ہی کی بیان کردہ احادیث سے اور ان احادیث کو مع سندوں کے بیان کردیا۔ امام اعمش نے فرمایا۔ بس بس، میں نے آپ سے جتنی حدیثیں سو دن میں بیان کیں آپ نے وہ سب ایک دن میں سناڈالیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ ان احادیث میں یہ عمل کرتے ہیں۔

یامعشر الفقہاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة وانت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین۔

اے گروہ فقہاء تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار اور آپ نے دونوں کو حاصل کرلیا۔

**امام حماد:۔** امام اعظم کے عظیم استاذ حدیث وفقہ ہیں اور حضرت انس سے حدیث سنی تھی بڑے بڑے ائمہ تابعین سے ان کو شرف تلمذ حاصل تھا۔

**سلمہ بن کہیل:۔** تابعی جلیل ہیں، بہت سے صحابہ کرام سے روایت کی۔ کثیر الروایت اور صحیح الروایت تھے۔

**ابواسحاق سبیعی۔** علی بن مدینی نے کہا انکے شیوخ حدیث کی تعداد تین سو ہے۔ ان میں اڑتیس صحابہ کرام ہیں۔ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، نعمان بن بشیر، زید بن ارقم سرفہرست ہیں۔

کوفہ کے علاوہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں آپ نے ایک زمانہ تک علم حدیث حاصل فرمایا: چونکہ آپ نے پچپن حج کیے اس لئے ہر سال حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا وتعظیما میں حاضری کا موقع ملتا تھا اور آپ اس موقع پر دنیائے اسلام سے آنے والے مشائخ سے اکتساب علم کرتے۔

مکہ معظمہ میں حضرت عطاء بن ابی رباح سرتاج محدثین تھے، دوسرے صحابہ کرام کی صحبت کا شرف حاصل تھا۔ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم مجتہد وفقیہ تھے۔ حضرت ابن عمر فرماتے تھے کہ عطاء کے ہوتے ہوئے میرے پاس کیوں آتے ہیں۔ ایام حج میں اعلان عام ہو جاتا کہ عطاء کے علاوہ کوئی فتوی نہ دے۔ اساطین محدثین امام اوزاعی، امام زہری، امام عمرو بن دینار انکے شاگرد تھے۔ امام اعظم نے اپنی خداداد ذہانت وفطانت سے آپ کی بارگاہ میں وہ مقبولیت حاصل کرلی تھی آپ کو قریب سے قریب تر بٹھاتے۔ تقریبا بیس سال خدمت میں حج بیت اللہ کے موقع پر حاضر ہوتے رہے۔

حضرت عکرمہ کا قیام بھی مکہ مکرمہ میں تھا، یہ جلیل القدر صحابہ کے تلمیذ ہیں۔ حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، ابوقتادہ، ابن عمر اور ابن عباس کے تلمیذ خاص ہیں۔ ستر مشاہیر ائمہ تابعین انکے تلامذہ میں داخل ہیں۔ امام اعظم نے ان سے بھی حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

مدینہ طیبہ میں سلیمان مولی ام المومنین میمونہ اور سالم بن عبداللہ سے احادیث سنیں۔ انکے علاوہ دوسرے حضرات سے بھی اکتساب علم کیا۔

بصرہ کے تمام مشاہیر سے اخذ علم فرمایا، یہ شہر حضرت انس بن مالک کی وجہ سے مرکز

حدیث بن گیا تھا۔ امام اعظم کی آمد ورفت یہاں کثرت سے تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپکی ملاقات بصرہ میں بھی ہوئی اور آپ جب کوفہ تشریف لائے اس وقت بھی۔

غرضکہ امام اعظم کو حصول حدیث میں وہ شرف حاصل ہے جو دیگر ائمہ کو نہیں، آپکے مشائخ میں صحابہ کرام سے لیکر کبار تابعین اور مشاہیر محدثین تک ایک عظیم جماعت داخل ہے اور آپکے مشائخ کی تعداد چار ہزار تک بیان کی گئی ہے۔

**تلامذہ:۔** آپ سے علم حدیث وفقہ حاصل کرنے والے بے شمار ہیں، چند مشاہیر کے اسماء اس طرح ہیں۔

امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، امام حماد بن ابی حنیفہ، امام مالک، امام عبد اللہ بن مبارک، امام زفر بن ہذیل، امام داؤد طائی، فضیل بن عیاض، ابراہیم بن ادہم، بشر بن الحارث حافی، ابو سعید یحیٰ بن زکریا کوفی ہمدانی، علی بن مسہر کوفی، حفص بن غیاث، حسن بن زناد، مسعر بن کدام، نوح بن دراج نخعی، ابراہیم بن طہران، اسحاق بن یوسف ازرق، اسد بن عمرو قاضی، عبد الرزاق، ابو نعیم، حمزہ بن حبیب الزیات، ابو یحیی حمانی، عیسی بن یونس، یزید بن زریع، وکیع بن جراح، ہیثم، حکام بن یعلی رازی، خارجہ بن مصعب، عبد الحمید بن ابی داؤد، مصعب بن مقدام، یحیی بن یمان، لیث بن سعد، ابو عصمہ بن مریم، ابو عبد الرحمن مقری، ابو عاصم وغیرہم۔

**تصانیف۔** امام اعظم نے کلام وعقائد، فقہ واصول اور آداب واخلاق پر کتابیں تصنیف فرما کر اس میدان میں اولیت حاصل کی ہے۔

امام اعظم کے سلسلہ میں ہر دور میں کچھ لوگ غلط فہمی کا شکار رہے ہیں اور آج بھی یہ مرض بعض لوگوں میں موجود ہے۔ فقہ حنفی کو بالعموم حدیث سے تہی دامن اور قیاس ورائے پر اسکی بنا سمجھی جاتی ہے جو سراسر خلاف واقع ہے۔ اس حقیقت کو تفصیل سے جاننے کیلئے بڑے بڑے علماء فن کے رشحات قلم ملاحظہ کریں جن میں امام یوسف بن عبد الہادی حنبلی، امام سیوطی شافعی، امام ابن حجر مکی شافعی، امام محمد صالحی شافعی وغیرہم جیسے اکابر نے اسی طرح کی پھیلائی گئی غلط فہمی کے ازالہ کیلئے کتابیں تصنیف فرمائیں۔ علم حدیث میں امام اعظم کو بعض ایسی خصوصیات حاصل

ہیں جن میں کوئی دوسرا محدث شریک نہیں۔

امام اعظم کی مرویات کے مجموعے چار قسم کے شمار کئے گئے ہیں جیسا کہ شیخ محمد امین نے وضاحت سے ''مسانید الامام ابی حنیفہ'' میں لکھا ہے۔

کتاب الآثار۔ مسند امام ابوحنیفہ۔ اربعینات۔ وحدانیات۔

متقدمین میں تصنیف وتالیف کا طریقہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے لائق وقابل فخر تلامذہ کو املا کراتے، یا خود تلامذہ درس میں خاص چیزیں ضبط تحریر میں لے آتے، اسکے بعد راوی کی حیثیت سے ان تمام معلومات کو جمع کر کے روایت کرتے اور شیخ کی طرف منسوب فرماتے تھے۔

کتاب الآثار۔ امام اعظم نے علم حدیث وآثار پر مشتمل کتاب الآثار، یونہی تصنیف فرمائی، آپ نے اپنے مقرر کردہ اصول وشرائط کے مطابق چالیس ہزار احادیث کے ذخیرہ سے اس مجموعہ کا انتخاب کر کے املا کرایا۔ قدرے تفصیل گذر چکی ہے۔ کتاب میں مرفوع، موقوف، اور مقطوع سب طرح کی احادیث ہیں۔ کتاب الآثار کے راوی آپکے متعدد تلامذہ ہیں جنکی طرف منسوب ہو کر علیحدہ علیحدہ نام سے معروف ہیں اور مرویات کی تعداد میں بھی حذف واضافہ ہے۔

عام طور سے چند نسخے مشہور ہیں:۔

۱۔ کتاب الآثار بروایت امام ابویوسف۔

۲۔ کتاب الآثار بروایت امام محمد۔

۳۔ کتاب الآثار بروایت امام حماد بن امام اعظم۔

۴۔ کتاب الآثار بروایت حفص بن غیاث۔

۵۔ کتاب الآثار بروایت امام زفر (یہ سنن زفر کے نام سے بھی معروف ہوئی)

۶۔ کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیاد

ان میں بھی زیادہ شہرت امام محمد کے نسخہ کو حاصل ہوئی۔

امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:۔

روی الآثار عن نبل ثقات ۔ غزار العلم مشیخة حصیفة

امام اعظم نے الآثار، کوثقہ اور معزز لوگوں سے روایت کیا ہے جو وسیع العلم اور عمدہ مشائخ تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

والموجود من حدیث ابی حنیفة مفردا انما ھو کتاب الآثار التی رواہ محمد بن الحسن۔

اور اس وقت امام اعظم کی احادیث میں سے کتاب الآثار موجود ہے جسے امام محمد بن حسن نے روایت کیا ہے۔ اس میں مرفوع احادیث ۱۲۲ ہیں۔

امام ابو یوسف کا نسخہ زیادہ روایات پر مشتمل ہے، امام عبد القادر حنفی نے امام ابو یوسف کے صاحبزادے یوسف کے ترجمہ میں لکھا ہے:۔

روی کتاب الآثار عن ابی حنیفة وھو مجلد ضخم۔

یوسف بن ابو یوسف نے اپنے والد کے واسطہ سے امام اعظم ابو حنیفہ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے جو ایک ضخیم جلد ہے، اس میں ایک ہزار (۱۰۷۰) ستر احادیث ہیں۔

**مسند امام ابو حنیفہ:۔** یہ کتاب امام اعظم کی طرف منسوب ہے، اسکی حقیقت یہ ہے کہ آپ نے جن شیوخ سے احادیث کو روایت کیا ہے بعد میں محدثین نے ہر ہر شیخ کی مرویات کو علیحدہ کر کے مسانید کو مرتب کیا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے تدوین فقہ اور درس کے وقت تلامذہ کو مسائل شرعیہ بیان فرماتے ہوئے جو دلائل بصورت روایت بیان فرمائے تھے ان روایات کو آپکے تلامذہ یا بعد کے محدثین نے جمع کر کے مسند کا نام دیدیا۔ ان مسانید اور مجموعوں کی تعداد حسب ذیل ہے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | مسند الامام | مرتب | امام حماد بن ابی حنیفہ |
| ۲۔ | مسند الامام | مرتب | امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری |
| ۳۔ | مسند الامام | مرتب | امام محمد بن حسن الشیبانی |
| ۴۔ | مسند الامام | مرتب | امام حسن بن زیاد لولوی |
| ۵۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابو محمد عبد اللہ بن یعقوب الحارث البخاری |
| ۶۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۷۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابوالحسین محمد بن مظہر بن موسیٰ |
| ۸۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی |
| ۹۔ | مسند الامام | مرتب | الشیخ الثقۃ ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری |
| ۱۰۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی |
| ۱۱۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ عمر بن حسن الاشنانی |
| ۱۲۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی |
| ۱۳۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو البلخی |
| ۱۴۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد السعدی |
| ۱۵۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ عبداللہ بن مخلد بن حفص البغدادی |
| ۱۶۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابوالحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی |
| ۱۷۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین |
| ۱۸۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی |
| ۱۹۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ شیخ الحرمین عیسیٰ المغربی المالکی |
| ۲۰۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر القیسرانی |
| ۲۱۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابوالعباس احمد الہمدانی المعروف بابن عقدہ |
| ۲۲۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابوبکر محمد بن ابراہیم الاصفہانی المعروف بابن المقری |
| ۲۳۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابواسمعیل عبداللہ بن محمد الانصاری الحنفی |
| ۲۴۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابوالحسن عمر بن حسن الاشنانی |
| ۲۵۔ | مسند الامام | مرتب | حافظ ابوالقاسم علی بن حسن المعروف بابن عساکر الدمشقی۔ |

ان کے علاوہ کچھ مسانید وہ بھی ہیں جنکو مندرجہ بالا مسانید میں سے کسی میں مدغم کردیا گیا ہے۔ مثلاً ابن عقدہ کی مسند میں ان چار حضرات کی مسانید کا تذکرہ ہے اور یہ ایک ہزار سے زیادہ احادیث پر مشتمل ہے۔

ا۔ حمزہ بن حبیب التیمی الکوفی

۲۔　محمد بن مسروق الکندی الکوفی

۳۔　اسمعیل بن حماد بن امام ابوحنیفہ

۴۔　حسین بن علی

پھر یہ کہ جامع مسانید امام اعظم جس کو علامہ ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی نے ابواب فقہ کی ترتیب پر مرتب کیا تھا اس میں کتاب الآثار کے نسخے بھی شامل ہیں اگر انکو علیحدہ شمار کیا جائے تو پھر اس عنوان مسند کے تحت آنے والی مسانید کی تعداد اکتیس ہوگی جبکہ جامع المسانید میں صرف پندرہ مسانید ہیں اور انکی بھی تلخیص کی گئی ہے مکرر اسناد کو حذف کر دیا ہے یہ مجموعہ چالیس ابواب پر مشتمل ہے اور کل روایات کی تعداد ۱۷۱۰ ہے۔

مرفوع روایات　۹۱۶

غیر مرفوع　۷۹۴

پانچ یا چھ واسطوں والی روایات بہت کم اور نادر ہیں، عام روایات کا تعلق رباعیات، ثلاثیات، ثنائیات اور وحدانیات سے ہے۔

علامہ خوارزمی نے اس مجموعہ مسند کے لکھنے کی وجہ یوں بیان کی ہے، کہ میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں سے سنا کہ حضرت امام اعظم کی روایت حدیث کم تھی۔ ایک جاہل نے تو یہانتک کہا کہ امام شافعی کی مسند بھی ہے اور امام احمد کی مسند بھی ہے، اور امام مالک نے تو خود مؤطا لکھی۔ لیکن امام ابوحنیفہ کا کچھ بھی نہیں۔

یہ سنکر میری حمیت دینی نے مجھکو مجبور کیا کہ میں آپکی ۱۵ مسانید وآثار سے ایک مسند مرتب کروں، لہذا ابواب فقہیہ پر میں نے اسکو مرتب کر کے پیش کیا ہے۔ (۲۳)

کتاب الآثار، جامع المسانید اور دیگر مسانید کی تعداد کے اجمالی تعارف کے بعد یہ بات اب حیز خفا میں نہیں رہ جاتی کہ امام اعظم کی محفوظ مرویات کتنی ہونگی، امام مالک اور امام شافعی کی مرویات سے اگر زیادہ تسلیم نہیں کی جاسکیں تو کم بھی نہیں ہیں، بلکہ مجموعی تعداد کے غالب ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہونا چاہیئے۔

امام اعظم کی مسانید کی کثرت سے کوئی اس مغالطہ کا شکار نہ ہو کہ پھر اس میں رطب

ویابس سب طرح کی روایات ہونگی۔ہم نے عرض کیا کہ اول تو مرویات میں امام اعظم قدس سرہ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان واسطے بہت کم ہوتے ہیں۔اور جو واسطے مذکور ہوتے ہیں انکی حیثیت وعلوشان کا اندازہ اس سے کیجئے کہ:۔

امام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبری میں فرماتے ہیں۔

وقد من اللہ علی بمطالعة مسانید الامام ابی حنیفة الثلاثة فرأیته لایروی حدیثا الاعن اخیار التابعین العدول الثقات الذین ھم من خیرالقرون بشھادة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کالاسود وعلقمة وعطاء وعکرمة ومجاھد ومکحول والحسن البصری واضرابھم رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔بینہ وبین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیھم کذاب ولامنھم بکذب۔(۲۴)

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا کہ میں نے امام اعظم کی مسانید ثلاثہ کو مطالعہ کیا۔میں نے ان میں دیکھا کہ امام اعظم ثقہ اور صادق تابعین کے سوا کسی سے روایت نہیں کرتے جن کے حق میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیر القرون ہونے کی شہادت دی،جیسے اسود،علقمہ عطاء،عکرمہ،مجاہد،مکحول اور حسن بصری وغیرہم۔لہذا امام اعظم اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان تمام راوی عدول،ثقہ اور مشہور اخیار میں سے ہیں جنکی طرف کذب کی نسبت بھی نہیں کی جاسکتی اور نہ وہ کذاب ہیں۔

**اربعینات**:۔امام اعظم کی مرویات سے متعلق بعض حضرات نے اربعین بھی تحریر فرمائی ہیں مثلا:۔

الاربعین من روایات نعمان سیدالمجتھدین۔(مولانا محمد ادریس نگرامی)

الاربعین۔ (شیخ حسن محمد بن شاہ محمد ہندی)

**وحدانیات**:۔امام اعظم کی وہ روایات جن میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک صرف ایک واسطہ ہوان روایات کو بھی ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس سلسلہ میں بعض تفصیلات حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ جزء ماروا ہ ابو حنیفة عن الصحابة۔

جامع ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد شافعی۔

امام سیوطی نے اس رسالہ کو تبیض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ میں شامل کر دیا ہے، چند احادیث قارئین ملاحظہ فرما چکے۔

۲۔ الاختصار والترجیح للمذہب الصحیح۔

امام ابن جوزی کے پوتے یوسف نے اس کتاب میں بعض روایات نقل فرمائی ہیں۔

دوسرے ائمہ نے بھی اس سلسلہ میں روایات جمع کی ہیں۔ مثلاً:۔

۱۔ ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی

۲۔ ابو بکر عبد الرحمن بن محمد سرخسی

۳۔ ابو الحسین علی بن احمد بن عیسیٰ نہفقی

ان تینوں حضرات کے اجزاء وحدانیات کو ابو عبد اللہ محمد دمشقی حنفی المعروف بابن طولون م ۹۵۳، نے اپنی سند سے کتاب الفہرست الاوسط میں روایت کیا۔

نیز علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی سند سے المعجم المفہرس میں

علامہ خوارزمی نے جامع المسانید کے مقدمہ میں

ابو عبد اللہ صیمری نے فضائل ابی حنیفہ واخبارہ میں روایت کیا ہے۔

البتہ بعض حضرات نے ان وحدانیات پر تنقید بھی کی ہے، تو اسکے لئے ملا علی قاری، امام عینی اور امام سیوطی کی تصریحات ملاحظہ کیجئے، ان تمام حضرات نے حقیقت واضح کر دی ہے۔

امام اعظم کی فن حدیث میں عظمت وجلالت شان ان تمام تفصیلات سے ظاہر وباہر ہے لیکن بعض لوگوں کو اب بھی یہ شبہ ہے کہ جب اتنے عظیم محدث تھے تو روایات اب بھی اس حیثیت کی نہیں، محدث اعظم واکبر ہونے کا تقاضہ تو یہ تھا کہ لاکھوں احادیث آپ کو یاد ہونا چاہیئے تھیں جیسا کہ دوسرے محدثین کے بارے میں منقول ہے۔ تو اس سلسلہ میں علامہ غلام رسول سعیدی کی محققانہ بحث ملاحظہ کریں جس سے حقیقت واضح ہو جائے گی۔ لکھتے ہیں:۔

چونکہ بعض اہل اہواء یہ کہتے ہیں کہ امام اعظم کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ اس لئے ہم ذرا تفصیل سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ امام اعظم کے پاس احادیث کا وافر ذخیرہ تھا۔ حضرت ملا علی قاری امام محمد بن سماعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

ان الامام ذکر فی تصانیفہ بضع وسبعین الف حدیث وانتخب الآثار من اربعین الف حدیث۔

امام ابوحنیفہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے۔

اور صدر الائمہ امام موفق بن احمد تحریر فرماتے ہیں:

وانتخب ابو حنیفۃ الاثار من اربعین الف حدیث۔

امام ابوحنیفہ نے کتاب الاثار کا انتخاب چالیس ہزار حدیثوں سے کیا ہے۔

ان حوالوں سے امام اعظم کا جو علم حدیث میں تبحر ظاہر ہو رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

ممکن ہے کوئی شخص کہہ دے کہ ستر ہزار احادیث کو بیان کرنا اور کتاب الآثار کا چالیس ہزار حدیثوں سے انتخاب کرنا چنداں کمال کی بات نہیں ہے۔ امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ یاد تھیں اور انہوں نے صحیح بخاری کا انتخاب چھ لاکھ حدیثوں سے کیا تھا پس فن حدیث میں امام بخاری کے مقابلہ میں امام اعظم کا مقام بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ اسکے جواب میں گزارش ہے کہ احادیث کی کثرت اور قلت درحقیقت طرق اور اسانید کی قلت اور کثرت سے عبارت ہے۔ ایک متن حدیث اگر سو مختلف طرق اور سندوں سے روایت کیا جائے تو محدثین کی اصطلاح میں ان کو سو احادیث قرار دیا جائے گا حالانکہ ان تمام حدیثوں کا متن واحد ہوگا۔ منکرین حدیث انکار حدیث کے سلسلے میں یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ تمام کتب حدیث کی روایات کو اگر جمع کیا جائے تو یہ تعداد کروڑوں کے لگ بھگ ہوگی اور حضور کی پوری رسالت کی زندگی کی شب و روز پر انکو تقسیم کیا جائے تو احادیث حضور کی حیات مبارکہ سے بڑھ جائیں گی۔ پس اس صورت میں احادیث کی صحت کیونکر قابل تسلیم ہوگی۔ ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ روایات کی یہ کثرت دراصل اسانید کی کثرت ہے ورنہ نفس احادیث کی تعداد چار ہزار چار سو سے زیادہ نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ امیر یمانی لکھتے ہیں:

ان جملۃ الاحادیث المسندۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی الصحیحۃ بلاتکرار اربعۃ الاف واربع مائۃ۔

بلاشبہ وہ تمام مسند احادیث صحیحہ جو بلاتکرار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کی تعداد چار ہزار چار سو ہے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۸۰ھ ہے اور امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور ان کے درمیان ایک سو چودہ سال کا طویل عرصہ ہے اور ظاہر ہے اس عرصہ میں بکثرت احادیث شائع ہو چکی تھیں اور ایک ایک حدیث کو سیکڑوں بلکہ ہزاروں اشخاص نے روایت کرنا شروع کر دیا تھا۔ امام اعظم کے زمانہ میں راویوں کا اتنا شیوع اور عموم تھا نہیں، اس لئے امام اعظم اور امام بخاری کے درمیان جو روایت کی تعداد کا فرق ہے وہ دراصل اسانید کی تعداد کا فرق ہے، نفس روایت پر نہیں ہے ورنہ اگر نفس احادیث کا لحاظ کیا جائے تو امام اعظم کی مرویات امام بخاری سے کہیں زیادہ ہیں۔

اس زمانہ میں احادیث نبویہ جس قدر اسانید کے ساتھ مل سکتی تھیں امام اعظم نے ان تمام طرق واسانید کے ساتھ ان احادیث کو حاصل کر لیا تھا اور حدیث واثر کسی صحیح سند کے ساتھ موجود نہ تھے مگر امام اعظم کا علم انہیں شامل تھا۔ وہ اپنے زمانے کے تمام محدثین پر ادراک حدیث میں فائق اور غالب تھے۔ چنانچہ امام اعظم کے معاصر اور مشہور محدث امام مسعر بن کدام فرماتے ہیں:۔

طلبت مع ابی حنیفۃ الحدیث فغلبت واخذ نا فی الزھد فبرع علینا وطلبنا معہ الفقہ فجاء منہ ماترون۔

میں نے امام ابوحنیفہ کے ساتھ حدیث کی تحصیل کی لیکن وہ ہم سب پر غالب رہے اور زہد میں مشغول ہوئے تو وہ اس میں سب سے بڑھ کر تھے اور فقہ میں ان کا مقام تو تم جانتے ہی ہو۔

نیز محدث بشر بن موسی اپنے استاد امام عبدالرحمٰن مقری سے روایت کرتے ہیں:۔

وکان اذا حدث عن ابی حنیفۃ قال حدثنا شاھنشاہ۔

امام مقری جب امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے تو کہتے کہ ہم سے شہنشاہ نے حدیث بیان کی۔

ان حوالوں سے ظاہر ہو گیا کہ امام اعظم اپنے معاصرین محدثین کے درمیان فن حدیث

میں تمام پر فائق اور غالب تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ان کی نگاہ سے اوجھل نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ ان کے تلامذہ انہیں حدیث میں حاکم اور شہنشاہ تسلیم کرتے تھے۔ اصطلاح حدیث میں حاکم اس شخص کو کہتے ہیں جو حضور کی تمام مرویات پر متناً وسنداً دسترس رکھتا ہو، مراتب محدثین میں یہ سب سے اونچا مرتبہ ہے اور امام اعظم اس منصب پر یقیناً فائز تھے۔ کیونکہ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے بھی ناواقف ہو وہ حیات انسانی کے تمام شعبوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایات کے مطابق جامع دستور نہیں بنا سکتا۔

**امام اعظم کے محدثانہ مقام پر ایک شبہ کا ازالہ:** گزشتہ سطور میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بلا تکرار احادیث مرویہ کی تعداد چار ہزار چار سو ہے اور امام حسن بن زیاد کے بیان کے مطابق امام اعظم نے جو احادیث بلا تکرار بیان فرمائی ہیں انکی تعداد چار ہزار ہے۔ پس امام اعظم کے بارے میں حاکمیت اور حدیث میں ہمہ دانی کا دعوی کیسے صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چار ہزار احادیث کے بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی چار سو حدیثوں کا امام اعظم کو علم بھی نہ ہو کیونکہ حسن بن زیاد کی حکایت میں بیان کی نفی ہے علم کی نہیں۔

خیال رہے امام اعظم نے فقہی تصنیفات میں ان احادیث کا بیان کیا ہے جن سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں اور جن کے ذریعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کیلئے عمل کا ایک راستہ متعین فرمایا ہے جنہیں عرف عام میں سنن سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن حدیث کا مفہوم سنت سے عام ہے کیونکہ احادیث کے مفہوم میں وہ روایات بھی شامل ہیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ، آپ کی قلبی واردات، خصوصیات، گزشتہ امتوں کے قصص اور مستقبل کی پیش گوئیاں موجود ہیں اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی احادیث سنت کے قبیل سے نہیں ہیں اور نہ ہی یہ احکام و مسائل کیلئے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

پس امام اعظم نے جن چار ہزار احادیث کو مسائل کے تحت بیان فرمایا ہے وہ از قبیل سنن ہیں اور جن چار سو احادیث کو امام اعظم نے بیان نہیں فرمایا وہ ان روایات پر محمول ہیں جو احکام سے متعلق نہیں ہیں لیکن یہاں بیان کی نفی ہے علم کی نہیں۔

**فن حدیث میں امام اعظم کا فیضان:۔** امام اعظم علم حدیث میں جس عظیم مہارت کے حامل اور جلیل القدر مرتبہ پر فائز تھے اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تشنگان علم حدیث کا انبوہ کثیر آپ کے حلقۂ درس میں سماع حدیث کیلئے حاضر ہوتا۔

حافظ ابن عبد البر امام وکیع کے ترجمے میں لکھتے ہیں:۔

وکان یحفظ حدیثہ کلہ وکان قد سمع من ابی حنیفۃ کثیرا ،۔

وکیع بن جراح کو امام اعظم کی سب حدیثیں یاد تھیں اور انہوں نے امام اعظم سے احادیث کا بہت زیادہ سماع کیا تھا۔

امام مکی بن ابراہیم، امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام بخاری کے استاذ تھے اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں بائیس ثلاثیات صرف امام مکی بن ابراہیم کی سند سے روایت کی ہیں۔

امام صدر الائمہ موفق بن احمد مکی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

ولزم اباحنیفۃ رحمہ اللہ وسمع منہ الحدیث ۔

انہوں نے اپنے اوپر سماع حدیث کیلئے ابوحنیفہ کے درس کو لازم کرلیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کو اپنی صحیح میں عالی سند کے ساتھ ثلاثیات درج کرنے کا جو شرف حاصل ہوا ہے وہ دراصل امام اعظم کے تلامذہ کا صدقہ ہے اور یہ صرف ایک مکی بن ابراہیم کی بات نہیں ہے۔ امام بخاری کی اسانید میں اکثر شیوخ حنفی ہیں ان حوالوں سے یہ آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ امام اعظم علم حدیث میں مرجع خلائق تھے، ائمہ فن نے آپ سے حدیث کا سماع کیا اور جن شیوخ کے وجود سے صحاح ستہ کی عمارت قائم ہے ان میں سے اکثر حضرات آپ کے علم حدیث میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد ہیں۔

فقیہ عصر شارح بخاری علیہ رحمۃ الباری تقلیل روایت کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ہمیں یہ تسلیم ہے کہ جس شان کے محدث تھے اس کے لحاظ سے روایت کم ہے۔ مگر یہ ایسا الزام ہے کہ امام بخاری جیسے محدث پر بھی عائد ہے۔ انہیں چھ لاکھ احادیث یاد تھیں جن میں ایک لاکھ صحیح یاد تھیں۔ مگر بخاری میں کتنی احادیث ہیں۔ غور کیجئے ایک لاکھ صحیح احادیث میں سے صرف ڈھائی ہزار سے کچھ زیادہ ہیں۔ کیا یہ تقلیل روایت نہیں ہے؟۔

پھر محدثین کی کوشش صرف احادیث جمع کرنا اور پھیلانا تھا۔ مگر حضرت امام اعظم کا

منصب ان سب سے بہت بلند اور بہت اہم اور بہت مشکل تھا۔ وہ امت مسلمہ کی آسانی کیلئے قرآن وحدیث واقوال صحابہ سے منقح مسائل اعتقادیہ وعملیہ کا استنباط اور انکو جمع کرنا تھا۔ مسائل کا استنباط کتنا مشکل ہے۔ اس میں مصروفیت اور پھر عوام وخواص کو ان کے حوادث پر احکام بتانے کی مشغولیت نے اتنا موقع نہ دیا کہ وہ اپنی شان کے لائق بکثرت روایت کرتے۔

ایک وجہ قلت روایت کی یہ بھی ہے کہ آپ نے روایت حدیث کیلئے نہایت سخت اصول وضع کئے تھے، اور استدلال واستنباط مسائل میں مزید احتیاط سے کام لیتے، نتیجہ کے طور پر روایت کم فرمائی۔

چند اصول یہ ہیں:۔

۱۔ سماعت سے لیکر روایت تک حدیث راوی کے ذہن میں محفوظ رہے۔

۲۔ صحابہ وفقہاء تابعین کے سوا کسی کی روایت بالمعنی مقبول نہیں۔

۳۔ صحابہ سے ایک جماعت اتقیاء نے روایت کیا ہو۔

۴۔ عمومی احکام میں وہ روایت چند صحابہ سے آئی ہو۔

۵۔ اسلام کے کسی مسلم اصول کے مخالف نہ ہو۔

۶۔ قرآن پر زیادت یا تخصیص کرنے والی خبر واحد غیر مقبول ہے۔

۷۔ صراحت قرآن کے مخالف خبر واحد بھی غیر مقبول ہے۔

۸۔ سنت مشہورہ کے خلاف خبر واحد بھی غیر مقبول ہے۔

۹۔ راوی کا عمل روایت کے خلاف ہو جب بھی غیر مقبول۔

۱۰۔ ایک واقعہ کے دو راوی ہوں، ایک کی طرف سے امر زائد منقول ہو اور دوسرا نفی بلا دلیل کرے تو یہ نفی مقبول نہیں۔

۱۱۔ حدیث میں حکم عام کے مقابل حدیث میں حکم خاص مقبول نہیں۔

۱۲۔ صحابہ کی ایک جماعت کے عمل کے خلاف خبر واحد قولی یا عملی مقبول نہیں۔

۱۳۔ کسی واقعہ کے مشاہدہ کے بارے میں متعارض روایات میں قریب سے مشاہدہ کرنے والے کی روایت مقبول ہوگی۔

۱۴۔ قلت وسائط اور کثرت تفقہ کے اعتبار سے راویوں کی متعارض روایات میں کثرت

تفقہ کو ترجیح ہوگی۔

۱۵۔ حدود وکفارات میں خبر واحد غیر مقبول۔

۱۶۔ جس حدیث میں بعض اسلاف پر طعن ہو وہ بھی مقبول نہیں۔

واضح رہے کہ احادیث کو محفوظ کرنا پہلی منزل ہے، پھر انکو روایت کرنا اور اشاعت دوسرا درجہ۔ اور آخری منزل ان احادیث سے مسائل اعتقادیہ وعملیہ کا استنباط ہے۔ اس منزل میں آکر غایت احتیاط کی ضرورت پڑتی ہے۔ امام اعظم نے کتنی روایات محفوظ کی تھیں آپ پڑھ چکے کہ اس وقت کی تمام مرویات آپ کے پیش نظر تھیں۔ پھر ان سب کو روایت نہ کرنے کی وجہ استنباط واستخراج مسائل میں مشغولی تھی جیسا کہ گذر گیا۔

اب آخری منزل جو خاص احتیاط کی تھی اسکے سبب تمام روایات صحائف میں ثبت نہ ہوسکیں کہ ان کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ جو معمول بہا تھیں ان کو املا کرایا اور انہیں سے تدوین فقہ میں کام لیا۔

فقہ حنفی میں بظاہر جو تقلیل روایت نظر آتی ہے اس کی ایک وجہ اور بھی ہے، وہ یہ کہ امام اعظم نے جو مسائل شرعیہ بیان فرمائے انکو لوگ ہر جگہ محض امام اعظم کا قول سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ کثیر مقامات پر ایسا ہے کہ احادیث بصورت مسائل ذکر کی گئی ہیں۔ امام اعظم نے احادیث وآثار کو حسب موقع بصورت افتاء ومسائل نقل فرمایا ہے جس سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کہنے والے کا خود اپنا قول ہے حالانکہ وہ کسی روایت سے حاصل شدہ حکم ہوتا ہے حتی کہ بعض اوقات بعینہ روایت کے الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے۔

امام اعظم کا یہ طریقہ خود اپنا نہیں تھا بلکہ ان بعض اکابر صحابہ کا تھا جو روایت حدیث میں غایت احتیاط سے کام لیتے تھے، وہ ہر جگہ صریح طور پر حضور کی طرف نسبت کرنے سے احتراز کرتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی صراحۃ نسبت کرنے میں ان کی نظر حضور کے اس فرمان کی طرف رہتی تھی کہ:۔

من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنایا۔

لہذا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سے شعوری یا غیر شعوری طور پر انتساب میں کوتاہی ہو جائے

اور ہم اس وعید شدید کے سزاوار ٹھہریں۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس سلسلہ میں سرفہرست رہے ہیں جن کے واقعات آپ نے ابتداء مضمون میں ملاحظہ فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد حضرت عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں ہر جمعرات کی شام بلاناغہ حضرت ابن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن میں نے کبھی آپ کی زبان سے یہ الفاظ نہیں سنے کہ حضور نے یہ فرمایا۔

ایک شام ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہتے ہیں! یہ الفاظ کہتے ہی وہ جھک گئے میں نے ان کی طرف دیکھا تو کھڑے تھے، ان کی قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے، آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا اور گردن کی رگیں پھولی ہوئی تھیں۔ یہ آپ کی غایت احتیاط کا مظاہرہ تھا۔

اس وجہ سے آپ کے تلامذہ میں بھی یہ طریقہ رائج رہا کہ اکثر احادیث بصورت مسائل بیان فرماتے اور وقت ضرورت ہی حضور کی طرف نسبت کرتے تھے، کوفہ میں مقیم محدثین وفقہاء بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں جیسا کہ آپ پڑھ چکے، امام اعظم کا سلسلہ سند حدیث وفقہ بھی آپ تک پہونچتا ہے لہذا جو احتیاط پہلے سے چلی آرہی تھی اسکو امام اعظم نے بھی اپنایا ہے اور بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ امام ابوحنیفہ احادیث سے کم اور اپنی رائے سے زیادہ کام لیتے اور فتوی دیتے ہیں۔

**کلمات الثنا:** ۔امام اعظم کی جلالت شان اور علمی وعملی کمالات کو آپکے معاصرین واقران۔ محدثین وفقہاء، مشائخ وصوفیاء، تلامذہ واساتذہ سب نے تسلیم کیا اور بیک زبان بے شمار حضرات نے آپکی برتری وفضیلت کا اعتراف کیا ہے۔ حدیث وفقہ دونوں میں آپکی علوشان کی گواہی دینے میں بڑے بڑوں نے بھی کبھی کوئی جھجک محسوس نہیں کی، چند حضرات کے تاثرات ملاحظہ کیجئے۔

امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:۔

انکی مجلس میں بڑوں کو چھوٹا دیکھا، انکی مجلس میں اپنے آپ کو جتنا کم رتبہ دیکھتا کسی کی مجلس میں نہ دیکھتا، اگر اسکا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ میں افراط سے کام لے رہا ہوں

تو میں ابو حنیفہ پر کسی کو مقدم نہیں کرتا۔

نیز فرمایا:۔

امام اعظم کی نسبت تم لوگ کیسے کہتے ہو کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے، ابو حنیفہ کی رائے مت کہو حدیث کی تفسیر کہو۔ اگر ابو حنیفہ تابعین کے زمانہ میں ہوتے تو تابعین بھی انکے محتاج ہوتے۔ آپ علم حاصل کرنے میں بہت سخت تھے وہی کہتے تھے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، احادیث ناسخ ومنسوخ کے بہت ماہر تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے امام اعظم اور سفیان ثوری کے ذریعہ میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں عام آدمیوں میں سے ہوتا۔ میں نے ان میں دیکھا کہ ہر دن شرافت اور خیر کا اضافہ ہوتا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا: ابو حنیفہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ہیں، میری آنکھوں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔

مکی بن ابراہیم استاذ امام بخاری فرماتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ اپنے زمانے کے اعلم علماء تھے۔

امام مالک سے امام شافعی نے متعدد محدثین کا حال پوچھا، اخیر میں امام ابو حنیفہ کو دریافت کیا تو فرمایا: سبحان اللہ! وہ عجیب ہستی کے مالک تھے، میں نے انکا مثل نہیں دیکھا۔

سعید بن عروبہ نے کہا: ہم نے جو متفرق طور پر مختلف مقامات سے حاصل کیا وہ سب آپ میں مجتمع تھا۔

خلف بن ایوب نے کہا: اللہ عزوجل کی طرف سے علم حضور کو ملا، اور حضور نے صحابہ کو، صحابہ نے تابعین کو اور تابعین سے امام اعظم اور آپ کے اصحاب کو، حق یہ ہی ہے خواہ اس پر کوئی راضی ہو یا ناراض۔

اسرائیل بن یونس نے کہا: اس زمانے میں لوگ جن جن چیزوں کے محتاج ہیں امام ابو حنیفہ ان سب کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود کے پوتے حضرت قاسم فرماتے: امام ابو حنیفہ کی مجلس سے زیادہ فیض رساں اور کوئی مجلس نہیں۔

حفص بن غیاث نے کہا: امام ابوحنیفہ جیسا ان احادیث کا عالم میں نے نہ دیکھا جو احکام میں صحیح اور مفید ہوں۔

مسعر بن کدام کہتے تھے: مجھے صرف دو آدمیوں پر رشک آتا ہے، ابوحنیفہ پر ان کی فقہ کی وجہ سے، اور حسن بن صالح پر ان کے زہد کی وجہ سے۔

ابوعلقمہ نے کہا: میں نے اپنے شیوخ سے سنی ہوئی حدیثوں کو امام ابوحنیفہ پر پیش کیا تو انہوں نے ہر ایک کا ضروری حال بیان کیا، اب مجھے افسوس ہے کہ کل حدیثیں کیوں نہیں سنائیں۔

امام ابویوسف فرماتے: میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر حدیث کے معانی اور فقہی نکات جاننے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ جس مسئلہ میں غور وخوض کرتا تو امام اعظم کا نظریہ اخروی نجات سے زیادہ قریب تھا۔ میں آپ کیلئے اپنے والد سے پہلے دعا مانگتا ہوں۔

ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں: امام سفیان امام اعظم کیلئے کھڑے ہوتے تو میں نے تعظیم کی وجہ پوچھی۔ فرمایا: وہ علم میں ذی مرتبہ شخص ہیں، اگر میں ان کے علم کے لئے نہ اٹھتا تو انکے سن وسال کی وجہ سے اٹھتا، اگر اس وجہ سے نہیں تو انکی فقہ کی وجہ سے اٹھتا، اور اس کے لئے بھی نہیں تو تقوی کی وجہ سے اٹھتا۔

امام شافعی فرماتے: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج میں، امام ابوحنیفہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو فقہ میں موافقت حق عطا کی گئی۔

امام یحیی بن معین نے کہا: جب لوگ امام اعظم کے مرتبہ کو نہ پاسکے تو حسد کرنے لگے۔

امام شعبہ نے وصال امام اعظم پر فرمایا: اہل کوفہ سے علم کے نور کی روشنی بجھ گئی، اب اہل کوفہ ان کا مثل نہ دیکھ سکیں گے۔

داؤد طائی نے کہا: ہر وہ علم جو امام ابوحنیفہ کے علم سے نہیں وہ اس علم والے کے لئے آفت ہے۔

ابن جریج نے وصال امام اعظم پر فرمایا: کیسا عظیم علم ہاتھ سے چلا گیا۔

یزید بن ہارون فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ متقی، پرہیزگار، زاہد، عالم، زبان کے سچے اور اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ تھے، میں نے انکے معاصرین پائے سب کو یہی کہتے سنا

ابوحنیفہ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔

فضیل بن عیاض نے فرمایا: ابوحنیفہ ایک فقیہ شخص تھے اور فقہ میں معروف، انکی رات عبادت میں گذرتی، بات کم کرتے، ہاں جب مسئلہ حلال وحرام کا آتا تو حق بیان فرماتے، صحیح حدیث ہوتی تو اس کی پیروی کرتے خواہ صحابہ وتابعین سے ہو ورنہ قیاس کرتے اور اچھا قیاس کرتے۔

ابن شبرمہ نے کہا: عورتیں عاجز ہوگئیں کہ نعمان کا مثل جنیں۔

عبدالرزاق بن ہمام کہتے ہیں: ابوحنیفہ سے زیادہ علم والا کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔

امام زفر نے فرمایا: امام ابوحنیفہ جب تکلم فرماتے تو ہم یہ سمجھتے کہ فرشتہ ان کو تلقین کررہا ہے۔

علی بن ہاشم نے کہا: ابوحنیفہ علم کا خزانہ تھے، جو مسائل بڑوں پر مشکل ہوتے آپ پر آسان ہوتے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے مالک پر وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ابوحنیفہ پر وہ امام تھے۔

یحیی بن سعید قطان نے کہا: امام ابوحنیفہ کی رائے سے بہتر کسی کی رائے نہیں،

خارجہ بن مصعب نے کہا: فقہاء میں ابوحنیفہ مثل چکی کے پاٹ کے محور ہیں، یا ایک ماہر صراف کے مانند ہیں جو سونے کو پرکھتا ہے۔

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: میں نے حسن بن عمارہ کو دیکھا کہ وہ امام ابوحنیفہ کی رکاب پکڑے ہوئے کہہ رہے تھے: قسم بخدا! میں نے فقہ میں تم سے اچھا بولنے والا صبر کرنے والا اور تم سے بڑھکر حاضر جواب نہیں دیکھا، بیشک تمہارے دور میں جس نے فقہ میں لب کشائی کی تم اسکے بلا قیل وقال آقا ہو۔ جو لوگ آپ پر طعن کرتے ہیں وہ حسد کی بناپر کرتے ہیں۔

ابومطیع نے بیان کیا کہ میں ایک دن کوفہ کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپکے پاس مقاتل بن حیان، حماد بن سلمہ، امام جعفر صادق اور دوسرے علماء آئے اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے کہا: ہم کو یہ بات پہونچی ہے کہ آپ دین میں کثرت سے قیاس کرتے ہیں۔ اسکی وجہ سے ہم کو آپکی عاقبت کا اندیشہ ہے، کیونکہ ابتداء جس نے قیاس کیا ہے وہ ابلیس ہے۔ امام

ابوحنیفہ نے ان حضرات سے بحث کی اور یہ بحث صبح سے زوال تک جاری رہی اور وہ دن جمعہ کا تھا۔

حضرت امام نے اپنا مذہب بیان کیا کہ اولاً کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر سنت پر، اور پھر حضرات صحابہ کے فیصلوں پر، اور جس پر ان حضرات کا اتفاق ہوتا ہے اسکو مقدم رکھتا ہوں اور اسکے بعد قیاس کرتا ہوں۔ یہ سنکر حضرات علماء کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت امام کے سر اور گھٹنوں کو بوسہ دیا اور کہا: آپ علماء کے سردار ہیں اور ہم نے جو کچھ برائیاں کی ہیں اپنی لاعلمی کی وجہ سے کی ہیں۔ آپ اسکو معاف کردیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ سب کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: میں امام اوزاعی سے ملنے ملک شام آیا اور بیروت میں ان سے ملا۔ انہوں نے مجھ سے کہا اے خراسانی! یہ بدعتی کون ہے جو کوفہ میں نکلا ہے اور اسکی کنیت ابوحنیفہ ہے، میں اپنی قیام گاہ پر آیا اور امام ابوحنیفہ کی کتابوں میں مصروف ہوا، چند مسائل اخذ کرکے پہونچا، میرے ہاتھ میں تحریر دیکھ کر پوچھا کیا ہے، میں نے پیش کیا تحریر پڑھ کر بولے، یہ نعمان بن ثابت کون ہیں؟ میں نے کہا: ایک شیخ ہیں جن سے عراق میں میری ملاقات ہوئی۔ فرمایا: یہ مشائخ میں زیادہ دانشمند ہیں۔ ان سے علم میں اضافہ کرو، میں نے ان سے کہا: یہ ہی وہ ابوحنیفہ ہیں جن سے آپ نے مجھے روکا تھا۔

امام اعظم سے اسکے بعد مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی، مسائل میں گفتگو ہوئی، جب ان سے میری ملاقات دوبارہ ہوئی تو امام اوزاعی فرماتے تھے، اب مجھے انکے کثرت علم وعقلمندی پر رشک ہوتا ہے۔ میں انکے متعلق کھلی غلطی پر تھا، میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

مدینہ منورہ میں حضرت امام باقر سے ملاقات ہوئی، ایک صاحب نے تعارف کرایا، فرمایا: اچھا آپ وہی ہیں جو قیاس کرکے میرے جد کریم کی احادیث رد کرتے ہیں۔ عرض کیا: معاذ اللہ، کون رد کرسکتا ہے۔ حضور اگر اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔ اجازت کے بعد عرض کیا:۔

حضور مرد ضعیف ہے یا عورت؟ ارشاد فرمایا: عورت۔

عرض کیا:۔

وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟

فرمایا۔ مرد کا۔

عرض کیا۔

میں قیاس سے حکم کرتا تو عورت کو مرد کا دونا حصہ دینے کا حکم دیتا۔

پھر عرض کیا۔

نماز افضل ہے یا روزہ؟

فرمایا۔ نماز۔

عرض کیا۔

قیاس یہ چاہتا ہے کہ حائضہ پر نماز کی قضا بدرجۂ اولی ہونی چاہیئے، اگر قیاس سے حکم کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ نماز کی قضا کرے۔

پھر عرض کیا۔

منی کی ناپاکی شدید تر ہے یا پیشاب کی؟

فرمایا۔ پیشاب کی۔

عرض کیا۔

قیاس کرتا تو پیشاب کے بعد غسل کا حکم بدرجۂ اولی دیتا۔

اس پر امام باقر اتنا خوش ہوئے کہ اٹھکر پیشانی چوم لی۔ اسکے بعد ایک مدت تک حضرت امام باقر کی خدمت میں رہکر فقہ وحدیث کی تعلیم حاصل کی۔

امام جعفر صادق نے فرمایا: یہ ابوحنیفہ ہیں اور اپنے شہر کے سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

یہ ائمہ وقت اور اساطین ملت تو امام اعظم کے علم وفن اور فضل وکمال پر کھلے دل سے شہادت پیش کرتے ہیں اور آج کے کچھ نام نہاد مجتہدین وقت نہایت بے غیرتی کا ثبوت دیتے ہوئے کہتے پھرتے اور کتابوں میں لکھتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کا حشر عابدین میں تو ہوسکتا ہے لیکن علماء وائمہ میں نہیں ہوگا۔ نعوذباللہ من ذلک۔

# محیر العقول فتاوی

امام وکیع بیان کرتے ہیں کہ ایک ولیمہ کی دعوت میں امام ابوحنیفہ، امام سفیان ثوری، امام مسعر بن کدام، مالک بن مغول، جعفر بن زیاد، احمد اور حسن بن صالح کا اجتماع ہوا۔ کوفہ کے اشراف اور موالی کا اجتماع تھا۔ صاحب خانہ نے اپنے دو بیٹوں کی شادی ایک شخص کی دو بیٹیوں سے کی تھی۔ یہ شخص گھبرایا ہوا آیا اور اس نے کہا۔ ہم ایک بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں اور اس نے بیان کیا گھر میں غلطی سے ایک کی بیوی دوسرے کے پاس پہنچا دی گئی اور دونوں نے اپنے بھائی کی بیوی سے شب باشی کر لی ہے۔ سفیان ثوری نے کہا کوئی بات نہیں۔

حضرت علی کے پاس حضرت معاویہ نے آدمی بھیجا کہ ان سے مسئلہ پوچھ کر جواب لائے۔ جب اس شخص نے حضرت علی سے استفسار کیا آپ نے فرمایا کیا تم معاویہ کے فرستادہ ہو کیونکہ ہمارے ملک میں یہ صورت پیش نہیں آئی ہے اور آپ نے کہا میرے نزدیک دونوں افراد پر شب باشی کرنے کی وجہ سے مہر واجب ہے اور ہر عورت اپنے زوج کے پاس چلی جائے (یعنی جس سے اس کا نکاح ہوا ہے) لوگوں نے سفیان کی بات سنی اور پسند کی امام ابوحنیفہ خاموش بیٹھے رہے۔ مسعر بن کدام نے ان سے کہا تم کیا کہتے ہو۔ سفیان ثوری نے کہا وہ اس بات کے علاوہ کیا کہیں گے۔ ابوحنیفہ نے کہا۔ دونوں لڑکوں کو بلاؤ، چنانچہ وہ دونوں آئے۔ حضرت امام نے ان میں سے ہر ایک سے دریافت کیا۔ "تم کو وہ عورت پسند ہے جس کے ساتھ تم نے شب باشی کی ہے۔" ان دونوں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے ہر ایک سے کہا اس عورت کا نام کیا ہے جو تمہارے بھائی کے پاس گئی ہے۔ دونوں نے لڑکی کا اور اس کے باپ کا نام بتایا۔ آپ نے ان سے کہا۔ اب تم اس کو طلاق دو۔ چنانچہ دونوں نے طلاق دی اور آپ نے خطبہ پڑھ کر ہر ایک کا نکاح اس عورت سے کر دیا جو اس کے پاس رہی تھی۔ اور آپ نے دونوں لڑکوں کے والد سے کہا۔ دعوت ولیمہ کی تجدید کرو۔

ابوحنیفہ کا فتویٰ سن کر سب متحیر ہوئے اور مسعر نے اٹھ کر ابوحنیفہ کا منہ چوما اور کہا تم لوگ مجھ کو ابوحنیفہ کی محبت پر ملامت کرتے ہو۔

جواب امام سفیان کا بھی درست تھا لیکن کیا ضروری تھا کہ دونوں شوہروں کی غیرت اس بات کو گوارہ کر لیتی کہ جس سے دوسرے نے شب باشی کی ہے کہ وہ اب اس پہلے کے

ساتھ رہے۔

امام وکیع ہی بیان کرتے ہیں: ہم امام ابوحنیفہ کے پاس تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میرے بھائی کی وفات ہوئی ہے اس نے چھ سو دینار چھوڑے اور اب مجھ کو ورثہ میں ایک دینار ملا ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا کہ میراث کی تقسیم کس نے کی ہے۔ اس نے کہا داؤد طائی نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا انہوں نے ٹھیک کی ہے۔ کیا تمہارے بھائی نے دو لڑکیاں چھوڑی ہیں؟ عورت نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے پوچھا اور ماں چھوڑی ہے؟ عورت نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے پوچھا اور بیوی چھوڑی ہے؟ عورت نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے پوچھا اور ایک بہن اور بارہ بھائی چھوڑے ہیں؟ عورت نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے کہا لڑکیوں کا دو تہائی حصہ ہے یعنی چار سو دینار اور چھٹا حصہ ماں کا ہے یعنی ایک سو دینار اور آٹھواں حصہ بیوی کا ہے یعنی پچھتر دینار۔ باقی رہے پچیس دینار۔ اس سے بارہ بھائیوں کے چوبیس دینار یعنی ہر بھائی کو دو دو دینار اور تم بہن ہو تمہارا ایک دینار ہوا۔

امام ابویوسف بیان فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ سے کسی شخص نے کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ اپنی بیوی سے بات نہیں کروں گا جب تک وہ مجھ سے بات نہ کرلے، اور میری بیوی نے قسم کھائی کہ جو مال میرا ہے وہ سب صدقہ ہوگا اگر وہ مجھ سے بات کرلے جب تک کہ میں اس سے بات نہ کرلوں۔ ابوحنیفہ نے اس شخص سے کہا۔ کیا تم نے یہ مسئلہ کسی سے پوچھا ہے؟ اس شخص نے کہا۔ میں نے سفیان ثوری سے یہ مسئلہ پوچھا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ تم دونوں میں سے جو بھی دوسرے سے بات کرے گا وہ حانث ہو جائیگا۔ ابوحنیفہ نے اس شخص سے کہا: جاؤ اپنی بیوی سے بات کرو تم دونوں حانث نہ ہو گے۔ وہ شخص ابوحنیفہ کی بات سن کر سفیان ثوری کے پاس گیا۔ اس شخص کی سفیان ثوری سے کچھ رشتہ داری بھی تھی، اس نے ابوحنیفہ کا جواب سفیان ثوری سے بیان کیا، وہ جھنجلا کر ابوحنیفہ کے پاس آئے اور انہوں نے ابوحنیفہ سے غصہ میں کہا۔ کیا تم حرام کراؤ گے۔ آپ نے کہا کیا بات ہے، اے ابوعبداللہ۔ اور پھر آپ نے سوال کرنے والے سے کہا کہ اپنا سوال ابوعبداللہ کے سامنے دہراؤ۔ چنانچہ اس نے اپنا سوال دہرایا اور ابوحنیفہ نے اپنا فتویٰ دہرایا۔ سفیان نے کہا۔ تم نے یہ بات کہاں سے کہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خاوند کے قسم کھانے کے بعد اس کی بیوی نے خاوند سے بات کی لہذا خاوند کی قسم پوری

ہوگئی اب وہ جا کر بیوی سے بات کرلے تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائے اور دونوں میں سے کوئی بھی حانث نہیں ہے۔

یہ سن کر سفیان ثوری نے کہا: انہ لیکشف لک من العلم عن شیٔ کلنا عنہ غافل۔ حقیقت امر یہ ہے کہ تم پر علم کے وہ دقائق واضح ہوتے ہیں کہ ہم سب اس سے غافل ہیں۔

امام لیث بن سعد کہتے تھے: کہ میں ابوحنیفہ کا ذکر سنا کرتا تھا اور میری تمنا اور خواہش تھی کہ ان کو دیکھوں۔ اتفاق سے میں مکہ میں تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگ ٹوٹے پڑتے ہیں اور ایک شخص ان کو یا ابا حنیفہ کہہ کر صدا کر رہا تھا۔ لہذا میں نے دیکھا کہ یہ شخص ابوحنیفہ ہیں۔ آواز دینے والے نے ان سے کہا میں دولتمند ہوں میرا ایک بیٹا ہے۔ میں اس کی شادی کرتا ہوں، روپیہ خرچ کرتا ہوں، وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے، میں اس کی شادی پر کافی روپیہ خرچ کرتا ہوں اور یہ سب ضائع ہوتا ہے، کیا میرے واسطے کوئی حیلہ ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا تم اپنے بیٹے کو اس بازار لے جاؤ جہاں لونڈی غلام فروخت ہوتے ہیں۔ وہاں اس کے پسند کی لونڈی خرید لو، وہ تمہاری ملکیت میں رہے، اس کا نکاح اپنے بیٹے سے کردو، اگر وہ طلاق دے گا باندی تمہاری رہے گی۔

یہ کہہ کر لیث بن سعد نے کہا۔ فو اللہ ما اعجبنی سرعۃ جوابہ۔ اللہ کی قسم ہے آپ کے جواب پر مجھ کو اتنا تعجب نہ ہوا جتنا کہ ان کے جواب دینے کی سرعت سے ہوا۔ یعنی پوچھنے کی دیر تھی کہ جواب تیار تھا۔

امام ابویوسف بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ ایک شخص سے اسکی بیوی کا جھگڑا ہوا۔ شوہر یہ قسم کھا بیٹھا کہ جب تک تو نہیں بولے گی میں بھی نہیں بولوں گا بیوی کیوں پیچھے رہتی۔ اس نے بھی برابر کی قسم کھائی جب تک تو نہیں بولے گا میں بھی نہیں بولوں گی۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اب دونوں پریشان۔ شوہر حضرت سفیان ثوری کے پاس گیا کہ اس کا حل کیا ہے، فرمایا کہ بیوی سے بات کر وہ تم سے کرے اور قسم کا کفارہ دیدو۔ شوہر حضرت امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا جاؤ تم دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرو۔ کفارہ کی ضرورت نہیں۔ جب سفیان ثوری کو یہ معلوم ہوا تو بہت خفا ہوئے۔ امام اعظم کے پاس جا کر یہاں تک کہہ دیا کہ تم لوگوں کو غلط مسئلہ بتاتے ہو۔ امام صاحب نے اسے بلوایا اور اس سے دوبارہ پورا بیان کرنے کو

کہا۔ جب وہ بیان کر چکا تو امام صاحب نے حضرت سفیان ثوری سے کہا۔ جب شوہر کے قسم کے بعد عورت نے شوہر کو مخاطب کر کے وہ جملہ کہا تو عورت کی طرف سے بولنے کی ابتداء ہو گئی۔ اب قسم کہاں رہی۔ اس پر حضرت سفیان ثوری نے کہا۔ واقعی عین موقع پر آپ کی فہم وہاں تک پہونچ جاتی ہے جہاں ہم لوگوں کا خیال نہیں جاتا۔

**امام اعظم پر مظالم اور وصال:۔** بنوامیہ کے آخری حکمراں مروان الحمار نے یزید بن عمرو بن ھبیرہ کو عراق کا والی بنا دیا تھا، عراق میں جب بنو مروان کے خلاف فتنہ اٹھا تو ابن ھبیرہ نے علماء کو جمع کر کے مختلف کاموں پر متعین کیا۔ ابن ابی لیلی، ابن شبرمہ اور داؤد بن ابی ہند بھی اس میں شامل تھے۔

امام اعظم کے پاس قاصد بھیج کر آپ کو بلوایا اور ابن ھبیرہ نے یہاں تک کہا کہ یہ حکومت کی مہر ہے، آپکے حکم کے بغیر سلطنت میں کوئی کام نہیں ہوگا، بیت المال پر سارا اختیار آپ کا رہے گا۔ لہذا آپ یہ عہدہ قبول کریں، آپ نے انکار کیا۔ ابن ھبیرہ نے قسم کھائی کہ یہ عہدہ آپ کو قبول کرنا ہوگا ورنہ سخت سزا دی جائے گی۔ آپ نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز قبول نہیں کرونگا۔ یہ سنکر بولا آپ میرے مقابلہ میں قسم کھاتے ہیں۔ لہذا آپ کے سر پر کوڑوں کی بوچھار شروع کر دی گئی۔ بیس کوڑے مارے گئے اور دس دن تک کوڑے لگوائے جاتے رہے۔ امام اعظم نے فرمایا: اے ابن ھبیرہ! یاد رکھو کل بروز قیامت خدا کو منہ دکھانا ہے۔ تم کو کل اللہ کے حضور کھڑا ہونا ہوگا اور میرے مقابلہ میں تمہیں نہایت ذلیل کیا جائے گا، یہ سنکر ابن ھبیرہ نے کوڑے تو رکوا دیئے لیکن قید خانہ میں بھیج دیا۔

رات کو خواب میں ابن ھبیرہ نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ اے ابن ھبیرہ! میری امت کے لوگوں کو بغیر کسی جرم کے سزائیں دیتا اور ستاتا ہے، خدا سے ڈر اور انجام کی فکر کر۔

یہ خواب دیکھ کر نہایت بے چین ہوا اور صبح اٹھکر آپ کو قید خانے سے رہا کر دیا۔ اس طرح آپکی قسم پوری ہوگئی۔ یہ پہلی ابتلاء وآزمائش تھی۔

بعد کے واقعات شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی زبانی ملاحظہ کریں۔

خلافت بنو امیہ کے خاتمہ کے بعد سفاح پھر منصور نے اپنی حکومت جمانے اور لوگوں کے دلوں میں اپنی ہیبت بٹھانے کیلئے وہ وہ مظالم کئے جو تاریخ کے خونی اوراق میں کسی سے کم نہیں۔ منصور نے خصوصیت کے ساتھ سادات پر جو مظالم ڈھائے ہیں وہ سلاطین عباسیہ کی پیشانی کا بہت بڑا بدنما داغ ہیں۔ اسی خونخوار نے حضرت محمد بن ابراہیم دیباج کو دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد۔ ان مظلوموں میں سے حضرت محمد نفس ذکیہ نے مدینہ طیبہ میں خروج کیا۔ ابتداءً ان کے ساتھ بہت تھوڑے لوگ تھے۔ بعد میں بہت بڑی فوج تیار کرلی۔ حضرت امام مالک نے بھی ان کی حمایت کا فتوی دیدیا۔ نفس ذکیہ بہت شجاع فن جنگ کے ماہر قوی طاقتور تھے۔ مگر اللہ عزوجل کی شان بے نیاز کہ جب منصور سے مقابلہ ہوا تو ۱۴۵ھ میں داد مردانگی دیتے ہوئے شہید ہوگئے۔

انکے بعد ان کے بھائی ابراہیم نے خلافت کا دعوی کیا۔ ہر طرف سے انکی حمایت ہوئی۔ خاص کوفے میں لگ بھگ لاکھ آدمی انکے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے۔ بڑے بڑے ائمہ علماء فقہاء نے ان کا ساتھ دیا۔ حتی کہ حضرت امام اعظم نے بھی انکی حمایت کی بعض مجبوریوں کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہوسکے جس کا ان کو مرتے دم تک افسوس رہا۔ مگر مالی امداد کی۔ لیکن نوشتۂ تقدیر کون بدلے۔ ابراہیم کو بھی منصور کے مقابلے میں شکست ہوئی اور ابراہیم بھی شہید ہوگئے۔

ابراہیم سے فارغ ہوکر منصور نے ان لوگوں کی طرف توجہ کی جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا تھا۔ ۱۴۶ھ میں بغداد کو دارالسلطنت بنانے کے بعد منصور نے حضرت امام اعظم کو بغداد بلوایا۔ منصور انہیں شہید کرنا چاہتا تھا۔ مگر جواز قتل کیلئے بہانہ کی تلاش تھی۔ اسے معلوم تھا کہ حضرت امام میری حکومت کے کسی عہدے کو قبول نہ کریں گے۔ اس نے حضرت امام کی خدمت میں عہدہ قضا پیش کیا۔ امام صاحب نے یہ کہہ کر انکار فرمادیا کہ میں اس کے لائق نہیں۔ منصور نے جھنجلا کر کہا تم جھوٹے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اگر میں سچا ہوں تو ثابت کہ میں عہدۂ قضا کے لائق نہیں۔ جھوٹا ہوں تو بھی عہدۂ قضا کے لائق نہیں، اس لئے کہ جھوٹے کو قاضی بنانا جائز نہیں۔ اس پر بھی نہ مانا اور قسم کھا کر کہا تم کو قبول کرنا پڑے گا۔ امام صاحب نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز نہیں قبول کروں گا۔ ربیع نے غصے سے کہا ابوحنیفہ تم امیر المومنین کے مقابلے میں قسم

کھاتے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا۔ ہاں یہ اس لئے کہ امیر المومنین کو قسم کا کفارہ ادا کرنا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے۔ اس پر منصور نے جز بز ہو کر حضرت امام کو قید خانے میں بھیج دیا۔ اس مدت میں منصور حضرت امام کو بلا کر اکثر علمی مذکرات کرتا رہتا تھا، منصور نے حضرت امام کو قید تو کر دیا مگر وہ ان کی طرف سے مطمئن ہرگز نہ تھا۔ بغداد چونکہ دار السلطنت تھا۔ اس لئے تمام

دنیائے اسلام کے علماء، فقہاء، امراء، تجار، عوام، خواص بغداد آتے تھے۔ حضرت امام کا غلغلہ پوری دنیا میں گھر گھر پہنچ چکا تھا۔ قید نے انکی عظمت اور اثر کو بجائے کم کرنے اور زیادہ بڑھا دیا۔ جیل خانے ہی میں لوگ جاتے اور ان سے فیض حاصل کرتے۔ حضرت امام محمد اخیر وقت تک قید خانے میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ منصور نے جب دیکھا کہ یوں کام نہیں بنا تو خفیہ زہر دلوا دیا۔ جب حضرت امام کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو خالق بے نیاز کی بارگاہ میں سجدہ کیا سجدے ہی کی حالت میں روح پرواز کر گئی۔ ع

جنتی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو۔

**تجہیز و تدفین** ۔ وصال کی خبر بجلی کی طرح پورے بغداد میں پھیل گئی۔ جو سنتا بھاگا ہوا چلا آتا۔ قاضی بغداد عمارہ بن حسن نے غسل دیا۔ غسل دیتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے واللہ! تم سب سے بڑے فقیہ، سب سے بڑے عابد، سب سے بڑے زاہد تھے۔ تم میں تمام خوبیاں جمع تھیں۔ تم نے اپنے جانشینوں کو مایوس کر دیا ہے کہ وہ تمہارے مرتبے کو پہنچ سکیں۔ غسل سے فارغ ہوتے ہوتے جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔ پہلی بار نماز جنازے میں پچاس ہزار کا مجمع شریک تھا۔ اس پر بھی آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ چھ بار نماز جنازہ ہوئی۔ اخیر میں حضرت امام کے صاحبزادے، حضرت حماد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عصر کے قریب دفن کی نوبت آئی۔

حضرت امام نے وصیت کی تھی کہ انہیں خیزران کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ اس لئے کہ یہ جگہ غصب کردہ نہیں تھی۔ اسی کے مطابق اس کے مشرقی حصے میں مدفون ہوئے۔ دفن کے بعد بھی بیس دن تک لوگ حضرت امام کی نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ ایسے قبول عام کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔

اس وقت وہ ائمہ محدثین و فقہاء موجود تھے جن میں بعض حضرت امام کے استاذ بھی

تھے، سب کو حضرت امام کے وصال کا بے اندازہ غم ہوا۔ مکہ معظمہ میں ابن جریج تھے۔ انہوں نے وصال کی خبر سنکر، انا للہ پڑھا اور کہا۔ بہت بڑا عالم چلا گیا۔ بصرہ کے امام اور خود حضرت امام کے استاذ امام شعبہ نے بہت افسوس کیا اور فرمایا کوفہ میں اندھیرا ہوگیا۔ امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک وصال کی خبر سنکر بغداد حاضر ہوئے۔ جب امام کے مزار پر پہونچے۔ روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ ابو حنیفہ! اللہ عزوجل تم پر رحمت برسائے۔ ابراہیم گئے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے۔ حماد نے وصال کیا تو تمہیں اپنا جانشین چھوڑا۔ تم گئے تو پوری دنیا میں کسی کو اپنا جانشین نہیں چھوڑا۔

حضرت امام کا مزار پر انوار اس وقت سے لے کر آج تک مرجع عوام وخواص ہے۔

حضرت امام شافعی نے فرمایا:۔

میں حضرت امام ابو حنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ روزانہ ان کے مزار کی زیارت کو جاتا ہوں۔ جب کوئی حاجت پیش آتی ان کے مزار کے پاس دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرتا ہوں تو مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اعلم انه لم یزل العلماء وذوالحاجات یزورون قبره ویتوسلون عنده فی قضاء حوائجهم ویرون نجج ذلك منهم الا مام الشافعی رحمة الله علیه انتهی۔

یعنی جان لے کہ علماء واصحاب حاجات امام صاحب کی قبر کی زیارت کرتے رہے اور قضاء حاجات کیلئے آپ کو وسیلہ پکڑتے رہے اور ان حاجتوں کا پورا ہونا دیکھتے رہے ہیں۔ ان علماء میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں مزار پاک پر ایک عالیشان قبہ بنوایا اور اسکے قریب ہی ایک مدرسہ بھی بنوایا۔ یہ بغداد کا پہلا مدرسہ تھا۔ نہایت شاندار لاجواب عمارت بنوائی۔ اس کے افتتاح کے موقع پر بغداد کے تمام علماء وعمائد کو مدعو کیا۔ یہ مدرسہ "مشہد ابو حنیفہ" کے نام سے مشہور ہے۔ مدت تک قائم رہا۔ اس مدرسہ سے متعلق ایک مسافر خانہ بھی تھا، جس میں قیام کرنے والوں کو علاوہ اور سہولتوں کے کھانا بھی ملتا تھا۔ بغداد کا مشہور دارالعلوم نظامیہ اس کے بعد قائم ہوا۔ حضرت امام کا وصال نوے سال کی عمر میں شعبان کی دوسری تاریخ کو ۱۵۰ھ میں ہوا۔

# امام المسلمین ابوحنیفہ

از:۔ حضرت امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لقد زان البلاد و من علیها ☆ امام المسلمین ابو حنیفه

باُحکام و آثار و فقه ☆ کآیات الزبور علی صحیفه

فما فی المشرقین له نظیر ☆ ولا فی المغربین ولا بکوفه

یبیت مشمراً سهر اللیالی ☆ وصام نهاره لله خیفه

وصان لسانه عن کل افك ☆ وما زالت جوارحه عفیفه

یعفا عن المحارم والملاهی ☆ ومرضاة الا له له وظیفه

رأیت العاتبین له سفاها ☆ خلاف الحق مع حجج ضعیفه

و کیف یحل ان یوذی فقیه ☆ له فی الارض آثار شریفه

وقد قال بن ادریس مقالا ☆ صحیح النقل فی حکم لطیفه

بان الناس فی فقه عیال ☆ علی فقه الامام ابی حنیفه

فلعنة ربنا اعداد رمل ☆ علی من رد قول ابی حنیفه

☆ امام المسلمین ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہروں اور شہریوں کو زینت بخشی،

☆ احکام قرآن، آثار حدیث اور فقہ سے، جیسے صحیفہ میں زبور کی آیات نے۔

☆ کوفہ بلکہ مشرق ومغرب میں ان کی نظیر نہیں ملتی، یعنی روئے زمین میں ان جیسا کوئی نہیں۔

☆ آپ عبادت کے لئے مستعد ہوکر بیداری میں راتیں بسر کرتے اور خوف خدا کی وجہ سے دن کو روزہ رکھتے۔

☆ انہوں نے اپنی زبان ہر بہتان طرازی سے محفوظ رکھی، اور انکے اعضا ہر گناہ سے پاک رہے۔

☆ آپ لہو ولعب اور حرام کاموں سے بچے رہے، رضاء الٰہی کا حصول آپ کا وظیفہ تھا۔

☆ امام اعظم کے نکتہ چیں بے وقوف، مخالف حق اور کمزور دلائل والے ہیں۔

☆ ایسے فقیہ کو کسی بھی وجہ سے تکلیف دینا کیونکر جائز ہے، جسکے علمی فیوض تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

☆ حالانکہ صحیح روایت میں لطیف حکمتوں کے ضمن میں امام شافعی نے فرمایا: کہ

☆ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کی فقہ کے محتاج ہیں۔

☆ ریت کے ذروں کے برابر اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو امام ابوحنیفہ کے قول کو مردود قرار دے۔

ترجمہ:۔ مولانا عبدالحکیم صاحب شرف قادری برکاتی
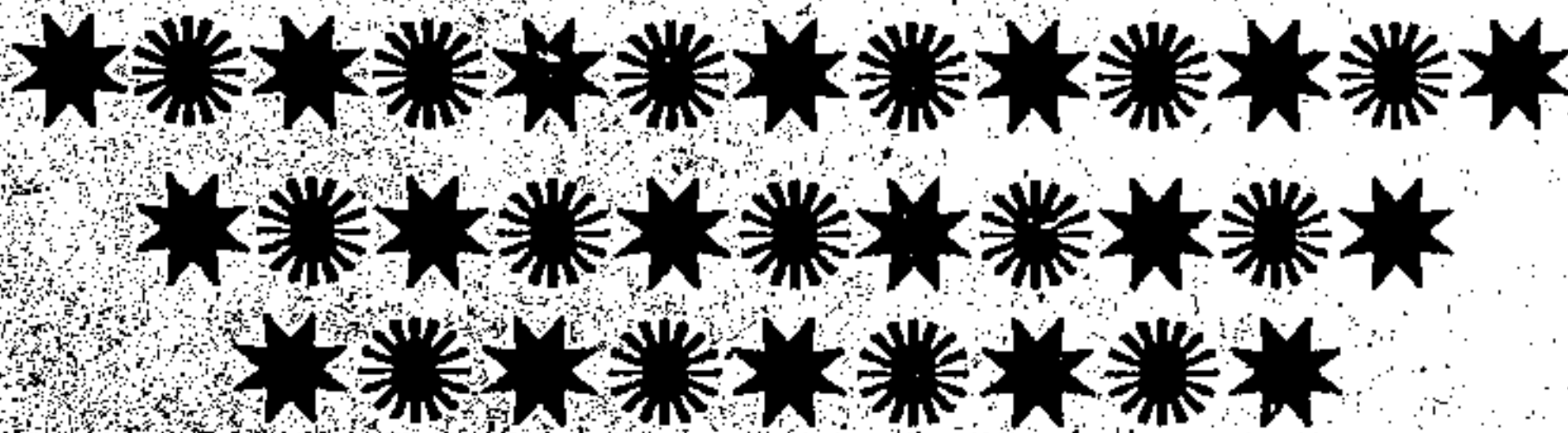
# مآخذ ومراجع


۱۔ تاریخ بغداد للخطیب۔ ۳۲۶/۱۲
۲۔ مشکل الآثار للطحاوی۔ ۵۴/۴
۳۔ مقدمہ ابن صلاح
۴۔ سوانح امام اعظم ابوحنیفہ۔ مولانا ابوالحسن زید فاروقی۔ ۶۰
۵۔ الجامع الصحیح للبخاری۔ تفسیر سورۃ الجمعۃ ۲/۷۲۷
۶۔ تذکرۃ المحدثین۔ مولانا غلام رسول سعیدی ۴۸
۷۔ اتحاف النبلاء ۲۲۴
۸۔ مناقب امام اعظم للمکی ۵۹/۱
۹۔ تاریخ بغداد للخطیب ۲۳۲/۱۳
۱۰۔ نزہۃ القاری۔ شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی ۱/۱۱
۱۱۔ تاریخ بغداد للخطیب ۳۲۴/۳
۱۲۔ کتاب بیان العلم ۴۵/۱
۱۳۔ الخیرات الحسان لابن حجر مکی ۲۲
۱۴۔ عمدۃ القاری شرح البخاری للعینی ۱/۹۸۷
۱۵۔ شرح مسند الامام للقاری ۲۸۵
۱۶۔ المغنی للعراقی ۸۰
۱۷۔ سوانح بے بہائے امام اعظم ابوحنیفہ ۶۴
۱۸۔ " ۶۴
۱۹۔ " ۶۴
۲۰۔ " ۶۶
۲۱۔ " ۶۵
۲۲۔ تذکرۃ المحدثین۔ مولانا غلام رسول سعیدی ۷۶تا۷۸
۲۳۔ سوانح بے بہائے امام اعظم ابوحنیفہ ۳۴۸
۲۴۔ میزان الشریعۃ الکبری ۶۸/۱

# اصحاب امام اعظم ابوحنیفہ قدست اسرا اہم

## امام حماد بن نعمان

حضرت امام حماد بن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند پایہ فقیہ، تقوی و پرہیز گاری، فضل و کمال، علم و دانش اور جود وسخا میں اپنے والد ماجد کا عکس جمیل تھے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی تعلیم و تربیت نہایت اہتمام سے فرمائی، مشہور ہے کہ الحمد کے ختم پر آپ کے معلم کو ایک ہزار درہم عنایت فرمائے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد حضرت امام حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث وفقہ کی تحصیل والد ماجد سے کی، اور اس میں کمال مہارت پیدا کی۔ جب امام اعظم نے اپنے اس لائق اور ہونہار لخت جگر کو علوم وفنون میں کامل پایا تو مسند افتاء پر متمکن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ نے نہ صرف فتوی نویسی کے اہم فریضہ کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا بلکہ تدوین کتب فقہ میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا، اور حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد، حضرت امام زفر، حضرت امام حسن بن زیاد وغیرہ ارشد تلامذہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طبقہ میں شمار ہوئے۔

آپ نہایت متقی و متورع انسان تھے، جب حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصال فرمایا تو گھر میں لوگوں کی بہت سی امانتیں ایسی بھی تھیں جن کے مالک مفقود الخبر تھے، آپ نے وہ تمام مال واسباب امانتوں کی صورت میں قاضی وقت کے سامنے پیش کردیا۔

قاضی صاحب نے بہت اصرار کیا کہ ابھی اپنے پاس رہنے دیجئے، آپ امین مشہور ہیں اور بہتر طریقے سے اس کی حفاظت کر سکتے ہیں، مگر آپ نے قاضی سے اعتذار کرتے ہوئے تمام مال واسباب کی فہرست پیش کردی اور ساتھ ہی فوری عمل درآمد کے لئے کہہ دیا تاکہ ان کے والد ماجد بری الذمہ ہوں، کہتے ہیں کہ جب تک وہ امانتیں قاضی نے کسی اور کے اہتمام میں نہیں دیں، آپ نظر نہیں آئے۔

حضرت امام حماد نے اپنی عمر تعلیم وتعلم میں صرف فرمائی، آپ سے آپ کے بیٹے

اسمعیل نے تفقہ کیا جن سے عمرو بن ذر، مالک بن مغول، ابن ابی ذئب، اور قاسم بن معین وغیرہ جلیل القدر فقہا ومحدثین فیض یاب ہوئے۔ حضرت امام اسماعیل بن حماد بن امام اعظم پہلے بغداد بعدہ بصرہ اور پھر رقہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ احکام قضا، وقائع ونوازل میں ماہر باہر اور عارف بصیر تھے۔ محمد بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے آج تک کوئی قاضی اسمعیل بن حماد سے اعلم نہیں ہوا۔ آپ بہ عہد خلیفہ مامون الرشید ۲۱۲ھ میں جوانی کے عالم میں فوت ہوئے، اسی فرزند ارجمند کے نام سے حضرت امام حماد نے ابو اسمعیل کنیت پائی۔ حضرت امام حماد حضرت قاسم بن معین کی وفات کے بعد کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ ماہ ذی القعدہ ۱۷۶ھ میں انتقال فرمایا۔ قطب دنیا ۱۷۶ھ آپ کی تاریخ وفات ہے، آپ نے عمر، اسماعیل ابو حبان وعثمان چار صاحبزادے چھوڑے جو علم وفضل میں یگانہ روزگار تھے۔ تصانیف میں مسند الامام الاعظم آپ کی یادگار ہے۔ (۱)

# امام ابی یوسف

**نام ونسب:۔** نام، یعقوب۔ کنیت، ابو یوسف۔ اور لقب قاضی القضاۃ ہے۔

ولادت ۱۱۳ھ/ ۷۳۱ء علوم ومعارف کے شہر کوفہ میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے فقہ کو پسند کیا، پہلے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلی کی شاگردی اختیار کی، پھر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقۂ درس میں آئے اور مستقل طور پر انہیں سے وابستہ ہو گئے۔

والدین نہایت غریب تھے جو آپکی تعلیم کو جاری نہیں رکھنا چاہتے تھے، جب حضرت امام اعظم کو حالات کا علم ہوا تو انہوں نے نہ صرف آپ کے تعلیمی مصارف بلکہ تمام گھر والوں کے اخراجات کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔ حضرت امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے، مجھے امام اعظم سے اپنی ضروریات بیان کرنے کی کبھی حاجت نہیں ہوئی۔ وقتاً فوقتاً خود ہی اتنا روپیہ بھیجتے رہتے تھے کہ میں فکر معاش سے بالکل آزاد ہو گیا۔

**قوت حافظہ اور علم وفضل:۔** آپ ذہانت کے بحر ذخار تھے، آپکی ذہانت وفطانت بڑے بڑے فضلائے روزگار کے دلوں میں گھر کر گئی تھی۔

ملا جیون صاحب نورالانوار میں فرماتے ہیں:۔

امام ابو یوسف کو بیس ہزار موضوع احادیث یاد تھیں، پھر صحیح احادیث کے بارے میں تجھے کیا گمان ہے۔

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:۔

آپ محدثین کے پاس حاضر ہوتے تو ایک ایک جلسہ میں پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ حدیثیں سن کر یاد کر لیتے تھے۔

امام یحیی ابن معین، امام احمد بن حنبل، اور شیخ علی بن المدینی فرماتے ہیں:۔

امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگردوں میں آپ کا ہم سر نہ تھا۔

طلیحہ ابن محمد کہتے ہیں:۔

وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیہ تھے، کوئی ان سے بڑھ کر نہ تھا۔

داؤد بن رشد کا قول ہے:۔

امام ابو حنیفہ نے صرف یہ ہی ایک شاگرد پیدا کیا ہوتا تو انکے فخر کے لئے کافی تھا۔

امام ابو یوسف کو نہ صرف نقد حدیث پر عبور حاصل تھا بلکہ تفسیر، مغازی، تاریخ عرب، لغت، ادب، اور علم کلام وغیرہ علوم وفنون میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ یہ ہی وہ فطری ذہانت تھی جس نے چند سال میں آپ کو سارے ہم عصروں میں ممتاز کر دیا تھا اور علماء وقت آپکے تبحر علمی اور جلالت فقہی کے قائل تھے۔ خود امام اعظم آپ کی بڑے قدر ومنزلت فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے شاگردوں میں سب سے زیادہ جس نے علم حاصل کیا وہ ابو یوسف ہیں۔

**قاضی القضاۃ:۔** ۱۶۶ھ/ ۷۸۳ء میں آپ جب بغداد تشریف لائے تو خلیفہ محمد المہدی بن منصور نے آپکو بصرہ کا قاضی مقرر کر دیا۔

ہادی بن مہدی بن منصور کے زمانہ میں بھی آپ اسی عہدہ پر فائز رہے۔ جب ہارون الرشید نے ۱۹۳ھ/ ۸۰۸ء میں عنان حکومت سنبھالی تو اس نے آپ کو تمام سلطنت عباسیہ کا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر کر دیا۔

موجودہ زمانے کے تصور کے مطابق یہ عہدہ محض عدالت عالیہ کے حاکم اعلی کا نہ تھا

بلکہ اس کے ساتھ وزیر قانون کے فرائض بھی اس میں شامل تھے۔ اور سلطنت کے تمام داخلی و خارجی معاملات میں قانونی رہنمائی کرنا بھی آپ کا کام تھا۔ مملکت اسلامیہ میں یہ پہلا موقع تھا کہ یہ منصب قائم ہوا۔ اس سے پہلے کوئی شخص خلافت راشدہ، اموی یا عباسی سلطنتوں میں اس عہدہ پر فائز نہ ہوا۔ بلکہ زمانہ مابعد میں بھی بجز قاضی داؤد کے اور کسی کو یہ عہدہ تفویض نہ ہوا۔

**عبادت وریاضت:۔** آپ عہدہ قضا اور علمی مشاغل کے باوجود عبادت وریاضت میں بھی بلند مقام رکھتے تھے، آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں امام اعظم کی خدمت میں انتیس سال رہا اور میری صبح کی نماز باجماعت فوت نہیں ہوئی۔

بشیر بن ولید کا بیان ہے کہ:۔

امام ابو یوسف کے زہد وورع اور عبادت وتقوی کا یہ عالم تھا کہ زمانہ قضاء ووزارت میں بھی دوسو رکعتیں نوافل ادا کرتے۔

**تلامذہ:۔** آپ کے شاگردوں میں محمد بن حسن شیبانی، شفیق بن ابراہیم بلخی، امام احمد بن حنبل، بشر بن الولید کندی، محمد بن سماعہ، معلی بن منصور، بشر بن غیاث، علی بن جعدہ، یحیی بن معین، احمد بن منیع، وغیرہ محدثین کبار وفقہائے کرام آفتاب وماہتاب کی طرح درخشاں تاباں نظر آتے ہیں۔

**وصال:۔** ۵ ربیع الاول ۱۸۷ھ جمعرات کے روز ظہر کے وقت بغداد شریف میں علم و عرفان کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ مزار شریف احاطہ حضرت امام موسی کاظم کے شمالی گوشہ میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ (۲)

## امام زفر

**نام ونسب:۔** نام، زفر۔ اور والد کا نام ہذیل ہے، عربی النسل ہیں۔ کوفہ آپ کا وطن تھا۔ والد ماجد اصفہان کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۱۰ھ میں بمقام کوفہ ہوئی۔

**تعلیم وتربیت:۔** ابتدائی تعلیم کے بعد حدیث کی تحصیل میں مشغول ہوئے، پھر طبیعت کا میلان فقہ کی طرف ہوا اور فقہ کی عظیم درسگاہ جامع کوفہ میں، امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آخر عمر تک یہی مشغلہ رہا۔

فقہ میں صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کے ہم پلہ قرار دیئے گئے ہیں اور امام اعظم کے ان دس اصحاب میں ہیں جنہوں نے فقہ کی تدوین میں امام اعظم کی معاونت کی۔

آپ امام اعظم کے محبوب ترین تلامذہ میں تھے۔ یہ آپکی خصوصیت ہے کہ آپ کا نکاح امام اعظم نے پڑھایا۔ آپ پر امام اعظم کو بہت اعتماد تھا۔

حسن بن زیاد کہتے ہیں:۔

امام زفر مجلس امام اعظم ابوحنیفہ میں سب سے آگے بیٹھتے تھے۔

امام زفر اور امام داؤد طائی ایک ساتھ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حدیث وفقہ کا درس لیتے، دونوں میں بھائی چارہ تھا، پھر امام داؤد طائی علمی مشغلہ سے تصوف کی راہ پر گامزن ہو گئے جبکہ امام زفر علم وعبادت دونوں کے جامع بنے۔

**زہد وریاضت:۔** حدیث وفقہ میں امامت کا درجہ رکھنے کے ساتھ ساتھ زہد وتقوی اور عبادت وریاضت میں بھی بے مثال تھے، زہد وورع ہی کے پیش نظر آپ نے عہدہ قضا کو قبول نہ کیا جبکہ دو مرتبہ آپ کو اس کام کے لئے مجبور کیا گیا، آپ نے انکار کیا اور وطن چھوڑ کر روپوش ہو گئے۔ حکومت وقت نے انتقاماً آپ کا گھر جلا دیا، چنانچہ آپ کو اپنا مکان دو مرتبہ تعمیر کرنا پڑا۔

**وصال:۔** آپ اصل کوفہ کے باشندے تھے، مگر بھائی کی میراث کے سلسلہ میں بصرہ چلے گئے، اہل بصرہ نے بصد اصرار یہاں ہی اقامت کا مشورہ دیا اور آپ انکی درخواست پر یہیں مقیم ہو گئے۔

آپ نے ۱۵۸ھ خلیفہ محمد المھدی کے عہد میں یہیں وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے۔ (۳)

# امام عبداللہ بن مبارک

نام ونسب:۔ نام، عبداللہ۔ والد کا نام مبارک۔ کنیت، ابو عبدالرحمن ہے۔ حنظلی تمیمی ہیں، آپکے والد ترکی النسل تھے، اور قبیلہ بنو حنظلہ جو اہل ہمدان سے تعلق رکھتا تھا اسکے آزاد کردہ غلام، آپ کی والدہ خوارزمیہ تھیں۔

والد محترم نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور اس میدان میں خوب شہرت حاصل کی۔

ولادت وتعلیم:۔ آپ کی ولادت ۱۱۸ھ مرو میں ہوئی، والدین نے اپنے اس ہونہار فرزند کی بڑے اہتمام سے تعلیم وتربیت کی۔

سب سے پہلے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور فقہ میں عبور حاصل کیا۔

اس کے بعد طلب علم حدیث میں دور دراز مقامات کی سیر کی اور بے شمار ائمہ حدیث سے اکتساب علم کیا۔ آپ کے ذوق علمی میں یہ واقعہ مشہور ہے۔

ایک مرتبہ والد ماجد نے آپ کو پچاس ہزار درہم تجارت کے لئے دیئے تو تمام رقم طلب حدیث میں خرچ کر کے واپس آئے، والد ماجد نے درہموں کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جس قدر حدیث کے دفتر لکھے تھے والد کے حضور پیش کردیئے اور عرض کیا: میں نے ایسی تجارت کی ہے جس سے ہم دونوں کو دونوں جہان کا نفع حاصل ہوگا۔ والد ماجد بہت خوش ہوئے، تیس ہزار درہم اور عنایت کر کے فرمایا: جاؤ علم حدیث اور فقہ کی طلب میں خرچ کر کے اپنی تجارت کامل کرلو۔

علم وفضل:۔ ایک مرتبہ بزرگوں کی ایک جماعت کسی مقام پر اکٹھی ہوئی، کسی نے کہا: آؤ حضرت عبداللہ بن مبارک کے کمالات شمار کریں، انہوں نے جواب دیا: بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔

علم فقہ، حدیث، ادب، نحو، میں ید طولی رکھتے تھے۔ زہد وشجاعت میں لاجواب تھے، نعت گو شاعر اور ادیب تھے۔ شب بیداری، عبادت، حج، جہاد، اور شہسواری میں اپنی نظیر آپ

تھے۔ لایعنی باتوں سے اپنا وقت ضائع نہیں کرتے تھے، نہایت منصف مزاج اور رحم دل تھے۔

امام سفیان ثوری فرماتے ہیں:۔

میں کتنی ہی کوشش کروں کہ سال بھر میں ایک دن حضرت عبداللہ بن مبارک کی طرح گزاروں تو نہیں گزار سکتا۔

شعیب بن حرب کہتے ہیں:۔

ایک سال یا تین دن بھی پورے سال میں حضرت عبداللہ کی طرح نہیں گزار سکتا۔

نیز فرماتے ہیں:۔

ابن مبارک جس سے بھی ملے اس سے افضل ہی ثابت ہوئے۔

امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:۔

صحابہ کرام کو بلاشبہ فضل صحابیت حاصل تھا ورنہ دوسرے خصائل میں آپ کا مقام نہایت بلند ہے۔

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں:۔

مشرق میں ان جیسا پھر کوئی نظر نہ آیا۔

امام ابن معین فرماتے ہیں:۔

آپ احادیث صحاح کے حافظ تھے، بیس ہزار یا اکیس ہزار حدیث کی کتابوں سے آپ احادیث روایت فرماتے ہیں۔

اسمعیل بن عیاش کہتے ہیں:۔

ابن مبارک جیسا روئے زمین پر کوئی دوسرا نہیں، اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر خوبی کے جامع تھے، فقراء پر جب خرچ فرماتے تو ایک سال میں ایک لاکھ درہم تک خرچ کر دیتے تھے۔

ایک مرتبہ حج کے لئے تشریف لئے جارہے تھے، قافلہ والوں کا ایک پرند مر گیا، ایک بستی کے کوڑا خانہ میں لوگوں نے اسے پھینک دیا پھر قافلہ تو آگے بڑھ گیا۔ آپ کچھ دیر سے چلے، دیکھا کہ ایک لڑکی اس مردار پرند کو اٹھا کر لے گئی اور تیز قدم چل کر ایک مکان میں داخل ہوگئی۔ آپ اس کے گھر کی طرف تشریف لے گئے، حال معلوم ہوا اور مردار پرند کو لانے کا سبب

پوچھا، اس لڑکی نے کہا: میں اور میرا بھائی یہاں رہتے ہیں، ہمارے پاس کچھ نہیں فقط ستر پوشی کے لئے یہ تہبند ہے، اور اب ہماری خوراک صرف یہ ہی رہ گئی ہے کہ ان گھوروں سے جو چیز بھی مل جائے۔ ہمارے لئے ان حالات میں یہ مردار بقدر ضرورت حلال ہیں، ہمارے والد مالدار تھے، ان پر ظلم ہوا اور قتل کر دیئے گئے اور سارا مال ظالم لے گئے۔

امام ابن مبارک یہ سن کر نہایت متاثر ہوئے، اپنے خازن سے فرمایا: فی الحال زادراہ میں کیا باقی رہا ہے، اس نے عرض کیا: ایک ہزار دینار۔ آپ نے فرمایا: بیس دینار لے لو کہ اپنے وطن مرو تک پہونچنے کے لئے کافی ہیں اور باقی ۹۸۰ دینار اس مظلومہ کو دو۔ اس سال ہمیں حج کے مقابلہ میں یہ اعانت وامداد بہتر ہے اور وہیں سے واپس وطن تشریف لے آئے۔

جب حج کا موسم آتا تو اپنے ساتھیوں سے کہتے: تم میں امسال کون حج کو جانا چاہتا ہے، جو ارادہ رکھتا ہو وہ اپنا زادراہ میرے پاس لاکر جمع کرلے تاکہ میں راستہ میں اس پر خرچ کرتا چلوں، لہذا سب سے دراہم ودنانیر کی تھیلیاں جمع کرتے، ہر تھیلی پر اسکا نام لکھتے اور ایک صندوق میں رکھتے جاتے۔

پھر سب کو ساتھ لیکر نکلتے اور انکے زادراہ کی نسبت زیادہ خرچ کرتے ہوئے انکو ساتھ لیجاتے، جب حج بیت اللہ سے فارغ ہوتے تو پوچھتے: تمہارے گھر والوں نے کچھ یہاں کے تحائف کی فرمائش کی ہے، جسکو جیسی خواہش ہوتی انکو مکی اور یمنی تحائف دلواتے، پھر مدینہ منورہ حاضری دیتے اور وہاں بھی ایسا ہی کرتے۔

جب تمام حجاج کرام واپس ہوتے تو انکو انکے گھر واپس فرماتے اور خود اپنے گھر پہونچ کر سب کی دعوت کرتے، جب دعوت سے فارغ ہوتے تو وہ صندوق منگاتے اور سب کو انکی تھیلیاں واپس فرماتے، یہ لوگ گھروں کو اس حال میں واپس ہوتے کہ سب کی زبانوں پر ہدیہ تشکر ہوتا اور ہمیشہ آپ کے مدح خواں رہتے۔

آپ کی نوازشات کا یہ عالم ہوتا، طرح طرح کے لذیذ کھانے اور حلوے ساتھ رہتے لیکن خود تیز دھوپ اور شدید گرمی میں روزہ دار ہوتے اور لوگوں کو کھلاتے پلاتے ساتھ لیجاتے تھے۔

خلوص نیت پر بہت زور دیتے تھے، آپ کے محامد و محاسن سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔
۱۸۱ھ میں آپ جہاد کے لئے روانہ ہوئے، فتح و کامرانی کے بعد واپس آرہے تھے کہ قصبہ سوس میں آکر علیل ہوگئے اور چند ایام کی علالت کے بعد وصال ہوگیا۔
دریائے فرات کے کنارے ایک گاؤں "ہیت" میں مدفون ہوئے، آپ کا مزار مرجع انام ہے۔

**اساتذہ:۔** آپ کے اساتذہ کی فہرست نہایت طویل ہے، ان میں سے چند مشاہیر یہ ہیں۔
امام اعظم ابوحنیفہ، سلیمان تیمی، حمید الطویل، یحیی بن سعید انصاری، سعد بن سعید انصاری، ابراہیم بن علیہ، خالد بن دینار، عاصم الاحول، ابن عون، عیسی بن طہمان، ہشام بن عروہ، سلیمان اعمش، سفیان ثوری، شعبہ بن الحجاج، اوزاعی، ابن جریج، امام مالک، لیث بن سعد، حیوہ بن شریح، خالد بن سعید اموی، سعید بن عروبہ، سعید بن ابی ایوب، عمرو بن میمون، معمر بن راشد، وغیرہم۔

**تلامذہ:۔** سفیان ثوری، معمر بن راشد، ابو اسحاق فزاری، جعفر بن سلیمان ضبعی، بقیہ بن ولید، داؤد بن عبد الرحمن عطار، سفیان بن عیینہ، ابو الاحوص، فضیل بن عیاض، معتمر بن سلیمان، ولید بن مسلم، ابوبکر بن عیاش، مسلم بن ابراہیم، ابواسامہ، نعیم بن حماد، ابن مہدی، قطان، اسحاق بن راہویہ، یحیی بن معین، ابراہیم بن اسحاق طالقانی، احمد بن محمد مردویہ، اسمعیل بن ابان وراق، بشر بن محمد سختیانی، حبان بن موسی، حکم بن موسی، سعید بن سلیمان، سلمہ بن سلیمان مروزی۔ (۴)
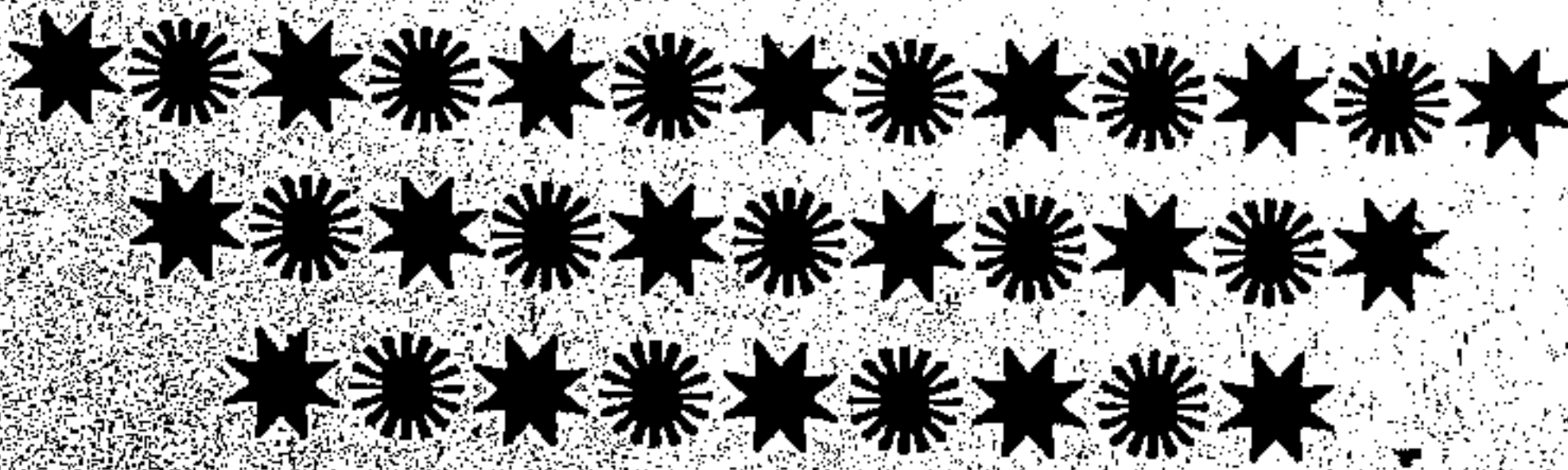
# امام محمد

**نام ونسب**۔ نام، محمد۔ کنیت، ابوعبداللہ۔ والد کا نام، حسن ہے اور سلسلہ نسب یوں ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن حسن بن فرقد شیبانی۔ شیبانی آپکے قبیلہ کی طرف منسوب ہے۔ بعض محققین کے نزدیک یہ نسبت ولائی ہے کہ آپکے والد بنوشیبان کے غلام تھے۔

آپکے والد کا اصل مسکن جزیرہ شام تھا، دمشق کے قریب حرسا کے رہنے والے تھے، بعد میں ترک وطن کر کے شہر واسط آ گئے تھے۔

**ولادت وتعلیم**:۔ آپکی ولادت ۱۳۲ھ میں بمقام شہر واسط (عراق) میں ہوئی پھر آپکے والد نے کوفہ کو اپنا مسکن بنایا اور آپکی تعلیم وتربیت کا آغاز یہاں ہی ہوا۔

چودہ سال کی عمر میں امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے، مجلس میں آکر امام اعظم کے بارے میں سوال کیا، امام ابویوسف نے آپکی رہنمائی کی آپ نے امام اعظم سے دریافت کیا کہ ایک نابالغ لڑکا عشاء کی نماز پڑھ کر سو جائے اور اسی رات فجر سے پہلے وہ بالغ ہو جائے تو وہ نماز دہرائے گا یا نہیں، امام اعظم نے فرمایا دہرائے گا۔ امام محمد نے اسی وقت اٹھ کر ایک گوشہ میں نماز پڑھی۔ امام اعظم نے یہ دیکھ کر بے ساختہ فرمایا انشاء اللہ یہ لڑکا رجل رشید ثابت ہوگا۔ اس واقعہ کے بعد امام محمد گاہے گاہے امام اعظم کی مجلس میں حاضر ہوتے رہے، کم سن تھے اور بے حد خوبصورت، جب باقاعدہ تلمذ کی درخواست کی تو امام اعظم نے فرمایا پہلے قرآن حفظ کرو پھر آنا۔

سات دن بعد پھر حاضر ہو گئے، امام اعظم نے فرمایا: میں نے کہا تھا کہ قرآن مجید حفظ کر کے پھر آنا عرض کیا: میں نے قرآن کریم حفظ کر لیا ہے۔ امام اعظم نے ان کے والد سے کہا ان کے سر کے بال منڈوا دو لیکن بال منڈوانے کے بعد ان کا حسن اور دمکنے لگا۔ ابونواس نے اس موقع پر یہ اشعار کہے۔

حلقوا راسه ليكسوه قبحا ☆ غيرة منهم عليه وشحا

كان في وجهه صباح وليل ☆ نزعوا ليله وابقوه صبحا

لوگوں نے ان کا سر مونڈ دیا تا کہ ان کی خوبصورتی کم ہو، ان کے چہرہ میں صبح بھی تھی

اور رات بھی، رات کو انہوں نے ہٹادیا صبح تو پھر بھی باقی رہی۔

آپ مسلسل چار سال خدمت میں رہے، پھر امام ابو یوسف سے تکمیل کی۔ انکے علاوہ مسعر بن کدام، اوزاعی، سفیان ثوری اور امام مالک وغیرہ سے علم حدیث میں خوب استفادہ کیا اور کمال حاصل کیا۔

خود فرماتے تھے: مجھے آبائی ترکہ سے تیس ہزار درہم یا دینار ملے تھے جن میں سے آدھے میں نے لغت وشعر کی تحصیل میں خرچ کرڈالے اور نصف فقہ وحدیث کیلئے۔

**اساتذہ۔** آپ نے طلب علم میں کوفہ کے علاوہ مدینہ، مکہ، بصرہ، واسط شام، خراسان اور یمامہ وغیرہ کے سیکڑوں مشائخ سے علم حاصل کیا، چند مشاہیر کے نام یہ ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام زفر، سفیان ثوری، مسعر بن کدام، مالک بن مغول، حسن بن عمارہ، امام مالک، ابراہیم، ضحاک بن عثمان، سفیان بن عیینہ، طلحہ بن عمرو، شعبہ بن الحجاج، ابو العوام، امام اوزاعی، عبداللہ بن مبارک، زمعہ بن صالح،

**تلامذہ:۔** آپکے تلامذہ کی تعداد نہایت وسیع ہے۔ چند یہ ہیں۔

ابو حفص کبیر احمد بن حفص عجلی استاذ امام بخاری۔ موسی بن نصیر رازی، ہشام بن عبیداللہ رازی، ابو سلیمان جوزجانی، ابو عبید القاسم بن سلام، محمد بن سماعہ، معلی بن منصور، محمد بن مقاتل رازی، شیخ ابن جریر، یحیی بن معین، ابو زکریا، یحیی بن صالح، حاظی حمصی،

یہ امام بخاری کے شیوخ شام سے ہیں۔ عیسی بن ابان، شداد بن حکیم، امام شافعی جنکو آپ نے اپنا تمام علمی سرمایہ سونپ دیا تھا جو ایک اونٹ کا بوجھ تھا۔

ابو عبید کہتے ہیں: میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمد نے انکو پچاس اشرفیاں دیں اور اس سے پہلے پچاس روپے دے چکے تھے۔

ابن سماعہ کا بیان ہے: امام محمد نے امام شافعی کیلئے کئی بار اپنے اصحاب سے ایک ایک لاکھ روپے جمع کرکے دیئے۔

امام مزنی فرماتے تھے: امام شافعی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میں عراق میں قرضہ کی وجہ سے محبوس ہوگیا، امام محمد کو معلوم ہوا تو مجھے چھڑالیا۔

یہی وجہ تھی کہ امام شافعی امام محمد کی نہایت تعظیم وتوقیر کرتے اور واضح الفاظ میں احسانات کا اظہار کرتے تھے، فرماتے۔

فقہ کے بارے میں مجھ پر زیادہ احسان محمد بن حسن کا ہے۔

حافظ سمعانی نے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا۔

اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کے ذریعہ میری معاونت فرمائی۔ سفیان بن عیینہ کے ذریعہ حدیث میں اور امام محمد کے ذریعہ فقہ میں۔

علامہ کردری نے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا کہ:۔

علم اور اسباب دنیوی کے اعتبار سے مجھ پر کسی کا بھی اتنا بڑا احسان نہیں جس قدر امام محمد کا ہے۔

آپکے دوسرے عظیم شاگرد اسد بن الفراتؒ ہیں، خصوصی اوقات میں آپ نے انکی تعلیم وتربیت کی۔ ساری ساری رات انکو تنہا لیکر بیٹھتے، پڑھاتے اور مالی امداد بھی کرتے تھے، جب پڑھ لکھ کر فاضل ہو گئے تو امام محمد کی روایت سے امام اعظم کے مسائل، اور ابن قاسم کی روایت سے امام مالک کے مسائل پر مشتمل ۶۰ کتابوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس کا نام اسدیہ رکھا۔ علماء مصر نے اس مجموعہ کی نقل لینا چاہی اور قاضی مصر کے ذریعہ سفارش کی، آپ نے اسکی اجازت دیدی اور چمڑے کے تین سو ٹکڑوں پر اسکی نقل کرائی گئی جو ابن القاسم کے پاس رہی۔ بعد کے مدونہ نسخوں کی اصل بھی یہی اسدیہ ہے۔

امام محمد کے پاس مال کی اتنی فراوانی تھی کہ تین سو منیم مال کی نگرانی کیلئے مقرر تھے۔ لیکن آپنے اپنا تمام مال ومتاع محتاج طلبہ پر خرچ کردیا یہاں تک کہ آپکے پاس لباس بھی معمولی رہ گیا تھا۔

**معمولات زندگی:۔** آپ راتوں کو نہیں سوتے تھے، کتابوں کے ڈھیر لگے رہتے۔ جب ایک فن کی کتابوں سے طبیعت گھبراتی تو دوسرے فن کا مطالعہ شروع کردیتے تھے، جب راتوں کو جاگتے اور کوئی مسئلہ حل ہو جاتا تو فرماتے، بھلا شاہزادوں کو یہ لذت کہاں نصیب ہوسکتی ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے آپکے یہاں قیام کیا، اور صبح تک نماز پڑھتا رہا، لیکن امام محمد رات بھر پہلو پر لیٹے رہے اور صبح ہونے پر یونہی نماز میں شریک ہو گئے۔ مجھے یہ

بات کھٹکی تو میں نے عرض کیا، آپ نے فرمایا: کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں سو گیا تھا، نہیں میں نے کتاب اللہ سے تقریباً ایک ہزار مسائل کا استنباط کیا ہے۔ تو آپ نے رات بھر اپنے لئے کام کیا اور میں نے پوری امت کیلئے۔

محمد بن مسلمہ کا بیان ہے، کہ آپ نے عموماً رات کے تین حصے کر دیئے تھے، ایک سونے کیلئے، ایک درس کیلئے اور ایک عبادت کیلئے۔

کسی نے آپ سے کہا: آپ سوتے کیوں نہیں ہیں۔ فرمایا: میں کس طرح سو جاؤں جبکہ مسلمانوں کی آنکھیں ہم لوگوں پر بھروسہ کر کے سوئی ہوئی ہیں۔

**فضل و کمال۔** امام شافعی فرماتے ہیں: اگر میں کہنا چاہوں کہ قرآن مجید محمد بن حسن کی لغت پر اترا ہے تو میں یہ بات امام محمد کی فصاحت کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں۔ نیز یہود و نصاری امام محمد کی کتابوں کا مطالعہ کر لیں تو ایمان لے آئیں۔ فرماتے ہیں: میں نے جس شخص سے بھی کوئی مسئلہ پوچھا تو اس کی تیوری پر بل آ گئے مگر امام محمد سے جب بھی کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے وہ مسئلہ سمجھایا۔

امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا۔
یہ مسائل دقیقہ آپ نے کہاں سے سیکھے تو فرمایا: امام محمد کی کتابوں سے۔
ابن اکثم نے یحیی بن صالح سے کہا، تم امام مالک اور امام محمد دونوں کی خدمت میں رہے ہو، بتاؤ ان دونوں میں کون زیادہ فقیہ تھا، تو آپ نے بلا تردد جواب دیا، امام محمد۔
ربیع بن سلیمان کہتے ہیں۔
میں نے محمد بن حسن سے زیادہ کوئی صاحب عقل نہیں دیکھا۔

**جرأت و استقلال۔** امام محمد بے حد غیور اور مستقل مزاج تھے، اقتدار وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کرتے اور اظہار حق کے راستے میں کوئی چیز ان کیلئے رکاوٹ نہیں بنتی تھی۔ ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید کی آمد پر سب لوگ کھڑے ہو گئے محمد بن حسن بیٹھے رہے۔ کچھ دیر بعد خلیفہ کے نقیب نے محمد بن حسن کو بلایا ان کے شاگرد اور احباب سب پریشان ہو گئے کہ نہ جانے شاہی عتاب سے کس طرح خلاصی ہو گی۔ جب آپ خلیفہ کے سامنے پہنچے تو اس نے پوچھا کہ

فلاں موقع پر تم کھڑے کیوں نہیں ہوئے، فرمایا کہ جس طبقہ میں خلیفہ نے مجھے قائم کیا ہے میں نے اس سے نکلنا پسند نہیں کیا۔ آپ کی تعظیم کیلئے قیام کر کے اہل علم کے طبقہ سے نکل کر اہل خدمت کے طبقہ میں داخل ہونا مجھے مناسب نہیں تھا۔ پھر کہا: آپ کے ابن عم یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ آدمی اس کی تعظیم کیلئے کھڑے رہیں وہ اپنا مقام جہنم میں بنائے۔ حضور کی مراد اس سے گروہ علماء ہے پس جو لوگ حق خدمت اور اعزاز شاہی کے خیال سے کھڑے رہے انہوں نے دشمن کیلئے ہیبت کا سامان مہیا کیا اور جو بیٹھے رہے انہوں نے سنت اور شریعت پر عمل کیا جو آپ ہی کے خاندان سے لی گئی ہے اور جس پر عمل کرنا آپ کی عزت اور کرامت ہے۔ ہارون رشید نے سن کر کہا سچ کہتے ہو۔

**عہدہ قضاء:۔** امام ابو یوسف کو فقہ حنفی کی ترویج اور اشاعت کا بے حد شوق تھا وہ چاہتے تھے کہ ملک کا آئین فقہ حنفی کے مطابق ہو۔ اس لئے انہوں نے ہارون رشید کی درخواست پر قاضی القضاء (چیف جسٹس) کا عہدہ قبول کر لیا تھا، کچھ عرصہ بعد ہارون رشید نے شام کے علاقہ کیلئے امام محمد کا بحیثیت قاضی تقرر کیا، امام محمد کو علم ہوا تو وہ امام ابو یوسف کے پاس گئے اور اعتذار کیا اور درخواست کی کہ مجھے اس آزمائش سے بچائیے، امام ابو یوسف نے مسلک حنفی کی اشاعت کے پیش نظر ان سے اتفاق نہیں کیا۔ وہ ان کو یحیی برمکی کے پاس لے گئے یحیی نے ان کو ہارون رشید کے پاس بھیج دیا۔ اس طرح مجبور ہو کر ان کو عہدہ قضاء قبول کرنا پڑا۔

**حق گوئی و بے باکی۔** امام محمد اپنے احباب اور ارکان دولت کے اصرار کی بناء پر عہدہ قضاء پر متمکن ہوئے۔ جتنا عرصہ قاضی رہے بے لاگ فیصلے کرتے رہے لیکن قدرت کو ان کی آزمائش مقصود تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یحیی بن عبداللہ نامی ایک شخص کو خلیفہ پہلے امان دے چکا تھا۔ بعد میں کسی وجہ سے خلیفہ اس پر غضب ناک ہوا اور اس کو قتل کرنا چاہا۔ اپنے اس مذموم فعل پر خلیفہ قضاۃ کی تائید چاہتا تھا تا کہ اسکے فعل کو شرعی جواز کا تحفظ حاصل ہو جائے۔ خلیفہ نے تمام قاضیوں کو دربار میں طلب کیا سب نے خلیفہ کے حسب منشاء نقض امان کی اجازت دیدی لیکن امام محمد نے اس سے اختلاف کیا اور برملا فرمایا: یحیی کو جو امان دی جا چکی ہے وہ صحیح ہے اور اس امان کو توڑنے اور یحیی کے خون کی اباحت پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے لہذا اس کو قتل کرنا کسی طرح

جائز نہیں ہے۔ انکی حق گوئی سے مزاج شاہی برہم ہو گیا لیکن جن کی نظر میں منشا الوہیت ہوتا ہے وہ کسی اور مزاج کی پرواہ نہیں کرتے، دلوں میں اس قہار حقیقی کا خوف رکھتے ہیں وہ مخلوق کی ناراضگی کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے۔ امام محمد اپنے اس فیصلہ کے رد عمل کو قبول کرنے کیلئے تیار تھے۔ چنانچہ اس اظہار حق کی پاداش میں نہ صرف یہ کہ آپ کہ عہدۂ قضاء سے ہٹایا گیا اور افتاء سے روکا گیا بلکہ کچھ عرصہ کیلئے آپ کو قید میں بھی محبوس کیا گیا۔

**عہدۂ قضاء پر بحالی:** ۔ امام محمد کے عہدہ قضاء سے سبکدوش ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہارون رشید کی بیوی ام جعفر کو کسی جائیداد کے وقف کرنے کا خیال آیا اس نے امام محمد سے وقف نامہ تحریر کرنے کی درخواست کی آپ نے فرمایا مجھے افتاء سے روک دیا گیا ہے اس لئے معذور ہوں۔ ام جعفر نے اس سلسلہ میں ہارون رشید سے گفتگو کی جس کے بعد اس نے نہ صرف آپ کو افتاء کی اجازت دی بلکہ انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کر دیا۔

**تصانیف** ۔ امام محمد کی تمام زندگی علمی مشاغل میں گذری۔ آئمہ حنفیہ میں انہوں نے سب سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں، مولانا عبدالحی لکھنوی اور مولانا فقیر محمد جہلمی نے لکھا ہے کہ انہوں نے نوسو ننانوے کتابیں لکھی ہیں اور اگر ان کی عمر وفا کرتی تو وہ ہزار کا عدد پورا کر دیتے۔ بعض محققین کا یہ بھی خیال ہے کسی موضوع پر جو کتاب لکھی جاتی ہے اس میں متعدد مسائل کو مختلف عنوانات پر تقسیم کر دیا جاتا ہے، جیسے کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوۃ، کتاب الصوم وغیرہ پس جن لوگوں نے ۹۹۹ کا عدد لکھا ہے وہ ان کی تصانیف کے تمام عنوانوں کے مجموعہ کے اعتبار سے لکھا ہے، بہر حال ان کی تصانیف کی جو تفصیل دستیاب ہو سکی وہ اس طرح ہے۔

**مؤطا امام محمد** ۔ حدیث میں یہ امام محمد کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے زیادہ تر امام مالک سے سنی ہوئی روایات کو جمع کیا ہے۔ بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے مؤطا کے سولہ نسخے ذکر کیے ہیں لیکن آج دنیا میں صرف دو نسخے مشہور ہیں۔ ایک امام محمد کی روایت کا مجموعہ جس کو مؤطا امام محمد کہتے ہیں اور دوسرا یحیی بن یحیی مصمودی کا نسخہ جو مؤطا امام مالکؒ کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن مؤطا امام محمد، مؤطا امام مالک سے چند وجوہ پر فوقیت رکھتی ہے۔

اولاً یہ کہ امام محمد یحیی بن یحیی سے علم حدیث میں زیادہ بصیرت اور فقہ میں ان سے بڑھ

کرمہارت رکھتے تھے۔

ثانیاً۔ مؤطا کی روایت میں یحیی بن یحیی سے متعدد جگہ غلطیاں واقع ہوئیں۔ چنانچہ خود مالکی محدث شیخ محمد عبدالباقی زرقانی نے انکے بارے میں لکھا ہے۔ قلیل الحدیث له اوھام، 'انکو اکثر وہم لاحق ہوئے تھے اور حدیث میں وہ بہت کم معرفت رکھتے تھے۔ اور امام محمد کے بارے میں ذہبی جیسے شخص کو بھی اعتراف کرنا پڑا، وکان من بحور العلم والفقه قویا فی ماروی عن مالك 'امام محمد علم کے سمندر تھے اور امام مالک سے روایت کرنے میں وہ بہت قوی تھے۔

ثالثاً: یحیی بن یحیی کو امام مالک سے پوری مؤطا کے سماع کا موقع نہ مل سکا۔ کیونکہ جس سال وہ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی سال امام مالک کا وصال ہوگیا۔ اسی وجہ سے وہ موطا امام مالک میں احادیث "عن مالك" کے صیغہ سے روایت کرتے ہیں۔ برخلاف امام محمد کے کہ وہ تین سال سے زیادہ عرصہ امام مالک کی خدمت میں رہے اور موطا کی تمام روایات کا انہوں نے امام مالک سے براہ راست سماع کیا ہے، اسی وجہ سے وہ "اخبرنا مالك" کے صیغہ کے ساتھ موطا میں احادیث روایت کرتے ہیں۔ اس کتاب میں امام محمد ترجمۃ الباب کے بعد سب سے پہلے امام مالک کی روایت کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اگر مسلک حنفی اس روایت کے مطابق ہوتو اس کے بعد "به ناخذ" فرماتے ہیں اور اگر اس روایت کا ظاہر مسلک حنفی کے خلاف ہوتو اس کی توجیہ ذکر کر کے مسلک حنفی کے تائید میں احادیث اور آثار وارد کرتے ہیں اور بسا اوقات دوسرے آئمہ فتوی کے اقوال بھی ذکر کرتے ہیں۔ چونکہ اس کتاب میں امام محمد نے امام مالک کے علاوہ دوسرے مشائخ کی روایات بھی ذکر کی ہیں۔ اسی لئے یہ کتاب امام مالک کی طرف منسوب ہونے کے بجائے امام محمد کی طرف منسوب ہوگئی۔ موطا امام محمد میں کل ایک ہزار ایک سو اسی احادیث ہیں جن میں ایک ہزار پانچ احادیث امام مالک سے مروی ہیں اور ایک سو پچھتر دوسرے شیوخ سے۔ سترہ امام ابوحنیفہ سے اور چار امام ابو یوسف سے مروی ہیں۔ اس کتاب کی بعض احادیث کے طرق اور اسانید پر اگرچہ جرح کی گئی ہے لیکن ان کی تائید اور تقویت دوسری اسانید سے ہو جاتی ہے۔

کتاب الآثار۔ حدیث میں یہ امام محمد کی دوسری تصنیف ہے۔ اس کتاب میں امام محمد نے

احادیث سے زیادہ آثار کو جمع کیا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے انکی یہ تصنیف کتاب الآثار کے نام مشہور ہوگئی۔ اس کتاب میں ایک سو چھ احادیث اور سات سو اٹھارہ آثار ہیں۔ ان کے علاوہ اس میں انہوں نے امام اعظم کے اقوال کا بھی ذکر کیا ہے۔

**کتاب الحج**۔ اس کتاب میں بھی امام محمد نے احادیث کو جمع کیا ہے۔ امام مالک اور بعض دوسرے علماء مدینہ سے امام محمد کو فقہی اختلاف تھا۔ انہوں نے اپنے موقف کو احادیث اور آثار کی روشنی میں ثابت کرنے کیلئے اس کتاب کو تالیف کیا۔ اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے مدینہ منورہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

حدیث میں بھی اگرچہ امام محمد نے چند کتابیں تالیف فرمائی ہیں لیکن ان کا اصل موضوع فقہ ہے، اور اس سلسلے میں انہوں نے اہم خدمات انجام دی ہیں۔ امام محمد کی فقہی تصنیفات کی دو قسمیں کی جاتی ہیں۔ ایک ظاہر الروایۃ اور دوسری نوادر۔ ظاہر الروایۃ امام محمد کی ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جن کے بارے میں تواتر سے ثابت ہے کہ امام محمد کی تصانیف میں یہ چھ کتابیں ہیں۔ مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر اور سیر کبیر۔ اور نوادر امام محمد کی ان تصانیف کو کہا جاتا ہے جن کا امام محمد کی طرف منسوب ہونا تواتر سے ثابت نہیں۔

**مبسوط**۔ علم فقہ میں امام محمد کی سب سے ضخیم تصنیف ہے، یہ کتاب چھ جلدوں میں تین ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں دس ہزار سے زیادہ مسائل مذکور ہیں۔ اس کتاب کے متعدد نسخے ہیں، مشہور نسخہ وہ ہے جو ابوسلیمان جوزجانی سے مروی ہے۔ امام شافعی نے اس کو حفظ کر لیا تھا۔ ایک غیر مسلم اہل کتاب اس کو پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب محمد اصغر کی کتاب ایسی ہے تو محمد اکبر کی کتاب کی کیا شان ہوگی۔ (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۰۸۱) مصر اور استنبول کے کتب خانوں میں اس کے متعدد قلمی نسخے موجود ہیں۔

**الجامع الکبیر**:۔ فقہ کے موضوع پر یہ امام محمد کی دوسری کتاب ہے، اس میں مسائل فقہیہ کو دلائل نقلیہ سے ثابت کیا ہے۔ نیز اس کتاب کی عربی بھی ابے حد بلیغ ہے۔ جس طرح یہ کتاب فقہی طور پر حجت تسلیم کی جاتی ہے اسی طرح اسکی عربیت بھی زبان وبیان کے اعتبار سے حجت مانی جاتی ہے۔ اس کتاب کی متعدد شروح لکھی گئی ہیں حاجی خلیفہ نے پچاس سے زیادہ اس کی

شروح کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے متعدد راوی ہیں۔ اور اس کے قلمی نسخے استنبول کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

**الجامع الصغیر**۔ فقہ میں امام محمد کی یہ تیسری تصنیف ہے اس کتاب میں ۱۵۳۶ مسائل ہیں جن میں سے دو کے سوا باقی تمام مسائل کی بنیاد احادیث اور آثار پر رکھی ہے باقی دو مسئلوں کو قیاس سے ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کی وجہ تالیف یہ ہے کہ امام ابو یوسف نے امام محمد سے فرمائش کی کہ وہ امام اعظم کے ان مسائل کو جمع کریں جو امام محمد نے امام ابو یوسف کی وساطت سے سماع کئے ہیں۔ جب یہ کتاب امام محمد نے لکھ کر امام ابو یوسف پر پیش کی تو وہ بے حد خوش ہوئے اور باوجود اپنی جلالت علمی کے سفر وحضر میں ہر جگہ اس کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اس کتاب کے مسائل کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم میں وہ مسائل ہیں جن کا ذکر امام محمد کی دوسری کتب میں نہیں ہے۔ دوسری قسم میں وہ مسائل ہیں جن کا ذکر دوسری کتب میں ہے لیکن یہ تصریح نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے یا نہیں، یہاں پر اس بات کی تصریح کردی ہے۔ تیسری قسم میں وہ مسائل ہیں جن کا محض اعادہ کیا ہے مگر وہ بھی تغیر عبارت کی وجہ سے افادہ سے خالی نہیں۔ عہدۂ قضاء کیلئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ اس کی تیس سے زیادہ شروح لکھی گئی ہیں (کشف الظنون ج ۱ ص ۵۶۱) متاخرین میں سے ایک شرح مولانا عبدالحی لکھنوی نے لکھی ہے اور اس کے شروع میں مبسوط مقدمہ "النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر" کے نام سے تحریر کیا ہے جس میں اس کتاب کی تمام خصوصیات اور اس کی شروح کا ذکر کیا ہے۔

**السیر الصغیر**۔ علم فقہ میں امام محمد کی یہ چوتھی تصنیف ہے۔ امام اعظم نے اپنے تلامذہ کو سیر ومغازی کے باب میں جو کچھ املا کرایا یہ اس کا مجموعہ ہے۔

**السیر الکبیر**۔ فقہ کے موضوع پر یہ امام محمد کی پانچویں تصنیف ہے۔ امام اوزاعی نے سیر صغیر کا تعاقب کیا اور اس کے جواب میں امام محمد نے سیر کبیر کو تالیف کیا، سیر ومغازی کے موضوع پر یہ ایک انتہائی مفید کتاب شمار کی جاتی ہے۔ اس کتاب میں جہاد وقتال اور امن وصلح کے مواقع اور طرق بیان کئے ہیں۔ غیر مسلم اقوام سے مسلمانوں کے تعلقات ان کے حقوق وفرائض اور تجارتی اور عام معاملات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسلام کے بین الاقوامی نقطۂ نظر کو سمجھنے کیلئے

اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

یہ کتاب امام محمد کی انتہائی اہم اور ادق کتاب شمار جاتی ہے، قوت استدلال اور دقت بیان کے اعتبار سے یہ کتاب انکی دیگر تمام کتب میں ممتاز ہے۔ ہارون الرشید کو اس کتاب سے اس درجہ دلچسپی تھی کہ اس نے اپنے دونوں لڑکوں امین اور مامون کو اس کا سماع کرایا۔ اس کتاب کی متعدد شروح لکھی جا چکی ہیں جن میں سب سے زیادہ شہرت امام سرخسی کی شرح کو حاصل ہوئی، یہ شرح مع متن کے حیدرآباد دکن سے چھپ چکی ہے۔

**زیادات** ۔ ظاہر الروایۃ میں امام محمد کی یہ چھٹی تصنیف ہے جو کہ سیر صغیر سیر کبیر کے تتمہ کے حکم میں ہے۔ کیونکہ سیر اور مواضع کہ جو مسائل ان دو کتابوں میں رہ گئے تھے ان کا اس کتاب میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ اس کے قلمی نسخے استنبول کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔

فقہ سے متعلق امام محمد کی ان چھ کتابوں کو ظاہرہ الروایہ کہا جاتا ہے۔ امام محمد بن محمد حاکم شہید متوفی ۳۳۴ھ نے مبسوط جامع صغیر اور جامع کبیر سے مکرر مسائل اور مطول عبارات کو حذف کر کے ایک مختصر متن تیار کیا اور اسکا نام ''الکافی فی فروع الحنفیہ'' رکھا۔ ایک مرتبہ انہیں خواب میں امام محمد کی زیارت ہوئی فرمایا تم نے میری کتابوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے فقہاء کو متساہل اور کسل مند پایا اس لئے مطول اور مکرر امور کو حذف کر دیا۔ امام محمد نے جلال میں آ کر فرمایا جس طرح تم نے میری کتابوں میں کانٹ چھانٹ کی ہے اللہ تعالیٰ تمہاری بھی ایسی ہی کانٹ چھانٹ کریگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا مرد کے لشکر نے آپ کو قتل کر دیا پھر آپ کے جسم کے دو ٹکڑے کر کے درخت پر لٹکا دیا۔ حدائق حنفیہ ص ۱۷۰

امام حاکم شہید کی الکافی کی متعدد علماء نے شروح لکھیں لیکن سب سے زیادہ شہرت شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ کی شرح مبسوط کو حاصل ہوئی۔ یہ کتاب تیس اجزاء پر مشتمل ہے اور مصنف نے اس شرح کو قید خانے میں بغیر کسی مطالعہ کے فی البدیہہ املا کرایا ہے۔ فقہ حنفی میں یہ کتاب اصول کا درجہ رکھتی ہے اور ہدایہ وغیرہ میں جب مطلقاً مبسوط کا لفظ آتا ہے تو اس سے مراد یہی مبسوط سرخسی ہوتی ہے۔

**دیگر کتب** ۔ ظاہر الروایۃ کے علاوہ امام محمد نے فقہ کے موضوع پر متعدد کتب تصنیف فرمائی

ہیں جن کا احصاء مشکل ہے۔ چند کتابوں کا ذکر ہم ہدایۃ العارفین کے حوالے سے کر رہے ہیں۔
(۱) الاحتجاج علی مالک (۲) الاکتساب فی الرزق المستطاب (۳) الجرجانیات (۴) الرقیات فی المسائل (۵) عقائد الشیبانیہ (۶) کتاب الاصل فی الفروع (۷) کتاب الاکراہ (۸) کتاب الحیل (۹) کتاب السجلات (۱۰) کتاب الشروط (۱۱) کتاب الکسب (۱۲) کتاب النوادر (۱۳) الکیسانیات (۱۴) مناسک الحج (۱۵) انوار الصیام (۱۶) الہارونیات اور بہت سی کتابیں۔

**سانحہ وصال**۔ امام محمد نے اٹھاون سال عمر گزاری اور عمر کا بیشتر حصہ فقہی تحقیقات اور مسائل کے استنباط اور اجتہاد میں گذارا۔ جب دوبارہ عہدۂ قضا پر بحال ہوئے اور قاضی القضاۃ مقرر ہوئے تو ان کو ایک مرتبہ ہارون الرشید اپنے ساتھ سفر پر لے گیا، وہاں رے کے اندر نبویہ نامی ایک بستی میں آپ کا وصال ہو گیا۔ اسی سفر میں ہارون رشید کے ساتھ نحو کے مشہور امام کسائی بھی تھے جو آپ کے خالہ زاد بھائی ہوتے تھے اور اتفاق سے اسی دن یا دو دن بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ ہارون رشید کو ان دونوں ائمہ فن کے وصال کا بے حد ملال ہوا اور اس نے افسوس سے کہا آج میں نے فقہ اور نحو دونوں کو "رے" میں دفن کر دیا۔

روایت ہے کہ بعد وصال کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ کا نزع کے وقت کیا حال تھا۔ آپ نے فرمایا میں اس وقت مکاتب کے مسائل میں سے ایک مسئلہ پر غور کر رہا تھا مجھ کو روح نکلنے کی کچھ خبر نہیں ہوئی۔

خطیب بغدادی نے امام محمد کے تذکرہ کے اخیر میں محبوبیہ نامی ایک بہت بڑے بزرگ جن کا شمار ابدال میں کیا جاتا ہے، سے ایک روایت نقل ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے محمد بن حسن کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا اے ابو عبد اللہ: آپ کا کیا حال ہے؟ کہا اللہ نے مجھ سے فرمایا اگر تمہیں عذاب دینے کا ارادہ ہوتا تو میں تمہیں یہ علم نہ عطا کرتا۔ میں نے پوچھا اور ابو یوسف کا کیا حال ہے فرمایا مجھ سے بلند درجہ میں ہیں۔ پوچھا اور ابو حنیفہ؟ کہا وہ ہم سے بہت زیادہ بلند درجوں پر فائز ہیں۔ (۵)

# امام داؤد طائی

نام ونسب :۔ نام، داؤد۔ کنیت، ابوسفیان۔ والد کا نام نصیر ہے۔ طائی کوفی ہیں اور فقیہ زاہد کے لقب سے مشہور ہیں۔

تعلیم و تربیت :۔ ابتدائی تعلیم کے بعد سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کی درسگاہ میں داخل ہوئے اور بیس سال تک اکتساب علم میں مشغول رہے۔ ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔

عبادت وریاضت :۔ حدیث وفقہ حاصل کرنے کے بعد تارک الدنیا ہوگئے تھے، اہل تصوف میں سید السادات اور بے مثل صوفی مانے گئے ہیں۔ حضرت حبیب بن سلیم راعی سے بیعت ہوئے، پوری زندگی نہایت سادگی کے ساتھ بے سروسامانی کے عالم میں گزاری، زہدوقناعت کا یہ عالم تھا کہ وراثت میں بیس دینار ملے تھے جنکو بیس سال میں خرچ کیا۔

عطا بن مسلم کہتے ہیں :۔

ہم جب آپ کے مکان پر آپ سے ملاقات کے لئے گئے تو انکے یہاں بچھانے کے لئے ایک چٹائی، تکیہ کے لئے ایک اینٹ، ایک تھیلا جس میں خشک روٹی کے چند ٹکڑے اور وضو کے لئے ایک لوٹا تھا۔

اساتذہ :۔ امام اعظم ابوحنیفہ، عبدالملک بن عمیر، اسمعیل بن خالد، حمید الطویل، سعد بن سعید انصاری، ابن ابی لیلی، امام اعمش۔

تلامذہ :۔ عبداللہ بن ادریس، سفیان بن عیینہ، ابن علیہ، مصعب بن مقدام، اسحاق بن منصور سلولی، امام وکیع، ابونعیم، وغیرہم۔

وصال :۔ ایک دن ایک صالح شخص نے خواب دیکھا کہ آپ دوڑ رہے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا: ابھی ابھی قید خانہ سے چھٹکارا پا کر آرہا ہوں، وہ صالح شخص بیدار ہوا تو اسے پتہ چلا کہ حضرت امام داؤد طائی وصال فرما چکے ہیں۔

ابونعیم نے آپ کا سنہ وصال ۱۶۰ ہجری بیان کیا ہے۔ لیکن ابن نمیر نے کہا کہ آپ کا وصال ۱۶۵ھ میں ہوا۔

زیب عالم (۱۶۵) مادۂ تاریخ سے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ (٦)

# فضیل بن عیاض

نام ونسب: ۔نام، فضیل۔ والد کا نام، عیاض۔ کنیت ابو علی ہے۔ تیمی یربوعی خراسانی ہیں۔

تعلیم وتربیت: ۔ابتدائی تعلیم کے بعد کچھ عرصہ یونہی گزرا اور پھر جوانی کے عالم میں امام اعظم ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم پائی۔ دیگر محدثین سے علم حدیث حاصل کیا اور مسند حدیث بند کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے اور بیت اللہ شریف کی مجاورت اختیار فرمائی۔

واقعہ توبہ: ۔ فضل بن موسیٰ آپکی نوجوانی کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ ابیورد اور سرخس کے درمیان راستہ میں ڈاکہ زنی کرتے تھے، جس سے لوگوں میں نہایت خوف وہراس کا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔

کسی لڑکی پر اسی دوران عاشق ہو گئے، رات کو دیوار پر چڑھ کر اسکے گھر میں داخل ہونا چاہتے تھے کہ کسی طرف سے تلاوت قرآن کی آواز آئی، اتفاق سے اس وقت کوئی شخص اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔

الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ۔

کیا ابھی ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ انکے دل خشیت ربانی اور ذکر الٰہی سے معمور ہوں۔

یہ آیت سنتے ہی اتر آئے اور بارگاہ خداوند قدوس میں عرض کیا: ۔

یا رب! قد آن۔

اے رب! اب وہ وقت آ گیا۔

رات ایک ویرانہ میں گزار دی، وہاں آپنے ایک قافلہ کے لوگوں کی گفتگو سنی، کوئی کہہ رہا تھا، ابھی یہاں سے کوچ کرنا چاہیے، دوسرا بولا؛ نہیں صبح تک یہیں ٹھہرو، اس علاقہ میں فضیل ڈاکو پھرتا ہے۔

خود واقعہ بیان کر کے فرماتے تھے، میں نے دل میں کہا لوگ مجھ سے اتنے خوف زدہ

ہیں اور میں راتوں کو معاصی میں مبتلا رہتا ہوں۔فوراً تائب ہوا اور واپس آیا۔

اسکے بعد شب بیداری، گریہ وزاری آپ کا محبوب مشغلہ بن گیا۔بدن پر دو کپڑوں کے علاوہ سامان دنیا نہیں رکھتے تھے، آپ کے فضائل ومناقب سے یہ بھی ہے کہ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔ثقہ صدوق صالح اور حجت تھے، محدثین آپ کی جلالت شان پر متفق ہیں۔

**اساتذہ:**۔امام اعظم ابوحنیفہ، امام اعمش، منصور، عبیداللہ بن عمر، ہشام بن حسان، یحیی بن سعید انصاری، محمد بن اسحاق، لیث بن ابی سلیم، امام جعفر بن محمد صادق، اسمعیل بن خالد، سفیان بن عیینہ، بیان بن بشر، وغیرہم۔

**تلامذہ:**۔امام سفیان ثوری، یہ استاذ بھی ہیں۔سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن مبارک، یحیی بن سعید قطان، عبدالرزاق، حسین بن علی الجعفی، وغیرہم۔

**فضائل:**۔عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:۔

آپ لوگوں میں سب سے زیادہ پرہیزگار تھے۔ میرے نزدیک آپ سے زیادہ فضیلت والا اب روے زمین پر کوئی دوسرا نہیں۔

عبیداللہ بن عمر قواریری نے کہا:۔

جن مشائخ کو میں نے دیکھا آپ کو سب سے افضل پایا۔

خلیفہ ہارون رشید کہتے ہیں:۔

امام مالک سے زیاد خشیت الہی والا، اور فضیل بن عیاض سے زیادہ تقوی والا میں نے علماء میں نہیں دیکھا۔

**وصال:**۔۱۸۷ھ میں آپ نے مکہ مکرمہ میں وصال فرمایا، امام عادل (۱۸۷) مادۂ تاریخ ہے۔(۷)

## ابراہیم بن ادہم

**نام ونسب:**۔نام، ابراہیم۔والد کا نام، ادہم۔اور دادا کا نام منصور ہے۔

تعلیم وتربیت:۔ ابتدائی تعلیم کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ساتھ ہی دوسرے محدثین وفقہاء کی خدمت میں بھی حاضر رہے اور پھر مسند درس وتدریس کو زینت بخشی۔

شیخ المشائخ حضرت داتا گنج بخش ہجویری فرماتے ہیں:۔

آپ اپنے زمانہ کے یگانہ عارف باللہ اور سید اقران گزرے ہیں، آپ کی بیعت حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے تھی۔

آخر عمر میں درس وتدریس سے کنارہ کش ہوکر ہمہ تن عبادت میں مصروف ہو گئے تھے۔ آپ کے دست حق پرست پر ہزاروں غیر مسلم زمرۂ اسلام میں داخل ہوئے اور سینکڑوں گناہگار مسلمان آپ کے ہاتھ پر تائب ہوکر مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے۔ آپ نہایت صابرو شاکر اور متقی وسخی تھے۔

وصال:۔ آپ مجاہدین اسلام کے ساتھ لشکر میں شامل ہوکر جہاد کے لئے بلاد روم میں تشریف لے گئے اور یہاں ہی ۱۶۲ھ میں وصال فرمایا۔

اساتذہ:۔ امام اعظم ابوحنیفہ، یحیی بن سعید انصاری، سعید بن مرزبان، مقاتل بن حبان، وغیرہم۔

تلامذہ:۔ امام سفیان ثوری، ابراہیم بن بشار، بقیہ بن ولید، شفیق بلخی، اوزاعی، وغیرہ۔ محدثین آپ کو ثقہ ومامون کہتے ہیں۔ (۸)

# بشر بن الحارث

نام ونسب:۔ نام، بشر۔ کنیت ابونصر، والد کا نام، حارث۔ اور دادا کا نام عبدالرحمن بن عطا بن ہلال مروزی ہے۔ زاہد وعارف باللہ تھے اور حافی لقب سے مشہور ہوئے۔

تعلیم وتربیت:۔ اصل وطن آپ کا مرو ہے، ابتدائی تعلیم کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ کیا، پھر دوسرے محدثین وفقہاء سے اکتساب علم کرنے کے بعد زہدو تصوف کی طرف مائل ہوئے، مجاہدات وریاضات میں بلند شان کے حامل تھے۔ اعمال و

اخلاص میں حظ تام رکھتے تھے۔

حضرت فضیل بن عیاض کے خاص صحبت یافتہ تھے، اپنے ماموں علی بن خشرم سے مرید تھے، اور علم اصول وفروع میں یکتاو بے مثال تھے۔علوم وفنون کی تحصیل کے بعد مستقل بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی۔

اساتذہ:۔امام اعظم ابوحنیفہ،حماد بن زید، ابراہیم بن سعد، فضیل بن عیاض امام مالک، ابو بکر بن عیاش، عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہم،

تلامذہ:۔امام احمد بن حنبل، ابراہیم حربی، ابراہیم بن ہانی، محمد بن حاتم، ابوخیثمہ وغیرہم۔

وصال:۔۲۲۷ھ کو بغداد میں وصال ہوا۔(۹)

# شفیق بلخی

نام ونسب:۔نام، شفیق۔کنیت، ابوعلی، والد کا نام، ابراہیم ہے۔ازدی بلخی ہیں۔

اساتذہ:۔امام اعظم ابوحنیفہ کی بارگاہ میں حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی اور امام ابویوسف و امام زفر کی صحبت حاصل رہی۔

حضرت اسرائیل بن یونس اور عباد بن کثیر سے بھی علم حدیث حاصل کیا۔انکے علاوہ خود آپ نے اپنے اساتذہ کی تعداد (۱۷۰۰) بتائی ہے۔

تلامذہ:۔حضرت حاتم اصم، محمد بن ابان بلخی اور ابن مردویہ آپکے مشہور تلامذہ میں سے ہیں

زہد وریاضت:۔آپ نے جس وقت توکل وقناعت کے میدان میں قدم رکھا تو آپکے پاس تین سو گاؤں کی زمینداری تھی، لہذا سب فقراء میں تقسیم کردیئے حتی کی بوقت وصال کفن کیلئے بھی کچھ نہ تھا۔ ایک مدت تک حضرت ابراہیم بن ادہم کی صحبت میں رہے اور طریقت کا علم حاصل کیا۔

وصال:۔ختلان، ترکستان جہاد کے لئے تشریف لے گئے اور ۱۹۴ میں یہاں شہادت پائی۔ نجم اہل دنیا ۱۹۴، آپکی تاریخ وفات ہے۔(۱۰)

# اسد بن عمرو

نام ونسب:۔ نام، اسد۔ اور والد کا نام۔ عمرو ہے آپ امام اعظم ابوحنیفہ کے ان چالیس تلامذہ میں سے ہیں جو کتب وقواعد فقہ کی تدوین میں مشغول رہے، امام ابو یوسف، امام محمد امام زفر اور امام داؤد طائی وغیرہم کی طرح اکابر میں شمار ہوتے ہیں۔

تیس سال تک امام اعظم کے لئے کتابت کی خدمت انجام دیتے رہے۔

عہدہ قضا:۔ امام ابو یوسف کے وصال کے بعد ہارون الرشید نے بغداد اور واسط کا قاضی مقرر کیا اور پنی بیٹی کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا۔

کچھ مدت کے بعد آپ اپنی اہلیہ کے ساتھ حج کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، آنکھوں سے معذور ہو جانے کی وجہ سے عہدہ قضا چھوڑ دیا تھا۔

تلامذہ:۔ امام احمد بن حنبل، محمد بن بکار، اور احمد بن منیع آپ کے مشہور تلامذہ میں ہیں۔

۱۹۰ھ یا ۱۸۸ھ میں وصال ہوا۔ (۱۱)

# وکیع بن الجراح

نام ونسب:۔ نام، وکیع۔ کنیت، ابوسفیان۔ والد کا نام، جراح بن ملیح ہے۔ کوفی اور حافظ حدیث ہیں۔

تعلیم وتربیت:۔ ابتدائی تعلیم کے بعد امام اعظم کی بارگاہ میں حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی اور اعلی مقام حاصل کیا۔

دوسرے محدثین وفقہاء سے بھی اکتساب علم کیا، آپکے شیوخ واساتذہ کی فہرست نہایت طویل ہے۔

چند مشاہیر یہ ہیں۔

اساتذہ:۔ آپکے والد جراح بن ملیح، اسمعیل بن ابی خالد، عکرمہ بن عمار، ہشام بن عروہ، سلیمان بن اعمش، جریر بن حازم، عبداللہ بن سعید بن ابی ہند، معروف بن خربوذ، ابن عون،

عیسی بن طہمان، مصعب بن سلیم، مسعر بن حبیب، بدر بن عثمان، ابن جریج، امام اوزاعی، امام مالک، اسامہ بن زید لیثی، سفیان ثوری، شعبہ، ابن ابی لیلی، حماد بن سلمہ، وغیرہم۔

**تلامذہ:۔** تلامذہ کی تعداد بھی بہت ہے، چند یہ ہیں:۔

امام شافعی، امام احمد بن حنبل، ابن ابی شیبہ، ابوخیثمہ حمیدی، قعنبی، علی بن خشرم، مسدد، محمد بن سلام، یحیی بن یحیی نیشاپوری، محمد بن صباح دولابی، وغیرہم۔

**علم وفضل:۔** محدثین آپکی جلالت علمی پر متفق ہیں، امام احمد بن حنبل کا ایک مرتبہ امام دوزی سے کسی حدیث پر مذکراہ ہو رہا ہے تھا، امام احمد نے پوچھا؟ آپ یہ حدیث کس سے روایت کرتے ہیں، بولے: شبابہ سے، فرمایا: میں یہ حدیث اس امام عالی شان سے روایت کرتا ہوں کہ آپ کی آنکھوں نے ان کا مثل نہ دیکھا ہوگا۔ یعنی امام وکیع سے۔ آپ اپنے دور میں امام المسلمین تھے۔ یحیی بن معین کہتے ہیں:۔

میں نے وکیع سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔

نوح بن حبیب کہتے ہیں:۔

میں نے ثوری، معمر اور امام مالک کو دیکھا ہے لیکن امام وکیع کی طرح میں نے کسی کو نہ پایا۔

یحیی بن اکثم نے کہا:۔

میں نے امام وکیع کو سفر وحضر میں دیکھا، آپ ہمیشہ روزہ دار رہتے اور رات میں پورا قرآن پڑھ لیتے۔

**وصال:۔** آپ نے ۷۰ سال کی عمر پاکر ۱۹۷ھ میں وصال فرمایا۔ لعبۂ اہل دین مادہ تاریخ وصال ہے۔ (۱۲)

## یحیی بن سعید قطان

**نام ونسب:۔** نام، یحیی۔ کنیت، ابوسعید۔ والد کا نام، سعید بن فروخ ہے۔ تیمی بصری ہیں اور قطان سے مشہور ہیں۔

تعلیم وتربیت:۔ ابتدائی تعلیم کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی، اور تدوین فقہ کی مجلس میں رکن رکین کی حیثیت کے حامل رہے، نقد رجال حدیث میں خوب نام کمایا اور مشہور نقادان رجال کے استاد ہوئے۔

آپ کے درس حدیث کا وقت عصر سے مغرب تک تھا، نماز عصر کے بعد منارہ مسجد سے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے اور سامنے امام احمد بن حنبل، علی بن مدینی، یحیی بن معین، اور عمرو بن خالد جیسے ائمہ فن کھڑے ہوکر درس حدیث لیتے، مغرب تک نہ وہ کسی سے بیٹھنے کو کہتے اور نہ کسی کی جرأت ہوتی۔

فن رجال میں سب سے پہلے انہوں نے لکھا، پھر انکے تلامذہ نے، اور پھر انکے تلامذہ امام بخاری وامام مسلم وغیرہ نے قلم اٹھایا۔

ائمہ حدیث کا قول ہے کہ جسکو یحیی قطان چھوڑ دینگے اسکو ہم بھی چھوڑ دیں گے۔ اس فضل وکمال کے باوجود ہمیشہ امام اعظم کی شاگردی پر فخر فرماتے۔

امام احمد فرماتے ہیں:۔

میں نے یحیی بن سعید قطان کا مثل نہیں دیکھا۔

علی بن مدینی فرماتے ہیں:۔

فن رجال میں یحیی قطان جیسا میں نے کوئی نہ دیکھا،

بندار کہتے ہیں:۔

میں بیس سال تک آپکی خدمت میں آتا جاتا رہا، میں نے کبھی آپکو گناہ کرتے نہیں دیکھا۔

کثیر محدثین آپکی مدح وستائش میں رطب اللسان ہیں اور آپکو ثقہ، ثبت حجت، اور مامون کہتے ہیں۔

اساتذہ:۔ امام اعظم ابوحنیفہ، سلیمان تیمی، حمید الطویل، اسمعیل بن ابی خالد، عبید اللہ بن عمرو، ہشام بن عروہ، بہز بن حکیم، امام مالک، امام اوزاعی، امام شعبہ، امام سفیان ثوری، عثمان بن غیاث، فضیل بن غزوان، قرہ بن خالد، وغیرہم۔

وصال:۔ ستتر (۷۸) برس کی عمر پاکر ۱۹۸ھ میں وصال ہوا۔ (۱۳)

# حفص بن غیاث

نام ونسب :۔ نام، حفص۔ کنیت، ابوعمر۔ والد کا نام غیاث بن طلق بن معاوہ بن مالک بن حارث بن ثعلب ہے۔ نخعی کوفی ہیں۔

تعلیم و تربیت :۔ ابتدائی تعلیم کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے، ممتاز فضلاء اصحاب میں شمار ہوتے ہیں اور تدوین فقہ حنفی میں نمایاں رول ادا کیا۔ امام اعظم سے مسانید امام میں بکثرت احادیث روایت کرتے ہیں۔

امام اعظم نے جن اصحاب کو وجہ سرور اور دافع غم فرمایا تھا یہ بھی انہیں میں سے ایک ہیں۔

محدثین آپ کو ثقہ مانتے ہیں، زہد وریاضت کا یہ عالم تھا کہ جس دن آپ کا وصال ہوا تو آپکی ملکیت میں ایک درہم بھی نہ تھا۔ آپ کوفہ اور بغداد کے قاضی رہے۔

وصال :۔ آپ کی ولادت ۱۱۷ھ میں ہوئی اور ۱۹۴ھ میں وصال ہوا۔

اساتذہ :۔ آپکے دادا طلق بن معاویہ، امام اعظم ابوحنیفہ، اسمٰعیل بن ابی خالد، ابومالک اشجعی، سلیمان تیمی، عاصم احول، یحیی بن سعید انصاری، ہشام بن عروہ، امام اعمش، امام ثوری، امام جعفر صادق، ابن جریج، وغیرہم۔

تلامذہ :۔ امام احمد بن حنبل، اسحاق، ابن ابی شیبہ، یحیی بن معین، ابو نعیم، علی بن مدینی، یحیی قطان، وغیرہم۔ (۱۴)
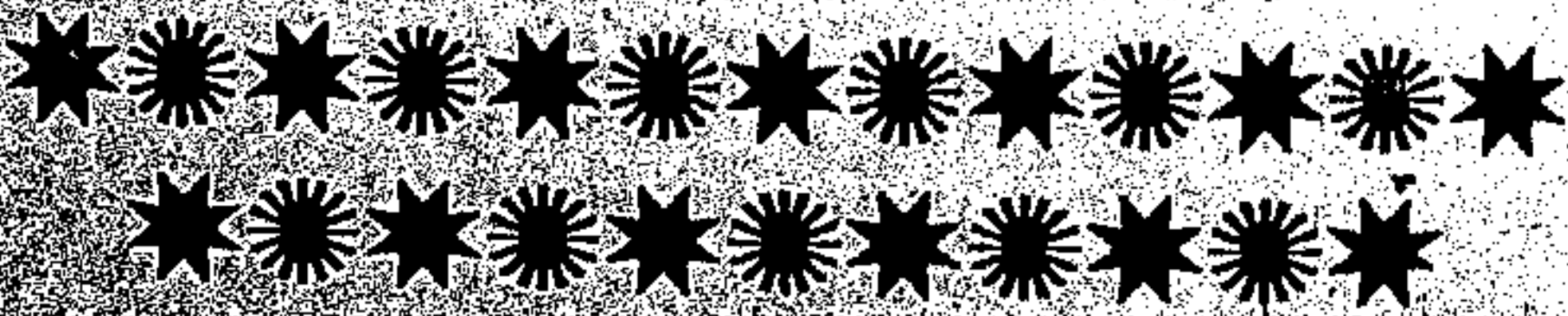
# امام مالک بن انس

**نام ونسب:** ۔نام، مالک۔کنیت، ابوعبداللہ۔لقب امام دارالہجرۃ۔والد کا نام، انس ہے اور سلسلہ نسب یوں ہے۔مالک بن انس بن مالک بن انس ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن غیمان بن خثیل الاصبحی۔

امام مالک کے پر دادا ابو عامر انس بن عمرو جلیل القدر صحابی تھے،غزوۂ بدر کے سوا تمام مشاہد میں شریک رہے۔بزرگوں کا وطن یمن تھا۔سب سے پہلے آپکے پر دادا ابو عامر ہی نے مدینۃ النبی میں سکونت اختیار کی،چونکہ یمن کے شاہی خاندان حمیر کی شاخ اصبح سے تعلق رکھتے تھے اور آپکے مورث اعلیٰ حارث اس خاندان کے شیخ تھے،اس لئے ان کا لقب ذواصبح تھا،اسی وجہ سے امام مالک اصبحی کہلاتے ہیں۔

**ولادت وتعلیم:** ۔۹۳ھ میں ولادت ہوئی،خلاف معمول شکم مادر میں تین سال رہے۔بعض نے دو سال بیان کیا ہے۔جائے مولد مدینۃ الرسول ہے۔

آپ نے جب آنکھ کھولی تو مدینہ منورہ میں ابن شہاب زہری یحییٰ بن سعید انصاری، زید بن اسلم،ربیعہ اور ابوالزناد وغیرہم تابعین اور تبع تابعین کا آفتاب علم وفضل نصف النہار پر چمک رہا تھا۔

آپ نے قرآن مجید کی قرأت وسند مدینہ منورہ کے امام القراء نافع بن عبدالرحمن متوفی ۱۶۹ھ سے حاصل کی۔دیگر علوم کی خواہش کے جذبات غیر معمولی طور پر ودیعت تھے،زمانہ طالب علمی میں آپ کے پاس سرمایہ کچھ نہ تھا،مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کر کے بھی کتب وغیرہ خریدی تھیں۔اسکے بعد دولت کا دروازہ کھل گیا،حافظہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا،فرماتے تھے کہ جس چیز کو میں نے محفوظ کر لیا اسکو پھر کبھی نہیں بھولا۔

**اساتذہ:** ۔آپکے اساتذہ میں زیادہ تر مدینہ کے بزرگان دین شامل ہیں،امام زرقانی فرماتے ہیں،آپ نے نوسو سے زیادہ مشائخ سے علم حاصل کیا۔چند حضرات کے اسماء یہ ہیں۔

زید بن اسلم،نافع مولی ابن عمر،صالح بن کیسان،عبداللہ بن دینار،یحییٰ بن سعید، ہشام بن عروہ،ایوب السختیانی،عبداللہ بن ابی بکر بن حزم،جعفر صادق بن محمد باقر،حمید بن

قیس مکی، سہل بن ابی صالح، ابوالزبیر مکی۔ ابوالزناد، ابوحازم، عامر بن عبداللہ بن العوام وغیرہم تلامذہ۔ تلامذہ میں انکے مشائخ معاصرین وغیرہم سب شامل ہیں، اس لئے کہ آپ نے مستقل مسکن مدینہ منورہ کو بنالیا تھا، لہذا اطراف واکناف سے لوگ یہاں آتے اور آپ سے اکتساب فیض کرتے، مستفیدین کی فہرست طویل ہے چند یہ ہیں۔

ابن شہاب زہری، یحیی بن سعید انصاری، اور یزید بن عبداللہ بن الہاد، یہ مشائخ میں بھی ہیں۔

معاصرین میں سے امام اوزاعی، امام ثوری، ورقاء بن عمر، شعبہ بن الحجاج، ابن جریج، ابراہیم بن طہمان، لیث بن سعد، اور ابن عیینہ وغیرہم۔

یحیی بن سعید القطان، ابواسحاق فزاری، عبدالرحمن بن مہدی، حسین بن ولید نیشاپوری امام شافعی، امام ابن مبارک، ابن وہب، ابن قاسم، خالد بن مخلد، سعید بن منصور، یحیی بن ایوب مصری، قتیبہ بن سعید، ابومصعب زہری، امام محمد۔

**علم وفضل۔** آپکے علم وفضل کی شہادت معاصرین وتلامذہ وغیرہم نے دی ہے۔

ابومصعب زہری فرماتے تھے:۔

امام مالک ثقہ، مامون، ثبت، عالم، فقیہ، حجت وورع ہیں

یحیی بن معین اور یحیی بن سعید القطان نے فرمایا:۔

آپ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

عبدالرحمن بن مہدی کا قول ہے۔

روئے زمین پر امام مالک سے بڑھکر حدیث نبوی کا کوئی امانت دار نہیں۔ سفیان ثوری امام حدیث ہیں امام سنت نہیں، اور اوزاعی امام سنت ہیں امام حدیث نہیں، اور امام مالک دونوں کے جامع۔

امام اعظم فرماتے ہیں:۔

میں نے امام مالک سے زیادہ جلد اور صحیح جواب دینے والا اور اچھی پرکھ والا نہیں دیکھا۔

امام شافعی فرماتے ہیں:۔

تابعین کے بعد امام مالک مخلوق خدا کی حجت تھے، اور علم تین آدمیوں میں دائر ہے۔

مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، لیث بن سعد۔

امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کہ اگر کسی کی حدیث زبانی یاد کرنا چاہے تو کس کی کرے، فرمایا: مالک بن انس کی۔

امام بخاری نے اصح الاسانید کے سلسلہ میں فرمایا:۔

مالک عن نافع عن ابن عمر۔

**بشارت عظمیٰ۔** امت مسلمہ کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارت آپکی ذات گرامی تھی۔

حضور نے فرمایا:۔

یوشك ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلایجدون عالما اعلم من عالم المدینۃ ۔

قریب ہے کہ لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں گے اور عالم مدینہ سے بڑھکر کوئی عالم نہ پائیں گے۔

امام عبدالرزاق اور امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا: اس حدیث کے مصداق امام مالک ہیں۔

**عشق رسول۔** آپکی شخصیت عشق رسالت سے معمور تھی، مدینہ کے ذرہ ذرہ سے انہیں پیار تھا، اس مقدس شہر کی سرزمین پر کبھی کسی سواری پر نہ بیٹھے اس خیال سے کہ کبھی اس جگہ حضور پیادہ چلے ہوں۔

درس حدیث کا نہایت اہتمام فرماتے، غسل کرکے عمدہ اور صاف لباس زیب تن کرتے پھر خوشبو لگا کر مسند درس پر بیٹھ جاتے اور اسی طرح بیٹھے رہتے تھے، ایک دفعہ دوران درس بچھو انہیں پیہم ڈنک لگاتا رہا مگر اس پیکر عشق ومحبت کے جسم میں کوئی اضطراب نہیں آیا، پورے انہماک واستغراق کے ساتھ اپنے محبوب کی دلکش روایات اور دلنشین احادیث بیان کرتے رہے۔ جب تک درس جاری رہتا انگیٹھی میں عود اور لوبان ڈالا جاتا رہتا۔

**ابتلاء** ۔امام مالک کا مسلک تھا کہ طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی ۔ انکے زمانہ کے حاکم نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا اور ان کو زدوکوب کیا، اونٹ پر سوار کرکے شہر میں گشت بھی کرایا لیکن آپ اس حال میں بھی بلند آواز سے یہی کہتے جاتے تھے:۔

جوشخص مجھے جانتا ہے جانتا ہے اور جو نہیں جانتا ہے وہ جان لے کہ میں مالک بن انس اصبحی ہوں، اور میرا مسلک یہ ہے کہ طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی ۔جعفر بن سلیمان تک جب یہ خبر پہونچی تو اس نے حکم دیا کہ اونٹ سے اتار لیا جائے۔

بعض نے قصہ یوں بیان کیا ہے کہ جعفر بن سلیمان والی مدینہ سے کسی نے شکایت کردی کہ امام مالک آپ لوگوں کی بیعت کو صحیح نہیں سمجھتے ،اس پر اسکو غصہ آیا اور آپ کو بلوا کر کوڑے لگوائے، آپکو کھینچا گیا اور دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں سے اتروادیا۔ان چیزوں سے آپکی عزت ووقعت اور شہرت زیادہ ہی ہوئی۔

**حلم وبردباری** ۔خلیفہ منصور جب حج کیلئے حرمین حاضر ہوا تو اس نے جعفر سے امام مالک کا قصاص لینا چاہا تھا مگر آپ نے روک دیا اور فرمایا:

واللہ! جب مجھ پر کوڑا پڑتا تھا میں اسکو اسی وقت حلال اور جائز کردیتا تھا کہ اسکو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرابت ہے۔

**وصال** ۔یحیی بن یحیی مصمودی بیان کرتے ہیں کہ جب امام مالک کا مرض وصال طویل ہوا اور وقت آخر آپہونچا تو مدینہ منورہ اور دوسرے شہروں سے علماء وفضلاء آپکے مکان میں جمع ہوگئے تاکہ امام مالک کی آخری ملاقات سے فیض یاب ہوں۔میں بار بار امام کے پاس جاتا اور سلام عرض کرتا تھا۔کہ اس آخری وقت میں امام کی نظر مجھ پر پڑجائے اور وہ نظر میری سعادت اخروی کا سبب بن جائے۔میں اسی کیفیت میں تھا کہ امام نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کا شکر جس نے ہم کو کبھی ہنسایا اور کبھی رلایا، اسکے حکم سے زندہ رہے اور اسی کے حکم سے جان دیتے ہیں۔اسکے بعد فرمایا: موت آگئی، خدائے تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے۔

حاضرین نے عرض کیا: اس وقت آپکے باطن کا کیا حال ہے؟ فرمایا: میں اس وقت

اولیاء اللہ کی مجلس کی وجہ سے بہت خوش ہوں، کیونکہ میں اہل علم کو اولیاء اللہ شمار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد علماء سے زیادہ کوئی شخص پسند نہیں۔ نیز میں اس لئے بھی خوش ہوں کہ میری تمام زندگی علم کی تحصیل اور اسکی تعلیم میں گذری ہے۔ اور میں اس سلسلہ میں اپنی تمام مساعی کو مستجاب اور مشکور گمان کرتا ہوں۔ اس لئے کہ تمام فرائض اور سنن اور انکے ثواب کی تفصیلات ہم کو زبان رسالت سے معلوم ہوئیں۔ مثلاً حج کا اتنا ثواب ہے اور زکوۃ کا اتنا، اور ان تمام معلومات کو سوا حدیث کے طالب علم کے اور کوئی شخص نہیں جان سکتا۔ اور یہ ہی علم اصل میں نبوت کی میراث ہے۔

یحیی بن یحیی مصمودی کہتے ہیں: اسکے بعد امام مالک نے حضرت ربیعہ کی روایت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں نے اب تک یہ روایت نہیں بیان کی ہے۔

حضرت ربیعہ فرماتے ہیں کہ قسم بخدا! کسی شخص کو نماز کے مسائل بتلانا روئے زمین کی تمام دولت صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور کسی شخص کی دینی الجھن دور کردینا سو حج کرنے سے افضل ہے۔ اور ابن شہاب زہری کی روایات سے بتلایا کہ کسی شخص کو دینی مشورہ دینا سو غزوات میں جہاد کرنے سے بہتر ہے۔ اس گفتگو کے بعد امام مالک نے کوئی بات نہیں کی اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

۱۱ریا ۱۴ ربیع الاول ۱۷۹ھ کو آپ نے مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ اولاد امجاد میں تین صاحبزادے یحیی، محمد، اور احمد چھوڑے، کسی نے آپکی سنہ ولادت اور سنہ وصال کو یوں نظم کیا ہے۔

فخر الائمه مالك _ نعم الامام السالك

مولده نجم هدی _ وفاته فاز مالك

۹۳ ۱۷۹

## موطا امام مالک

آپ نے متعدد کتب تصنیف فرمائیں لیکن موطا آپکی مشہور ترین کتاب جو کتب خانہ اسلام کی فقہی ترتیب پر دوسری کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس کی تالیف و ترتیب مدینہ طیبہ ہی میں

ہوئی، کیونکہ آپ کا قیام ہمیشہ مدینہ منورہ ہی میں رہا، آپ نے حج بھی صرف ایک مرتبہ ہی کیا باقی پوری حیات مبارکہ مدینہ پاک ہی میں گذاردی۔

امام شافعی نے اس کتاب کو دیکھ کر فرمایا تھا: کہ کتاب اللہ کے بعد روئے زمین پر اس سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔

امام ابوزرعہ رازی فن جرح وتعدیل کے امام فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ موطا کی تمام احادیث صحیح ہیں تو وہ حانث نہیں ہوگا۔

امام مالک نے ایک لاکھ احادیث میں سے موطا کا انتخاب کیا، پہلے اس میں دس ہزار احادیث جمع کی تھیں، پھر مسلسل غور کرتے رہے یہاں تک کہ اس میں چھ سو احادیث باقی رہ گئیں۔ بعدہ مراسیل وموقوف اور اقوال تابعین کا اضافہ ہے۔ یعنی کل روایات کی تعداد ایک ہزار سات سو بیس ہے۔

لفظ موطا''توطیہ'' کا اسم مفعول ہے جسکے معنی ہیں، روندا ہوا، تیار کیا ہوا، نرم وسہل بنایا ہوا۔ یہاں یہ سب معانی بطور استعارہ مراد لئے ہیں۔

امام مالک خود فرماتے ہیں: میں نے اس کتاب کو لکھ کر فقہاء مدینہ میں ستر حضرات کے سامنے پیش کیا تو ان سب نے مجھ سے اتفاق کیا یعنی انظار دقیقہ سے روندا، لہذا میں نے اسکا نام موطا رکھا۔ دوسرے ائمہ نے وجہ تسمیہ میں یہ بھی فرمایا ہے کہ امام مالک نے اس کتاب کو مرتب کر کے لوگوں کیلئے سہل اور آسان بنادیا ہے اس لئے اسکو موطا امام مالک کہتے ہیں۔

موطا امام مالک کے تیس سے زیادہ نسخے ہیں، بستان المحدثین میں سولہ کا ذکر بالتفصیل ہے۔ لیکن اس وقت امت کے ہاتھوں میں دو نسخے موجود ہیں۔ ایک یحیی بن یحیی مصمودی کا جو موطا امام مالک سے مشہور ہے۔ اور دوسرا امام محمد بن حسن کا جو موطا امام محمد سے شہرت یافتہ اور عام طور پر داخل نصاب ہے۔ (۱۵)

# امام شافعی

نام ونسب :۔ نام ،محمد۔ کنیت ،ابو عبداللہ ۔والد کا نام ،ادریس ہے ،سلسلہ نسب یوں ہے ،
ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم
بن مطلب بن عبد مناف۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دادا حضرت ہاشم پر آپ کا سلسلہ نسب ملتا ہے
لہذا آپ قرشی ہیں اور یوں ائمہ اربعہ میں آپکو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

آپ کے دادا 'العباس' کے دادا شافع تھے جو صغار صحابہ سے ہیں اور انکے والد حضرت
سائب غزوہ بدر کے موقع پر اسلام لائے اور یہ حضور کے چچازاد بھائی تھے۔

ولادت وتعلیم ۔غزہ کے مقام پر ۱۵۰ھ میں آپکی ولادت ہوئی، کہتے ہیں خاص اس دن جس
دن امام اعظم کا وصال ہوا۔

آپکی والدہ حضرت فاطمہ بنت عبداللہ محض ہیں حضرت حسن مثنی کی پوتی اور سیدنا امام
حسن کی پر پوتی تھیں۔

آپکے والد کا انتقال دوسال کی عمر ہی میں ہو گیا تھا۔لہذا والدہ ماجدہ آپ کو صغر سنی میں
ہی وہاں سے مکہ لے آئیں اور آپ نے وہیں پرورش پائی۔

سن تمیز سے ہی علوم وفنون کی طرف توجہ شروع کردی تھی ،ابتداء شعر،لغت اور تاریخ
عرب کی طرف توجہ تھی ،اسکے بعد تجوید قرأت اور حدیث وفقہ کی تحصیل شروع کی۔

بارہ سال کی عمر تک پہونچنے سے پہلے مؤطا کو حفظ کر لیا تھا اور اسکے بعد امام مالک کی
خدمت میں پہونچے اور ان پر مؤطا کی قرأت کی۔آپ علوم دینیہ کی طرف اپنے رجحان کا واقعہ
خود اس طرح بیان فرماتے تھے۔

علم فقہ کی طرف توجہ ۔ایک دن میں ذوق وشوق سے لبید کے اشعار پڑھ رہا تھا کہ ناگاہ
نصیحت آمیز غیبی آواز آئی ،اشعار میں پڑکر کیوں وقت ضائع کرتے ہو ،جاؤ جاکر فقہ کا علم حاصل
کرو۔فرماتے ہیں :میرے دل پر اس بات کا بڑا اثر ہوا اور میں نے مکہ جاکر سفیان بن عیینہ کی

درسگاہ میں حاضری دی، انکے بعد مسلم بن خالد زنجی اور پھر مدینہ طیبہ حضرت امام مالک کی خدمت میں پہونچا۔

**اساتذہ۔** امام شافعی کا زمانہ حدیث وفقہ کے ائمہ کا نادر المثال دور ہے۔ لہذا آپ نے اس زمانہ کے جلیل القدر محدثین وفقہاء سے اکتساب علم کیا، بعض کے اسماء یہ ہیں۔

امام سفیان بن عیینہ، امام مالک، مسلم بن خالد زنجی، ابراہیم بن سعد۔ اسمعیل بن جعفر، محمد بن خالد جندی، ہشام بن یوسف صنعانی، امام محمد وغیرہم۔

آپ کے اساتذہ میں جن کا رنگ آپ پر غالب نظر آتا ہے وہ آخر الذکر امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کے شاگرد رشید امام محمد بن حسن شیبانی ہیں۔ کیونکہ امام شافعی کی والدہ سے آپ نے نکاح کرلیا تھا اور اپنا تمام مال اور کتابیں امام شافعی کے حوالہ کردی تھیں۔ امام محمد کی تصانیف کے مطالعہ سے ہی آپ میں فقاہت کا ملکہ پیدا ہوا۔ اسی فیضان سے متاثر ہوکر امام شافعی نے فرمایا: جو شخص فقہ میں نام کمانا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے استفادہ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے استنباط مسائل اور استخراج احکام کی راہیں ان لوگوں پر کشادہ کردی ہیں۔

نیز فرماتے ہیں۔

قسم بخدا! مجھے فقاہت ہرگز نصیب نہ ہوتی اگر میں امام محمد کی کتب کا مطالعہ نہ کرتا۔ جس شخص کا فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان ہے وہ امام محمد بن حسن شیبانی ہیں۔

**تلامذہ:۔** حدیث وفقہ میں آپکے تلامذہ کی فہرست کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ چند حضرات یہ ہیں۔ امام احمد بن حنبل، امام حمیدی، سلیمان بن داؤد ہاشمی، ابراہیم بن منذر حزامی، ابراہیم بن خالد، ابوثور ابراہیم بن خالد، ربیع بن سلیمان جنیدی، حسن بن محمد بن صباح زعفرانی۔

**مبارک خواب۔** امام شافعی فرماتے ہیں:۔

میں نے خواب میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو دیکھا کہ آپ نے مجھے سلام کیا اور مصافحہ فرماکر ایک انگشتری میرے ہاتھ میں پہنائی۔ میرے عم محترم نے اسکی تعبیر یوں بیان فرمائی کہ:۔

مصافحہ کرنے کا مطلب ہے کہ تم عذاب سے مامون رہوگے اور انگوٹھی پہنانے کی تعبیر یہ ہے کہ جہاں تک مولیٰ علی کے نام کی شہرت ہے وہاں تک تمہارا نام بھی مشہور ہوگا۔

**بشارت عظمیٰ**۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے۔

اللھم اھد قریشا، فان عالمھا یملأ طباق الارض علما الحدیث ۔

الٰہی قریش کو سیدھی راہ پر چلا، ان میں ایک عالم ایسا ہوگا جو طبقات زمین کو علم وعرفان سے بھردیگا۔

حافظ ابونعیم عبدالملک بن محمد کہتے ہیں: اس حدیث کے مصداق حضرت امام شافعی ہیں۔

**علم وفضل**۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا:۔

امام شافعی دوسری صدی کے مجدد ہیں جس طرح خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز پہلی صدی کے۔

نیز فرماتے ہیں:۔

تیس سال سے میری کوئی رات ایسی نہیں گذری جس رات میں امام شافعی کیلئے میں نے دعا نہ کی۔

حسن بن محمد زعفرانی کہتے ہیں:۔

جس طرح علماء یہود میں حضرت عبداللہ بن سلام منفرد تھے اسی طرح علماء اسلام میں امام شافعی منفرد ہیں۔

**شمائل وخصائل**۔ امام شافعی طبعا فیاض تھے، اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے، بے حد غیور اور خوددار تھے، اہل جاہ وحشم اور ارباب ثروت واقتدار سے کبھی کسی چیز کی طمع اور توقع نہ رکھتے، اسکے ساتھ بے حد خلیق اور بامروت تھے۔ اگر کوئی شخص کبھی محبت اور عقیدت سے کوئی نذرانہ پیش کرتا تو اسکو رد نہیں کرتے، تاہم فیاضی طبع کی بنیاد پر اسکو پاس رکھتے بھی نہیں تھے، بارہا ایسا ہوا کہ آپ خلیفہ ہارون رشید کی دعوت پر دربار میں گئے، اس نے اشرفیوں کی تھیلیاں نذرانہ کیں اور آپ واپسی میں دونوں ہاتھوں سے ان اشرفیوں کو تقسیم کرتے ہوئے چلے گئے، یہاں تک کہ جب گھر پہونچے تو آپ کے پاس اس نذرانے میں سے ایک درہم بھی نہیں تھا۔

امام حمیدی فرماتے ہیں:۔

امام شافعی جب صنعاء سے مکہ مکرمہ آئے تو آپ کے پاس دس ہزار دینار تھے۔آپ نے ایک جگہ خیمہ نصب کر کے قیام فرمایا۔لوگوں کو پتہ چلا تو مختلف اطراف سے بے شمار لوگ ملاقات کیلئے حاضر ہوئے جن میں بہت سے لوگ ضرورت مند بھی تھے،جب آپ لوگوں کی ملاقات سے فارغ ہوئے تو آپ کے پاس ایک دینار بھی باقی نہیں تھا۔

مزنی کہتے ہیں:۔

میں نے امام شافعی سے بڑھکر کوئی فیاض شخص نہیں دیکھا،ایک شب میں ان کے ساتھ مسجد سے انکے گھر تک آیا،میں کسی شرعی مسئلہ میں ان سے گفتگو کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک غلام آیا اور کہنے لگا:میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ تھیلی نذر کی ہے،آپ نے تھیلی رکھ لی، تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا اور اس نے کہا:میری بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور ہمارے پاس کچھ نہیں،آپ نے وہ تھیلی اٹھا کر اسے دیدی۔

زھد وتقوی۔علمی وجاہت اور فقہی متانت کے ساتھ عبادت وریاضت اور زھد وتقوی میں بھی امتیاز حاصل تھا۔بعض واقعات تو خرق عادت اور کرامت معلوم ہوتے ہیں۔

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں:۔

امام شافعی رمضان کے نوافل میں ساٹھ مرتبہ قرآن عظیم پڑھتے تھے،عام ایام میں وہ رات کے تین حصہ کرتے،پہلے حصہ میں تصنیف وتالیف،دوسرے میں نوافل اور تیسرے میں آرام فرماتے۔

ابراہیم بن محمد کا قول ہے:۔

میں نے امام شافعی سے عمدہ کسی شخص کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔آپکی نماز مسلم بن خالد کی نماز کے مشابہ تھی،اور انکی مسلم بن جریج کی نماز کے مماثل،اور انکی عطاء بن ابی رباح،اور انکی عبداللہ بن زبیر،اور انکی ابوبکر صدیق،اور انکی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے مماثل تھی۔

خوف الٰہی اور خشیت ربانی سے لرزہ براندام ہوجاتے تھے۔

**تصنیف وتالیف** ۔امام شافعی کی زندگی کا اکثر حصہ درس وتدریس، علمی مباحث، مسائل کے استنباط اور افتاء وغیرہ میں گذرا، اسکے باوجود آپ نے مختلف موضوعات پر تصنیف وتالیف کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

عبدالرحمن بن مہدی نے امام شافعی سے عرض کیا کہ میرے لئے کوئی ایسی کتاب تصنیف فرمادیں جس میں قرآن عظیم کے معانی معتبرہ احادیث اور ان کے ساتھ اجماع اور ناسخ ومنسوخ کا بھی بیان ہو۔آپ نے عنفوان شباب میں کتاب الرسالہ کے نام سے ایک کتاب لکھی جو مذکورہ بالا تمام مقاصد پر مشتمل تھی۔

فن حدیث میں امام شافعی کی روایات کو کتاب الام اور کتاب المبسوط میں ان کے تلامذہ نے جمع کیا ہے، لیکن جو کتاب امام شافعی کی روایات کی جامع ہے وہ مسند شافعی ہے۔

یہ کتاب ان احادیث مرفوعہ کا مجموعہ ہے جنہیں امام شافعی خود آپنے تلامذہ کے سامنے بیان کرتے تھے۔امام شافعی کی بعض روایات کا ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم نے ربیع بن سلیمان مرادی سے سماع کرکے ان کو کتاب الام اور مبسوط کے ضمن میں جمع کردیا تھا۔ابوالعباس اصم نے ان تمام روایت کو ایک جگہ جمع کرکے مجموعہ کا نام مسند شافعی رکھدیا ہے۔

**وصال** :۔مزنی کہتے ہیں جب امام شافعی کے وصال کا وقت قریب آیا تو میں ان کی خدمت میں حاضر تھا، میں نے عرض کیا: کیا حال ہے؟ فرمایا: دنیا سے کوچ اور احباب سے جدائی کا وقت ہے، موت کا پیالہ پیش ہوا چاہتا ہے اور نتیجہ اعمال نکلنے والا ہے، عنقریب اللہ رب العزت کے دربار میں حاضری ہوگی، کون جانے کہ میری روح کدھر لیجائی جائے گی۔

آپ اس وقت وجد کی حالت میں یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

تعاظمنی ذنبی فلما قرنته ☆ بعفوك ربی كان عفوك اعظما۔

میرے گناہ بہت بڑے ہیں لیکن میں تیری رحمت کی طرف نظر کرتا ہوں تو وہ میرے گناہوں کی نسبت کہیں زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

آپ کا وصال ۳۰ رجب ۲۰۴ھ شب جمعہ بعد نماز مغرب ہوا اور مزار مبارک مصر کے شہر قرافہ میں ہے۔(۱۶)

# امام احمد بن حنبل

نام ونسب:۔ نام، احمد۔ کنیت، ابوعبداللہ۔ والد کا نام، محمد ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے۔
ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلالی بن اسد بن ادریس بن عبداللہ الذہلی الشیبانی ثم المروزی ثم البغدادی۔

ولادت وتعلیم: آپ کے والد محمد بن حنبل مرو سے بغداد آکر اقامت پذیر ہوئے اور آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول ۱۶۴ھ بغداد میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد سب سے پہلے امام ابو یوسف کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے لیکن بعد میں علم حدیث کی طرف توجہ کی اور پندرہ سال کی عمر میں احادیث کا سماع کرنے کیلئے ۱۷۹ھ میں بغداد کے مشہور شیخ ہشیم کی خدمت میں حاضری دی۔ اسی سال امام عبداللہ بن مبارک بغداد میں تشریف لائے، امام احمد کو ان کا علم ہوا تو ان کی مجلس میں پہونچے، وہاں پہونچ کر معلوم ہوا کہ وہ طرطوس جا چکے ہیں۔ اس کے بعد وہ بغداد واپس نہیں آئے اور دو سال بعد ان کا وہیں وصال ہو گیا۔

امام ہشیم کی وفات کے بعد آپ نے بغداد کے علاوہ دوسرے شہروں کا رخ کیا، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ کوفہ، بصرہ شام، یمن اور جزیرہ کے مشائخ وقت سے سماع حدیث کیا۔

اساتذہ: آپ نے علم حدیث مندرجہ ذیل مشاہیر وقت سے حاصل کیا۔

بشر بن مفضل، اسماعیل بن علیہ، سفیان بن عیینہ، جریر بن عبدالحمید، یحیی بن سعید القطان، ابوداؤد طیالسی، عبداللہ بن نمیر، عبدالرزاق علی بن عیاش حمصی، امام شافعی، معتمر بن سلیمان، ہشیم، ابراہیم بن سعد، عبادہ بن عباد اور یحیی بن زائدہ وغیرہم۔

تلامذہ:۔ آپ کا زمانہ درس وتدریس نہایت ابتلاء وآزمائش کا دور ہے مگر جبر واستبداد کی زنجیریں میدان تدریس میں آپ کا راستہ نہ روک سکیں، آپ کے تلامذہ اور مستفیدین کی فہرست نہایت طویل ہے چند اسماء یہ ہیں۔

امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، اسود بن عامر، شاذان، ابن مہدی۔

ساتھ ہی آپ کے اساتذہ نے بھی آپ سے سماع حدیث کیا ہے، ان میں امام شافعی، ابوالولید، عبدالرزاق، وکیع، یحیی بن آدم، یزید بن ہارون نہایت مشہور ہیں۔

نیز اکابر محدثین میں قتیبہ بن سعید، داؤد بن عمرو، اور خلف بن ہشام نے بھی آپ سے سماع کیا ہے۔ اور معاصرین میں یحیی بن معین، علی بن مدینی، حسین بن منصور، زیاد بن ایوب، ابوقدامی سرخسی، محمد بن رافع، محمد بن یحیی اور احمد بن ابی حواری بھی آپ کے تلامذہ سے ہیں۔

باقی تلامذہ میں آپ کے دونوں صاحبزادے عبداللہ اور صالح اور ان کے علاوہ ابوبکر اثرم، حرب کرمانی، بقی بن مخلد، حنبل بن اسحاق اور شاہین وغیرہم کثیر محدثین شمار ہوتے ہیں۔

**ابتلاء وآزمائش:** ۔۲۱۲ھ ائمہ مسلمین اور مقتدایان قوم کیلئے انتہائی صبر آزما سال تھا، اسی سال عباسی خلفاء کے ایک خلیفہ مامون رشید نے خلق قرآن کے مکروہ عقیدہ کا اظہار کیا اور علماء معتزلہ کی معاونت سے اس عقیدہ کو پھیلاتا رہا۔ ۲۱۷ھ میں اس نے بغداد میں اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم معتزلی کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے، انا جعلناه قرانا عربيا ،اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو مجعول قرار دیا اور جو مجعول ہو وہ مخلوق ہے۔ لہذا جو شخص قدم قرآن کا عقیدہ رکھتا ہے اس کا عقیدہ قرآن مجید کی نص صریح کا انکار ہے۔ تم بغداد کے تمام علماء اور مقتدر لوگوں کو جمع کرو اور ان پر یہ عقیدہ پیش کرو جو مان لے اس کو امان دو اور جو نہ مانے ان کے جوابات لکھ کر مجھے بھیج دو۔ بہت سے سرکردہ لوگ اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور کتنے ہی لوگوں نے جان بچانے کی خاطر خلق قرآن کا عقیدہ قبول کرلیا۔ امام احمد بن حنبل سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہتا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ قاضی اسحاق بن ابراہیم نے یہ جواب مامون رشید کو لکھ کر بھیجا، مامون رشید نے جواب لکھا، جو شخص عقیدہ خلق قرآن سے موافقت نہ کرے اس کو درس اور افتاء سے روک دو۔

کچھ عرصہ بعد مامون رشید نے قاضی بغداد کو لکھا جو لوگ عقیدہ خلق قرآن سے موافقت نہ کریں ان کو قید کر کے فوج کے حوالے کر دو۔ اگر خلق قرآن کا اقرار کرلیں تو ٹھیک ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ اس دھمکی سے مرعوب ہو کر احمد بن حنبل، محمد بن نوح اور قواریری کے سوا بغداد کے تمام علماء نے خلق قرآن کا اقرار کرلیا۔ قاضی کے حکم سے امام احمد وغیرہ کو قید کر کے مامون کی طرف بھجوا دیا گیا لیکن اس سے پہلے کہ مامون ان مردان خدا پر تلوار اٹھاتا، سیف قضا نے خود

اس کا کام تمام کر دیا۔

امام احمد کے شاگرد احمد بن غسان کہتے ہیں کہ خلیفہ کے حکم پر مجھے اور امام احمد بن حنبل کو گرفتار کر کے اسکے پاس لے جایا جارہا تھا، راستہ میں امام احمد بن حنبل کو یہ خبر پہونچی کہ خلیفہ مامون رشید نے قسم کھائی ہے کہ اگر احمد بن حنبل نے خلق قرآن کا قول نہ کیا تو وہ انکو اور انکے شاگرد کو مار مار کر ہلاک کر دے گا۔ اس وقت امام احمد نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا۔ اے اللہ آج اس فاجر کو یہاں تک جرأت ہوگئی ہے کہ یہ تیرے اولیاء کو للکارتا ہے۔ اگر تیرا قرآن غیر مخلوق ہے تو تو ہم سے اس مشقت کو دور فرما۔ ابھی رات کا ایک تہائی حصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ سپاہی دوڑتے ہوئے آئے اور کہا اے ابوعبداللہ تم واقعی سچے ہو اور قرآن غیر مخلوق ہے۔ قسم بخدا خلیفہ ہلاک ہوگیا۔

۲۱۸ھ میں مامون رشید ہلاک ہوا اور اس کا بھائی معتصم باللہ بن ہارون رشید تخت حکومت پر قابض ہوا۔ مامون کی طرح معتصم بھی اعتزال کا حامی تھا۔ اس نے حکومت سنبھالنے کے بعد عقیدہ اعتزال کی ترویج کی پہلے مختلف حیلوں سے امام احمد کو اعتزال کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ بالآخر ۲۲۰ھ میں اس نے امام احمد بن حنبل کو دربار خلافت میں طلب کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب امام احمد کی عمر ۵۶ سال کی ہوچکی تھی۔ شباب رخصت ہوچکا تھا اور ان کا جسم بڑھاپے کی سرحد میں داخل اور نحیف و نزار تھا لیکن اعصاب فولاد کی طرح مضبوط اور قوت ارادی چٹان سے کہیں زیادہ راسخ تھی۔

خلیفہ کے سامنے ایک طویل مناظرہ ہوا۔ امام احمد کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ قرآن کلام اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اگر یہ حادث ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات محل حوادث بن جائے گی اور یہ محال ہے۔ خلیفہ سے امام احمد کی اس دلیل کا کوئی جواب نہ بن سکا۔ بالآخر معتزلی قاضی اور اس کے حواری معتزل علماء نے کہا کہ ہم فتوی دیتے ہیں کہ اس شخص کا خون آپ پر مباح ہے۔ آپ اس کو قتل کر دیں۔ خلیفہ نے جلاد کو بلایا اور اس سے کہا کہ احمد بن حنبل کے جسم پر کوڑے مارو۔ ایک جلاد جب کوڑے مارتے مارتے شل ہوجاتا تو دوسرا جلاد آجاتا اس طرح بار بار جلاد بدلتے رہے اور امام احمد بن حنبل صبر و استقامت سے کوڑے کھاتے رہے۔

اس فتنہ میں چار علماء ثابت قدم رہے اور آپ سب کے سردار ہیں۔ دوسرے محمد بن

نوح بن میمون کہ انکا انتقال راستہ ہی میں ہو گیا تھا۔ تیسرے نعیم بن حماد خزاعی، ان کا انتقال قید خانہ میں ہوا۔ ابو یعقوب بویطی، انکا وصال بھی قید خانہ میں ہوا، چوتھے احمد بن نصر خزاعی۔

امام احمد بن حنبل کو جب کوڑے مارے جا رہے تھے تو اسی اثنا میں ضرب شدید کی وجہ سے آپ کا ازار بند ٹوٹ گیا، قریب تھا کہ بے ستری ہو جاتی، آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، یا غیاث المستغثین، یا الٰہ العالمین، تو خوب جانتا ہے اگر میں حق پر ہوں تو میری پردہ پوشی فرما۔

فوراً آپ کا پاجامہ اپنی جگہ رک گیا۔

دار الخلافت سے اسحاق بن ابراہیم معتزلی کے مکان پر لائے گئے تو آپ روزہ دار تھے۔ کمزوری بہت تھی، لہذا کھانے کیلئے ستو وغیرہ لائے گئے لیکن آپ نے روزہ مکمل فرمایا۔

ظہر کی نماز وہیں ادا فرمائی، قاضی ابن سماعہ نے کہا آپ نے نماز خون آلود جسم و کپڑوں میں پڑھ لی؟ فرمایا: حضرت عمر نے بھی اسی حالت میں نماز پڑھی تھی۔ یہ سنکر قاضی صاحب خاموش ہو گئے

**فضل وکمال :۔** آپکے علم وفضل، زہد وتقویٰ، اور ابتلاء وامتحان میں استقامت پر ان کے زمانہ کے اکابر، معاصرین اور معتقدین نے بے پناہ خراج تحسین پیش کیا ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں :۔

میں نے دوسو ماہرین علم سے استفادہ کیا لیکن ان میں امام احمد کے مثل کوئی نہ تھا۔ وہ کبھی عام دنیاوی کلام نہیں کرتے، جب گفتگو کرتے تو موضوع سخن کوئی علمی مسئلہ ہوتا۔

حافظ ابو زرعہ کہتے ہیں: امام احمد علم وفن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

قتیبہ بن سعید کہتے ہیں: اگر امام احمد بن حنبل کا زمانہ امام مالک، سفیان ثوری اور اوزاعی کا زمانہ ہوتا علم وفضل میں ان پر مقدم ہوتے۔ اور امام احمد نہ ہوتے تو دنیا سے تقویٰ اٹھ جاتا۔

اسحاق بن راھویہ کہتے تھے، اگر اسلام کی خاطر امام احمد کی قربانیاں نہ ہوتیں تو آج ہمارے سینوں میں اسلام نہ ہوتا۔

ابو عبد اللہ سجستانی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، پوچھا حضور ہم اس زمانہ میں کس کی اقتداء کریں، فرمایا احمد بن حنبل کی۔ امام مزنی کہتے ہیں، آپ کی ذات خلفائے راشدین کے اسوۂ حسنہ کا نمونہ تھی

ہلال بن معافی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس امت پر چار عظیم شخصیتوں کے ذریعہ احسان فرمایا: امام شافعی، ابوعبید، یحیی بن معین، احمد بن حنبل۔

آپکے استاد یحیی بن سعید قطان فرماتے تھے۔ بغداد میں جولوگ آئے سب میں مجھے احمد بن حنبل زیادہ محبوب ہیں۔

زہد وتقوی:۔ آپکے زہد وتقوی کی متعدد مثالیں گذریں، شان استغناء کا یہ عالم تھا کہ آپکے استاذ امام عبدالرزاق نے کچھ رقم آپکی ناداری کے زمانہ میں بھیجی تو آپ کے غیور ضمیر نے لینا گوارہ نہ کی اور خود محنت ومشقت کر کے اپنی ضرورت پوری فرمائی۔

حسن بن عبدالعزیز کو ایک لاکھ دینار وراثت سے ملے، اس نے ان میں سے تین ہزار دینار آپکی خدمت میں پیش کئے اور عرض کیا کہ یہ مال حلال ہے آپ اس سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے عیال پر خرچ کریں، لیکن آپ نے یہ کہکر دینار واپس فرمادیئے کہ مجھے انکی ضرورت نہیں۔

علمی اور نظری مصروفیات کے باوجود آپ عبادت میں قدم راسخ رکھتے تھے، آپ کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ آپ دن اور رات میں تین سونوافل پڑھا کرتے تھے۔ آپ نوافل میں قرآن پڑھتے اور سات راتوں میں ایک قرآن مجید ختم فرماتے۔

آپ کو کبھی تلاش کیا جاتا تو آپ یا تو مسجد میں ملتے، یا نماز جنازہ میں، یا کسی مریض کے یہاں عیادت میں۔

محبت رسول سے قلب وسینہ معمور تھا، آپ کے صاحبزادے عبداللہ بیان کرتے ہیں، کہ آپکے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک تھا، اس مقدس بال کو ہونٹوں پر رکھ کر چومتے اور کبھی آنکھوں سے لگاتے، جب کبھی بیمار ہوتے اس کو پانی میں ڈال کر اس کا غسالہ پیتے جس سے شفا حاصل ہوتی۔

آپ مستجاب الدعوات تھے، لوگ کثرت سے دعا کیلئے آپکی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ خوبصورتی سے ٹال بھی دیتے تھے۔

علی بن حرازہ کا بیان ہے کہ میں اپنی اپاہج ماں کیلئے دعا کرانے حاضر ہوا فرمایا، ہم خود دعا کے محتاج ہیں ان سے کہنا ہمارے لئے دعا کیا کریں، میں گھر واپس آیا تو دیکھا والدہ گھر میں

ٹھیک ٹھاک چل پھر رہی ہیں۔

وصال :۔ آپ ابتلاء وآزمائش کے بعد اکیس سال تک زندہ رہے، خلق خدا کو فیض پہونچاتے رہے، کوڑوں کی تکلیف آخر عمر تک محسوس کرتے تھے، لیکن عبادت وریاضت میں مستقیم اور درس وتدریس میں ہمہ تن مصروف رہے۔

۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ بروز جمعہ آپ نے وصال فرمایا: یہ معتصم کے بیٹے واثق باللہ کا زمانہ تھا۔ محمد بن طاہر نے اپنے دربان کے ہاتھ کفن کیلئے مختلف چیزیں بھیجیں اور کہا: یہ خلیفہ کی طرف سے سمجھو کہ اگر وہ خود یہاں ہوتا تو یہ چیزیں بھیجتا۔

صاحبزادگان نے کہا: آپکی حیات ظاہری میں خلیفہ نے آپکی ناپسندیدہ چیزوں سے آپکو معذور رکھا تھا لہذا ہم کبھی یہ کفن نہیں لیں گے اور آپ کو ان کپڑوں میں کفن دیا گیا جو آپ کی باندی نے بن کر تیار کیا تھا۔ آپکے غسل میں دار الخلافہ کے تقریباً سو خاندان بنو ہاشم کے شہزادگان تھے اور سب آپکی پیشانی کو چومتے تھے۔

بیشمار لوگ نماز جنازہ میں حاضر ہوئے۔ کئی مرتبہ نماز جنازہ ہوئی، لوگوں کی بھیڑ میں خلیفہ کا نائب بھی عام لوگوں کی طرح حاضر رہا۔ اسکے حکم سے تعداد کا اندازہ کیا گیا تو دس لاکھ سے بیس لاکھ تک کی روایتیں منقول ہیں۔ اس کثرت ازدحام اور مقبولیت انام سے متاثر ہوکر بیس ہزار یہود ونصاریٰ اور مجوس نے اسلام قبول کیا۔

عبد الوہاب وراق کہتے ہیں۔

جاہلیت اور اسلام میں کبھی کسی کے جنازہ پر اتنے لوگ جمع نہیں ہوئے جتنے آپکے جنازہ میں تھے۔

امام احمد بن حنبل نے جس طرح خدمت دین انجام دی اور امتحان میں صبر واستقامت سے کام لیا اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں بیحد انعام واکرام سے نوازا، حشیش بن ورد کہتے ہیں کہ میں خواب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا میں نے پوچھا، حضور احمد بن حنبل کا کیا حال ہے؟ فرمایا: عنقریب حضرت موسیٰ تشریف لاتے ہیں ان سے پوچھنا۔ جب حضرت موسیٰ تشریف لائے تو میں نے پوچھا اے اللہ کے نبی! احمد بن حنبل کا کیا حال ہے؟ فرمایا انہیں تنگی وراحت اور تنگی وتکلیف میں کیا گیا لیکن ہر حال میں ان کو صدیق پایا گیا پس ان کو

صدیقین کے ساتھ لاحق کردیا گیا۔

مروزی کہتے ہیں: میں نے وصال کے بعد امام احمد بن حنبل کو خواب میں دیکھا انہوں نے سبز رنگ کے دو حلے پہنے ہوئے تھے اور پیروں میں چمکتے ہوئے سونے کی دو نعلین تھیں۔ جن کے تسمے سبز زمرد کے تھے اور سر پر جواہر سے مرصع ایک تاج تھا اور وہ بڑے ناز سے چل رہے تھے میں نے پوچھا اے ابوعبداللہ یہ کیسی چال ہے؟ فرمایا یہ جنت کے خدام کی چال ہے پھر میں نے پوچھا اے اللہ کے حبیب! یہ آپ کے سر پر تاج کیسا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھے اپنی جنت میں داخل کرلیا میرے سر پر تاج رکھا اور اپنا دیدار مجھ پر مباح کردیا اور فرمایا اے احمد یہ تیرے کلام اللہ غیر مخلوق کہنے کا صلہ ہے۔

**تصانیف:۔** آپ نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں، ان میں مسند احمد نہایت مشہور ہے۔ آپ نے اسکو بیاض کی صورت میں جمع فرمایا تھا اور اسکی باقاعدہ ترتیب کی مہلت آپ کو نہ ملی۔ آپکے بعد آپکے صاحبزادے حضرت عبداللہ اور اس مسند کے راوی حضرت ابوبکر قطیعی نے اس میں کچھ اضافے کئے اور پھر اسکی ترتیب حضرت عبداللہ نے انجام دی۔

امام احمد بن حنبل نے اس مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث سے منتخب فرمایا تھا، اب اس میں ستائیس ہزار ایک سو احادیث ہیں جنکو آٹھ سو صحابہ کرام سے روایت کیا گیا ہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

امام سیوطی نے فرمایا: مسند احمد کی ہر حدیث مقبول ہے۔

اب یہ مسند الفتح الربانی کے نام سے ۱۲ مجلدات میں ترتیب فقہی پر بھی مرتب ہوگئی ہے جسکو اقسام کے تحت شیخ احمد بن عبدالرحمٰن ساعاتی نے پیش کیا ہے جو بطور حاشیہ فوائد علیہ پر بھی مشتمل ہے۔ (۱۷)

# امام بخاری

**نام ونسب:** ۔نام محمد۔کنیت، ابوعبداللہ۔والد کا نام۔اسمٰعیل لقب، امیر المومنین فی الحدیث اور امام بخاری ہے، سلسلۂ نسب یوں ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی ۔آپکے جدامجد مغیرہ بن بروزبہ جعفی مجوسی تھے۔ حاکم بخاری یمان جعفی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے ،اسی نسبت سے جعفی کہلاتے، امام بخاری کو بھی جعفی اسی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

**ولادت و تعلیم:** ۔ولادت ۱۳ ر شوال ۱۹۴ھ میں ماوراء النھر کے مشہور شہر بخارا میں ہوئی۔ ایام طفولیت میں والد کا انتقال ہوگیا، والدہ ماجدہ نے پرورش کی۔آپ بچپن ہی میں نابینا ہو گئے تھے۔اطباء و معالجین کی کوششوں کے باوجود آپ کی بینائی واپس نہ آسکی۔

آپکی والدہ ماجدہ نہایت عابدہ زاہدہ تھیں ،اور روکر رات کو دعائیں کرتیں آخر کار آپکے نالہائے شب کا ثمرہ ظاہر ہوا۔ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم تشریف لائے اور فرمایا، بشارت ہو کہ تمہارے فرزند کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بینائی عطا کی۔صبح کو بیدار ہوئے تو بینا تھے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے بخارا کے درس حدیث میں داخلہ لیا، انتہائی لگن اور محنت سے جلد ہی اپنے ساتھیوں میں امتیازی مقام حاصل کرلیا اور اساتذہ کی توجہ کا مرکز بن گئے۔

**حج وزیارت:** ۔اٹھارہ سال کی عمر میں برادر اکبر احمد بن اسمٰعیل اور والدہ ماجدہ کے ساتھ سفر حرمین کیلئے روانہ ہوئے۔حج وزیارت سے فارغ ہوکر آپ وہیں ٹھر گئے اور حصول علم حدیث شب وروز کا مشغلہ تھا۔اسی دوران آپ نے قضایا الصحابہ والتابعین کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

اسی زمانہ میں اسکے بعد چاندنی راتوں میں روضۂ انور کے مواجھہ اقدس میں بیٹھ کر تاریخ کبیر تصنیف کی۔آپکی اس تصنیف کی متعدد نقلیں وہاں کے حضرات نے لیں، یہ زمانہ آپ کی نوجوانی کا تھا۔

**قوت حافظہ۔** امام بخاری کو اللہ رب العزت نے عظیم قوت حافظہ سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپکے ساتھی حاشد بن اسمٰعیل کہتے ہیں: آپ ہمارے ساتھ بچپن میں حدیث کی سماعت کیلئے مشائخ بصرہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، سب لوگ احادیث سنکر لکھتے لیکن آپ صرف سماعت کرتے۔ سولہ دن کے بعد ہم نے ان سے کہا: آپ بلاوجہ وقت ضائع کررہے ہیں کہ سب طلبہ کے برخلاف آپ سماعت پر تکیہ کرلیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا آپ سب لوگ اپنے نوشتے لاؤ اور مجھ سے سنکر مقابلہ کرو۔

ہم نے ایسا کیا، سنکر ہماری حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ ۱۶ رایام میں حاصل شدہ پندرہ ہزار احادیث آپ نے فر فر سنادیں، گویا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سب روایات آپ نے ہی ہمیں املا کرائی تھیں۔

**تعلیم کیلئے اسفار۔** امام بخاری کے اساتذہ کی تعداد کثیر ہے، آپ نے شہر در شہر اور قریہ قریہ سفر کر کے ائمہ کرام سے احادیث سماعت کیں۔ خود فرماتے ہیں۔

میں نے طلب علم میں مصر و شام کا دو مرتبہ دورہ کیا۔ چار مرتبہ بصرہ گیا، چھ سال حجاز مقدس میں رہا، اور کوفہ و بغداد کا شمار نہیں کہ کتنی مرتبہ سفر کیا۔

**علم و فضل۔** آپ کو اللہ رب العزت نے قوت حافظہ کے ساتھ جودت ذہن اور نکتہ رس فکر سے بھی نوازا تھا۔ معاصرین نے بارہا آپ کا امتحان لیا لیکن ہر مرتبہ آپ کامیاب وفائز المرام رہے۔ روایتوں کی طرق پر آپ کو خصوصی طور سے ملکہ تھا۔

بغداد شریف میں سو احادیث کی سندوں میں الٹ پھیر کی گئی لیکن آپ نے مجمع عام میں انکی تصحیح کر کے سب سے خراج تحسین حاصل کیا۔ سمرقند میں بھی چار سو محدثین نے آپ کو آزمانا چاہا لیکن آپ نے تمام سندوں کے برمحل جواب عنایت فرمائے۔

علل حدیث کو فنون حدیث میں نہایت اہمیت حاصل ہے اور بہت مشکل فن سمجھا جاتا ہے حتی کہ عبدالرحمٰن مہدی کا کہنا ہے کہ یہ علم بغیر الہام حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن آپ کو اس پر ایسا عبور حاصل تھا کہ شاید و باید۔

حافظ احمد بن حمدون کہتے ہیں، امام ذہلی نے اسماء و علل کے بارے میں جب ایک موقع

پر سوالات کئے اور آپ نے جواب دینا شروع کئے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آپکے منہ سے جواب نہیں بلکہ کمان سے تیر نکل رہا ہو۔

**شمائل وخصائل**۔ امام بخاری کے والد نہایت دولت مند اور امیر کبیر شخص تھے، وراثت میں کافی مال ملا تھا لیکن کبھی آپ نے خود تجارت نہیں کی بلکہ ہمیشہ بیع مضاربت پر رقم دیتے تھے۔ اس مال ومتاع اور تمول کے باوجود آپ نے ہمیشہ سادہ زندگی گذاری اور کفایت شعاری وجفاکشی اختیار کی اور علمی انہماک ہی پوری حیات آپ کا مشغلہ رہا۔ سخاوت وفیاضی آپ کا عام شیوہ تھا۔ عیش وعشرت سے ہمیشہ کوسوں دور رہے۔ عبادت وریاضت اور شب بیداری کرتے اور کثرت سے نوافل پڑھتے۔

**فقہی مسلک**۔ امام بخاری کی تصانیف میں اس بات کی صراحت تو نہیں کہ آپ کا فقہی مسلک کیا تھا، البتہ امام تاج الدین سبکی، امام قسطلانی اور آخر میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے آپ کو ائمہ شافعیہ میں شمار کیا ہے۔ لیکن یہ بات گویا طے شدہ ہے کہ آپ محض مقلد نہیں تھے بلکہ مجتہد فی المسائل تھے۔ آپ کی مثال شوافع میں ایسی ہی ہے جیسے امام ابوجعفر طحاوی کی احناف میں۔

امام بخاری کی مدح وثناء تلامذہ، معاصرین حتی کہ اساتذہ نے بھی کی ہے جو آپکے علم وفضل کا بین ثبوت ہیں۔

آپ نے پوری عمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی تلاش میں گذاری، اگرچہ آپ کو کسی جگہ سکون سے بیٹھنے اور کام کرنے کا موقع نہیں ملا، لیکن پھر بھی آپ نے تقریبا دو درجن کتابیں تصنیف فرمائیں، ان میں صحیح بخاری کو شہرت دوام حاصل ہے اور آج جسکو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

**وصال**:۔ یکم شوال ۲۵۶ھ کو باسٹھ سال کی عمر شریف میں آپ کا وصال سمرقند کے قریب خرتنک نامی بستی میں ہوا۔ آپ کی قبر انور سے ایک زمانہ تک مشک کی خوشبو آتی تھی اور دور دراز سے لوگ آکر بطور تبرک لے جاتے تھے۔

# صحیح بخاری

امام بخاری نے اس کتاب کا نام " الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وسننه وایامه "رکھا تھا، اور اب یہ بخاری شریف کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔

صحیح بخاری کا اصل موضوع احادیث مرفوعہ مسندہ ہیں اور انہیں احادیث کی صحت کا آپ نے التزام کیا ہے۔ انکے علاوہ جو تعلیقات، متابعات، شواہد، آثار صحابہ، اقوال تابعین اور ائمہ فتاویٰ کے احکام ذکر کئے ہیں وہ سب بالتبع ہیں اور اس ضمن میں جو احادیث ذکر کی ہیں وہ امام بخاری کے موضوع سے خارج ہیں اور نہ ہی انکی صحت کا التزام کیا گیا ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث وارد کرنے کی یہ شرط مقرر کی ہے کہ انکے شیخ سے لیکر صحابی تک تمام راوی ثقہ اور متصل ہوں۔

صحیح بخاری کی تعداد مرویات میں علماء کا اختلاف ہے۔ حافظ ابن صلاح کی تحقیق یہ ہے کہ کل تعداد (۷۲۷۵) ہے، اور حذف مکررات کے بعد یہ تعداد (۴۰۰۰) ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق کل تعداد (۹۰۸۲) ہے اور حذف مکررات کے بعد احادیث مرفوعہ کی تعداد دو ہزار چھ سو تئیس (۲۶۲۳) رہ جاتی ہے۔ (۱۸)
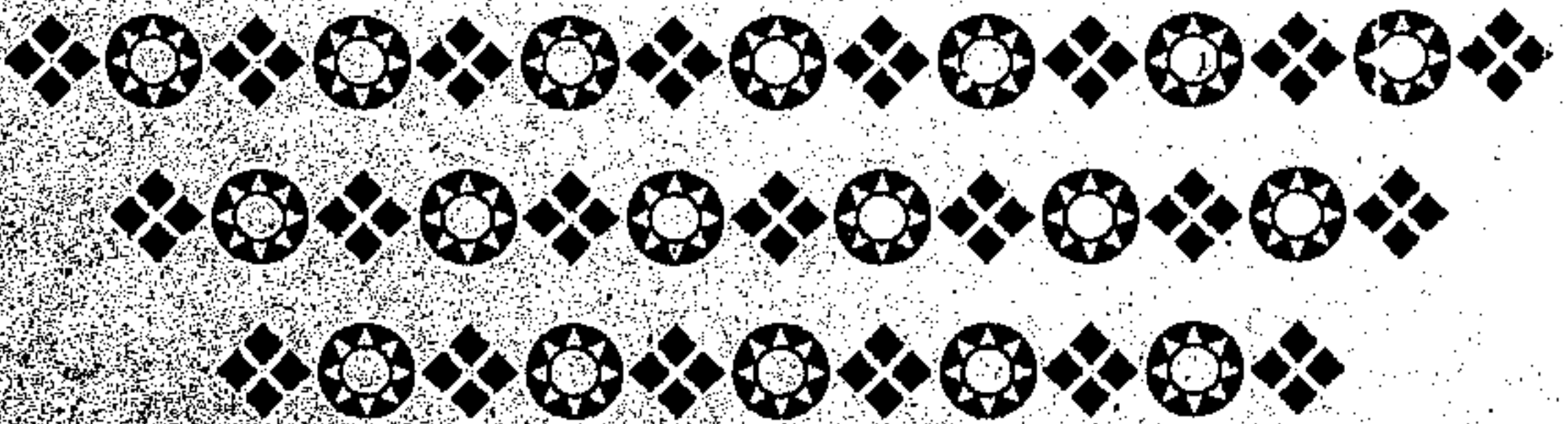
# امام مسلم

نام نسب:۔ نام، مسلم۔ کنیت، ابوالحسین۔ لقب عساکر الملت والدین۔ اور والد کا نام الحجاج بن مسلم ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے، مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیری۔ آپ کا سلسلہ نسب عرب کے مشہور قبیلہ بنو قشیر سے ملتا ہے اسی لئے آپ کو قشیری کہا جاتا ہے۔

ولادت و تعلیم۔ خراسان کے مشہور اور عظیم شہر نیشاپور میں آپکی ولادت ہوئی، سنہ ولادت ۲۰۲ھ یا ۲۰۶ھ ہے۔ نیشاپور اس زمانہ کا بقول علامہ حموی معدن الفضلاء ومنبع العلماء تھا۔ وہاں سے اتنے علماء وائمہ نکلے جنکا شمار نہیں۔

امام سبکی نے فرمایا: یہ شہر اس قدر بڑے اور عظیم شہروں میں تھا کہ بغداد کے بعد اسکی نظیر نہ تھی۔ مؤرخین نے اسکو امہات البلاد کہا ہے۔

ابتدائی تعلیم نیشاپور میں حاصل کی، اس وقت وہاں امام ذہلی اور اسحاق بن راہویہ جیسے امام فن موجود تھے۔ آپ نے احادیث کی سماعت چودہ سال کی عمر شریف سے شروع کر دی تھی۔ علم حدیث حاصل کرنے کے لئے آپ نے دور دراز کا سفر کیا اور مختلف مقامات کی خاک چھانی۔ عراق، حجاز، شام اور مصر وغیرہ مقامات کا متعدد مرتبہ دورہ کیا۔ بغداد معلی کئی بار گئے یہاں تک کہ آپ نے ایک زمانہ میں درس بھی دیا تھا۔

شمائل وخصائل:۔ آپ سرخ وسفید رنگ، بلند قامت اور وجیہ شخصیت کے مالک تھے، سر پر عمامہ باندھتے تھے۔ علم دین کو کبھی ذریعہ معاش نہیں بنایا، کپڑوں کی تجارت کر کے ضروریات پوری فرماتے۔ آپ کے خصائل میں سے ہے کہ عمر بھر نہ کسی کی غیبت کی، نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کے ساتھ درشت کلامی کی۔

اساتذہ۔ آپکے اساتذہ کا شمار مشکل ہے چند حضرات یہ ہیں۔ محمد بن یحیی ذہلی، اسحاق بن راہویہ، محمد بن مہران، ابو غسان، امام احمد بن حنبل، عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی، احمد بن یونس یربوعی، سعید بن منصور، ابو مصعب، حرملہ بن یحیی، ھیثم بن خارجہ، شیبان بن فروخ، امام بخاری۔

تلامذہ۔ آپکے تلامذہ کا حصر واستیعاب بھی نہیں کیا جا سکتا۔ چند مشاہیر کے اسماء اس طرح ہیں

امام ترمذی، امام ابوحاتم رازی، ابن خزیمہ، ابوعوانہ، ابوعمرو مستملی، عبداللہ بن الشرقی۔ علی بن اسماعیل الصفار،

**علم وفضل**۔ آپ فن حدیث میں عظیم صلاحیتوں کے مالک تھے، حدیث صحیح وسقیم کی پہچان میں وہ اپنے زمانہ کے اکثر محدثین پر فوقیت رکھتے تھے حتی کہ بعض امور میں ان کو امام بخاری پر بھی فضیلت حاصل تھی، کیونکہ امام بخاری نے اہل شام کی اکثر روایات بطریق مناولہ حاصل کی ہیں جسکے سبب کبھی غلطی واقع ہوجاتی ہے اور نام وکنیت کے تعدد سے آپ ایک راوی کو دو سمجھ لیتے ہیں۔ امام مسلم نے براہ راست سماع کیا ہے جسکی وجہ سے آپ مغالطہ نہیں کھاتے۔

امام مسلم کی خدمات، انکے کمالات اور قوت حافظہ کی وجہ سے لوگ اس قدر گرویدہ تھے کہ اسحاق بن راہویہ جیسے امام فن کہتے ہیں۔

خدا جانتا ہے کہ یہ شخص کتنا عظیم انسان ہوگا۔

امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم رازی اپنے ہمعصر مشائخ پر آپکو فضیلت دیتے تھے۔

ابن اخرم نے کہا:۔

نیشاپور نے تین محدث پیدا کئے۔ محمد بن یحیی، ابراہیم بن ابی طالب، امام مسلم۔

ابوبکر جارودی کہتے تھے: امام مسلم علم کے محافظ تھے۔ مسلمہ بن قاسم نے کہا وہ جلیل القدر امام تھے۔

بندار نے کہا: دنیا میں صرف چار حفاظ ہیں۔ ابوزرعہ، محمد بن اسمٰعیل بخاری، دارمی اور مسلم بن حجاج۔

آپکے ایک استاذ محمد بن عبدالوہاب فراد کہتے تھے۔

مسلم علم کا خزانہ ہیں میں نے ان میں خیر کے سوا کچھ نہیں پایا۔

**وصال**۔ آپ کے وصال کا واقعہ بھی نہایت عجیب بیان کیا جاتا ہے کہ کسی مجلس میں آپ سے ایک حدیث کے بارے میں سوال ہوا، اتفاق سے وہ حدیث یاد نہ آئی، گھر آکر اس حدیث کو کتابوں میں تلاش کرنا شروع کیا، قریب ہی کھجوروں کا ایک ٹوکرا بھی رکھا تھا، حدیث کی تلاش کے دوران ایک ایک کھجور اٹھا کر کھاتے رہے اور اس انہماک میں مقدار کی طرف توجہ نہ ہوسکی اور پورا ٹوکرا خالی ہوگیا، جب حدیث مل گئی تو مڑ کر دیکھا تو کھجوریں زیادہ کھالینے کا احساس ہوا،

اس کی وجہ سے آپ بیمار ہو گئے اور ۲۴ رجب ۲۶۱ھ بروز اتوار وصال ہو گیا۔

## صحیح مسلم

آپکی تصانیف کی تعداد بیس سے متجاوز ہے لیکن صحیح مسلم کو عظیم شہرت اور قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہے۔ حتی کہ متقدمین میں بعض مغاربہ اور محققین نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر بھی فوقیت دی ہے۔

امام بخاری کا مقصد احادیث صحیحہ مرفوعہ کی تخریج اور فقہ وسیرت نیز تفسیر وغیرہ کا استنباط تھا اس لئے انہوں نے موقوف معلق، صحابہ وتابعین کے فتاوی بھی نقل کئے جسکے نتیجہ میں احادیث کے متون وطرق کے ٹکڑے کتاب میں بکھر گئے۔ اور امام مسلم کا مقصد صرف احادیث صحیحہ کو منتخب کرنا ہے، وہ استنباط وغیرہ سے تعرض نہیں کرتے بلکہ ہر حدیث کے مختلف طرق کو حسن ترتیب سے یکجا بیان کرتے ہیں جس سے متون کے اختلاف اور مختلف اسانید سے واقفیت حاصل ہوتی ہے اس لئے احادیث منقطعہ وغیرہ کی تعداد نادر ہے۔

آپ نے اپنے شیوخ سے براہ راست سماعت کی ہوئی تین لاکھ احادیث سے صحیح مسلم کا انتخاب کیا ہے، اور مختلف حیثیات سے احادیث کی تعداد چار ہزار، آٹھ ہزار اور بارہ ہزار شمار کی گئی ہے۔ کتاب کی ترتیب میں ابواب کا لحاظ تو آپ نے رکھا تھا لیکن تراجم ابواب قائم نہیں فرمائے، آپکے بعد دیگر محدثین نے یہ کام انجام دیا۔ (۱۹)
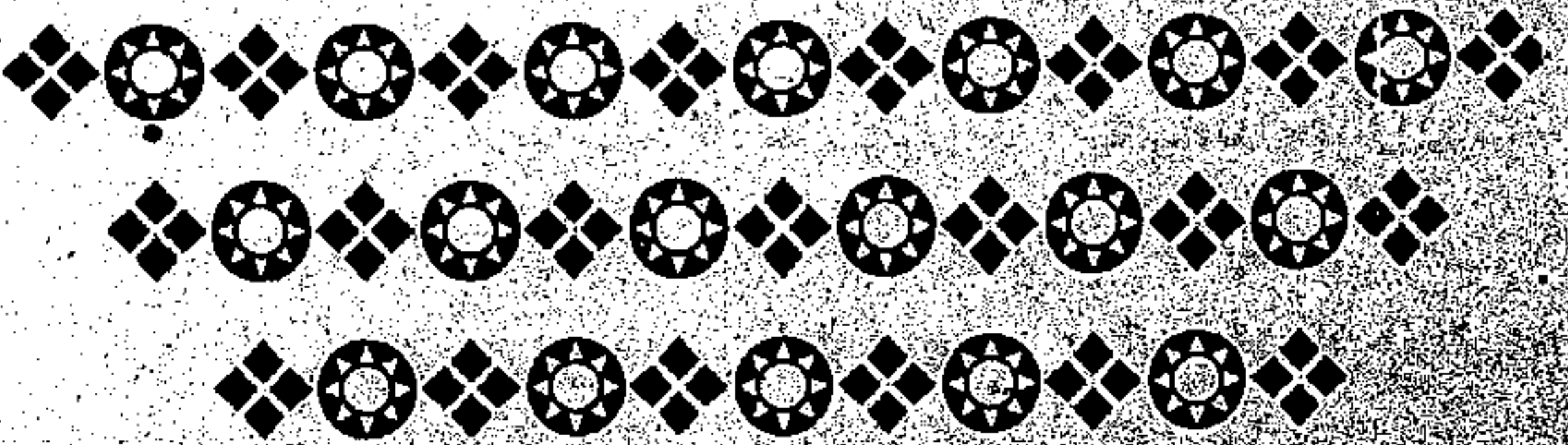
# امام ابوداوٗد

**نام ونسب:**۔ نام، سلیمان۔ کنیت، ابوداوٗد۔ والد کا نام، اشعث، اور سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ ابوداوٗد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی۔
کہتے ہیں آپکے جد امجد عمران نے جنگ صفین میں حضرت علی کا ساتھ دیا تھا اور اس میں شہادت پائی۔

**ولادت وتعلیم**۔ آپکی ولادت ۲۰۲ھ میں ملک سجستان (اسبتان) میں ہوئی جو سندھ اور ہرات کے درمیان ہندوستان کے پڑوس میں قندھار سے متصل واقع ہے۔

آپ نے جس زمانہ میں ہوش سنبھالا اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا، آپ نے بلاد اسلامیہ کا عموما دورہ کیا اور بالخصوص مصر، شام، حجاز، عراق اور خراسان کے سفر اختیار کئے اور اس دور کے مشاہیر اساتذہ وشیوخ سے علم حدیث حاصل کیا اور متعدد بار بغداد کا سفر فرمایا، پھر آخر میں بغداد ہی کو آپ نے وطن بنالیا۔ لیکن ۲۷۱ھ میں بعض وجوہ کی بنا پر بغداد کو خیر باد کہہ کر بصرہ میں مقیم ہو گئے تھے۔

**اساتذہ:**۔ جن اساتذہ وشیوخ سے آپ نے علم حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی ان کا استقصاء مشکل ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے آپکے تین سو شیوخ کی تعداد تحریر کی ہے، ان میں بلند پایہ محدثین وفقہاء شمار کئے جاتے ہیں، جیسے امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، قتیبہ، ابوالولید طیالسی، یحییٰ بن معین، ابوبکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ وغیرہم۔

**تلامذہ:**۔ آپکے حلقۂ درس میں شریک ہونے والے بیشمار ہیں، بعض اوقات ہزاروں کا جم غفیر بھی ہوتا تھا، امام احمد بن حنبل اگرچہ آپکے استاذ حدیث ہیں لیکن آپ سے روایت بھی کی ہے۔

آپ کے تلامذہ میں چار حضرات جماعت محدثین کے پیشوا اور سردار ہوئے ہیں۔

آپکے صاحبزادے ابوبکر بن ابی داوٗد۔ ابوعلی محمد بن احمد بن عمر لولوی۔ ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد اعرابی۔ ابوبکر محمد بن عبدالرزاق بن داسہ۔

**علم وفضل**۔ حافظ محمد بن اسحاق صنعانی اور ابراہیم حربی فرماتے تھے۔

امام ابوداؤد کیلئے اللہ تعالیٰ نے علم حدیث ایسا نرم کر دیا تھا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے لوہا۔

محمد بن لیث کہتے ہیں:۔

امام ابوداؤد دنیا میں علم حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے۔

موسیٰ بن ہارون نے کہا:۔

میں نے ان سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔

امام حاکم نے فرمایا:۔

علم حدیث میں آپکی امامت مسلم چیز ہے۔

اصحاب صحاح ستہ کی بہ نسبت آپ پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ علامہ شیخ ابو اسحاق شیرازی نے صرف آپ کو طبقات فقہاء میں شمار کیا ہے، وجہ بھی معقول ہے کہ احادیث فقہیہ کے حصر واستیعاب کے سلسلہ میں ابوداؤد کو جو بات حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو حاصل نہیں۔ علامہ یافعی نے آپ کو حدیث وفقہ دونوں کا امام کہا ہے۔

حفظ حدیث اور اتقان وروایت کے ساتھ آپ زھد وعبادت میں بھی یکتائے روزگار تھے، یقین وتوکل میں مثالی کردار ادا فرماتے، اس لئے آپکی مجلس میں ہر طرح کے لوگ حاضری دیتے، طلبہ وعلماء، شاہان وقت وامراء اور محدثین وصوفیاء سب نے آپکی بارگاہ میں نیازمندانہ حاضری دی ہے۔

ایک مرتبہ مشہور عارف باللہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری آپ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوئے، جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ کو نہایت خوشی ہوئی اور خوش آمدید کہتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت سہل نے کہا: اے امام! ذرا اپنی وہ مبارک زبان دکھائیں جس سے آپ احادیث رسول بیان کرتے ہیں تاکہ میں اس مقدس زبان کو بوسہ دوں۔ آپ نے زبان منہ سے باہر نکالی تو انتہائی عقیدت سے آپ نے اسکو چوم لیا۔

وصال:۔ ۱۶ شوال ۲۷۵ھ بروز جمعہ وصال فرمایا اور بصرہ میں امام سفیان ثوری کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

# سنن ابی داوٗد

آپکی پوری زندگی طلب حدیث اور مختلف بلاد کے سفر میں گذری لیکن اسکے باوجود آپ نے تقریباً بیس کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ان سب میں سنن ابی داوٗد کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی جو آپکے نام کو قیامت تک زندہ رکھنے کیلئے کافی ہے۔ تمام طبقات فقہاء میں مسلکی اختلاف کے باوجود یہ کتاب مقبول رہی ہے۔

حسن بن محمد بن ابراہیم کہتے ہیں: ایک بار میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار پرانوار کیا، حضور فرمارہے تھے، جو شخص سنن کا علم حاصل کرنا چاہے وہ سنن ابی داوٗد کا علم حاصل کرے۔ حضور کے اس فرمان سے ظاہر ہوا کہ یہ کتاب بارگاہ رسالت میں مقبول ہے۔

پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب کرکے آپ نے یہ کتاب تصنیف فرمائی جو اپنی نظیر آپ ہے، امام غزالی فرماتے ہیں:۔

علم حدیث میں صرف یہی ایک کتاب مجتہد کیلئے کافی ہے۔

آپ نے یہ کتاب اپنے شیخ امام احمد بن حنبل کی حیات ہی میں لکھی اور مکمل کرکے پیش کی تو انہوں نے اسکو بہت پسند فرمایا اور دعائیں دیں، اس سے معلوم ہوا کہ آپ اس کتاب کی تصنیف سے جوانی ہی میں فارغ ہو چکے تھے۔

**خصائص سنن۔** امام ابوداوٗد نے اپنی اس کتاب میں جمع ترتیب کے لحاظ سے جن اسالیب کو اختیار کیا وہ بہت خوبیوں اور نکات پر مشتمل ہیں۔ آپ نے اہل مکہ کے نام جو مکتوب رسالہ مکیہ کے نام سے ارسال کیا تھا اس میں بہت سے شرائط و نکات کی طرف رہنمائی کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

آپ لوگوں نے مجھ سے احادیث سنن کے بارے میں سوال کیا ہے کہ میں آپ کو بتاؤں کہ اس میں درج شدہ کیا میرے نزدیک صحیح ترین احادیث ہیں۔ تو سن لیجئے یہ تمام احادیث ایسی ہی ہیں۔ البتہ وہ احادیث جو دو صحیح طریقوں سے مروی ہوں اور ایک کا

راوی اسناد میں مقدم ہو کہ اسکی سند عالی اور واسطے کم ہوں اور دوسرے کا راوی حفظ میں بڑھا ہوا ہو ایسی صورت میں اول الذکر طریقہ کو لکھ دیتا ہوں۔ حالانکہ ایسی احادیث کی تعداد بمشکل دس ہوگی۔

باقی مراسیل کا جہاں تک تعلق ہے تو پہلے زمانہ میں امام مالک، سفیان ثوری اور امام اوزاعی وغیرہ ان سے استدلال کرتے تھے، یہانتک کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا زمانہ آیا اور انہوں نے یہ کلام کرنا شروع کیا، اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی رضا نصیب فرمائے۔

میرا مسلک یہ ہے کہ جب کوئی مسند روایت مرسل روایت کے خلاف موجود نہ ہو یا مسند روایت نہ پائی جائے تو ایسی صورت میں مرسل روایت سے استدلال درست ہے اگر چہ وہ متصل کی طرح قوی نہیں ہوتی۔ میں نے اپنی سنن میں متروک راوی کی روایت نہیں لی ہے، اور اگر کوئی منکر حدیث آئی ہے تو میں نے اسکو بیان کر دیا ہے۔ اس میں کوئی اور علت ہو تو اسکو بھی بیان کر دیا ہے۔ جس حدیث کے بعد میں نے کچھ نہیں لکھا وہ صالح للعمل ہوتی ہے۔ میں نے اس کتاب میں اکثر احادیث مشہور جمع کی ہیں۔

میں نے کتاب سنن میں صرف احکام ہی کو تصنیف کیا ہے، زہد اور فضائل اعمال سے متعلق احادیث نہیں بیان کی ہیں۔ لہذا یہ چار ہزار آٹھ سو احادیث (۴۸۰۰) ہیں۔

یہ اس کتاب کا اجمالی تعارف جو خود مصنف علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا تفصیل کیلئے مطولات کا مطالعہ کریں۔ (۲۰)
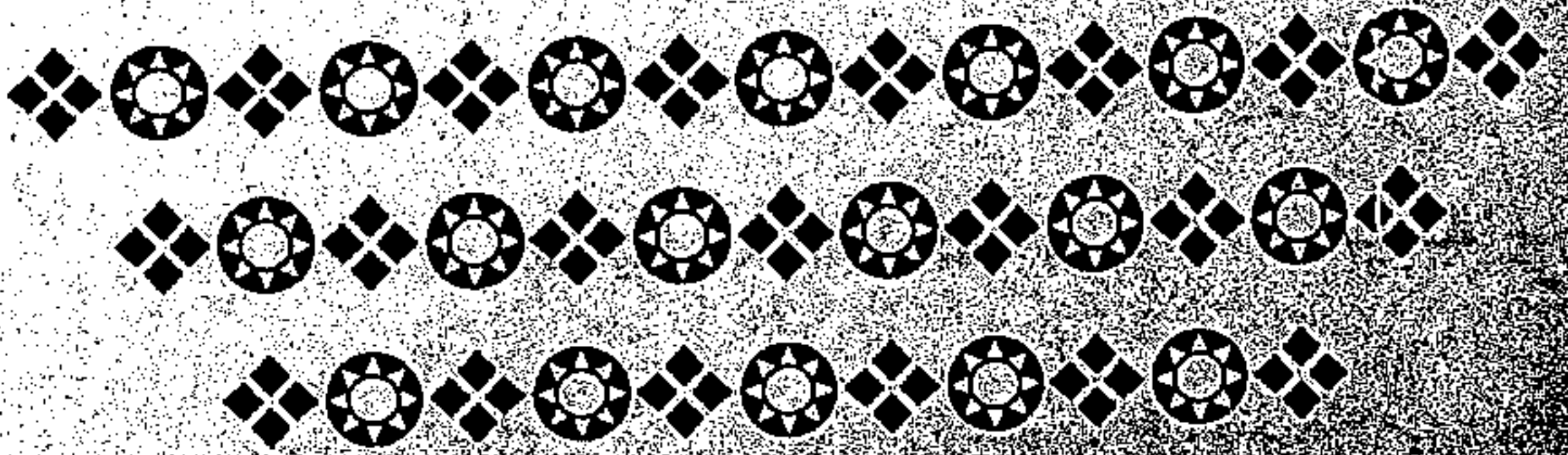
# امام ترمذی

نام ونسب۔ نام، محمد۔ کنیت، ابوعیسی۔ والد کا نام عیسی۔ اور سلسلہ نسب یوں ہے، ابوعیسی محمد بن عیسی بن موسی بن الضحاک بن السکن سلمی ترمذی۔

ولادت وتعلیم۔ بلخ کے شہر ترمذ میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر دریائے جیحون کے قریب واقع تھا۔ قبیلہ بنوسلیم سے تعلق رکھتے تھے اس لئے نسب میں سلمی کہلاتے ہیں۔

حصول علم کی خاطر آپ نے خراسان، عراق اور حجاز کے متعدد شہروں کا سفر کیا اور اپنے وقت کے جلیل القدر محدثین وفقہاء سے اکتساب علم کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ علم حدیث کا شہرہ عام ہو چکا تھا۔

اساتذہ:۔ آپ کے اساتذہ میں مندرجہ ذیل حضرات شمار ہوئے ہیں۔

امام بخاری، امام مسلم، قتیبہ بن سعید، ابومصعب، ابراہیم بن عبداللہ ھروی، اسمعیل بن موسی اسدی، محمد بن بشار، زیاد بن ایوب، سعید بن عبدالرحمٰن، فضل بن سہل، وغیرہم۔

تلامذہ:۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے، چند یہ ہیں۔

ھیثم بن کلیب شاشی، داؤد بن نصر بن سہل بزدوی، عبد بن محمد بن محمود نسفی، محمد بن نمیر، وغیرہم۔ نیز آپ کے جلیل القدر اساتذہ امام بخاری اور امام مسلم نے بھی آپ سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ آپ نے ایسی دو احادیث کی طرف اپنی جامع میں اشارہ فرمایا۔ ایک ابواب التفسیر سورۃ الحشر میں اور دوسری ابواب المناقب فضیلت علی میں۔ یہ دونوں احادیث امام بخاری نے آپ سے سنی ہیں۔

نیز امام مسلم نے، رویت ہلال، کے باب میں آپکی روایت سے بیان کی ہے۔

علم وفضل۔ اللہ رب العزت نے آپ کو نادر الشال قوت حافظہ سے نوازا تھا، آپ نے ایک واقعہ یوں بیان فرمایا:۔

میں نے ایک استاذ سے انکی مرویات کے دو جز نقل کئے تھے، ایک مرتبہ مکہ کے سفر میں وہ میرے ہمراہ تھے۔ مجھے اب تک دوبارہ ان اجزاء کی جانچ پڑتال کا موقع نہیں ملا تھا میں نے

شیخ سے درخواست کی کہ آپ ان احادیث کی قرأت کریں میں سنکر مقابلہ کرتا جاؤں، شیخ نے منظور کرلیا اور فرمایا: اجزاء نکال لو، میں پڑھتا ہوں اور تم مقابلہ کرتے جانا۔ آپ نے وہ اجزاء تلاش کیے مگر ساتھ نہ تھے، بہت فکر مند ہوئے لیکن میں نے سماعت کی غرض سے سادہ کاغذ ہاتھ میں لے لئے اور فرضی طور پر سننے میں مشغول ہوگیا۔ اتفاق سے ان اوراق پر شیخ کی نظر پڑ گئی تو ناراض ہوکر بولے۔ تم کو شرم نہیں آتی مجھ سے مذاق کرتے ہو، پھر میں نے سارا ماجرا سنا کر عذر پیش کیا، اور عرض کیا آپ کی سنائی ہوئی تمام احادیث مجھے محفوظ ہیں۔

شیخ نے کہا: سناؤ، میں نے وہ تمام احادیث من وعن سنادیں، شیخ نے دوبارہ امتحان لینے کی غرض سے چالیس احادیث اور پڑھیں میں نے ان سب کو بھی اسی ترتیب سے سنادیا، اس پر شیخ نے نہایت تحسین وآفریں فرمائی اور فرمایا۔

مارأیت مثلک۔

میں نے تمہاری مثل آج تک کسی کو نہیں دیکھا۔

**خوف خدا:۔** امام ترمذی زہد وورع اور خوف خدا میں ضرب المثل تھے، خشیت الٰہی کے غلبہ سے اتنا روتے تھے کہ آخر میں آپ کی بینائی بھی جاتی رہی تھی۔

۱۳؍ رجب ۲۷۹ھ مقام ترمذ میں شب دوشنبہ آپ کا وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ ستر سال کی عمر پائی۔ سنہ وفات اور مدت عمر اس شعر سے ظاہر ہے۔

الترمذی محمد ذوزین ☆ عطر وفاۃ عمرہ فی عین

۲۷۹　　۷۰

**تصانیف:** آپکی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

جامع ترمذی، کتاب العلل، کتاب التاریخ، کتاب الزھد، کتاب الاسماء والکنی، کتاب الشمائل النبویہ۔

## جامع ترمذی

آپ کی تصانیف میں خاص شہرت جامع ترمذی کو حاصل ہے، اور یہ اپنی جودت ترتیب اور افادیت وجامعیت کے اعتبار سے صحیحین کے بعد شمار کی جاتی ہے۔

اسکے نام میں اختلاف ہے، بعض حضرات اسکو سنن ترمذی کے نام سے موسوم کرتے

ہیں، لیکن مشہور جامع ترمذی ہے کہ اسکی جامعیت کے پیش نظر اسکو اصطلاحاً جامع کہنا بالکل درست ہے۔

خصائص۔ جامع ترمذی میں آپ نے مندرجہ ذیل اسلوب اختیار فرمائے ہیں۔

۱۔ حدیث ذکر کر کے ائمہ مذاہب کے اقوال اور ان کا اختلاف بیان کرتے ہیں۔

۲۔ یہ التزام رہا ہے کہ وہ حدیث بیان کی جائے جو کسی امام کا مذہب ہے۔

۳۔ جب حدیث چند صحابہ سے مروی ہو تو مشہور راوی سے روایت کرتے ہیں اور باقی کو وفی الباب عن فلان الخ، سے بیان کرتے ہیں۔

۴۔ راوی کی روایت کے بعد 'وفی الباب الخ' میں بھی ان کا نام لیں تو ان سے اسی معنی کی دوسری روایت مراد ہوتی ہے۔

۵۔ حدیث میں اضطراب ہو تو متن یا سند کے اضطراب کو بیان کر دیتے ہیں۔

۶۔ حدیث منقطع کے انقطاع اور بعض اوقات وجہ انقطاع کی صراحت کرتے ہیں۔

۷۔ حدیث غیر محفوظ اور شاذ کی صراحت کرتے ہیں اور کبھی وجہ شذوذ بھی بیان کرتے ہیں۔

۸۔ حدیث منکر کی صراحت اور بعض مقامات پر وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔

۹۔ حدیث صحیح اگر دوسری سند سے مدرج ہو تو اسکی وضاحت بھی کرتے ہیں۔

۱۰۔ حدیث مرفوع اگر درحقیقت موقوف ہو تو اسکی صراحت بھی کرتے ہیں۔

ان کے علاوہ دیگر اسلوب بھی اختیار کئے ہیں جنکو تفصیل سے علامہ غلام رسول سعیدی نے مقدمہ ترمذی میں بیان کیا ہے۔

جامع ترمذی کی جملہ احادیث کی تعداد (۳۹۵۶) بتائی جاتی ہے اور توابع وشواہد کو جدا کر کے احادیث مقصودہ کی تعداد (۱۳۸۵) رہ جاتی ہے۔(۲۱)
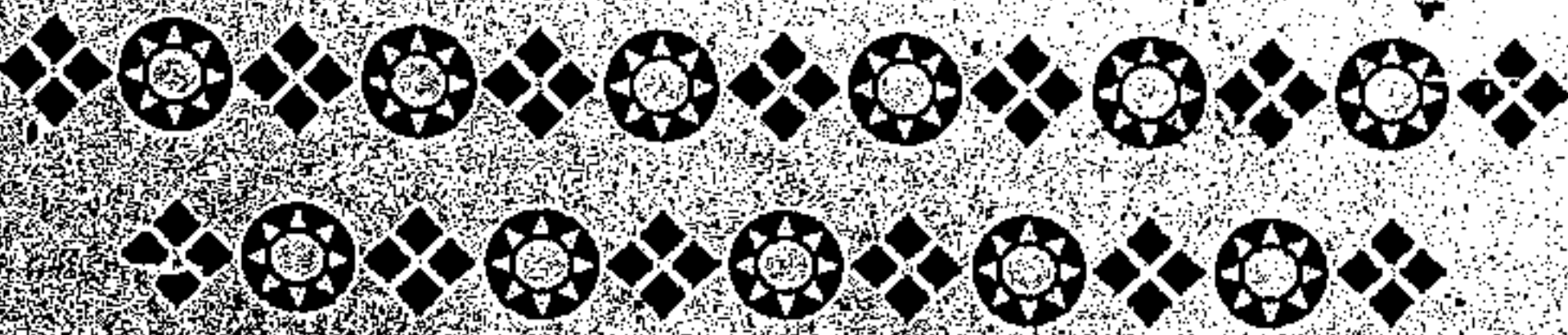
# امام نسائی

**نام ونسب:۔** نام، احمد۔ کنیت، ابوعبدالرحمٰن۔ والد کا نام، شعیب ہے اور سلسلہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی۔

**ولادت وتعلیم۔** آپکی ولادت ۲۱۵ھ میں خراسان کے ایک مشہور شہر نساء میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے اساتذہ سے حاصل کی، اسکے بعد ۱۵ ارسال کی عمر ۲۳۰ھ میں سب سے پہلے قتیبہ بن سعید بلخی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انکی خدمت میں ایک سال دوماہ رہکر علم حدیث حاصل کیا۔

اسکے بعد دور دراز شہروں میں جاکر علم حدیث کا اکتساب کیا۔ اس سلسلہ میں خراسان، عراق، حجاز، شام اور مصر خاص طور پر قابل ذکر ہیں، آپ نے آخر میں مستقل سکونت مصر میں اختیار کر لی تھی۔

**اساتذہ:۔** اساتذہ کی فہرست طویل ہے، چند یہ ہیں:۔

قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہویہ، ھشام بن عمار، محمد بن نصر مروزی، محمود بن غیلان، ابوداؤد سلیمان بن اشعث، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری وغیرہم

**تلامذہ:۔** آپکے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل، بعض کے اسماء یہ ہیں۔

ابوجعفر طحاوی، ابوالقاسم طبرانی، ابوجعفر عقیلی، حافظ ابوعلی نیشاپوری، حافظ ابوالقاسم اندلسی، ابوبکر بن حداد فقیہ وغیرہم

**شمائل وخصائل۔** امام نسائی نہایت وجیہ اور خوبصورت شخص تھے، لحیم شحیم اور خوب تندرست، دسترخوان انواع واقسام کے لذیذ کھانوں سے بھرا رہتا۔ کھانے کے بعد نبیذ استعمال فرماتے، ساتھ ہی خوش وضع اور خوش لباس تھے، آپکی چار بیویاں تھیں اور انکے علاوہ کنیزیں بھی ساتھ رہتی تھیں۔

**عبادت:۔** ان تمام ظاہری اسباب عیش وآرام کے باوجود آپ نہایت عبادت گذار اور شب بیدار تھے۔ صوم داؤدی پر ہمیشہ عامل رہے، طبیعت میں حد درجہ استغناء تھا اس لئے حکام وقت

کی مجلسوں سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے۔

آپ عقائد میں راسخ اور متصلب تھے، جس زمانہ میں معتزلہ کے عقیدۂ خلق قرآن کا چرچا تھا ان دنوں محمد بن اعین نے ایک مرتبہ عبداللہ بن مبارک سے کہا: فلاں شخص کہتا ہے کہ جو شخص آیت کریمہ:۔

اننی انااللہ لاالہ الاانافاعبدونی۔

کومخلوق مانے وہ کافر ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: یہ حق ہے، امام نسائی نے جب یہ روایت سنی تو فرمایا: میرا بھی یہ ہی مذہب ہے۔

**حق گوئی وشہادت۔** امام نسائی اخیر عمر میں حاسدین کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آکر فلسطین کے ایک مقام رملہ آگئے، یہاں بنوامیہ کی طویل حکومت کے سبب خارجیت وناصبیت کازور تھا، عوام حضرت علی سے بدگمان تھے، بلکہ دمشق میں اس وقت اکثریت ان ہی لوگوں کی تھی۔ آپ نے یہ فضا دیکھی تو اصلاح عقائد کی غرض سے حضرت علی کے مناقب پر مشتمل کتاب الخصائص تصنیف فرمائی۔

تصنیف سے فارغ ہوکر آپ نے دمشق کی جامع مسجد میں لوگوں کے سامنے اسکو پڑھکر سنادیا، چونکہ یہ کتاب وہاں کے لوگوں کے نظریات کے خلاف تھی اس لئے اسکو سنکر وہاں کے لوگ مشتعل ہوگئے۔ مجمع سے کسی شخص نے کہا: ہمیں آپ کوئی ایسی روایت سنائیں جس سے حضرت امیر معاویہ کی حضرت علی پر برتری ظاہر ہو۔

آپ نے جواب میں فرمایا: حضرت معاویہ کا معاملہ برابر سرابر ہوجائے تو کیا یہ تمہارے خوش ہونے کیلئے کافی نہیں ہے، یا مطلب یہ تھا کہ کیا امیر معاویہ کیلئے حضرت علی کے مساوی ہونا کافی نہیں ہے جو تم برتری کا سوال کررہے ہو، یہ سننا تھا کہ وہ لوگ آگ بگولہ ہوگئے اور تمام آداب کو بالائے طاق رکھ کرانہوں نے آپ کو زدوکوب کرنا شروع کیا، بعض اشقیاء نے آپکے جسم نازک پر بھی لاٹھیاں ماریں جسکی وجہ سے آپ بہت نڈھال ہوگئے۔ اسی حالت میں آپ کو مکان پر لائے، آپ نے فرمایا: مجھے مکہ مکرمہ لے چلو تاکہ میرا انتقال مکہ مکرمہ میں ہو اسی حادثہ سے آپکا وصال ۱۳ صفر المظفر ۳۰۳ھ ۸۸ سال کی عمر میں ہوا۔ صفامروہ کے درمیان دفن ہوئے۔

**تصانیف:** امام نسائی نے کثرت مشاغل کے باوجود متعدد کتابیں تصنیف کیں جنکے اسماء اس طرح ہیں۔

السنن الکبری، المجتبی، خصائص علی، مسند علی، مسند مالک، مسند منصور، فضائل الصحابہ، کتاب التمیز، کتاب المدلسین، کتاب الضعفاء کتاب الاخوة، کتاب الجرح والتعدیل، مشیخة النسائی، اسماء الرواة، مناسک حج،

## سنن نسائی

ان سب میں آپکی سنن نسائی کو کامل شہرت حاصل ہوئی جو صحاح ستہ کی اہم کتاب ہے۔ السنن الکبری تصنیف کرنے کے بعد امیر رملہ (فلسطین) کے سامنے اس کتاب کو پیش کیا، امیر نے پوچھا کیا آپ کی اس کتاب میں تمام احادیث صحیح ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، اس میں صحیح اور حسن دونوں قسم کی احادیث ہیں، اس پر امیر نے عرض کیا: آپ میرے لئے ان احادیث کو منتخب فرمادیں جو تمام تر صحیح ہوں، لہذا امیر کی فرمائش پر آپ نے سنن کبری سے احادیث صحیحہ کا انتخاب فرمایا اور اسکا نام المجتبی رکھا۔

اسی کو سنن صغری بھی کہتے ہیں، عرف عام میں سنن نسائی کے نام سے مشہور ہے۔ محدثین جب مطلقا رواہ النسائی کہیں تو یہی کتاب مراد ہوتی ہے اور کتب ستہ میں اسی کا اعتبار ہے۔

آپکی اس کتاب کی خوبی یہ بھی ہے کہ اکثر کتب صحاح کے اسالیب کی جامع ہے، یعنی امام بخاری کے طرز پر ایک حدیث کو متعدد ابواب میں لاکر مختلف مسائل کا اثبات کیا ہے۔ امام مسلم کے طریقہ پر ایک حدیث کے تمام طرق کو اختلاف الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام ابوداود کے انداز پر صرف احکام فقہیہ سے متعلق احادیث کی تدوین کی ہے۔ اور امام ترمذی کی طرح احادیث کے ذیل میں ان پر فنی نقطہ نگاہ سے گفتگو کی ہے جنکا کچھ تذکرہ آپ نے جامع ترمذی کے تحت ملاحظہ فرمایا۔ (۲۲)

# امام ابن ماجہ

**نام ونسب :** ۔محمد۔کنیت ،ابوعبداللہ۔عرف ،ابن ماجہ۔اور والد کا نام یزید ہے،سلسلہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ الربعی القزوینی۔

ماجہ کے بارے میں اختلاف ہے۔بعض کہتے ہیں کہ یہ آپکی والدہ ماجدہ کا نام تھا، علامہ زبیدی نے تاج العروس میں اسکو بعض علماء کا قول بتایا ہے۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ماجہ آپکے والد یزید کا لقب ہے اور یہ ہی اکثر علماء اور قزوین کے مؤرخین کا مختار ہے۔غالبًا یہ ماہچہ کا معرب ہے۔

**ولادت وتعلیم** ۔قزوین عراق عجم کا مشہور شہر ہے، یہ ہی آپ کا مولد ومسکن ہے،آپ کی ولادت ۲۰۹ھ میں ہوئی۔بچپن کا زمانہ علوم وفنون کے لئے باغ وبہار کا زمانہ تھا،اس وقت بنو عباس کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا۔مامون رشید اس دور میں سریر آرائے سلطنت تھا۔

عام دستور کے مطابق آپ نے ابتدائی تعلیم کی تکمیل کی ،اسکے بعد محدثین کی درسگاہوں کی طرف رخ کیا تاکہ علم حدیث حاصل کریں۔قزوین میں اس وقت جلیل القدر محدثین موجود تھے۔مثلا

| | |
|---|---|
| ابوالحسن علی بن محمد طنافسی | متوفی ۲۳۳ |
| ابومجر عمرو بن رافع بجلی | متوفی ۲۳۷ |
| ابوسلیمان اسمٰعیل بن توبہ قزوینی | متوفی ۲۴۷ |
| ابوموسیٰ ہارون بن موسیٰ بن حیان تمیمی | متوفی ۲۴۸ |
| ابوبکر محمد بن ابی خالد یزید قزوینی طبری وغیرہم | |

آپ نے پہلے ان حضرات سے حدیث کا بڑا ذخیرہ حاصل کیا اور پھر تکمیل فن کیلئے خراسان،عراق،حجاز،مصر اور شام کے متعدد شہروں کا سفر کیا۔بالخصوص مکہ مکرمہ،مدینہ طیبہ،بصرہ اور بغداد کے محدثین وفقہاء سے اکتساب علم کیا۔انکے علاوہ طہران ،اصفہان ،رہواز ،رملہ ،بلخ، بیت المقدس،حران ،دمشق فلسطین ،عسقلان ،مرو اور نیشاپور کا نام بھی خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

اساتذہ۔ آپکے اساتذہ کی فہرست نہایت طویل ہے، مندرجہ بالا کے علاوہ چند اسماء یہ ہیں۔

محمد بن عبداللہ بن نمیر، ابراہیم بن المنذر رالخزامی، عبداللہ بن معاویہ ھشام بن عمار، ابوبکر بن ابی شیبہ محمد بن یحیی نیشاپوری، احمد بن ثابت الجحدری، ابوبکر بن خلاد باہلی، محمد بن بشار، علی بن منذر۔ وغیرہم

تلامذہ:۔ آپکے تلامذہ میں بعض کے اسماء اس طرح ہیں:۔

علی بن سعید عسکری، احمد بن ابراہیم قزوینی، ابوالطیب احمد بن روح شعرانی، اسحاق بن محمد قزوینی، ابراہیم بن دینار الجرشی الصمدانی، حسین بن علی بن برانیاد، سلیمان بن یزید قزوینی، حکیم مدنی اصبہانی، وغیرہم

علم وفضل۔ امام ابن ماجہ کی امامت فن، فضل وکمال، جلالت شان، وسعت نظر اور حفظ حدیث وثقاہت کے تمام علماء معترف ہیں۔

ابویعلی خلیلی لکھتے ہیں:۔

ابن ماجہ بڑے ثقہ، متفق علیہ، قابل احتجاج ہیں، آپکو حدیث اور حفظ حدیث میں پوری معرفت حاصل ہے۔

علامہ ابن جوزی کہتے ہیں۔

آپ نے بہت سے شیوخ سے سماع حدیث کیا، اور سنن، تاریخ اور تفسیر کے آپ عارف تھے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:۔

بیشک آپ حافظ حدیث، صدوق اور وافر العلم تھے۔

مورخ ابن خاکان نے لکھا۔

آپ حدیث کے امام اور حدیث کے جمیع متعلقات سے واقف تھے۔

وصال:۔ ۲۲؍رمضان المبارک ۲۷۳ھ بروز پیر آپ کا وصال ہوا، چونسٹھ سال کی عمر پائی۔

آپکے بھائی ابوبکر نے نماز جنازہ پڑھائی، دوسرے دن تدفین عمل میں آئی۔

آپ نے تین تصانیف اپنی یادگار چھوڑی تھیں جن میں دو ناپید ہیں، تفصیل اس طرح ہے۔

ا۔ التفسیر، حافظ ابن کثیر نے اسکو تفسیر حافل کہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ضخیم

تالیف تھی۔ اس میں آپ نے تفسیر کیلئے جس قدر احادیث اور صحابہ وتابعین کے اقوال مل سکتے تھے سب کو یکجا کر دیا ہے۔ امام سیوطی نے طبقہ ثالثہ کی تفسیروں میں شمار کیا ہے۔

۲۔　التاریخ :۔ ابن خلکان نے اسکو تاریخ ملیح، اور ابن کثیر نے تاریخ کامل کا عنوان دیا ہے۔ یہ صحابہ سے لیکر مصنف کے عہد تک کی تاریخ ہے جس میں بلاد اسلامیہ اور راویان حدیث کے حالات ہیں۔

## سنن ابن ماجہ

امام ابن ماجہ کی یہ مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق تصنیف ہے، حافظ ذہبی نے اس کتاب کی بابت خود آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :۔

میں نے جب کتاب لکھ کر امام حافظ ابوزرعہ کی خدمت میں پیش کی تو وہ اسکو دیکھکر بے ساختہ پکار اٹھے۔

یہ کتاب اگر لوگوں کے ہاتھوں میں پہونچ گئی تو اس دور کی اکثر جوامع ومصنفات بیکار اور معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

چنانچہ حافظ ابوزرعہ کا یہ قول حرف بحرف پورا ہوا اور سنن ابن ماجہ کے فروغ کے سامنے متعدد جوامع اور مصنفات کے چراغ ماند پڑ گئے۔

سنن ابن ماجہ کو جس چیز نے عوام وخواص میں پذیرائی اور قبولیت عطا کی وہ اس کا شاندار اسلوب اور روایت کا حسن انتخاب ہے۔ ابواب کی فقہی رعایت سے ترتیب اور مسائل کے واضح استنباط اور تراجم ابواب کی احادیث سے بغیر کسی پیچیدگی اور الجھن کے مطابقت نے اسکے حسن کو نکھارا ہے۔ چند خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔　اس کتاب کی اکثر روایات وہ ہیں جو کتب خمسہ میں نہیں۔

۲۔　کوئی حدیث مکرر نہیں لائی گئی ہے۔

۳۔　اختصار وجامعیت میں اپنی مثال آپ ہے۔

۴۔　مسائل واحکام سے متعلق احادیث ہی زیادہ تر لائی گئی ہیں۔

پانچویں صدی کے آخر تک صحاح کی بنیادی کتب میں صرف پانچ کتابوں کا شمار ہوتا تھا بعد میں حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی متوفی ۵۰۷ھ نے اپنی کتاب شروط الائمۃ الستۃ، میں

ابن ماجہ کی شروط سے بھی بحث کی اور اسکو بھی بنیادی کتابوں کے ساتھ لاحق کر کے صحاح کی اصل چھ کتابوں کو قرار دیا۔

اسی دور میں محدث زرین بن معاویہ مالکی متوفی ۵۵۲ھ نے اپنی کتاب التجرید للصحاح والسنن، میں کتب خمسہ کے ساتھ سنن ابن ماجہ کی جگہ مؤطا امام مالک کو لاحق کردیا۔ اسکے بعد سے یہ اختلاف رہا کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب مؤطا ہے یا ابن ماجہ۔ عام مغاربہ مؤطا کو ترجیح دیتے تھے اور مشارقہ سنن ابن ماجہ کو۔ لیکن متاخرین نے ابن ماجہ کے حق میں اتفاق کرلیا اور اب غالب اکثریت اسی طرف ہے کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب سنن ابن ماجہ ہے۔

علامہ ابوالحسن سندھی مقدمہ شرح ابن ماجہ میں لکھتے ہیں۔

وغالب المتاخرین علی انہ سادس الستۃ ۔(۲۳)
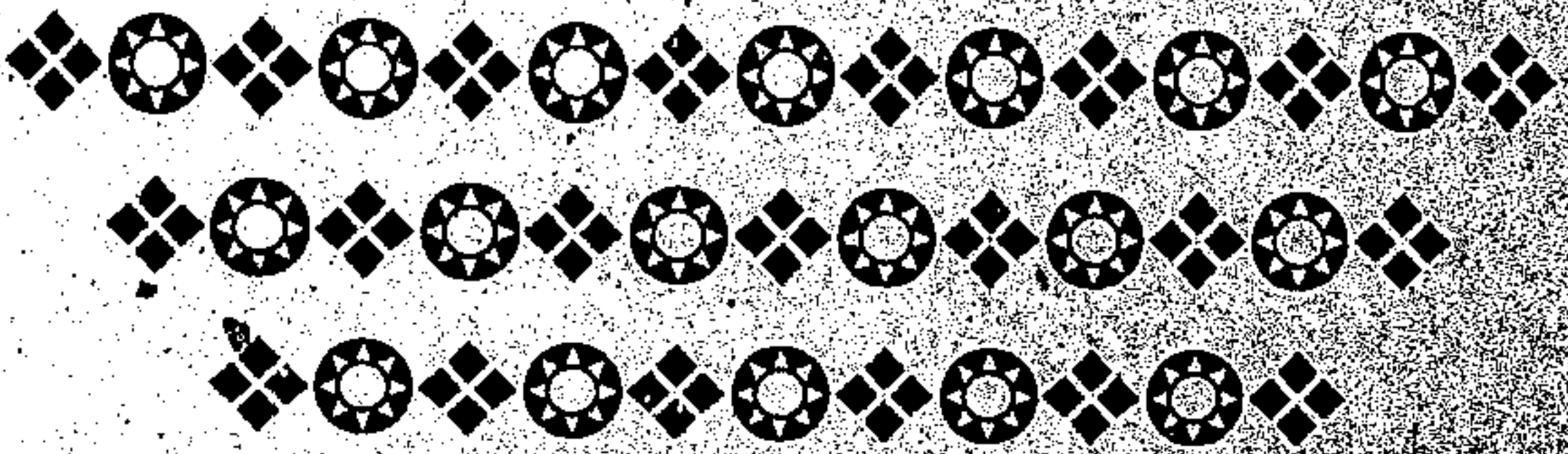
# امام طحاوی

**نام ونسب:۔** نام، احمد۔ کنیت، ابوجعفر۔ والد کا نام، محمد ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبدالملک بن سلمہ بن سلیم بن سلیمان بن جواب ازدی حجری طحاوی مصری حنفی۔

ازدیمن کا ایک طویل الذیل قبیلہ ہے اور حجر اسکی ایک شاخ ہے۔ حجر نام کے تین قبائل تھے۔ حجر بن وحید۔ حجر ذی اعین۔ حجر ازد۔ اور ازد نام کے بھی دو قبیلے تھے، ازد حجر۔ ازد شنوءہ۔ لہذا امتیاز کیلئے آپکے نام کے ساتھ دونوں ذکر کر کے ازدی حجری کہا جاتا ہے۔ آپکے آباءواجداد فتح اسلام کے بعد مصر میں فروکش ہو گئے تھے لہذا آپ مصری کہلائے۔

**ولادت وتعلیم۔** طحا نام کی بستی مصر میں وادی نیل کے کنارے آباد تھی، آپکی ولادت ۲۲۹ھ میں اسی بستی میں ہوئی۔ اس لئے آپکو طحاوی کہا جاتا ہے۔

آپ طلب علم کیلئے مصر آئے اور یہاں اپنے ماموں ابوابراہیم اسمٰعیل بن یحیی مزنی سے تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، مزنی امام شافعی کے اجل تلامذہ اور اصحاب میں تھے

ابتداء میں آپ امام شافعی کے مسلک پر رہے پھر فقہ حنفی کے متبع ہو گئے تھے۔ اسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دن اپنے ماموں سے پڑھ رہے تھے کہ آپکے سبق میں یہ مسئلہ آیا کہ اگر کوئی حاملہ عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو برخلاف مذہب امام ابوحنیفہ کے امام شافعی کے نزدیک عورت کا پیٹ چیر کر بچہ نکالنا جائز نہیں۔ آپ اس مسئلہ کے پڑھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں اس شخص کی ہرگز پیروی نہیں کرتا جو مجھ جیسے آدمی کی ہلاکت کی کچھ پرواہ نہ کرے۔ کیونکہ آپ اپنی والدہ کے پیٹ ہی میں تھے کہ آپ کی والدہ فوت ہو گئی تھیں اور آپ پیٹ چیر کر نکالے گئے تھے۔ یہ حال دیکھ کر آپ کے ماموں نے آپ سے کہا خدا کی قسم تو ہرگز فقیہ نہیں ہوگا۔ پس جب آپ خدا کے فضل سے فقہ وحدیث میں امام بے عدیل اور فاضل بے مثل ہوئے تو اکثر کہا کرتے تھے کہ میرے ماموں پر خدا کی رحمت نازل ہو اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنے مذہب شافعی کے بموجب ضرور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے۔

امام طحاوی نے اپنے ماموں مزنی کی درسگاہ کے بعد مصر کے شہرۂ آفاق استاذ ابوجعفر

احمد بن ابی عمران موسی بن عیسی سے فقہ حنفی کی تحصیل شروع کی، فقہ حنفی پر انکو کامل دستگاہ حاصل تھی اور صرف دو واسطوں سے ان کا سلسلہ امام اعظم سے مل جاتا ہے۔ اس طرح امام طحاوی کی سند فقہ اس طرح ہے:۔

عن احمد بن ابی عمران عن محمد بن سماعة عن ابی یوسف عن ابی حنیفة۔

اساتذہ۔ مصر کے بعد آپ نے ملک شام، بیت المقدس، غزہ اور عسقلان کے مشائخ سے سماعت کی، دمشق میں ابوحازم عبدالحمید قاضی دمشق سے ملاقات کی اور ان سے فقہ حاصل کی۔ اسکے بعد مصر واپس تشریف لائے اور جس قدر مشائخ حدیث آپکی حیات میں مصر آئے ان سب سے امام طحاوی نے علم حدیث میں استفادہ کیا۔ چند اساتذہ کے نام یہ ہیں۔

سلیمان بن شعیب کیسانی، ابوموسی یونس بن عبدالاعلی، ہارون بن سعید رملی، ابراہیم بن ابی داؤد برلسی، احمد بن قاسم کوفی، احمد بن داؤد سدوسی، احمد بن سہل رازی، جعفر ابن سلمی، حسن بن عبدالاعلی صنعانی، صالح بن شعیب بصری، محمد بن جعفر فریابی، ہارون بن محمد عسقلانی، یحیی بن عثمان سہمی۔

تلامذہ:۔ آپکی علمی شہرت دور دراز علاقوں میں پھیل گئی تھی، حدیث وفقہ کی جامعیت نے آپکو طلبہ کا مرجع بنا دیا تھا، لہذا دور دراز سے تشنگان علم آتے اور سیراب ہو کر جاتے۔ بے شمار لوگوں نے پڑھا اور صاحب کمال ہو گئے چند نام یہ ہیں۔

ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی صاحب معاجیم ثلاثہ۔ ابوعثمان احمد بن ابراہیم، احمد بن عبدالوارث زجاج، احمد بن محمد دامغانی، ابومحمد حسن بن قاسم، عبدالرحمن بن اسحق جوہری۔

علمی مقام۔ آپ حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ واجتہاد میں بہت بلند مقام پر فائز تھے، آپ کا شمار اعاظم مجتہدین میں ہوتا ہے، چنانچہ ملا علی قاری نے آپ کو طبقہ ثالثہ کے محدثین میں شمار کیا ہے فرماتے ہیں:۔

اس سے مراد وہ مجتہدین ہیں جو ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو۔ جیسے ابوبکر خصاف، ابوجعفر طحاوی، ابوالحسن کرخی، شمس

الائمہ سرخسی، فخر الاسلام بزدوی، فخر الدین قاضی خاں وغیرہم۔

یہ لوگ امام اعظم سے اصول وفروع میں مخالفت نہیں کرتے البتہ حسب اصول وقواعد ان مسائل کا استنباط کرتے ہیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی نص نہ ہو۔

**حق گوئی۔** امام طحاوی حق گو، نڈر اور بے باک شخصیت کے مالک تھے، بغیر کسی لاگ لپیٹ کے اور نتائج کی پرواہ کئے بغیر کلمۂ حق کہتے اور اس پر قائم رہتے، آپ قاضی ابوعبید کے نائب تھے لیکن انکو ہمیشہ صحیح روش کی تلقین کرتے رہتے تھے، ایک مرتبہ قاضی صاحب سے فرمایا: وہ اپنے کارندوں کا محاسبہ کیا کریں۔ قاضی صاحب نے جواب دیا: اسمٰعیل بن اسحاق اپنے کارندوں کا حساب نہیں لیتے تھے، امام طحاوی نے فرمایا: قاضی بکار اپنے کارندوں کا محاسبہ کیا کرتے تھے۔ قاضی صاحب نے پھر اسمٰعیل کی مثال دی، امام طحاوی نے فرمایا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کارندوں کا محاسبہ کیا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں اللتبیۃ کا قصہ سنایا۔

جب کارندوں کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ غضبناک ہوگئے اور انہوں نے قاضی کو امام طحاوی کے خلاف بھڑکانا شروع کیا یہاں تک کہ قاضی امام طحاوی کے مخالف ہوگئے۔ اسی اثناء میں قاضی معزول کردیئے گئے۔ جب امام طحاوی نے معزولی کا پروانہ پڑھا تو کچھ لوگ کہنے لگے، آپ کو مبارک ہو، آپ یہ سنکر سخت ناراض ہوئے اور کہنے لگے، قاضی صاحب بہر حال ایک صاحب علم آدمی تھے، اب میں کس کے ساتھ علمی گفتگو کیا کرونگا۔

**فضل وکمال۔** امام طحاوی کے فضل وکمال، ثقاہت ودیانت کا اعتراف ہر دور کے محدثین مؤرخین نے کیا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں:۔

امام طحاوی کی ثقاہت، دیانت علم حدیث میں ید طولی اور حدیث کے ناسخ ومنسوخ کی مہارت پر اجماع ہو چکا ہے۔

ابوسعید بن یونس تاریخ علماء مصر میں لکھتے ہیں:۔

آپ صاحب ثقاہت اور صاحب فقہ تھے، آپکے بعد کوئی آپ جیسا نہیں ہوا۔

حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں:۔

طحاوی حنفی المذہب ہونے کے باوجود تمام فقہی مذاہب پر نظر رکھتے تھے۔

ابن جوزی فرماتے ہیں:۔

آپ ثقہ، ثبت اور فہیم تھے۔

امام ذھبی نے فرمایا:۔

آپ فقیہ، محدث، حافظ، زبردست امام اور ثقہ تھے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں:۔

آپ امام، علامہ، حافظ، صاحب تصانیف، ثقہ ثبت، فقیہ ہیں، آپ کے بعد آپ جیسا کوئی دوسرا نہ ہوا۔

جب عبدالرحمن بن اسحاق معمر جوہری مصر کے عہدۂ قضا پر متمکن ہوئے تو وہ آپ کے ادب واحترام کا پورا پورا خیال رکھتے تھے، سواری پر ہمیشہ انکے بعد سوار ہوتے۔ جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو کہنے لگے۔ امام طحاوی مجھ سے گیارہ برس بڑے ہیں، اور وہ مجھ سے اگر گیارہ گھنٹے بھی بڑے ہوتے تو پھر بھی ان کا احترام لازم تھا۔ کیونکہ عہدۂ قضا کوئی ایسی بڑی چیز نہیں جسکی وجہ سے میں امام طحاوی جیسی شخصیت پر فخر کرسکوں۔

**وصال**۔ بانوے سال کی عظیم عمر اور پر شکوہ زندگی گذارنے کے بعد آپ نے یکم ذی قعدہ ۳۲۱ھ میں وصال فرمایا، قبر شریف قرافہ میں ہے جو مصر کے اماکن متبرکہ میں سے ہے۔ شارع شافعیہ سے دائیں جانب شارع طحاویہ کے سامنے ایک گنبد کے نیچے یہ آفتاب علم محو خواب ہے۔ مزار پر تاریخ وصال کندہ ہے اور ایک خاص عظمت برستی ہے۔

**تصانیف**۔ آپکی تصانیف کثیر تعداد میں ہیں، بعض کتابوں میں تقریباً تیس کی فہرست ملتی ہے، ان میں مشکل الآثار اور شرح معانی الآثار نہایت مشہور کتابیں ہیں۔

شرح معانی الآثار کے بارے میں علامہ اتقانی نے فخر سے کہا تھا، جو شخص طحاوی کی علمی مہارت کا اندازہ کرنا چاہتا ہو اسے چاہیئے کہ وہ شرح معانی الآثار کا مطالعہ کرے، مسلک حنفی تو الگ رہا کسی مذہب سے بھی اس کتاب کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔

اس کتاب سے امام طحاوی کا مقصد صرف احادیث کو جمع کرنا نہیں تھا بلکہ ان کے سامنے اصل مقصد احناف کی تائید اور یہ ثابت کرنا تھا کہ امام اعظم کا موقف کسی جگہ بھی احادیث کے خلاف نہیں۔ اور جو روایات بظاہر امام اعظم کے مسلک کے خلاف ہیں وہ یا مؤول ہیں یا

منسوخ۔

اس تصنیف میں امام طحاوی متعدد جگہ پر احادیث پر فنی حیثیت سے کلام کرتے ہیں اور مخالفین کی پیش کردہ روایات پر فن رجال کے لحاظ سے جرح کرتے ہیں اس کے علاوہ عقلی لحاظ سے بھی مخالفین کے نقطۂ نظر کی تضعیف کرتے ہیں۔اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب روایت اور درایت کی جامع ہے اور جن خوبیوں اور محاسن پر یہ کتاب مشتمل ہے صحاح ستہ کی تمام کتب ان سے خالی ہیں۔

**سبب تالیف**۔امام جعفر طحاوی اس کتاب کی تصنیف کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، مجھ سے بعض اہل علم حضرات نے فرمائش کی کہ میں ایسی کتاب تصنیف کروں جس میں احکام سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان احادیث کو جمع کروں جو بظاہر متعارض ہیں اور چونکہ ملحدین اور مخالفین اسلام اس ظاہری تعارض کی وجہ سے اسلام پر طعن کرتے ہیں اس لئے ان متعارض روایات میں تطبیق دینے کیلئے علماء اسلام کی ان تاویلات کا ذکر بھی کروں جو کتاب وسنت، اجماع اور اقاویل صحابہ سے موید ہے اور جو روایات منسوخ ہو چکی ہیں ان کے نسخ پر دلائل پیش کروں تاکہ احادیث نبویہ کے درمیان تعارض نہ رہے اور طعن مخالفین سے یہ روایات بے غبار ہو جائیں۔

**اسلوب**۔تمام امہات کتب حدیث میں امام طحاوی کا طرز سب سے منفرد اور دلچسپ ہے وہ ایک باب کے تحت پہلے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث وارد کرتے ہیں پھر ذکر کرتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے۔اس کے بعد ذکر کرتے ہیں کہ احناف کثرہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں اور ان کی دلیل ایک اور حدیث ہے جو اس حدیث کے مخالف ہے پھر اس حدیث کے متعدد طرق ذکر کرتے ہیں اخیر میں مذہب احناف کو تقویت دیتے ہیں۔دونوں حدیثوں کا الگ الگ محل بیان کرکے تعارض دور کرتے ہیں اور کبھی پہلی حدیث کی سند کا ضعف ثابت کرکے دوسری حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض اوقات پہلی حدیث کا منسوخ ہونا واضح کر دیتے ہیں۔نیز انہوں نے ہر باب میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ احناف کی تائید کرنے کیلئے آخر میں ایک عقلی دلیل پیش کی جائے۔اور اگر مسلک احناف پر کوئی اشکال وارد ہوتا ہو تو اس کو بھی دور کرتے ہیں۔(۲۴)

# شیخ علی متقی

**نام ونسب:۔** نام، علی۔ لقب، متقی۔ والد کا نام، عبد الملک۔ لقب، حسام الدین ہے۔ سلسلہ نسب علی بن عبد الملک بن قاضی خاں شاذلی مدینی چشتی۔

آپ کے والد عبد الملک حسام الدین بن قاضی خاں متقی قادری شاذلی مدینی چشتی ہیں آباء واجداد جونپور سے آکر برہان پور میں مقیم ہوئے، آپکی ولادت ۸۸۵ھ میں اسی شہر میں ہوئی، پاکیزہ ماحول میں تعلیم وتربیت پائی، آٹھ سال کی عمر میں شیخ بہاء الدین صوفی برہان پوری جو شاہ باجن چشتی سے مشہور تھے مرید ہوئے، والد کا انتقال اسکے بعد ہی آپکی صغر سنی میں ہو گیا۔

نو جوانی میں بمقام مندو ایک بادشاہ کی ملازمت بھی کر لی تھی جو اس وقت مالوہ کی قدیم حکومت کا صدر مقام تھا۔ لیکن سعادت ازلی نے اور عنایت الٰہی نے اس سے دل برداشتہ کر دیا ملازمت ترک کر کے ملتان کا رخ کیا اور وہاں شیخ حسام الدین متقی ملتانی کی خدمت میں حاضری دی۔

دو سال کی مدت میں تفسیر بیضاوی اور عین العلم کا آپ سے درس بھی لیا۔ اسکے بعد تقوی وتوکل کو زاد راہ بنا کر حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا وتعظیما کا سفر اختیار فرمایا۔

مکہ معظمہ پہونچ کر شیخ ابو الحسن شافعی بکری کی خدمت میں حاضر ہو کر مزید علم شریعت وطریقت پایا، سلسلہ عالیہ قادریہ شاذلیہ مدینیہ میں مجاز ہوئے اور پھر شیخ محمد بن محمد سخاوی کی خدمت میں رہکر سلسلہ عالیہ قادریہ کا خرقہ حاصل کیا۔ دیگر مشائخ طریقت سے بھی اجازت وخلافت سے نوازے گئے اور حدیث کی سند شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی سے حاصل کی اور مکہ معظمہ میں اقامت اختیار کر لی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

اسی دوران آپ نے کنز العمال نامی کتاب مدون ومرتب فرمائی جو آپ کا عظیم علمی ودینی شاہکار ہے۔ نیز آپ نے احادیث مکررہ کو چھانٹ کر منتخب کنز العمال بھی تحریر فرمائی۔ ان کتابوں کو دیکھ کر آپ کے شیخ ابو الحسن بکری شافعی نے فرمایا تھا، امام سیوطی نے جمع الجوامع لکھ کر تمام لوگوں پر احسان کیا تھا لیکن شیخ علی متقی نے کنز العمال کی تدوین فرما کر خود ان پر احسان

کیا ہے۔

آپکی تصانیف کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے۔ پوری عمر زہد وتوکل میں بسر فرمائی۔ اسکے بعد ہندوستان میں محمود شاہ صغیر گجراتی کے دور میں دو مرتبہ تشریف لائے، شاہ صغیر آپ کا مرید بھی ہوگیا تھا۔

آپ کا وصال ۲؍ جمادی الآخرہ ۹۷۵ھ صبح صادق کے وقت مکہ معظمہ میں ہوا، مکہ معظمہ میں تدفین کی گئی۔ شیخ عبدالوہاب متقی آپ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ (۲۵)

# شیخ عبدالوہاب متقی

**نسب وولادت:** آپ کی ولادت مندو میں ۹۰۲ھ میں ہوئی۔

آپ کے والد ماجد شیخ ولی اللہ مندو کے اکابرین میں سے تھے، بعد میں برہان پور سکونت اختیار کرلی تھی۔ لیکن تھوڑے دن بعد انتقال ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کی والدہ بھی رحلت فرماگئیں۔ لیکن تائید ربانی اور توفیق یزدانی نے آپ کی رفاقت کی۔ آپ نے چھوٹی سی عمر ہی سے طلب حق کیلئے فقر وتجرید، سفر وسیاحت اختیار فرمائی، نواح گجرات، علاقہ دکن، سیلون لنکا اور سراندیپ کے مختلف مقامات پر گئے، آپ کا معمول تھا کہ تین دن سے زیادہ کہیں قیام نہیں کرتے تھے، البتہ تحصیل علم کا موقع جہاں ملتا تو حسب ضرورت قیام کرتے۔

بیس سال کی عمر ہوگی کہ آپ سیاحت کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہونچ گئے۔ یہ ۹۲۳ کا زمانہ تھا۔ مکہ معظمہ میں اس وقت شیخ علی متقی مسند درس پر متمکن تھے، دور دور انکی شہرت تھی، وہ شیخ عبدالوہاب متقی کے والد سے بھی واقف تھے، چنانچہ آپ انکی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں کے ہورہے۔

شیخ عبدالوہاب متقی کا خط نہایت پاکیزہ تھا، شیخ علی متقی نے سب سے پہلے ان سے یہی کام لیا، جو شخص مدتوں صحرا نوردی کرتا رہا ہو اسکی طبیعت میں یکسوئی پیدا کرنے کیلئے اس سے بہتر کوئی کام نہیں ہوسکتا تھا۔ آپ نے دل وجان سے یہ کام انجام دیا اور شیخ علی متقی کی ایک کتاب جو بارہ ہزار سطروں کی تھی کل بارہ راتوں میں مکمل کتابت کردی۔ تعجب خیز بات یہ ہے

کہ دن بھر دوسری کتابوں کی تصحیح وکتابت میں مشغولیت رہتی، صرف رات کو شیخ کی کتاب لکھنے کا موقع ملتا تھا۔ شیخ علی متقی نے ان کا یہ ذوق وشوق دیکھا تو مزید قلبی تعلق ہوگیا، شیخ عبدالوہاب نے بھی انکے آستانہ کو اس مضبوطی سے پکڑا کہ ۹۷۵ھ آپکے وصال تک وہیں جمے رہے، خود فرماتے تھے:۔

میرے شیخ علی متقی کا وصال میرے زانوں پر ہوا۔

اسکے بعد مکہ معظمہ میں ایسا مرکز قائم کیا جسکی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ شیخ محقق لکھتے ہیں:۔

اس زمانے میں انکے برابر علوم شرعیہ پر عبور رکھنے والے کم ہونگے۔ اگر کہا جائے کہ لغت قاموس آپکو پوری یاد تھی تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اسی طرح فقہ وحدیث اور فلسفہ کی کتابیں بیشتر یاد تھیں۔ برسوں حرم شریف میں درس دیا۔

مکہ معظمہ میں بیٹھ کر ساری علمی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا اور اپنے علمی تبحر کا سکہ حجاز ویمن اور مصروشام کے علماء سے منوایا تھا۔

شیخ عبدالوہاب متقی عمر کے بیشتر حصہ میں مجرد ہی رہے، عمر جب چالیس اور پچاس کے درمیان تھی تو شادی کی، شادی سے پہلے ان کا یہ حال تھا کہ جو کتابت وغیرہ کی اجرت ملتی سب فقراء پر تقسیم کردیتے تھے۔ شادی کے بعد اہل وعیال کے حقوق کو مقدم سمجھتے تھے لیکن پھر بھی یہ حال تھا کہ کسی محتاج کی مدد سے گریز نہ کرتے تھے۔

ھندوستان کے فقراء انکی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کھانے کپڑے وغیرہ سے انکی مدد کرتے تھے۔

آپ اپنے زمانہ میں علم وعمل، حال واتباع، استقامت وتربیت، مریدوں کے سلوک اور طالب علموں کی افادیت وامداد، غریبوں فقیروں پر مہربانی وشفقت، مخلوق الٰہی کو نصیحت اور تمام نیک کاموں کی تلقین کرنے میں اپنے پیر ومرشد کے حقیقی وارث، اولین خلیفہ اور صاحب اسرار تھے۔

آپ کا وصال ۱۰۰۱ھ میں مکہ معظمہ میں ہوا۔ (۲۶)

# شیخ عبدالحق محدث دہلوی

نام ونسب :۔ نام، عبدالحق۔ والد کا نام، سیف الدین۔ اور لقب، شیخ محدث دہلوی، اور محقق علی الاطلاق ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔

شیخ عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ بن شیخ فیروز بن ملک موسی بن ملک معز الدین بن آغا محمد ترک بخاری۔

آپ کے مورث اعلی آغا محمد ترک بخارا کے باشندے تھے، وطن کے مایوس کن حالات سے دل برداشتہ ہوکر تیرھویں صدی عیسوی میں ترکوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ ھندوستان آئے۔

یہ سلطان علاء الدین خلجی متوفی ۱۳۱۶ء کا دور حکومت تھا۔ سلطان نے آپ کو اعلی عہدوں سے نوازا۔ انہی ایام میں گجرات کی مہم پیش آئی تو آپ نے اس میں خوب حصہ لیا اور فتح گجرات کے بعد وہیں سکونت اختیار کرلی۔ آپکو اللہ تعالیٰ نے کثیر اولاد عطا کی تھی، ایک سوایک بیٹے تھے، انکے ساتھ نہایت عزت ووقار کی زندگی گذارتے تھے، لیکن قضا وقدر کے فیصلے اٹل ہیں، ایک ہولناک سانحہ یہ پیش آیا کہ سولڑکے انتقال کرگئے۔

سب سے بڑے صاحزادے معز الدین باقی رہے، آغا محمد ترک کے دل ودماغ پر بجلی سی گرگئی، فتح ونصرت کے ڈنکے بجاتا ہوا گجرات آنے والا شخص ماتمی لباس پہن کر پھر واپس دہلی آگیا اور شیخ صلاح الدین سہروردی کی خانقاہ میں گوشہ تنہائی اختیار کرلی۔ یہاں ہی انتقال ہوا اور عیدگاہ شمسی کے عقب میں سپرد خاک کیے گئے۔

ملک معز الدین :۔ ملک معز الدین نے خاندان کے ماتمی ماحول کو ختم کیا اور عزم وہمت کے ساتھ دہلی میں سکونت اختیار کی۔

ملک موسی :۔ اسکے بعد انکے فرزند ملک موسی نے بڑی عزت وشہرت حاصل کی تھی لیکن حالات نے پھر کروٹ لی اور اس مرتبہ ملک موسی کو دہلی چھوڑنا پڑی اور ماوراء النہر جاکر سکونت اختیار کرلی۔ کچھ عرصہ بعد جب تیمور نے ۱۳۹۸ء میں ہندوستان پر حملہ کیا تو ملک موسی اسکی فوجوں کے ساتھ تھے۔

شیخ فیروز۔ ملک موسیٰ کے کئی بیٹے تھے ان میں شیخ فیروز امتیازی شان کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنے خاندان کی شہرت اور عظمت کو چار چاند لگائے، علم سپہ گری، شعروشاعری اور سخاوت ولطافت میں وحید عصر اور یکتائے روزگار تھے، بہرائچ شریف کے کسی معرکہ میں ۸۶۰ھ / ۱۴۵۵ء میں شہید ہوئے۔

آپ جب معرکہ کیلئے جانے لگے تو انکی بیوی جو ان دنوں حاملہ تھیں انہوں نے روکنے کی کوشش کی اس پر جواب دیا۔

میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ بیٹا ہو اور اس سے نسل چلے۔ اسکو اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں نہ معلوم اب مجھے کیا پیش آئے۔

شیخ سعد اللہ۔ کچھ ایام کے بعد شیخ سعد اللہ پیدا ہوئے یہ شیخ محدث کے دادا ہیں۔ بڑی خوبیوں کے مالک اور اپنے شہید باپ کے اوصاف وخصائل کے جامع تھے، ابتدائی زمانہ تحصیل علم میں گذرا، پھر عبادت وریاضت کی طرف متوجہ ہو گئے اور شیخ منگن کے دست حق پرست پر بیعت کرلی۔ انکی رہنمائی میں سلوک ومعرفت کی منزلیں طے کیں۔ انکے بیٹے شیخ سیف الدین نے انکو رات کے وقت رو رو کر عاشقانہ اشعار پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ انکے دو صاحبزادے تھے۔

شیخ رزق اللہ، شیخ سیف الدین۔

شیخ سعد اللہ کے وصال کے وقت شیخ سیف الدین کی عمر آٹھ سال تھی۔ وصال سے کچھ دن قبل آپ اپنے بیٹے کو لیکر دو منزلہ پر پہونچے اور نماز تہجد کے بعد بیٹے کو قبلہ رو کھڑا کیا اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں دوسرے لڑکوں کی تربیت سے فارغ ہو چکا اور انکے حقوق سے عہدہ برآ ہو گیا لیکن اس لڑکے کو یتیم وبے کس چھوڑ رہا ہوں اسکے حقوق میرے ذمہ ہیں، اسکو تیرے سپرد کرتا ہوں تو اسکی حفاظت فرما۔

کچھ دن کے بعد ۹۲۸ھ کو وصال ہو گیا۔ دعا شرف قبولیت پا چکی تھی، لہذا ان کا یہ جگر گوشہ ایک دن دہلی کا نہایت ہی باوقعت اور باعزت انسان بنا اور اسی گھر میں وہ آفتاب علم نمودار ہوا جس نے ساری فضائے علم کو منور کردیا۔

**شیخ سیف الدین** ۔ شیخ سیف الدین ۹۴۰ھ مطابق ۱۵۱۴ء کو دہلی میں پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ نے انکو علم وعمل کی بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں وہ ایک صاحب دل بزرگ، اچھے شاعر اور پرلطف بذلہ سنج انسان تھے۔ ساتھ ہی وہ صاحب باطن اور خدارسیدہ بزرگ تھے۔ شیخ امان اللہ پانی پتی سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ بسا اوقات خوف وخشیت کا اس قدر غلبہ رہتا کہ اسی میں مستغرق رہتے۔ لیکن وصال کے وقت یہ کیفیت ذوق وشوق میں بدل گئی، عصر کا وقت تھا، شیخ عبدالحق کو مسجد سے بلوایا، شیخ نے بحالی کی حالت دیکھی تو متعجب ہوئے، فرمایا۔ بابا، جان لو کہ مجھ کو اس وقت کچھ رنج وفکر نہیں ہے بلکہ شوق پر شوق اور خوشی پر خوشی ہے۔ جو میرا مطلوب تھا اب حاصل ہوا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ ہاتھ سے جاتا رہے، تمام عمر میں نے دعا کی تھی آخر وقت میں ذوق وشوق کے ساتھ اس جگہ سے لیجانا۔ ۲۷ رشعبان ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء کو یہ بے چین عاشق اپنے محبوب حقیقی سے جاملا۔

**شیخ محدث دہلوی کی ولادت اور تعلیم وتربیت** :۔ آپکی ولادت ماہ محرم ۹۵۸ھ /۱۵۵۱ء کو دہلی میں ہوئی۔ یہ اسلام شاہ سوری کا زمانہ تھا، مہدوی تحریک اس وقت پورے عروج پر تھی جسکے بانی سید محمد جونپوری تھے۔ شیخ کی ابتدائی تعلیم وتربیت خود والد ماجد کی آغوش ہی میں ہوئی۔ والد ماجد نے انکو بعض ایسی ہدایتیں کی تھیں جس پر آپ تمام عمر عمل پیرا رہے، قرآن کریم کی تعلیم سے لیکر کافیہ تک والد ماجد ہی سے پڑھا۔

شیخ سیف الدین اپنے بیٹے کی تعلیم خود اپنی نگرانی میں مکمل کرانے کیلئے بے چین رہتے تھے، انکی تمنا تھی کہ وہ اپنے جگر گوشہ کے سینہ میں وہ تمام علوم منتقل کردیں جو انہوں نے عمر بھر کے ریاض سے حاصل کیے تھے، لیکن انکی پیرانہ سالی کا زمانہ تھا، اس لئے سخت مجبور بھی تھے کبھی کتابوں کا شمار کرتے اور حسرت کے ساتھ کہتے کہ یہ اور پڑھالوں۔ پھر فرماتے۔

مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے جس وقت یہ تصور کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اس کمال تک پہونچادے جو میں نے خیال کیا ہے۔

شیخ محدث خود بے حد ذہین تھے، طلب علم کا سچا جذبہ تھا، بارہ تیرہ برس کی عمر میں شرح شمسیہ اور شرح عقائد پڑھ لی اور پندرہ برس کی عمر ہوگی، کہ مختصر ومطول سے فارغ ہوئے، اٹھارہ

برس کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جسکی سیر نہ کر چکے ہوں۔

عربی میں کامل دستگاہ اور علم کلام ومنطق پر پورا عبور حاصل کرنے کے بعد شیخ محدث نے دانشمندان ماوراء النہر سے اکتساب کیا۔ شیخ نے ان بزرگوں کے نام نہیں بتائے، بہر حال ان علوم کے حصول میں بھی انکی مشغولیت اور انہماک کا وہی عالم رہا کہ رات ودن کے کسی حصہ میں فرصت نہ ملتی تھی۔

شیخ نے پاکئ عقل وخرد کے ساتھ ساتھ عفت قلب ونگاہ کا بھی پورا پورا خیال رکھا، بچپن سے انکو عبادت وریاضت میں دلچسپی تھی، انکے والد ماجد نے ہدایت کی تھی۔

ملائے خشک وناہموار نباشی۔

چنانچہ عمر بھر انکے ایک ہاتھ میں جام شریعت رہا اور دوسرے میں سندان عشق۔ والد ماجد نے ان میں عشق حقیقی کے وہ جذبات پھونک دیئے تھے جو آخر عمر تک انکے قلب وجگر کو گرماتے رہے۔

اس زمانہ میں شیخ محدث کو علماء ومشائخ کی صحت میں بیٹھنے سے مستفید ہونے کا بڑا شوق تھا، اپنے مذہبی جذبات اور خلوص نیت کے باعث وہ ان بزرگوں کے لطف وکرم کا مرکز بن جاتے تھے۔

شیخ اسحاق متوفی ۹۸۹ھ سہروردیہ سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے اور ملتان سے دہلی سکونت اختیار کرلی تھی، اکثر اوقات خاموش رہتے لیکن جب شیخ انکی خدمت میں حاضر ہوتے تو بے حد التفات وکرم فرماتے۔

شیخ نے تکمیل علم کے بعد ہندوستان کیوں چھوڑا اسکی داستان طویل ہے، مختصر یہ کہ آپ کچھ عرصہ فتح پور سیکری میں رہے، وہاں اکبر کے درباریوں نے آپکی قدر بھی کی لیکن حالات کی تبدیلی نے یوں کروٹ لی کہ اکبر نے دین الہی کا فتنہ کھڑا کردیا۔ ابو الفضل اور فیضی نے اس دینی انتشار کی رہبری کی، یہ دیکھ کر آپکی طبیعت گھبرا گئی، ان حالات میں ترک وطن کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، لہذا آپ نے غیرت دینی سے مجبور ہوکر حجاز کی راہ لی۔

۹۹۶ھ میں جبکہ شیخ کی عمر اڑتیس سال تھی وہ حجاز کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہاں پہونچ کر آپ نے تقریبا تین سال کا زمانہ شیخ عبد الوہاب متقی کی خدمت میں گذارا۔ انکی صحبت نے

سونے پر سہاگے کا کام کیا، شیخ نے علم کی تکمیل کرائی اور احسان وسلوک کی راہوں سے آشنا کیا۔ شیخ عبدالوہاب متقی نے آپکو مشکوٰۃ کا درس دینا شروع کیا، درمیان میں مدینہ طیبہ کی حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا اور پھر تین سال کی مدت میں مشکوٰۃ کا درس مکمل ہوا۔

اسکے بعد آداب ذکر، تقلیل طعام وغیرہ کی تعلیم دی اور تصوف کی کچھ کتابیں پڑھائیں۔ پھر حرم شریف کے ایک حجرہ میں ریاضت کیلئے بٹھادیا۔ شیخ عبدالوہاب متقی نے اس زمانہ میں انکی طرف خاص توجہ کی۔ ان کا یہ دستور تھا کہ ہر جمعہ کو حرم شریف میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب یہاں آتے تو شیخ عبدالحق سے بھی ملتے اور انکی عبادت وریاضت کی نگرانی فرماتے۔

فقہ حنفی کے متعلق شیخ محدث کے خیالات قیام حجاز کے دوران بدل گئے تھے اور وہ شافعی مذہب اختیار کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، شیخ عبدالوہاب کو اس کا علم ہوا تو مناقب امام اعظم پر ایسا پر تاثیر خطبہ ارشاد فرمایا کہ شیخ محدث کے خیالات بدل گئے اور فقہ حنفی کی عظمت ان کے دل میں جاگزیں ہوگئی۔ حدیث، تصوف فقہ حنفی اور حقوق العباد کی اعلیٰ تعلیم درحقیقت شیخ عبدالوہاب متقی کے قدموں میں حاصل کی۔

علم وعمل کی سب وادیوں کی سیر کرنے کے بعد شیخ عبدالوہاب متقی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو ہندوستان واپس جانے کی ہدایت کی اور فرمایا۔

اب تم اپنے گھر جاؤ کہ تمہاری والدہ اور بچے بہت پریشان حال اور تمہارے منتظر ہونگے۔

شیخ محدث ہندوستان کے حالات سے کچھ ایسے دل برداشتہ ہوچکے تھے کہ یہاں آنے کو مطلق طبیعت نہ چاہتی تھی۔ لیکن شیخ کا حکم ماننا ازبس ضروری تھا، شیخ نے رخصت کرتے وقت حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک، پیراہن مبارک عنایت فرمایا۔

آپ ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان واپس آئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اکبر کے غیر متین مذہبی افکار نے دین الٰہی کی شکل اختیار کرلی تھی۔ ملک کا سارا مذہبی ماحول خراب ہوچکا تھا۔ شریعت وسنت سے بے اعتنائی عام ہوگئی تھی۔ دربار میں اسلامی شعار کی کھلم کھلا تضحیک کی جاتی تھی۔

حجاز سے واپسی پر شیخ عبدالحق نے دہلی میں مسند درس وارشاد بچھادی۔ شمالی ہندوستان

میں اس زمانہ کا یہ پہلا مدرسہ تھا جہاں سے شریعت وسنت کی آواز بلند ہوئی۔ درس وتدریس کا یہ مشغلہ آپ نے آخری لمحات تک جاری رکھا۔ انکا مدرسہ دہلی ہی میں نہیں سارے شمالی ہندوستان میں ایسی امتیازی شان رکھتا تھا کہ سیکڑوں کی تعداد میں طلبہ استفادہ کیلئے جمع ہوتے اور متعدد اساتذہ درس وتدریس کا کام انجام دیتے تھے۔

یہ دارالعلوم اس طوفانی دور میں شریعت اسلامیہ اور سنت نبویہ کی سب سے بڑی پشت پناہ تھا، مذہبی گمراہیوں کے بادل چاروں طرف منڈلائے، مخالف طاقتیں بار بار اس دارالعلوم کے بام ودر سے ٹکرائیں لیکن شیخ محدث کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش پیدا نہ ہوئی۔ آپ نے عزم واستقلال سے وہ کام انجام دیا جوان حالات میں ناممکن نظر آتا تھا۔

شیخ نے سب سے پہلے والد ماجد سے روحانی تعلیم حاصل کی تھی اور انہیں کے حکم سے حضرت سید موسیٰ گیلانی کے حلقہ مریدین میں شامل ہوئے۔ یہ سلسلہ قادریہ کے عظیم المرتب بزرگ تھے۔ مکہ معظمہ سے بھی سلسلہ قادریہ، چشتیہ، شاذلیہ اور مدینیہ میں خلافت حاصل کی۔

ہندوستان واپسی پر حضرت خواجہ باقی باللہ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کی ذات گرامی احیاء سنت اور اماتت بدعت کی تمام تحریکوں کا منبع ومخرج تھی۔ انکے ملفوظات ومکتوبات کا ایک ایک حرف انکی مجددانہ مساعی، بلندی فکر ونظر کا شاہد ہے۔

شیخ کا قلبی اور حقیقی تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا، انکی عقیدت وارادات کا مرکز حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انکے دل ودماغ کا ریشہ ریشہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے عشق میں گرفتار تھا، یہ سب کچھ آپکی تصانیف سے ظاہر وباہر ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی سلیم شاہ بنوری کے عہد میں پیدا ہوئے اور شاہجہاں کے سنہ جلوس میں وصال فرمایا۔

اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں کا عہد انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور حالات کا بغور مطالعہ کیا تھا لیکن انہوں نے کبھی سلاطین یا ارباب حکومت سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ عمر بھر گوشۂ تنہائی میں رہے۔

وصال:۔ ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو یہ آفتاب علم جس نے چورانوے سال تک فضائے ہند کو اپنی ضوفشانی سے منور رکھا تھا غروب ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

**تصانیف** :۔ آپکی تصانیف سو سے زائد شمار کی گئی ہیں، المکاتیب والرسائل کے مجموعہ میں ۶۸ رسائل شامل ہیں، انکو ایک کتاب شمار کرنے والے تعداد تصنیف پچاس بتاتے ہیں۔

آپ نے بیسوں موضوعات پر لکھا لیکن آپ کا اصل وظیفہ احیاء سنت اور نشر احادیث رسول تھا، اس لئے اس موضوع پر آپنے ایک درجن سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں، دو کتابیں نہایت مشہور ہیں۔

**اشعۃ اللمعات** ۔اشعۃ اللمعات فارسی زبان میں مشکوۃ کی نہایت جامع اور مکمل شرح ہے۔ شیخ محدث نے یہ کارنامہ چھ سال کی مدت میں انجام دیا۔

**لمعات التنقیح** ۔عربی زبان میں مشکوۃ کی شرح ہے، دو جلدوں پر مشتمل، فہرست التوالیف میں شیخ نے سر فہرست اسکا ذکر کیا ہے، اشعۃ اللمعات کی تصنیف کے دوران بعض مضامین ایسے پیش آئے جن کی تشریح کو فارسی میں مناسب نہ سمجھا کہ یہ اس وقت عوام کی زبان تھی، بعض مباحث میں عوام کو شریک کرنا مصلحت کے خلاف تھا، لہذا جو باتیں قلم انداز کردی تھیں وہ عربی میں بیان فرمادیں۔لمعات میں لغوی، نحوی مشکلات اور فقہی مسائل کو نہایت عمدگی سے حل کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں احادیث سے فقہ حنفی کی تطبیق نہایت کامیابی کے ساتھ کی گئی ہے۔

اسی طرح دوسری تصانیف حدیث واصول پر آپکی بیش بہا معلومات کا خزانہ ہیں۔

شیخ کی علمی خدمات کا ایک شاندار پہلو یہ ہے کہ انہوں نے تقریبا نصف صدی تک فقہ وحدیث میں تطبیق کی اہم کوشش فرمائی۔ بعض لوگوں نے اس سلسلہ میں انکی خدمات کو غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔

مثلا نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:۔

فقیہ حنفی وعلامہ دین حنفی است، اما بمحدث مشہور است۔

شیخ محقق فقہاء احناف سے تھے اور دین حنیف کے زبردست عالم۔لیکن محدث مشہور ہیں۔یعنی یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ شہرت واقعی نہ تھی، گویا محدث ہونا اسی صورت میں متصور ہوتا ہے جب کسی امام کی تقلید کا قلادہ گردن میں نہ ہو۔

مزید لکھتے ہیں:۔

دستگاہش درفقہ بیشتر ازمہارت درعلوم سنت سنیہ ست۔ ولہذا جانب داری اہل رائے جانب او گرفتہ۔ معہذا جابجا حمایت سنت صحیحہ نیز نمودہ۔ طالب علم را باید کہ در تصانیف وے ”خذ ما صفا ودع ما کدر“ پیش نظر دارد وزلات تقلید او را بر محامل نیک فرود آرد۔ از سوء ظن در حق چنیں بزرگواران خود را دور گرداند۔

شیخ علم فقہ میں بہ نسبت علوم سنت زیادہ قدرت رکھتے تھے، لہذا فقہاء رائے زیادہ تر انکی حمایت کرتے ہیں، ان تمام چیزوں کے باوجود انہوں نے سنن صحیحہ کی حمایت بھی کی ہے۔ لہذا طالب علم کو چاہیئے کہ انکی صحیح باتیں اختیار کرے اور غیر تحقیق باتوں سے پرہیز کرے۔ لیکن انکے تقلیدی مسائل کو اچھے مواقع ومحامل پر منطبق کرنا چاہیئے۔ اسے بزرگوں سے بدگمانی اچھی چیز نہیں۔

اہل علم پر واضح ہے کہ یہ رائے انصاف ودیانت سے بہت دور اور پر تشدد خیالات کو ظاہر کرتی ہے۔

شیخ محدث کا اصل مقصد یہ تھا کہ فقہ اسلامی کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جانا چاہیئے۔ اس لئے کہ اسکی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے اور وہ ایک ایسی روح کی پیداوار ہے جس پر اسلامی رنگ چڑہا ہوا ہے، خاص طور پر فقہ حنفی پر یہ اعتراض کہ وہ محض قیاس اور رائے کا نام ہے بالکل بے بنیاد ہے، اسکی بنیاد مستحکم طور پر احادیث پر رکھی گئی ہے۔ مشکوۃ کا گہرا مطالعہ فقہ حنفی کی برتریت کو ثابت کرتا ہے۔

ایسے دور میں جبکہ مسلمانوں کا سماجی نظام نہایت تیزی سے انحطاط پذیر ہورہا تھا۔ جب اجتہاد گمراہی پھیلانے کا دوسرا نام تھا، جب علماء سو کی حیلہ بازیوں نے بنی اسرائیل کی حیلہ ساز فطرت کو شرمادیا تھا، سلاطین زمانہ کے درباروں میں اور مختلف مقامات پر لوگ اپنی اپنی فکر ونظر میں الجھکر امت کے شیرازہ کو منتشر کررہے تھے تو ایسے وقت میں خاص طور پر کوئی عافیت کی راہ ہوسکتی تھی تو وہ تقلید ہی تھی، اس لئے کہ:۔

مضمحل گردد چو تقویم حیات
ملت از تقلید می گیرد ثبات

رہا علم حدیث تو اسکی اشاعت کے سلسلہ میں شیخ محقق کا تمام اہل ہند پر عظیم احسان ہے

خواہ وہ مقلدین ہوں یا غیر مقلدین ۔ بلکہ غیر مقلدین جو آج کل اہل حدیث ہونے کے دعوی دار ہیں انکو تو خاص طور پر مرہون منت ہونا چاہیئے کہ سب سے پہلے علم حدیث کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار شیخ ہی نے ادا کیا بلکہ اس فن میں اولیت کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ آج کے اہل حدیث خواہ اسکا انکار کریں لیکن انکے سرخیل مولوی عبدالرحمن مبارکپوری مقدمہ شرح ترمذی میں لکھتے ہیں۔

حتی من اللہ تعالیٰ علی الهند بافاضة هذاالعلم علی بعض علمائها ،کالشیخ عبدالحق بن سیف الدین الترك الدهلوی المتوفی سنة اسنتین وخمسین والف وامثالهم وهو اول من جاء به فی هذاالاقلیم وافاضه علی سکانه فی احسن تقویم ۔ثم تصدی له ولده الشیخ نورالحق المتوفی فی سنة ثلاث وسبعین والف ، وکذلك بعض تلامذته علی القلة ومن سن سنة حسنة فله اجرها واجرمن عمل بها ، کما اتفق علیه اهل الملة ۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان پر احسان فرمایا کہ بعض علماء ہند کو اس علم سے نوازا۔ جیسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ وغیرہ۔ یہ پہلے شخص ہیں جو اس ہندوستان میں یہ علم لائے اور یہاں کے باشندگان پر اچھے طریقے سے اس علم کا فیضان کیا۔ پھر انکے صاحبزادے شیخ نورالحق متوفی ۱۰۷۳ھ نے اسکی خوب اشاعت فرمائی۔ اسی طرح آپکے بعض تلامذہ بھی اس میں مشغول ہوئے۔ لہذا جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا اسکو اسکا اجر ملے گا اور بعد کے ان لوگوں کا بھی جو اس پر عمل پیرا رہے، جیسا کہ اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے۔

غرض یہ بات واضح ہو چکی کہ شیخ محقق علی الاطلاق محدث دہلوی نے علم حدیث کی نشرواشاعت کا وہ عظیم کارنامہ انجام دیا ہے جس سے آج بلا اختلاف مذہب ومسلک سب مستفید ہیں، یہ دوسری بات ہے کہ اکثر شکر گذار ہیں اور بعض کفران نعمت میں مبتلا ہیں۔

آپکی اولا دامجاد اور تلامذہ کے بعد اس علم کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کرنے والے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور آپکے صاحبزادگان ہیں جنکی علمی خدمات نے ہندوستان کو علم حدیث کے انوار وتجلیات سے معمور کیا۔(۲۷)

# حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

نام ونسب:۔ نام، احمد۔ کنیت، ابوالفیاض۔ عرف، ولی اللہ تاریخی نام عظیم الدین اور بشارتی نام، قطب الدین ہے۔ سلسلہ نسب والد کی طرف سے امیرالمؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم تک اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حضرت امام موسی کاظم تک پہونچتا ہے، اس لحاظ سے آپ خالص عربی النسل اور نسبا فاروقی ہیں۔

والد ماجد حضرت علامہ شاہ عبدالرحیم فقہاء احناف کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے، فتاوی ہندیہ کی ترتیب وتدوین میں بھی آپ کچھ ایام شریک رہے ہیں۔

ولادت وتعلیم ۔ آپکی ولادت ۴ رشوال ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء میں بروز چہارشنبہ بوقت طلوع آفتاب آپکی ننہال قصبہ پھلت ضلع مظفرنگر میں ہوئی۔

پانچ سال کی عمر میں تعلیمی سفر کا آغاز ہوا اور سات سال کی عمر میں قرآن عظیم حفظ کرلیا۔ دس سال کی عمر میں شرح جامی تک پڑھ لیا تھا۔ پندرہ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ کی تعلیم سے فارغ ہوگئے، اکثر کتابیں والد ماجد ہی سے پڑھیں۔ چودہ سال کی عمر میں آپکی شادی بھی ہوگئی تھی۔

دستار فضیلت کے بعد والد کے دست حق پرست پر بیعت کی اور انکی زیر نگرانی اشغال صوفیہ میں مشغول ہوئے۔ آپکی عمر کو سترہ سال ہوئے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کے والد کا وصال ۱۱۳۱ھ میں ہوا۔

والد کے وصال کے بعد مسند درس وتدریس کو آپ نے زینت بخشی اور مستقل طور پر بارہ سال تک درس دیا۔

اس درمیان آپ نے دیکھا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جس علم کو حجاز سے لیکر آئے تھے اسکے نشانات ابھی کچھ باقی ہیں، اگر جدوجہد کرکے ان بنیادوں پر مضبوط عمارت نہ قائم کی گئی تو نہیں کیا جاسکتا کہ وہ قائم بھی رہ سکیں گے۔ غوروفکر کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہونچے کہ علم حدیث کو وہاں جاکر ہی حاصل کیا جائے جو اسکا معدن ہے اور جہاں سے شیخ محقق نے حاصل کیا تھا۔ لہذا زیارت حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا وتعظیما کا شوق دامنگیر ہوا اور آپ ۱۱۴۳ھ کے

اواخر میں حجاز روانہ ہوگئے۔

حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی لکھتے ہیں:۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علم ظاہر اور علم باطن میں کمال حاصل کرنے کے بعد حرمین شریفین ۱۱۴۳ھ میں تشریف لے گئے، وہاں علم ظاہر علماء اعلام سے خاص کر علامہ ابوطاہر جمال الدین محمد بن برہان الدین ابراہیم مدنی کردی کورانی شافعی سے درجہ کمال وتکمیل کو پہونچایا اور باطن کا تصفیہ، تزکیہ، صیقل اور جلاء بیت اللہ المبارک، آثار متبرکہ، مشاہد مقدسہ اور روضہ مطہرہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کی خاک روبی اوران امکنۂ مقدسہ میں جبہ سائی سے کیا۔

اس سلسلہ میں آپکی مبارک تالیف فیوض الحرمین اور المشاہد المبارکۃ شایان مطالعہ ہیں)۔

موخر الذکر رسالہ کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں محفوظ ہے۔

حجاز مقدس میں چودہ ماہ قیام کے بعد واپس دہلی تشریف لائے، واپسی پر تمام اہل شہر، علماء وفضلاء اور صوفیاء کرام نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ چند ایام کے بعد آپ نے مدرسہ رحیمیہ کو اپنی جدوجہد کا مرکز بنایا۔ طلبہ جوق در جوق اطراف ہند سے آتے اور مستفید ہوتے تھے۔

تصانیف ۔ آپکی تصانیف دوسوتک بیان کی جاتی ہیں، آپ نے خاص طور پر موطا امام مالک کی دو شرحیں لکھیں جس طرح شیخ محقق نے مشکوۃ کی لکھی تھیں۔

مصفی شرح موطا:۔ یہ فارسی زبان میں بسیط شرح ہے جو آپکی جودت طبع اور فن حدیث میں کمال مہارت کا آئینہ ہے۔

مسوی شرح موطا:۔ یہ عربی زبان میں آپ کے اختیار کردہ طریقۂ درس کا نمونہ ہے۔

آپ کا قیام بڈھانہ ضلع مظفر نگر میں تھا کہ علیل ہوئے علاج کیلئے دہلی لایا گیا لیکن وقت آخر آپہونچا تھا ساری تدابیر بے سود رہیں اور ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ بوقت ظہر آپ کا وصال ہوگیا۔ والد صاحب کے پہلو میں مہندیان قبرستان میں آپکی تدفین عمل میں آئی۔

آپ کی اولاد امجاد میں پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔

پہلی اہلیہ سے شیخ محمد اور صاحبزادی۔ دوسری اہلیہ سے شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین،

شاہ عبد القادر، شاہ عبد الغنی۔

ان میں شاہ عبد العزیز سب سے بڑے تھے۔ والد کے وصال کے بعد تینوں کی تعلیم وتربیت آپ ہی نے کی، یہ سب نامور فضلائے عصر تھے۔

**شاہ صاحب کا مسلک۔** آپ اپنی وسعت علم، وقت نظر قوت استدلال، ملکۂ استنباط، سلامت فہم، صفائی قلب، اتباع سنت، جمع بین العلم والعمل وغیرہ کمالات ظاہری وباطنی کی نعمتوں سے مالامال ہونے کی وجہ سے اپنے لئے تقلید کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے اس کے باوجود فرماتے ہیں۔

استفدت منه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثلثة امور خلاف ما كان عندى وما كانت طبعى تميل اليه اشد ميل فصارت هذه الاستفادة من براهين الحق تعالىٰ على احدها الوصاة بترك الالتفات الى التسبب وثانيها الوصاة بالتقليد بهذه المذاهب الاربع لااخرج منها والتوفيق ماستطعت وجبلتى تابى التقليد وتانف منه راسا ولكن شئ طلب منى التعبد به بخلاف نفسى وههنا نكتة طويت ذكرها وقد تفطنت بحمدالله هذه الحيلة وهذه الوصاة۔

میں نے اپنے عندیہ اور اپنے شدید میلان طبع کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تین امور استفادہ کئے تو یہ استفادہ میرے لئے برہان حق بن گیا، ان میں سے ایک تو اس بات کی وصیت تھی کہ میں اسباب کی طرف سے توجہ ترک کردوں اور دوسری وصیت یہ تھی کہ میں ان مذاہب اربعہ کا اپنے آپکو پابند کروں اور ان سے نہ نکلوں اور تاامکان تطبیق وتوفیق کروں لیکن یہ ایسی چیز تھی جو میری طبیعت کے خلاف مجھ سے بطور تعبد طلب کی گئی تھی اور یہاں پر ایک نکتہ ہے جسے میں نے ذکر نہیں کیا ہے اور الحمد للہ مجھے اس حیلہ اور اس وصیت کا بھید معلوم ہوگیا ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت اور جبلت کے خلاف نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی مبارک کی جانب سے تقلید کرنے پر مامور کیا گیا اور دائرہ تقلید سے خارج ہونے سے منع کیا گیا لیکن کسی خاص مذہب کو معین نہیں کیا گیا بلکہ مذاہب اربعہ میں دائر ومنحصر رکھا گیا، البتہ مذاہب اربعہ کی تحقیق وتفتیش اور چھان بین کے بعد جب ترجیح کا وقت آیا اور اس کی جستجو کے

لئے آپ کی روح مضطرب ہوئی تو دربار رسالت سے اس طور پر رہنمائی کی گئی۔

عرفنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان فی المذھب الحنفی طریقۃ انیقۃ ھی ادق الطرق بالسنۃ المعروفۃ التی جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابہ وذلک ان یوخذ من اقوال الثلثۃ (ای الامام وصاحبیہ) قول اقربھم بھا فی المسئلۃ ثم بعد ذلک یتبع اختیارات الفقھاء الحنفیین الذین کانوا من علماء الحدیث فرب شیئ سکت عنہ الثلثۃ فی الاصول وما یعرضوانفیہ ودلت الاحادیث علیہ فلیس بد من اثباتہ والکل مذھب حنفی۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریق ہے جو دوسرے طریقوں کی بہ نسبت اس سنت مشہورہ کے زیادہ موافق ہے جس کی تدوین اور تنقیح امام بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں ہوئی اور وہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہ، ابویوسف، اور محمد میں سے جس کا قول سنت معروفہ سے قریب تر ہو، لے لیا جائے پھر اس کے بعد ان فقہاء حنفیہ کی پیروی کی جائے جو فقیہ ہونے کے ساتھ حدیث کے بھی عالم تھے۔ کیونکہ بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ ائمہ ثلثہ نے اصول میں ان کے متعلق کچھ نہیں کہا اور نفی بھی نہیں کی لیکن احادیث انہیں بتلا رہی ہیں تو لازمی طور پر اس کو تسلیم کیا جائے اور یہ سب مذہب حنفی ہی ہے۔

اس عبارت سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ حضرت شاہ صاحب کو دربار رسالت سے کس مذہب کی طرف رہنمائی کی گئی نیز سارے مذاہب میں کون اوفق بالسنۃ المعروفۃ ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ مذہب حنفی ہی ہے جیسا کہ فیوض الحرمین کی اس عبارت سے معلوم ہوا تو بلاشبہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک وہی قابل ترجیح اور لائق اتباع ہے۔

**تقلید حنفیت کا واضح ثبوت** ۔ خدابخش لائبریری (پٹنہ) میں بخاری شریف کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جو شاہ صاحب کے درس میں رہا ہے۔ اس میں آپ کے تلمیذ محمد بن پیر محمد بن شیخ ابوالفتح نے پڑھا ہے، تلمیذ مذکور نے درس بخاری کے ختم کی تاریخ ۹ رشوال ۱۱۵۹ھ لکھی ہے اور جمنا کے قریب جامع فیروزی میں ختم ہونا لکھا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنے دست مبارک سے اپنی سند امام بخاری تک تحریر فرما کر تلمیذ مذکور کیلئے سند اجازت تحدیث لکھی اور آخر میں اپنے

نام کے ساتھ یہ کلمات تحریر فرمائے:۔

العمری نسباً، الدهلوی وطناً، الاشعری عقیدةً، الصوفی طریقةً الحنفی عملاً والشافعی تدریساً خادم التفسیر والحدیث والفقه والعربیة والکلام ۔"

۲۳/شوال ۱۱۵۹ھ

اس تحریر کے نیچے شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی نے یہ عبارت لکھی ہے کہ: "بیشک یہ تحریر بالا میرے والد محترم کے قلم کی لکھی ہوئی ہے۔ نیز شاہ عالم کی مہر بھی بطور تصدیق ثبت ہے۔ (۲۸)

# شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

**نام ونسب:۔** نام، عبد العزیز۔ تاریخی نام، غلام حلیم۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خلف وجانشین ہیں۔

۲۵/رمضان المبارک ۱۱۵۹ھ میں ولادت ہوئی، حافظہ اور ذہانت خداداد تھی، قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ فارسی بھی پڑھ لی اور گیارہ برس کی عمر میں تعلیم کا انتظام ہوا اور پندرہ سال کی عمر میں علوم رسمیہ سے فراغت حاصل کرلی۔

آپ نے علوم عقلیہ تو والد ماجد کے بعض شاگردوں سے حاصل کئے لیکن حدیث وفقہ آپکو خاص طور سے والد ہی نے پڑھائے۔ ابھی آپکی عمر سترہ برس کی تھی کہ والد کا وصال ہوگیا۔ لہذا آخری کتابوں کی تکمیل شاہ ولی اللہ کے تلمیذ خاص مولوی محمد عاشق پھلتی سے کی۔

چونکہ آپ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اور علم وفضل میں بھی ممتاز لہذا مسند درس وخلافت آپ کے سپرد ہوئی۔

آپ کو تمام علوم عقلیہ میں کامل دستگاہ حاصل تھی، حافظہ بھی نہایت قوی تھا۔ تقریر معنی خیز وسحر انگیز ہوتی جسکی وجہ سے آپ مرجع خواص وعوام ہوگئے تھے۔ علو اسناد کی وجہ سے دور دراز سے لوگ آتے اور آپکے حلقہ درس میں شرکت کرکے سند فراغ حاصل کرتے۔ آپکی ذات ستودہ صفت اپنے دور میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ آپکی ذات سے ہندوستان میں علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث وتفسیر کا خوب چرچا ہوا جلیل القدر علماء ومشائخ آپکے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

بعض تلامذہ کے اسماء یہ ہیں۔

آپکے برادران مولانا شاہ رفیع الدین، مولانا شاہ عبد القادر، مولانا منور الدین دہلوی، مولانا شاہ عبد الغنی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی، علامہ شاہ آل رسول مارہروی (شیخ امام احمد رضا فاضل بریلوی)

سید احمد خاں لکھتے ہیں:۔

اعلم العلماء، افضل الفضلاء، اکمل الکملاء، اعرف العرفاء، اشرف الافاضل، فخر الاماجد والاماثل، رشک سلف، داغ خلف، افضل المحدثین، اشرف علماء ربانیین، مولانا وبالفضل اولانا شاہ عبد العزیز دہلوی قدس سرہ العزیز۔ ذات فیض سمات ان حضرت بابرکت کی فنون کسبی ووہبی اور مجموعہ فیض ظاہری وباطنی تھی۔ اگر چہ جمیع علوم مثل منطق وحکمت وہندسہ وہیئت کو خادم علوم دینی کا کر تمام ہمت وسراسر سعی کو تحقیق غوامض حدیث نبوی وتفسیر کلام الہی اور اعلائے اعلام شریعت مقدسہ حضرت رسالت پناہی میں مصروف فرماتے تھے، اور سوا اسکے جو کہ جلائے آئینہ باطن صیقل عرفان وایقان سے کمال کو پہنچی تھی، طالبان صافی نہاد کی ارشاد وتلقین کی طرف توجہ تمام تھی، اس پر بھی علوم عقلیہ میں سے کونسا علم تھا کہ اس میں یکتائی اور یک فنی نہ تھی۔ علم ان کے خانوادہ میں بطنا بعد بطن اور صلبا بعد صلب اس طرح سے چلا آتا ہے جیسے سلطنت سلاطین تیموریہ کے خاندان میں۔ چودہ پندرہ برس کی عمر میں اپنے والد ماجد اشرف الاماجد عمدۂ علمائے حقیقت آگاہ ولی اللہ قدس سرہ کی خدمت میں تحصیل علوم عقلی ونقلی اور تکمیل کمالات باطنی سے فارغ ہوئے تھے۔ اس کے چند مدت کے بعد حضرت شاہ موصوف نے وفات پائی اور آپ کی ذات فائض البرکات سے مسند خلافت نے زینت وبہا اور وسادۂ ارشاد وہدایت نے رونق بے منتہا حاصل کی، کیوں کہ مولانا رفیع الدین اور مولانا عبد القادر رحمۃ اللہ علیہما والد ماجد کے روبرو صغیر سن رکھتے تھے، تمام علوم اور فیوض کو انہیں حضرت کی خدمت میں کسب کیا۔ علم حدیث وتفسیر بعد آپ کے تمام ہندوستان سے مفقود ہوگیا۔ علماء ہندوستان کے خوشہ چین اسی سرگروہ علماء کے خرمن کمال کے ہیں اور جمیع کملا اس دیار کے چاشنی گرفتہ اسی زبدۂ ارباب حقیقت کے مائدہ فضل وافضال کے۔ یہ آفت جو اس جزو زمان میں تمام دیار ہندوستان خصوصا شاہجہان آباد حرسہا اللہ عن الشر والفساد، میں مثل ہوائے وبائی کے عام ہوگئی ہے کہ ہر عامی اپنے تئیں عالم اور ہر جاہل

آپ کو فاضل سمجھتا ہے اور فقط اسی پر کہ چند رسالے مسائل دینی اور ترجمہ قرآن مجید کو اور وہ بھی زبان اردو میں کسی استاد سے اور کسی نے اپنے زور طبیعت سے پڑھ لیا ہے، اپنے تئیں فقیہ و مفسر سمجھ کر مسائل و وعظ گوئی میں جرات کر بیٹھا ہے، آپ کے ایام ہدایت تک اس کا اثر نہ تھا، بلکہ علمائے متجر اور فضلائے مقضی المرام باوجود نظر غائر اور احاطۂ جزئیات مسائل کے جب تک اپنا سمجھا ہوا حضرت کی خدمت میں عرض نہ کر لیتے تھے اس کے اظہار میں لب کو وانہ کرتے تھے اور اس کے بیان میں زبان کو جنبش نہ دیتے تھے۔ حافظہ آپ کا نسخہ لوح تقدیر تھا۔ بارہا اتفاق ہوا کہ کتب غیر مشہورہ کی اکثر عبارات طویل اپنی واد اعتماد پر طلبا کو لکھوادیں اور جب اتفاقاً کتابیں دست یاب ہوئیں تو دیکھا گیا کہ جو عبارت آپ نے لکھوادی تھی اس میں من اور عن کا فرق نہ تھا۔ باوجود اس کے کہ سنین عمر شریف قریب اسی کے پہنچ گئے تھے اور کثرت امراض جسمانی سے طاقت بدن مبارک میں کچھ باقی نہ رہی تھی خصوصاً قلت غذا سے، لیکن برکات باطنی اور حدت قوائے روحانی سے حسب تفصیل مسائل دینی اور تبیین دقائق یقینی پر مستعد ہوتے تو ایک دریائے ذخار موج زن ہوتا تھا اور فرط افادات سے حضار کو حالت استغراق بہم پہنچتی تھی۔ اوائل حال میں فرقۂ اثنا عشریہ نے شورش کو بلند کیا اور باعث تفرقۂ خاطر جہال اہل تسنن کے ہوئے، حضرت نے بسبب التماس طالبین کمال کے کتاب تحفہ اثنا عشریہ کہ غایت شہرت محتاج بیان نہیں بذل توجہ قلیل بصرف اوقات وجیز سے بایں کثرت ضخامت تصنیف کی کہ طالب علم بے مایہ بھی علمائے شیعہ کے ساتھ مباحثہ و مناظرہ میں کافی ہو گیا، ثقات بیان کرتے ہیں کہ آپ تصنیف کے وقت عبارت اس کتاب کی اسی طرح زبانی ارشاد کرتے جاتے تھے کہ گویا از بر یاد ہے اور حوالہ کتب شیعہ کے جن کو علمائے رفقہ مذکور نے شاید بجز نام کے سنا نہ ہوگا، باعتماد حافظہ بیان ہوتے جاتے تھے اور اس پر متانت عبارت اور لطائف و ظرائف جیسے ہیں ناظرین پر ہویدا ہیں۔ یہ امور جو آپ سے ظہور میں آتے تھے مجال بشر سے باہر ہیں۔ ہفتہ میں دو بار مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی اور مشتاقین صادق العقیدت و صافی نہاد خواص و عوام سے مور و ملخ سے زیادہ جمع ہوتے تھے اور طریق رشد و ہدایت کا استفاضہ کرتے۔ ۱۲۴۸ھ میں اس جہان فانی سے سفر آخرت کو اختیار کیا۔ (۲۹)

تصانیف۔ علوم حدیث میں آپکی دو کتابیں مشہور ہیں۔

ا۔ بستان المحدثین۔ یہ تصنیف حدیث کی مشہور کتابوں اور انکے مؤلفین کے حالات وتعارف پر مشتمل ہے۔

۲۔ عجالہ نافعہ۔ علوم حدیث سے متعلق ہے۔

باقی تصانیف یہ ہیں:۔

ا۔ فتح العزیز، معروف بہ تفسیر عزیزی (فارسی)

۲۔ سر الشہادتین (عربی)

۳۔ مجموعہ فتاوی، فارسی، عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس (عربی)

۴۔ تحفہ اثنا عشریہ (فارسی)

۵۔ تقریر دل پذیر فی شرح عدیم النظیر (فارسی)

۶۔ ہدایت المومنین بر حاشیہ سوالات عشرہ محرم (اردو)

۷۔ شرح میزان منطق (عربی)

۸۔ حواشی بدیع المیزان (عربی)

۹۔ حواشی شرح عقائد (عربی)

۱۰۔ تعلیقات علی المسوی من احادیث المؤطا (عربی)
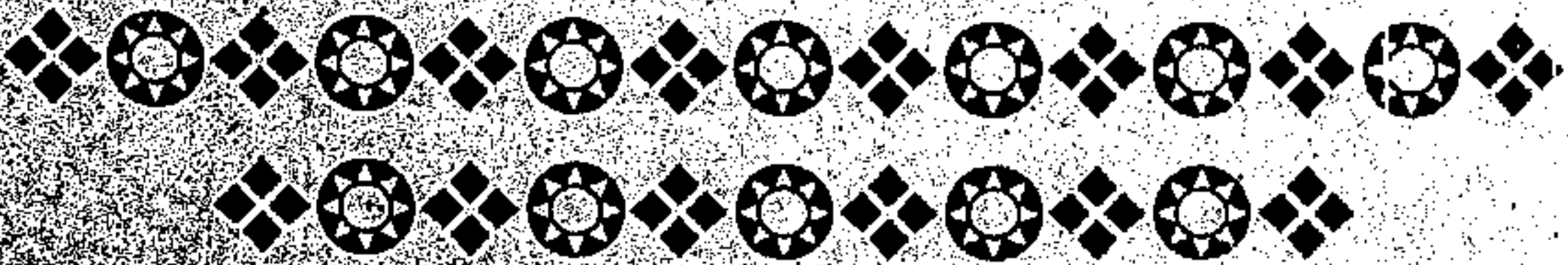
# خاتم الاکابر شاہ آل رسول مارہروی

**نام ونسب:۔** آل رسول۔ لقب خاتم الاکابر۔ اور والد کا نام آل برکات ستھرے میاں ہے خانودہ مارہرہ مطہرہ کے مشہور ومعروف بزرگ ہیں۔

سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ خاتم الاکابر حضرت سید آل رسول بن سید شاہ آل برکات ستھرے میاں بن سید شاہ حمزہ بن سید شاہ ابوالبرکات آل محمد بن سید شاہ برکت اللہ بن حضرت سید شاہ اویس بن حضرت سید شاہ عبدالجلیل قدست اسرارھم۔

حضرت سید شاہ عبدالجلیل مارہروی پہلے بزرگ ہیں جو مارہرہ تشریف لائے آپ کا سلسلہ نسب ۳۲ واسطوں سے سیدنا امام حسین سید الشہداء مظلوم کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہونچتا ہے۔

**تعلیم وتربیت:۔** تعلیم وتربیت والد ماجد کی آغوش میں ہوئی، ابتدائی تعلیم حضرت مولانا شاہ عبدالمجید عین الحق قدس سرہ والد ماجد سیف اللہ المسلول حضرت علامہ فضل رسول بدایونی سے حاصل کی۔

اسکے بعد آپ اور علامہ فضل رسول بدایونی کو فرنگی محل لکھنو تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھیجا گیا۔ یہاں علامہ انوار صاحب فرنگی محلی مولانا عبدالواسع صاحب سید نپوری، اور مولانا شاہ نور الحق رزاقی لکھنوی عرف ملا نور سے کتب معقولات، کلام، فقہ اور اصول فقہ کی تحصیل وتکمیل فرمائی۔ اور حضرت مخدوم شیخ العالم عبدالحق ردولوی المتوفی ۸۰۷ھ کے عرس مبارک کے موقع پر مشاہیر علماء ومشائخ کی موجودگی میں دستار فضیلت سے سرفراز فرمایا گیا۔

اسی سال شمس الدین ابوالفضل حضرت اچھے میاں مارہروی قدس سرہ کے حکم کے مطابق سند المحدثین حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے درس میں شریک ہوئے اور صحاح ستہ کا دورۂ حدیث کرنے کے بعد سند حدیث حاصل کی۔ ساتھ ہی آپ کو مندرجہ ذیل اسناد بھی عنایت فرمائیں۔

علویہ، منامیہ، مصافحات مشابکہ، سند حدیث مسلسل بالاولیت، حدیث مسلسل بالاضافہ

، چہل اسماء، حزب البحر، سند قرآن کریم، دلائل الخیرات شریف، حصن حصین، دیگر کتب حدیث وفقہ وتفسیر۔

**عادات وصفات:۔** آپکی عادات وصفات میں شریعت کی پوری جلوہ گری تھی، غایت درجہ پابندی فرماتے نماز باجماعت مسجد میں ادا فرماتے۔ تہجد کی نماز کبھی قضا نہ ہوتی۔ نہایت کریم النفس، عیب پوش اور حاجت براری میں یگانہ عصر تھے، جو احادیث نبوی سے دعائیں منقول ہیں وہ مرحمت فرماتے۔ تکلفات سے احتراز اور محافل سماع قطعا مسدود تھیں۔ صرف مجلس وعظ، نعت خوانی، منقبت اور قرآن خوانی اور دلائل الخیرات شریف سے حاضرین عرس کی مہمانداری فرماتے تھے۔ ہر خادم ومرید سے نہایت شفقت سے پیش آتے۔

شیخ طریقت ابوالفضل حضرت اچھے میاں قدس سرہ سے خلافت واجازت حاصل تھی اور انہیں کے سلسلہ میں مرید فرماتے تھے۔

اولاد امجاد میں دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

۱۔ حضرت سید شاہ ظہور حسین بڑے میاں

۲۔ حضرت سید شاہ ظہور حسن چھوٹے میاں

خلفاء کی تعداد کثیر ہے، چند مشاہیر یہ ہیں:۔

۱۔ سراج السالکین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ (آپکے پوتے)

۲۔ مجدد اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

۳۔ حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں مارہروی

۴۔ تاجدار سلسلہ اشرفیہ حضرت شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی

آپ نے ۸؍ ذوالحجہ بروز چہار شنبہ مارہرہ مطہرہ میں وصال فرمایا۔ مزار پر انوار خانقاہ برکاتیہ مارہرہ میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ (۳۰)

# مآخذ و مراجع


۱۔ انوار امام اعظم۔ مصنفہ مولانا محمد منشا تابش قصوری
۲ ۔
۳ ۔
۴۔ تہذیب التہذیب لابن حجر۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر۔ انوار امام اعظم
۵۔ تذکرۃ المحدثین۔ مصنفہ مولانا غلام رسول صاحب سعیدی۔ احوال المصنفین
۶۔ انوار امام اعظم
۷۔ تہذیب التہذیب۔ انوار امام اعظم
۸۔
۹۔
۱۰۔ انوار امام اعظم
۱۱۔ انوار امام اعظم
۱۲۔ تہذیب التہذیب۔ انوار امام اعظم
۱۳۔
۱۴۔
۱۵۔ ۔البدایہ والنہایہ۔ تذکرۃ المحدثین
۱۶۔
۱۷۔
۱۸۔
۱۹۔
۲۰۔
۲۱۔
۲۲۔
۲۳۔
۲۴۔
۲۵۔ کنز العمال للمتقی۔ شیخ محدث دہلوی۔
۲۶۔
۲۷۔ شیخ محدث دہلوی۔ مقدمہ اخبار الاخیار
۲۸۔ احوال المصنفین۔
۲۹۔ مقدمہ تحفہ اثنا عشریہ۔
۳۰۔ تذکرہ مشائخ قادریہ

# مجدد اعظم احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

نام ونسب :۔ نام، محمد۔ عرفی نام، احمد رضا خاں۔ بچپن کے نام امن میاں۔ احمد میاں۔ تاریخی نام، المختار۔ ۱۲۷۲ھ۔ والد کا نام، نقی علی خاں۔ القاب، اعلی حضرت، شیخ الاسلام والمسلمین، مجدد اعظم، فاضل بریلوی، وغیرھا کثیر ہیں۔

سلسلہ نسب یوں ہے، امام احمد رضا بن مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں بن حافظ کاظم علی خان بن محمد اعظم خاں بن سعادت یار خاں بن سعید اللہ خاں ولی عہد ریاست قندھار افغانستان وشجاعت جنگ بہادر علیہم الرحمۃ والرضوان۔

ولادت، ۱۰ رشوال المکرم ۱۲۷۲ھ/۱۴ رجون ۱۸۵۶ء/ ۱۱ رجیٹھ ۱۹۱۳ سدی بروز شنبہ بوقت ظہر بمقام محلہ جسولی بریلی (انڈیا) میں ہوئی۔

آپکے اجداد میں سعید اللہ خاں شجاعت جنگ بہادر پہلے شخص ہیں جو قندھار سے ترک وطن کر کے سلطان نادرشاہ کے ہمراہ ہندوستان آئے اور لاہور کے شیش محل میں قیام فرمایا۔

علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:۔

یہ روایت اس خاندان میں سلف سے چلی آرہی ہے کہ اس خاندان کے مورث اعلی والیان قندھار کے خاندان سے تھے۔ شہزادہ سعید اللہ خاں صاحب ولی عہد حکومت قندھار کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ سوتیلی ماں کا دور دورہ ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے کیلئے ولی عہدی کی جگہ حاصل کرنے کے سلسلے میں ان باپ بیٹوں میں اتنا نفاق کرادیا کہ شہزادہ سعید اللہ خاں صاحب ترک وطن پر مجبور ہو گئے۔ ان کے چند دوستوں نے بھی اس ترک وطن میں ان کا ساتھ دیا۔ یہ ساری جماعت قندھار سے لاہور آگئی۔ لاہور کے گورنر نے دربار دہلی کو اطلاع دی کہ قندھار کے ایک شہزادے صاحب کسی کشیدگی کی وجہ سے ترک وطن کر کے لاہور آگئے ہیں اس کے جواب میں انکی مہمان نوازی کا حکم ہوا اور لاہور کا شیش محل ان کی رہائش کے لئے عطا ہوا جو آج بھی موجود ہے۔ ان کی شاہی مہمان نوازی ہونے لگی۔ انہیں اپنے مستقبل کے لئے کچھ کرنا ضروری تھا وہ جلدی ہی دہلی آگئے یہاں انکی بڑی عزت ووقعت ہوئی۔ چند ہی دنوں میں وہ فوج کے کئی بڑے عہدے پر ممتاز ہو گئے اور انکے ساتھیوں کو بھی فوج میں مناسب جگہیں مل

گئیں۔ یہ منصب انکی فطرت کے بہت مناسب تھا۔ جب روہیل کھنڈ میں کچھ بغاوت کے آثار نمودار ہوئے تو باغیوں کی سرکوبی ان کے سپرد ہوئی۔ اس بغاوت کے فرد ہونے کے بعد ان کو روہیل کھنڈ کے صدر مقام بریلی میں قیام کرنے اور امن قائم رکھنے کا حکم ہوگیا۔ یہاں انہیں صوبہ دار بنادیا گیا جو گورنر کے مترادف ہے۔ اس ضلع میں انکو ایک جاگیر عطا ہوئی جو غدر ۱۸۵۷ء میں ضبط ہوکر تحصیل ملک ضلع رامپور میں شامل کردی گئی ہے۔ اس جاگیر کا مشہور اور بڑا موضع وہنیلی تھا جواب موجود ہے۔ بریلی کی سکونت اس لئے مستقل ہوگئی کہ اسی دور میں کوہستان روہ کے کچھ پٹھان خاندان یہاں آکر آباد ہوگئے تھے۔ ان کے لئے ان کا جوار بڑا خوشگوار تھا۔ اس واسطے کہ ان سے بوئے وطن آتی تھی۔ (۱)

**سعید اللہ خاں** ۔ حضرت سعید اللہ خاں صاحب کو شش ہزاری عہدہ بھی ملا تھا اور شجاعت جنگ آپ کو خطاب دیا گیا تھا۔ آپ نے آخر عمر میں ملازمت سے سبکدوشی اختیار کرلی تھی۔ بقیہ زمانہ یادالٰہی میں گذارا اور جس میدان میں آپ کا قیام تھا وہیں دفن ہوئے۔ بعد کو لوگوں نے اس میدان کو قبرستان میں تبدیل کردیا جو آج بھی محلّہ معماران بریلی میں موجود ہے اور اسی مناسبت سے اسکو شہزادے کا تکیہ کہا جاتا ہے۔

**سعادت یار خاں** ۔ آپکے بعد آپکے صاحبزادے سعادت یار خاں نے کافی شہرت پائی بلکہ والد ماجد کی حیات ہی میں اپنی امانت داری اور دیانت شعاری کی وجہ سے حکومت دہلی کے وزیر مالیات ہوگئے تھے۔ شاہی حکومت کی طرف سے آپکو بدایوں کے متعدد مواضعات بھی جاگیر میں ملے تھے۔

مولانا حسنین رضا خاں تحریر فرماتے ہیں:۔

انہوں نے دہلی میں اپنی وزارت کی دو نشانیاں چھوڑیں۔ بازار سعادت گنج اور سعادت خاں نہر۔ نہ معلوم حوادث روزگار کے دست ستم سے ان میں سے کوئی نشانی بچی ہے یا نہیں۔ انکی مہر وزارت بھی اس خاندان میں میری جوانی تک موجود رہی۔ (۲)

آپکے تین صاحبزادے تھے۔ محمد اعظم خاں، محمد معظم خاں، محمد مکرم خاں۔

**محمد اعظم خاں** ۔ آپکے بڑے صاحبزدے تھے۔ سلطنت مغلیہ کی وزارت اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ کچھ دن اس عہدہ پر فائز رہنے کے بعد سلطنت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش

ہو گئے تھے۔آپ نے ترک دنیا فرما کر عبادت وریاضت میں ہمہ وقت مشغولی اختیار فرمائی۔ آپ بھی بریلی محلہ معماران میں اقامت گزیں رہے۔

آپکے صاحبزادے حضرت حافظ کاظم علی خاں ہر جمعرات کو سلام کیلئے حاضر ہوتے اور گرانقدر رقم پیش کرتے۔ایک مرتبہ جاڑے کے موسم میں جب حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ایک الاؤ(دہرے) کے پاس تشریف فرما ہیں۔اس موسم سرما میں کوئی سردی کا لباس جسم پر نہ دیکھ کر اپنا بیش بہا دوشالہ اتار کر والد ماجد کو اڑھا دیا۔حضرت موصوف نے نہایت استغناء سے اسے اتار کر آگ کے الاؤ میں ڈالدیا۔صاحبزادے نے جب یہ دیکھا تو خیال پیدا ہوا کہ کاش اسے کسی اور کو دیدیتا تو اسکے کام آتا۔

آپکے دل میں یہ وسوسہ آنا تھا کہ حضرت نے اس آگ کے دھرے سے دوشالہ کھینچ کر پھینک دیا اور فرمایا: فقیر کے یہاں دھکر پھکر کا معاملہ نہیں، لے اپنا دوشالہ۔دیکھا تو اس دوشالہ پر آگ کا کچھ اثر نہیں تھا۔(۳)

**حافظ کاظم علی خان:۔** حافظ کاظم علی خاں شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے اور یہ عہدہ آج کے زمانہ کی کلکٹری کے برابر تھا۔دوسو سواروں کی بٹالین آپکی خدمت میں رہا کرتی تھی۔آپ کو سلطنت مغلیہ کی طرف سے آٹھ گاؤں جاگیر میں پیش کیے گئے تھے۔

سیرت اعلی حضرت میں ہے:۔

حافظ کاظم علی خان صاحب مرحوم کے دور میں مغلیہ حکومت کا زوال شروع ہو گیا تھا ہر طرف بغاوتوں کا شور اور ہر صوبے میں آزادی وخود مختاری کا زور ہو رہا تھا۔اس وقت جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو حافظ کاظم علی خاں صاحب دہلی سے لکھنؤ آگئے۔ادھر انگریزوں کا زور بڑھ رہا تھا اور حکومت میں تعطل پیدا ہو گیا تھا۔اودھ کی سلطنت میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے ان کو بھی یہاں دربار اودھ سے ایک جاگیر عطا ہوئی جو ہم لوگوں تک باقی رہی اور ۱۹۵۴ء میں جب کانگریس نے دیہی جائدادیں ضبط کیں تو ہماری معافی بھی ضبطی میں آگئی۔(۴)

ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:۔

آپ اس جدوجہد میں تھے کہ سلطنت مغلیہ اور انگریزوں میں جو کچھ مناقشات تھے ان کا تصفیہ ہو جائے۔چنانچہ اسی تصفیہ کیلئے آپ کلکتہ تشریف لے گئے تھے۔(۵)

قطب وقت مولانا رضا علی خاں۔آپکے بڑے صاحبزادے ہیں اور سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حقیقی دادا۔

آپکی ولادت ۱۲۲۴ھ میں ہوئی۔شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ سے علوم درسیہ حاصل کئے۔۲۲ رسال کی عمر میں ۱۲۴۷ھ سند فراغ حاصل کی۔اپنے زمانہ میں فقہ وتصوف میں شہرت خاص تھی۔تقریر نہایت پرتاثیر ہوتی،آپکے اوصاف شمار سے باہر ہیں، نسبت کلام،سبقت سلام،زہد وقناعت،حلم وتواضع اور تجرید وتفرد آپکی خصوصیات سے ہیں۔

مولانا حسنین رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:۔

یہ پہلے شخص ہیں جو اس خاندان میں دولت علم دین لائے اور علم دین کی تکمیل کے بعد انہوں نے سب سے پہلے مسند افتاء کو رونق بخشی،تو اس خاندان کے ہاتھ سے تلوار چھوٹی اور تلوار کی جگہ قلم نے لے لی۔اب اس خاندان کا رخ ملک کی حفاظت سے دین کی حمایت کی طرف ہوگیا۔وہ اپنے دور میں مرجع فتاوی رہے۔انہوں نے خطب جمعہ وعیدین لکھے جو آج کل خطب علمی کے نام سے ملک بھر میں رائج ہیں۔یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ مولانا رضا علی خاں صاحب کے خطبے جو خطب علمی کہلاتے ہیں وہ مولانا رضا علی خاں صاحب کے ہی تصنیف کردہ ہیں اور کم وبیش ایک صدی سے سارے ہندوستان کے طول وعرض میں جمعہ وعیدین کو پڑھے جاتے ہیں۔اور ہر مخالف وموافق انہیں پڑھتا ہے۔ان کو شہرت سے انتہائی نفرت تھی اس لئے انہوں نے خطبے اپنے شاگرد مولانا علمی کو دے دیئے مولانا علمی نے خود بھی اس طرف اشارہ کیا ہے البتہ خطب علمی میں اشعار مولانا علمی کے ہیں اور مولانا رضا علی خاں صاحب مرجع فتاوی بھی رہے۔

خطب علمی کو رب العزۃ نے وہ شان قبولیت عطا فرمائی کہ آج تک کوئی خطبہ اس کی جگہ نہ لے سکا۔اس دور میں بہت سے خطبے لکھے گئے عمدہ کرکے چھاپے گئے کوشش سے رائج کئے گئے مگر وہ قبول عام کسی کو آج تک نصیب نہ ہوا اور نہ آئندہ کسی کو امید ہے کہ وہ خطب علمی کی جگہ لے سکے گا۔جب انکے بیٹے مولانا نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے سند تکمیل حاصل کرلی تو افتاء اور زمینداری یہ دونوں کام مولانا نقی علی خاں کے سپرد ہوگئے۔(۶)

۱۲۸۲ھ میں وصال ہوا اور سنی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

**کشف وکرامات۔** حضرت کا گذر ایک روز کوچہ سیتارام کی طرف سے ہوا ہنود کے تہوار ہولی کا زمانہ تھا ایک ہندنی بازاری طوائف نے اپنے بالا خانہ سے حضرت پر رنگ چھوڑ دیا یہ کیفیت شارع عام پر ایک جوشیلے مسلمان نے دیکھتے ہی بالا خانہ پر جاکر تشدد کرنا چاہا مگر حضور نے اسے روکا اور فرمایا: بھائی کیوں اس پر تشدد کرتے ہو اس نے مجھ پر رنگ ڈالا ہے۔ خدا اسے رنگ دے گا۔ یہ فرمانا تھا کہ وہ طوائف بیتابانہ قدموں پر گر پڑی اور معافی مانگی اور اسی وقت مشرف باسلام ہوئی حضرت نے وہیں اس نوجوان کے اس کا عقد کردیا۔

۱۸۵۷ء کے بعد جب انگریزوں کا تسلط ہوا اور انہوں نے شدید مظالم کیے تو لوگ ڈر کے مارے پریشان پھرتے تھے۔ بڑے لوگ اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر گاؤں وغیرہ چلے گئے لیکن حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلہ ذخیرہ اپنے مکان میں برابر تشریف رکھتے رہے اور پنج وقتہ نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ادھر سے گوروں کا گزر ہوا خیال ہوا کہ شاید مسجد میں کوئی شخص ہو تو اس کو پکڑ کر پیٹیں، مسجد میں گھسے ادھر ادھر گھوم آئے بولے مسجد میں کوئی نہیں ہے حالانکہ حضرت مسجد میں تشریف فرما تھے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اندھا کردیا کہ حضرت کو دیکھنے سے معذور رہے۔

## رئیس الاتقیاء مولانا نقی علی خاں

ولادت، یکم رجب ۱۲۴۶ھ کو بریلی میں ہوئی۔ اپنے والد ماجد قطب زماں حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے اکتساب علم کیا۔ آپ بلند پایہ عالم اور بہت بڑے فقیہ تھے۔

مولانا عبدالحی رائے بریلوی لکھتے ہیں:۔

الشیخ الفقیہ نقی علی خان بن رضا علی خان بن کاظم علی بن اعظم خان بن سعادت یار الافغانی البریلوی احد الفقہاء الحنفیۃ اسند الحدیث عن شیخ احمد بن زین دحلان الشافعی۔ (۷)

امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

جو دقت انظار و حدت افکار و فہم صائب ورائے ثاقب حضرت حق جل وعلا نے انہیں عطا فرمائی ان دیار وامصار میں اس کی نظیر نظر نہ آئی۔ فراست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا۔ عقل معاش ومعاد دونوں کا بروجہ کمال اجتماع بہت کم سنا یہاں آنکھوں دیکھا۔ علاوہ بریں سخاوت وشجاعت، علو ہمت وکرم ومروت، صدقات خفیہ ومبرات جلیہ، بلندی اقبال ودبدبۂ وجلال، موالات فقرا اور امر دینی میں عدم مبالات باغنیاء، حکام سے عزلت ورزق موروث پر قناعت، وغیرہ ذلک فضائل جلیلہ وخصائل جمیلہ کا حال وہی کچھ جانتا ہے جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا ہے:۔

ع این نہ بحریست کہ در کوزۂ تحریر آید

مگر سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس ذات گرامی صفات کو خالق عزوجل نے حضرت سلطان رسالت علیہ افضل الصلوۃ والتحیۃ کی غلامی وخدمت اور حضور اقدس کے اعداء پر غلظت وشدت کے لئے بنایا تھا۔ بحمد اللہ ان کے بازوئے ہمت وطنطنۂ صولت نے اس شہر کو فتنۂ مخالفین سے یکسر پاک کردیا۔ کوئی اتنا نہ رہا کہ سر اٹھائے یا آنکھ ملائے یہاں تک کہ ۲۶ / شعبان ۱۲۹۳ھ کو مناظرۂ دینی کا عام اعلان بنام تاریخی "اصلاح ذات بین" طبع کرایا اور سوا مہر سکوت یا عار فرار وغوغائے جہال وعجز واضطرار کے کچھ جواب نہ پایا، فتنۂ شش مثل کا شعلہ کہ مدت سے سر بفلک کشیدہ تھا اور تمام اقطار ہند میں اہل علم اس کے اطفا پر عرق ریز وگردیدہ، اس جناب کی ادنی توجہ میں بحمد اللہ سارے ہندوستان سے ایسا فرد ہوا کہ جب سے کان ٹھنڈے ہیں۔ اہل فتنہ کا بازار سرد ہے، خود اس کے نام سے جلتے ہیں، مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی یہ خدمت روز ازل سے اس جناب کے لئے ودیعت تھی جس کی قدرے تفصیل رسالہ "تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال" میں مطبوع ہوئی۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

آپکی تمام خوبیوں کے درمیان سب سے بڑی خوبی اور علم شاہکار اعلی حضرت قدس سرہ کی تعلیم وتربیت ہے جو صدیوں ان کا نام نامی زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔

**امام احمد رضا:** ۔امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی سنہ ولادت کا استخراج اس آیت کریمہ سے فرمایا:۔

اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ۔

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اللہ ورسول کے دشمنوں کو کبھی اپنا دوست نہیں بناتے اور اپنا رشتۂ ایمانی اسی وقت مضبوط ومستحکم جانتے ہیں جب اعدائے دین سے کھلم کھلا عداوت ومخالفت کا اعلان کریں اگرچہ وہ دشمنان دین انکے باپ دادا ہوں خواہ اولاد اور دیگر عزیز واقارب ہوں۔ جب کسی مومن کا ایمان ایسا قوی ہوجاتا ہے تو اسکے لئے وہ بشارت ہے جو آیت کریمہ میں بیان فرمائی۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی پوری حیات مقدسہ اسکا آئینہ تھی۔ آئندہ اوراق میں اسکے شواہد ملاحظہ فرمائیں۔

حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت جس ساعت میں پیدا ہوئے اس وقت آفتاب منزل غفر میں تھا جو اہل نجوم کے یہاں مبارک ساعت ہے۔

اعلیٰ حضرت نے خود بھی اس کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے:۔

دنیا ہزار حشر جہاں ہیں غفور میں
ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے

**عہد طفلی:۔** آپ کا بچپن نہایت ناز ونعم میں گذرا۔ فطری طور پر ذہین تھے اور حافظہ نہایت قوی وقابل رشک پایا تھا۔ کبھی بچوں کے ساتھ نہ کھیلتے۔ محلہ کے بچے کبھی کھیلتے ہوئے گھر آجاتے تو آپ انکے کھیل میں کبھی شریک نہ ہوتے بلکہ انکے کھیل کو دیکھا کرتے۔ طہارت نفس، اتباع سنت، پاکیزہ اخلاق اور حسن سیرت جیسے اوصاف آپکی ذات میں بچپن ہی سے ودیعت تھے۔ آپکی زبان کھلی تو صاف تھی، عام طور پر بچوں کی طرح کج مج نہ تھی، غلط الفاظ آپکی زبان پر کبھی نہ آئے اور نہ کسی نے سنے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے خود فرمایا: میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا، اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال ہوگی، ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے، یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں، انہوں نے عربی زبان میں مجھ سے گفتگو بھی فرمائی، میں نے انکی زبان میں ان سے گفتگو کی، میں نے ان بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔ (۸)

ایک مرتبہ طفولیت کے زمانہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے اعلیٰ

حضرت قدس سرہ کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور کئی بار دیکھنے کے بعد فرمایا: تم رضا علی خانصاحب کے کون ہو؟ آپ نے جواب دیا، میں ان کا پوتا ہوں۔ فرمایا: جبھی، اور فوراً تشریف لے گئے۔(۹)

اعلی حضرت قدس سرہ کی عمر تقریباً ۵/۶ رسال کی ہوگی، اس وقت صرف ایک بڑا کرتہ پہنے ہوئے باہر تشریف لائے، اسی دوران سامنے سے چند طوائف زنان بازاری گذریں، آپ نے فوراً کرتے کا اگلا دامن دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چہرۂ مبارک کو چھپالیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ان میں سے ایک بول اٹھی، واہ میاں صاحبزادے، منہ تو چھپالیا اور ستر کھولدیا۔ آپ نے برجستہ جواب دیا، جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔ یہ حکیمانہ جواب سنکر وہ سکتہ میں رہ گئی۔(۱۰)

**تعلیم وتربیت۔** آپکی تعلیم کا آغاز ہوا تو پہلے ہی دن ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ استاذ محترم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد جب حروف تہجی کی تختی پڑھانا شروع کی تو آپ تمام حروف پڑھکر 'لا' پر جا کر رک گئے اور عرض کیا: الف اور لام تو میں پڑھ چکا یہاں دوبارہ پڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا: جو تم نے الف کی صورت میں پڑھا وہ ہمزہ تھا۔ چونکہ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے لہذا اسکا تنہا تلفظ نہیں ہوسکتا۔ اب لام کے ساتھ ملا کر اسکو پڑھایا جارہا ہے۔ عرض کی: پھر تو کسی بھی حرف کے ساتھ ملا کر پڑھایا جا سکتا تھا۔ اس لام کی کیا خصوصیت تھی؟

جدامجد حضرت علامہ رضا علی خانصاحب قبلہ علیہ الرحمہ بھی مجلس میں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: الف اور لام میں صورت اور سیرت کے اعتبار سے ایک خاص مناسبت ہے۔ صورۃً تو اس طرح کہ 'لا' اور 'لا' لکھا جاتا ہے، اور سیرۃً اس لئے کہ الف اور لام کا جب تلفظ کرو تو ایک کو دوسرے کے قلب اور بیچ میں لکھو گے۔ لہذا دونوں میں قلبی تعلق ہے۔ الف کے بیچ میں 'ل' ہے اور لام کے بیچ میں 'ا' ہے۔ یہ جواب دیکر جدامجد نے وفور مسرت میں گلے سے لگالیا، وہ اپنی فراست ایمانی اور مکاشفہ روحانی سے یہ سمجھ گئے تھے کہ یہ بچہ آگے چل کر کچھ ہوگا۔

قرآن کریم ناظرہ پڑھ رہے تھے کہ ایک دن استاذ محترم نے کسی مقام پر کچھ اعراب بتایا آپ نے استاذ کے بتانے کے خلاف پڑھا۔ انہوں نے دوبارہ کرخت آواز سے بتایا آپ نے پھر وہی پڑھا جو پہلے پڑھا تھا۔ آپ کے والد ماجد جو قریب ہی کے کمرے میں بیٹھے تھے

انہوں نے سپارہ منگا کر دیکھا تو سپارہ میں استاذ کے بتانے کے موافق تھا۔ آپ بھی وہاں چونکہ کتابت کی غلطی محسوس کر رہے تھے آپ نے قرآن پاک منگایا اس میں وہی اعراب پایا جو اعلی حضرت نے بار بار پڑھا تھا۔ باپ نے بیٹے سے دریافت کیا کہ تمہیں جو استاد بتاتے تھے وہی تمہارے سپارے میں بھی تھا تم نے استاذ کے بتانے کے بعد بھی نہیں پڑھا۔ اعلی حضرت نے عرض کیا: میں نے ارادہ کیا کہ اپنے استاذ کے بتانے کے موافق پڑھوں مگر زبان نے یارا نہ دیا۔ اس پر ان کے والد ماجد وفور مسرت سے آبدیدہ ہو گئے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اس بچے کو ما انزل اللہ کے خلاف پر قدرت ہی نہیں دی گئی ہے یہ تھے آثار مجددیت۔

ایک روز صبح کو بچے مکتب میں پڑھ رہے تھے ان میں اعلی حضرت بھی شامل تھے ایک آنے والے بچے نے استاد کو بایں الفاظ سلام کیا، "السلام علیکم" استاد صاحب نے جواب میں کہا جیتے رہو آپ نے فوراً استاذ صاحب سے عرض کیا کہ یہ تو جواب نہ ہوا، انہوں نے پوچھا کہ اس کا جواب کیا ہے؟ اعلی حضرت نے عرض کیا: اس کا جواب "وعلیکم السلام" ہے، اس پر استاد بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ چھوٹی چھوٹی شرعی غلطی پر آپ بچپن ہی میں بلا تکلف بول دیا کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غلطی کی تصحیح قدرت ہی نے ان کی عادت ثانیہ بنادی تھی چونکہ ان سے آگے چل کر رب العزت کو یہی کام لینا تھا۔

مولانا حسنین رضا خانصاحب قبلہ لکھتے ہیں:۔

آپ مسلم الثبوت پڑھ رہے تھے اور زیادہ رات تک مطالعہ کرتے تھے۔ جس مقام پر ان کا سبق ہونے والا تھا وہاں ان کے والد ماجد نے مولانا محب اللہ صاحب بہاری (مصنف کتاب) پر ایک اعتراض کر دیا تھا جو انہوں نے حاشیہ پر درج کر کے چھوڑ دیا تھا۔ جب اعلی حضرت قبلہ کی نظر اس اعتراض پر پڑی تو آپ کی بانکی طبیعت میں یہ بات آئی کہ مصنف کی عبارت کو حل ہی اس طرح کیا جائے کہ اعتراض وارد ہی نہ ہو، آپ اس حل کو ایک بجے رات تک سوچتے رہے بالآخر تائید غیبی سے وہ حل سمجھ میں آ گیا۔ آپ کو انتہائی مسرت ہوئی اور اس وفور مسرت میں بے اختیار آپ کے ہاتھوں سے تالی بج گئی۔ اس سے سارا گھر جاگ گیا اور کیا ہے کیا ہے کا شور مچ گیا تو آپ نے اپنے والد ماجد کو کتاب کی عبارت اور اس کا عام مطلب اور اس پر ان کا اعتراض سنانے کے بعد آپ نے اپنی طرف سے اس عبارت کی تقریر کی کہ وہ

اعتراض ہی نہ پڑا، اس پر باپ نے گلے سے لگایا اور فرمایا کہ امن میاں تم مجھ سے پڑھتے نہیں بلکہ مجھے پڑھاتے ہو۔

سچ ہے:۔

بالائے سرش زہوش مندی ☆ می تافت ستارۂ بلندی

دوران تعلیم آپ اپنے پھوپھا (جناب شیخ فضل حسن مرحوم) کے بلانے پر رامپور گئے انہوں نے بہ اصرار روکا۔ اعلی حضرت قبلہ نے یہ وقت بھی تحصیل علم میں صرف کیا اور بایماء الحاج نواب کلب علی خاں مرحوم مغفور شرح چغمینی کے کچھ اسباق مولانا عبد العلی صاحب مرحوم سے پڑھے۔ نانا فضل حسن صاحب بریلی کے ساکن تھے رام پور میں وہ محکمہ ڈاک کے افسر اعلی تھے اور الحاج نواب کلب علی خاں کے خاص مقربین میں ان کا شمار تھا۔ انہوں نے نواب صاحب سے اعلی حضرت قبلہ کی حیرت انگیز ذہانت کا پہلے ہی ذکر کر دیا تھا جب یہ رام پور گئے تو نواب صاحب کے روبرو پیش کر دیا۔ نواب صاحب نے بات چیت ہی سے اندازہ کر لیا کہ یہ بچہ ہونہار ہے تو انکی خوشی یہ ہوئی کہ یہ رام پور میں ہی مولانا عبد العلی صاحب اور مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی سے تعلیم حاصل کریں۔ اس لئے کہ مولانا عبد العلی صاحب ریاضی میں اور مولانا عبد الحق صاحب منطق فلسفہ اصول وکلام وغیرہ میں یگانۂ روزگار مانے جاتے تھے۔

نواب صاحب نے فرمایا:۔

یہاں مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی مشہور منطقی ہیں۔ آپ ان سے کچھ منطق کی کتابیں قدما کی تصنیفات سے پڑھ لیجئے۔ اعلی حضرت نے فرمایا اگر والد ماجد کی اجازت ہوگی تو کچھ دن یہاں ٹھہر سکتا ہوں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اتفاق وقت جناب مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی مرحوم بھی تشریف لے آئے۔ جناب نواب صاحب نے اعلی حضرت کا ان سے تعارف کرایا اور فرمایا: باوجود کم سنی ان کی کتابیں سب ختم ہیں اور اپنے مشورہ کا ذکر فرمایا۔ مولانا عبد الحق صاحب مرحوم کا عقیدہ تھا کہ دنیا میں صرف ڈھائی عالم ہوئے، ایک مولانا بحر العلوم دوسرے والد مرحوم اور نصف بندہ معصوم، وہ کب ایک کم عمر شخص کو عالم مان سکتے تھے۔ اعلی حضرت سے دریافت فرمایا کہ منطق میں انتہائی کون کتاب آپ نے پڑھی ہے، اعلی حضرت نے فرمایا "قاضی مبارک" یہ سنکر دریافت فرمایا کہ شرح تہذیب پڑھ چکے ہیں؟ یہ طعن آمیز

سوال سن کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ کیا جناب کے یہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے۔ یہ سوال سیر کا سوا سیر پا کر جناب مولانا عبدالحق صاحب نے سوال کا رخ دوسری جانب پھیرا اور پوچھا اب کیا مشغلہ ہے؟ فرمایا: تدریس، افتا، تصنیف۔ فرمایا کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟ فرمایا: مسائل دینیہ ورد وہابیہ۔ اسکو سن کر فرمایا: رد وہابیہ؟ ایک میرا وہ بدایونی خبطی ہے کہ ہمیشہ اسی خبط میں رہتا ہے اور رد وہابیہ کیا کرتا ہے۔ (وہ اشارہ حضرت مقتدائے ملت تاج الفحول محب الرسول عالیجناب مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی طرف تھا۔ اور میرا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت تاج الفحول جناب مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے) اعلیٰ حضرت نے یہ سنتے ہی فرمایا: جناب کو معلوم ہوگا کہ وہابیہ کا رد سب سے پہلے جناب مولانا فضل حق جناب کے والد ماجد ہی نے کیا اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کو بھرے مجمع میں مناظرہ کر کے ساکت کیا اور ان کے رد میں ایک مستقل رسالہ بنام ''تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی'' تحریر فرمایا ہے۔ اس پر مولانا عبدالحق صاحب خاموش ہو گئے۔ (۱۱)

ابتدائی کتابیں پہلے استاذ سے پڑھیں اور چار سال کی عمر میں قرآن ناظرہ ختم کیا، اسکے بعد میزان منشعب تک حضرت مولانا عبدالقادر بیگ سے پڑھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد والد ماجد نے آپکی تعلیم اپنے ذمہ لے لی اور آخر تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

اسی دوران شرح چغمینی مولانا عبدالعلی رامپوری (ریاضی داں) سے چھ ماہ وہاں رہ کر پڑھی۔

آپ فرماتے ہیں: حضور پرنور پیرومرشد قدس سرہ کو شامل کر کے چھ نفوس قدسیہ میرے استاذ ہوتے ہیں۔

ان چھ حضرات کے علاوہ حضور نے کسی کے سامنے زانوئے ادب طے نہیں کیا مگر خداوند عالم نے محض اپنے فضل وکرم اور آپ کی محنت اور خداداد ذہانت کی وجہ سے اتنے علوم وفنون کا جامع بنایا کہ پچاس فنون میں حضور نے تصنیفات فرمائیں اور علوم ومعارف کے وہ دریا بہائے کہ خدام ومعتقدین کا تو کہنا کیا مخالفین مخالفتیں کرتے اپنی سیاہ قلبی کی وجہ سے برائیاں کرتے مگر ساتھ ساتھ یہ کا بندیہ ضرور کہنے پر مجبور ہوتے کہ یہ سب کچھ ہے مگر مولانا احمد رضا

خانصاحب قلم کے بادشاہ ہیں جس مسئلہ پر قلم اٹھادیا نہ موافق کو ضرورت افزائش نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش ہوتی ہے۔(۱۲)

پورے زمانہ طالب علمی میں کوئی کتاب بالاستیعاب مکمل نہ پڑھی، بلکہ والد صاحب جب یہ دیکھتے کہ امن میاں مصنف کے طرز سے واقف ہوگئے ہیں تو مشکل مقامات پر عبور کرانے کے بعد دوسری کتابیں شروع کرادیتے، اس طرح قلیل مدت میں آپ نے تمام درسی کتب کو مکمل کرلیا اور ۱۳ رسال دس ماہ چار دن کی عمر شریف میں ۱۴ رشعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو فارغ التحصیل ہوگئے۔

**فتوی نویسی۔** تکمیل تعلیم کے بعد ہی والد ماجد نے فتوی نویسی کا کام اپنے فرزند ارجمند کے سپرد کردیا تھا اور سات سال تک مسلسل والد محترم کی سرپرستی میں آپ نے فتاوی تحریر فرمائے۔

خود فرماتے ہیں:۔

ردوہابیہ اور افتا یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے، ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے، میں بھی ایک حاذق طبیب کے مطب میں سات برس بیٹھا، مجھے وہ وقت وہ دن وہ جگہ وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں، میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش وجانفشانی سے نکالا اور اسکی تائیدات مع تنقیح آٹھ ورق میں جمع کیں، مگر جب حضرت والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرمادیا کہ اس سے یہ سب ورق رد ہوگئے، وہی جملے اب تک دل میں پڑے ہوئے ہیں اور قلب میں اب تک اسکا اثر باقی ہے۔(۱۳)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

میں نے فتوی دینا شروع کیا، اور جہاں میں غلطی کرتا حضرت قدس سرہ اصلاح فرماتے، اللہ عزوجل انکے مرقد پاکیزہ بلند کو معطر فرمائے، سات برس کے بعد مجھے اذن فرمادیا کہ اب فتوی لکھوں اور بغیر حضور کو سنائے سائلوں کو بھیج دیا کروں، مگر میں نے اس پر جرأت نہ کی یہاں تک رحمن عزوجل نے حضرت والا کو سلخ ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ میں اپنے پاس بلالیا۔(۱۴)

**ازدواجی زندگی:۔** مولانا حسنین رضا خانصاحب علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:۔

تعلیم مکمل ہوجانے کے بعد اعلی حضرت قبلہ کی شادی کا نمبر آیا۔ نانا فضل حسن صاحب

کی منجھلی صاحبزادی سے نسبت قرار پائی۔ شرعی پابندیوں کے ساتھ شادی ہوگئی۔ یہ ہماری محترمہ اماں جان رشتہ میں اعلی حضرت قبلہ کی پھوپھی زادی تھیں۔ صوم وصلوۃ کی سختی سے پابند تھیں۔ نہایت خوش اخلاق بڑی سیر چشم انتہائی مہمان نواز نہایت متین وسنجیدہ بی بی تھیں۔ اعلی حضرت قبلہ کے یہاں مہمانوں کی بڑی آمد رہتی تھی، ایسا بھی ہوا ہے کہ عین کھانے کے وقت ریل سے مہمان اتر آئے اور جو کچھ کھانا پکنا تھا وہ سب پک چکا تھا اب پکانے والیوں نے ناک بھوں سمیٹی آپ نے فوراً مہمانوں کیلئے کھانا اتار کر باہر بھیج دیا اور سارے گھر کے لئے دال چاول یا کھچڑی پکنے کو رکھوادی گئی کہ اس کا پکنا کوئی دشوار کام نہ تھا۔ جب تک مہمانوں نے باہر کھانا کھایا گھر والوں کے لئے بھی کھانا تیار ہوگیا کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ہوا۔ اعلی حضرت قبلہ کی ضروری خدمات وہ اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں۔ خصوصاً اعلیحضرت کے سر میں تیل ملنا یہ انکا روزمرہ کا کام تھا جس میں کم وبیش آدھا گھنٹہ کھڑا رہنا پڑتا تھا اور اس شان سے تیل جذب کیا جاتا تھا کہ ان کے لکھنے میں اصلا فرق نہ پڑے، یہ عمل ان کا روزانہ مسلسل تاحیات اعلیحضرت برابر جاری رہا۔ سارے گھر کا نظم اور مہمان نوازی کا عظیم بار بڑی خاموشی اور صبر و استقلال سے برداشت کرگئیں۔ اعلی حضرت قبلہ کے وصال کے بعد بھی کئی سال زندہ رہیں مگر اب بجز یاد الہی انہیں اور کوئی کام نہیں رہا تھا۔ اعلی حضرت قبلہ کے گھر کے لئے ان کا انتخاب بڑا کامیاب تھا۔ رب العزت نے اعلی حضرت قبلہ کی دینی خدمات کے لئے جو آسانیاں عطا فرمائیں تھیں ان آسانیوں میں ایک بڑی چیز امی جان کی ذات گرامی تھی۔

قرآن پاک میں رب العزت نے اپنے بندوں کو دعائیں اور مناجاتیں بھی عطا فرمائی ہیں تاکہ بندوں کو اپنے رب سے مانگنے کا سلیقہ آجائے ان میں سے ایک دعا یہ بھی ہے۔

ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔

تو دنیا کی بھلائی سے بعض مفسرین نے ایک پاکدامن ہمدرد اور شوہر کی جاں نثار بیوی مراد لی ہے۔

ہماری اماں جان عمر بھر اس دعا کا پورا اثر معلوم ہوتی رہیں۔ اپنے دیوروں اور نندوں کی اولاد سے بھی اپنے بچوں جیسی محبت فرماتی تھیں۔ گھرانے کے اکثر بچے انہیں اماں جان ہی کہتے تھے۔ اب کہاں ایسی پاک ہستیاں۔ رحمۃ اللہ تعالی علیہا وعلی بعلہا وابنہا۔

**بیعت وخلافت۔** نیز فرماتے ہیں۔

ایک روز اعلیٰ حضرت قبلہ کسی خیال میں روتے روتے سو گئے اس لئے کہ قیلولہ (دوپہر کو لیٹنا جو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے) اس خاندان میں اب تک رائج ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ بھی اس سنت پر مدۃ العمر عامل رہے۔ خواب میں اعلیحضرت قبلہ کے دادا حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب تشریف لائے اور فرمایا: وہ شخص عنقریب آنے والا ہے جو تمہارے اس درد کی دوا کرے گا۔ چنانچہ اس واقعہ کے دوسرے یا تیسرے روز تاج الفحول حضرت مولانا عبد القادر صاحب بدایونی علیہ الرحمہ تشریف لائے، ان سے بیعت کے متعلق مشورہ ہوا اور یہ طے ہوا کہ جلد ہی مارہرہ شریف چل کر بیعت ہو جانا چاہئیے۔ چنانچہ یہیں سے یہ تینوں حضرات مارہرہ شریف کو چل پڑے (اعلیٰ حضرت اور انکے والد ماجد اور حضرت مولانا عبد القادر صاحب)

جب حضرت مارہرہ شریف پہونچے اور آستانۂ عالیہ برکاتیہ پر حاضری ہوئی تو وہاں کے صاحب سجادہ حضرت سیدنا و مولانا آل رسول سے اعلیٰ حضرت قبلہ اور انکے والد ماجد کی پہلی ملاقات ہوئی تو انہوں نے اعلیٰ حضرت قبلہ کو دیکھتے ہی جو الفاظ فرمائے تھے وہ یہ تھے۔

آیئے ہم تو کئی روز سے آپ کے انتظار میں تھے۔ اعلیٰ حضرت اور انکے والد ماجد بیعت ہوئے اور مرشد برحق نے تمام سلاسل کی اجازت عطا فرما کر تاج خلافت اعلیٰ حضرت کے سر پر اپنے دست کرم سے رکھ دیا۔ یوں یہ خلش جس کے لئے اعلیٰ حضرت روتے تھے رب العزت نے نکال دی۔ شریعت کی تعلیم و تربیت باپ سے ملی تھی اور طریقت کی تکمیل پیر و مرشد نے کرادی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ شریعت و طریقت دونوں کے امام ہو گئے۔

زندہ باد اعلیٰ حضرت زندہ باد۔

بعض مریدین نے جو اس وقت حاضر تھے حضرت سیدنا آل رسول قدس سرہ سے عرض کیا: کہ حضور اس بچے پر یہ کرم کہ مرید ہوتے ہی تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا ہوگئی نہ ضروری ریاضت کا حکم ہوا نہ چلہ کشی کرائی۔ اس کے جواب میں حضرت سیدنا آل رسول نے فرمایا کہ تم کیا جانو، یہ بالکل تیار آئے تھے صرف نسبت کی ضرورت تھی تو یہاں آکر وہ ضرورت بھی پوری ہوگئی۔ یہ فرما کر آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا: کہ رب العزت دریافت فرمائے گا کہ آل

رسول تو دنیا سے ہمارے لئے کیا لایا تو میں احمد رضا کو پیش کروں گا۔ مارہرہ شریف ضلع ایٹہ میں ایک قصبہ ہے اور اس میں سادات کرام کا یہ خاندان بلگرام شریف سے آکر آباد ہوا ہے یہ حسنی و حسینی سادات قادری نسل سے ہیں اور نسبت بھی قادری ہے اس خاندان میں بڑے بڑے اولیاء کرام ہوئے اعلی حضرت قبلہ کے مرشد سیدنا شاہ آل رسول انہیں میں سے ایک تھے۔ ان کا اپنے دور کے اولیاء کرام میں شمار تھا۔ علماء کرام بدایوں بھی اسی خاندان سے بیعت ہوئے اور علماء کرام بریلی کو بھی اسی دودمان پاک کی غلامی پر فخر ہے۔ (۱۵)

**مجدد وقت** ۔ مولانا حسنین رضا خاں صاحب لکھتے ہیں۔

اعلی حضرت قبلہ کے فیضان مجددیت کا ظہور ۱۳۰۱ھ کے آغاز سے ہوا۔ یہ واقعہ ذرا تفصیل طلب ہے، واقعہ یہ ہے کہ ہمارے چچا مولوی محمد شاہ خاں صاحب عرف تھن خاں صاحب مرحوم سوداگری محلہ کے قدیمی باشندے تھے، اعلی حضرت سے عمر میں ایک سال بڑے تھے، بچپن ساتھ گذرا ہوش سنبھالا تو ایک ہی جگہ نشست و برخاست رہی۔ ایسی حالت میں آپس میں بے تکلفی ہونا ہی تھی۔ ان کو اعلی حضرت قبلہ تھن بھائی جان کہتے تھے اور ان کے ایک سال بڑے ہونے کا بڑا لحاظ فرماتے تھے یہ بھی اکثر سفر و حضر میں ساتھ ہی رہتے، آدمی ذی علم تھے گھر کے خوش حال زمین دار تھے یہاں تک کہ ندوہ کے مقابلہ میں جب اعلی حضرت قبلہ نے بہار و کلکتہ کا سفر کیا تھا تو تھن میاں بھی ساتھ رہے۔ میں نے اپنے ہوش سے انہیں اعلی حضرت قبلہ کی صحبت میں خاموش اور مؤدب ہی بیٹھے دیکھا۔ انہیں اگر مسئلہ دریافت کرنا ہوتا تو دوسروں کے ذریعہ سے دریافت کراتے۔ میں مدتوں سے یہی دیکھ رہا تھا، ایک روز میں نے چچا سے عرض کیا کہ اعلی حضرت تو آپکی بزرگی کا لحاظ کرتے ہیں آپ ان سے اس قدر کیوں جھجکتے ہیں کہ مسئلہ خود نہیں دریافت کرتے۔ انہوں نے فرمایا: کہ ہم اور وہ بچپن سے ساتھ رہے، ہوش سنبھالا تو نشست برخاست ایک ہی جگہ ہوتی، نماز مغرب پڑھ کر ہمارا معمول تھا کہ ان کی نشست گاہ میں آبیٹھتے۔ سید محمود شاہ صاحب وغیرہ چند ایسے احباب تھے کہ وہ بھی اس صحبت کی روزانہ شرکت کرتے۔ عشاء تک مجلس گرم رہتی، اس مجلس میں ہر قسم کی باتیں ہوتی تھیں، علمی مذاکرے ہوتے تھے، دینی مسائل پر گفتگو ہوتی اور تفریحی قصے بھی ہوتے۔ جس دن محرم ۱۳۰۱ھ کا چاند ہوا ہے اس دن حسب معمول ہم سب بعد مغرب اعلی حضرت کی نشست گاہ میں آگئے۔

اعلیٰ حضرت خلاف معمول کسی قدر دیر سے پہونچے، حسب معمول سلام علیک کے بعد تشریف رکھی اور لوگ بھی تھے، مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ننھن بھائی جان آج ۱۳۰۱ھ کا چاند ہوگیا، میں نے عرض کیا: کہ میں نے بھی دیکھا، بعض اور ساتھیوں نے چاند دیکھنا بیان کیا، اس پر فرمایا کہ بھائی صاحب یہ تو صد (صدی) بدل گئی۔ میں نے بھی عرض کیا صدی تو بیشک بدل گئی، خیال کیا تو واقعی اس چاند سے چودھویں صدی شروع ہوئی تھی۔ اس پر فرمایا کہ اب ہم آپ کو بھی بدل جانا چاہیئے۔ یہ فرمانا تھا کہ ساری مجلس پر ایک سکوت طاری ہوگیا اور ہر شخص اپنی جگہ بیٹھا رہ گیا پھر کسی کو بولنے کی ہمت نہ ہوئی، کچھ دیر سب خاموش بیٹھے رہے اور سلام علیک کر کے سب فردا فردا چلنے لگے اس وقت تو کوئی بات سمجھ ہی میں نہ آئی کہ یکایک اس رعب چھانے کا سبب کیا ہوا دوسرے روز بعد فجر جب سامنا ہوا اور ان کے مجددانہ رعب وجلال سے واسطہ پڑا تو یاد آیا کہ انہوں نے جو بدلنے کو فرمایا تھا تو وہ خدا کی قسم ایسے بدلے کہ کہیں سے کہیں پہنچ گئے اور ہم جہاں تھے وہیں رہے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن کہ ہمیں ان سے بات کرنے کی ہمت ہی نہ ہوئی، بلکہ اس اہم تبدیلی پر ہم نے تنہائی میں بارہا غور بھی کیا تو بجز اس کے کوئی بات سمجھ ہی میں نہ آئی کہ ان میں منجانب اللہ اس دن سے کوئی بڑی تبدیلی کر دی گئی ہے جس نے انہیں بہت اونچا کر دیا ہے اور ہم جس سطح پر پہلے تھے وہیں اب ہیں۔ ہاں جب دنیا انہیں مجدد الماۃ الحاضرہ کے نام سے پکارنے لگی تو سمجھ میں آیا کہ وہ تبدیلی یہ تھی جس نے ہمیں اتنے روز حیران ہی رکھا۔ یہ تھی وہ تاریخ جس میں انہیں موجودہ صدی کا مجدد بنایا گیا اور مجددیت کا منصب جلیل عطا ہوا اور ساتھ ہی ساتھ وہ رعب عطا ہوا جو اسی تاریخ سے محسوس ہونے لگا، باوجودیکہ ہمیں بے تکلفی کے لیل ونہار اب تک یاد ہیں مگر رعب حق برابر روز افزوں ہے جو ان کے مدارج کی مزید ترقی کی دلیل ہے۔ (۱۶)

ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

محدث بریلوی نے پوری شدت اور قوت کے ساتھ بدعات کا استیصال کیا اور احیاء دین متین اور احیاء سنت کا اہم فریضہ ادا کیا، اسی لئے علماء عرب وعجم نے انکو مجدد کے لقب سے یاد کیا۔

۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں پٹنہ (بھارت) میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں پاک وہند

کے سیکڑوں علماء جمع ہوئے، اس جلسہ میں محدث بریلوی کو ان سے بزرگ علماء کی موجودگی میں مجدد کے لقب سے یاد کیا گیا۔ اسی طرح علماء سندھ میں شیخ ہدایت اللہ بن محمود بن محمد سعید السندی البکری مہاجر مدنی نے محدث بریلوی کی عربی کتاب الدولۃ المکیہ پر تقریظ لکھی تو اس میں تحریر فرمایا:۔

مجدد المأة الحاضرة مؤيد الملة الطاهرة ۔

علمائے عرب میں مندرجہ ذیل حضرات نے فاضل بریلوی کو مجدد کے لقب سے یاد کیا ہے۔

سید اسمٰعیل بن خلیل محافظ کتب حرم مکہ معظمہ۔
شیخ موسیٰ علی شامی ازہری۔ (۱۷)

**وصال اقدس** ۔ امام احمد رضا قدس سرہ ان اولیاء کاملین میں سے تھے جن کے قلوب پر فرائض الٰہیہ کی عظمت چھائی رہتی ہے۔ چنانچہ جب ۱۳۳۹ھ کا ماہ رمضان المبارک مئی جون ۱۹۲۱ء میں پڑا اور مسلسل علالت اور ضعف کے باعث آپ نے اپنے اندر امسال کے موسم گرما میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ پائی تو اپنے حق میں فتوی دیا کہ میں پہاڑ پر جا کر روزہ رکھ سکتا ہوں اور میرے اندر یہ وسعت واستطاعت بھی ہے لہذا وہاں جا کر روزے رکھونگا چنانچہ آپ نے وہاں جا کر روزے رکھے۔

اسی دوران آپ نے مشہور محدث امام المحدثین حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی ثم پیلی بھیتی کی تاریخ وصال اس آیت کریمہ سے نکالی:۔

يطاف عليهم بآنية من فضة واكواب،

۱۳۳۴ھ

ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا۔

آپ کا وصال ۱۳۳۴ھ میں ہو چکا تھا اور امام احمد رضا قدس سرہ کے نہایت مخلص دوستوں میں تھے۔

تاریخ وصال نکالنے کے بعد فرمایا اس آیت کے شروع میں واو ہے اگر اسکو باقی رکھ کر حساب کیا جائے تو دوست دوست سے مل جائے گا۔ حاضرین نے اس وقت تو غور نہ کیا لیکن

جب ۱۳۴۰ھ میں وصال ہوا تو لوگوں نے سمجھا کہ یہ تو اعلیٰ حضرت نے باتوں ہی باتوں میں اپنے وصال کی خبر دی تھی، کیونکہ بحساب ابجد 'واؤ' کے عدد چھ ہیں، اس طرح ۱۳۳۴ میں چھ کا اضافہ کرکے ۱۳۴۰ ہوتے ہیں۔ یہ واقعہ وصال سے چھ ماہ پہلے کا ہے۔

قارئین ان کی سنہ ولادت کا استخراج اور اسکی توجیہ پڑھ چکے ہیں اب دونوں کو جمع کیجئے تو صاف ظاہر ہوگا کہ سنہ ولادت کی آیت کریمہ انکے ایمان راسخ کا پتہ دیتی ہے تو اس پر مرتب ہونے والا نتیجہ بفضلہ تعالیٰ آخرت میں یہ ہی ہوگا کہ جنت کی ابدی راحتوں میں سونے چاندی کے ساغر وصراحی لئے حور وغلماں ان پر پیش ہوتے رہیں گے اور یہ دور ہمیشہ چلتا رہے گا۔

مولانا حسنین رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:۔

اس بار آپ جب بھوالی سے تشریف لائے تو علالت کا کسی قدر سلسلہ چل رہا تھا اپنے پیر ومرشد سیدنا آل رسول مارہروی کا عرس کیا اور عرس میں حسب معمول تقریر فرمائی۔ اس تقریر میں از اول تا آخر مسلمانوں کو نصیحتیں ہی فرمائیں، آخر میں یہ بھی فرمایا کہ آئندہ ہمیں تمہیں شاید ایسا موقع نہ ملے۔ اس لئے جو یہاں موجود ہیں وہ بغور سنیں اور جو موجود نہیں ہیں انہیں میرے الفاظ پہونچادیں۔ اس پر سارا جلسہ بدحواس ہوکر رونے لگا پھر تسکین دی اور فرمایا کہ خدا میں سب قدرت ہے وہ چاہے تو ہم تم اسی طرح بار بار جمع ہوں۔ غرضیکہ آج لوگ متنبہ ہوگئے کہ اب ہم میں رہنے والے نہیں، اب لوگوں نے بیعت ہونے کی جلدی کی ہر وقت آستانۂ رضویہ پر مرید ہونے والے مردوں اور عورتوں میں کا جم غفیر رہنے لگا تو حکم دیا کہ میری طرف سے مردوں کو حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خانصاحب مرید کریں اور عورتوں کو مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خانصاحب بیعت کریں۔ یہ سلسلہ روز وفات تک برابر جاری رہا۔ باہر کے لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ بھی آکر بیعت ہوئے۔ یوم وفات سے دو روز قبل سہ شنبہ کے روز اعلیٰ حضرت پر تپ لرزہ کا حملہ محسوس ہوا اس سے دفعۃً کمزوری بڑھ گئی اور اتنی بڑھی کہ نبض غائب ہوگئی، اس وقت جناب حکیم حسین رضا خانصاحب بھی حاضر تھے ان سے فرمایا کہ نبض تو دیکھو انہوں نے نبض دیکھی تو وہ ڈوب چکی تھی۔ انہوں نے گھبرا کے عرض کیا کہ کمزوری کے سبب نبض نہیں ملتی۔ فرمایا آج کیا دن ہے؟ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا۔ چہارشنبہ ہے، اس پر فرمایا جمعہ پرسوں ہے اور یہ فرما کر کف افسوس ملتے جاتے اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتے جاتے یہ سب کچھ ان کا

پیارا رب دیکھ رہا تھا اس نے اس کمزوری کے حملے کو آن کی آن میں دفع فرمادیا اور طبیعت بدستور سہولت پر آگئی۔ اب حاضرین رخصت ہونے لگے پھر دو دن طبیعت خوشگوار رہی یہاں تک کہ جمعہ کے روز جب نماز فجر کے بعد مزاج پرسی کیلئے لوگ اندر گئے ہیں تو اعلی حضرت قبلہ کو کافی پرسکون پایا۔

**خبر ارتحال:۔** ۲۵ رصفر ۴۰ھ کو لوگ بعد نماز فجر حسب معمول مزاج پرسی کے لئے آئے تو اعلی حضرت قبلہ کی طبیعت اس قدر شگفتہ اور بحال تھی کہ لوگوں کو مسرت ہوئی۔

**مولوی اکرام الحق کا خواب:۔** اور یہی حالت رحلت تک رہی میں یہاں سے صحت کی خوشخبری سنانے قاری خانہ میں مولوی اکرام الحق گنگوہی مدرس مدرسہ منظر اسلام (جو خیر آبادی خاندان میں مولانا حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی مرحوم کے شاگرد رشید تھے، معقول و فلسفہ و کتب اصول بہت اچھی پڑھاتے تھے اور اعلی حضرت قبلہ کے چاہنے والوں میں سے تھے) کے پاس گیا، انکو ان کے بستر پر رضائی میں منہ لپیٹے روتے پایا، میں نے ان سے کہا کہ اعلی حضرت قبلہ کو آج آثار صحت شروع ہو گئے تو آپ دیکھنے بھی نہ گئے، اس پر انکی سسکی بندھ گئی اور زیادہ رونے لگے، میں نے انہیں چپ کرایا اور رونے کی وجہ دریافت کی، انہوں نے اپنا خواب سنایا، فرمایا کہ میں نے آج ہی صبح صادق کے وقت دیکھا ہے کہ بہت سے علماء و اولیاء ایک جگہ جمع ہیں اور وہ سب رنجیدہ اور مغموم معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے رنج و غم کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ آج مولانا احمد رضا خانصاحب دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ انداز بیان سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس دور ناہنجار میں اعلی حضرت کا دنیا سے جانا ان حضرات پر گراں تھا، ان میں بعض میرے دور کے وہ حضرات بھی تھے جنھیں میں نے پہچانا، میں نے انکی زیارت کی ہے۔ میں مولوی اکرام الحق صاحب مرحوم کے اس خواب کو خواب و خیال کہہ کر ٹالتا رہا اور انکے دل سے اس صدمہ کو ہٹاتا رہا بالآخر انہوں نے مجھ سے کہہ دیا کہ میں علما و صلحا کے اس جم غفیر کے مقابلے میں آپ کے تخمینی خیال کی تائید نہیں کر سکتا۔

**رحلت کے آثار اور وصایا:۔** ابتداء علالت سے یہ دستور رہا کہ جب لوگ اندر مکان میں حاضر ہوتے تو سلام و دست بوسی کے بعد صرف ایک شخص مزاج پرسی کرتا، آپ شکر ادا کرتے اور مختصر حال بیان فرمادیتے، اس دوران میں اگر کوئی مسئلہ دریافت کرتا اس کا جواب

دیتے، صبر وشکر کی تلقین فرماتے اوران مجالس عیادت میں سفر آخرت کا زیادہ ذکر رہتا۔ خود روتے دوسروں کو رلاتے اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تو مدت العمران کی ہر صحبت میں ہر تقریر کا موضوع ہی رہی۔ وہ موقع بموقع ضرور ہوا کرتی دوران علالت کی صحبتوں میں یہ بھی بارہا فرمایا کہ رب العزت کا فضل مانگو وہ اگر عدل فرمائے تو ہمارا تمہارا کہیں ٹھکانہ نہ لگے۔ اولیاء کرام کے قصص اکثر مثال کے طور پر پیش فرماتے۔ اس جمعہ کو بھی یہ مجلس تذکیر دیر تک رہی آج بھی لوگ پند ونصائح کے انمول موتیوں سے دامن مراد بھر کے لوٹے تھوڑی دیر کیلئے ہم سب یہ سمجھے کہ آج صحت کی طرف طبیعت کا صحیح قدم اٹھا ہے، یہ کوئی نہ جانتا تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ جو کچھ اظہار طمانیت کر رہے ہیں وہ صرف ہم سب کا غم غلط کرنے کو کر رہے ہیں، درحقیقت آج ہی ان کی روانگی ہے، یہ تو جب معلوم ہوا کہ جب انہوں نے اپنی روانگی کے پروگرام پر عمل درآمد شروع کر دیا، سب سے پہلے آپ نے مفتی اعظم سے کل جائداد کا وقف نامہ لکھوایا۔ خود اس کا مضمون بولتے جاتے اور حضرت مفتی اعظم لکھتے جاتے۔ جب وقف نامہ لکھا گیا تو خود ملاحظہ فرما کر دستخط ثبت فرما دیئے۔ وقف نامے میں جائداد کی چوتھائی آمدنی مصرف خیر میں رکھی۔ اور تین چوتھائی آمدنی بحصص شرعی ورثہ پر تقسیم فرمادی۔ آج صبح سے کچھ کھایا نہ تھا خشک ڈکار آئی حکیم حسین رضا خاں صاحب حاضر خدمت تھے ان سے فرمایا کہ معدہ بفضلہ تعالیٰ بالکل خالی ہے ڈکار خشک آئی ہے، اس پر بھی احتیاطا ایک مرتبہ وصال سے کچھ قبل چوکی پر بیٹھے، اب گھڑی سامنے رکھوالی، اب سے جو کام کرتے تو پہلے وقت دیکھ لیتے۔ شروع نزع سے کچھ قبل فرمایا کارڈ لفافے، روپیہ، پیسہ کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے، جنب یا حائضہ نہ آنے پائے، کتا مکان میں نہ آئے، سورہ یٰسین اور سورہ رعد بآواز پڑھی جائیں، کلمہ طیبہ سینہ پر دم آنے تک متواتر بآواز پڑھا جائے، کوئی چلا کر بات نہ کرے، کوئی رونے والا بچہ مکان میں نہ آئے، بعد قبض روح فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کر دی جائیں، بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہہ کر نزع میں سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پانی پلایا جائے، ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کر دیئے جائیں، اصلا کوئی نہ روئے، وقت نزع میرے اور اپنے لئے دعاء خیر مانگتے رہو، کوئی برا کلمہ زبان سے نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں، جنازہ اٹھنے پر خبردار کوئی آواز نہ نکلے، غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو، جنازہ میں بلا وجہ شرعی تاخیر نہ ہو، جنازے کے آگے کوئی شعر میری مدح کا ہر گز نہ پڑھا جائے، قبر میں بہت

آہستگی سے اتاریں، داہنی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں، نرم مٹی کا پشتارہ لگائیں، جب تک قبر تیار ہو۔

سبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ۔ اللھم ثبت عبیدک ھذا بالقول الثابت بجاہ نبیک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پڑھتے رہیں۔

اناج قبر پر نہ لے جائیں، یہیں تقسیم کردیں، وہاں بہت غل ہوتا ہے اور قبروں کی بے حرمتی، بعد تیاری قبر کے سرہانے الٓمٓ تا مفلحون۔ پائنتی آمن الرسول، تا آخر سورہ پڑھیں اور سات بار باآواز بلند حامد رضا خاں اذان کہیں اور متعلقین میرے مواجہہ میں کھڑے ہو کر تین بار تلقین کریں۔ پھر اعزہ واحباب چلے جائیں ہو سکے تو ڈیڑھ گھنٹے میری مواجہہ میں درود شریف ایسی آواز سے پڑھتے رہیں کہ میں سنوں پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر کے چلے آئیں، اگر ہو سکے تو تین شبانہ روز پہرے کیساتھ دو عزیز یا دوست مواجہہ میں قرآن مجید آہستہ آہستہ یا درود شریف ایسی آواز سے بلا وقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے اس نئے مکان سے میرا دل لگ جائے، (اور ہوا بھی یہی کہ جس وقت وصال فرمایا اس وقت سے غسل تک قرآن کریم باآواز برابر پڑھا گیا اور پھر تین شبانہ روز قبر انور پر بلا توقف مواجہہ اقدس میں مسلسل تلاوت جاری رہی) کفن پر کوئی دوشالہ یا قیمتی چیز یا شامیانہ نہ ہو غرضیکہ کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

وصال :۔ ۱۲؍ بجے دن کے بعد اعلی حضرت قبلہ نے جائداد کا وقف نامہ لکھوایا اور اپنے دستخطوں سے مزین فرمایا، اس کے بعد حضرت حجۃ الاسلام سے سورۂ رعد پڑھوائی جسے بڑے اطمینان سے بغور سنتے رہے پھر یٰسین شریف پڑھوائی۔ ۲؍ بجے کے بعد پانی طلب فرمایا جو پیش کیا گیا، پانی پی کر کلمۂ طیبہ پڑھنے لگے کچھ دیر کے بعد صرف اسم جلالت اللہ، اللہ کا ورد فرمایا یہاں تک کہ دو بج کر ۳۸؍ منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا اور ان کی روح پاک اپنے رفیق اعلی کی بارگاہ میں چلی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ جمعہ کا دن تھا صفر المظفر کی ۲۵؍ تاریخ تھی دو بج کر ۳۸؍ منٹ ہوئے تھے جب کہ دنیاء اسلام میں خطیب منبروں پر خطبوں میں بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔

اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجعلنا منھم۔

اے اللہ اسکی مدد کر جس نے تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی مدد کی اور ہمیں بھی ان کی ہمراہی کا شرف عطا فرمایا۔

ان کی روح ان دعاؤں کے جھرمٹ میں ملی جلی بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوگئی رحمۃ اللہ علیہ۔

اس جمعہ سے قبل والے جمعہ کو اعلیٰ حضرت کی مسجد کی تشریف آوری میں دیر لگی تھی ان کے انتظار کی وجہ سے لوگوں نے جمعہ میں معمول کے خلاف تاخیر کرادی اس واسطے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کو کئی بار وضو کرنا پڑا تھا۔ لہذا آج صبح ہی ہم سب سے تاکید فرمادی کہ پچھلے جمعہ کی طرح آج میری وجہ سے نماز جمعہ میں اصلاً تاخیر نہ کی جائے، جمعہ کی نماز معمول کے مطابق وقت پر قائم ہو، کوئی بھی کچھ کہے نہ مانا جائے۔ ہم لوگ اس کا یہ مطلب سمجھے کہ پچھلے جمعہ میں جو بعض حضرات کے کہنے سے مقررہ وقت ٹالا گیا اس کی آج ممانعت فرمادی ہے، یہ گمان بھی نہ تھا کہ یہ آج ہی عین جمعہ کے وقت رخصت ہورہے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ لوگ اس وقت رونے پیٹنے میں بدحواس ہوں گے جمعہ میں بلاوجہ تاخیر ہوگی۔

اعلیٰ حضرت قبلہ کو التزام جماعت نماز پنجگانہ میں بہت ملحوظ تھا۔ کئی سال پہلے پاؤں کا انگوٹھا ایسا پکا تھا کہ نہ جوتا پہنا جاتا تھا نہ کھڑے ہوسکتے تھے، اس بار پہلی مرتبہ ظہر کے وقت باہر تشریف لائے تو چاروں ہاتھ پاؤں کی مدد سے باہر تشریف لائے۔ خدام نے فوراً کرسی پر بٹھا دیا اسی طرح بعد نماز کرسی پر بیٹھا کر لے گئے اور پلنگ پر بٹھا دیا اور استنجے کیلئے پلنگ سے ملا کر چوکی لگادی گئی، جب تک انگوٹھا پکا یہ عمل جاری رہا کہ جماعت میں شرکت کیلئے زنانہ مکان سے کرسی پر مسجد کے اندر آئے اور مسجد سے کرسی پر اندر لیجائے گئے، ابتداء اس کراہت کا اظہار فرماتے رہے مگر خدام کی ضد نے مجبور کردیا تھا۔ اس علالت میں بھی آپ جب مسجد نہ جاسکے تو نمازوں کے اوقات پر کرسی لئے موجود رہتے اور جماعت میں آپ کو نماز پڑھواتے۔ چنانچہ جمعۃ الوفات سے پہلا جمعہ آپ نے مسجد میں باجماعت ادا کیا تھا، کرسی اٹھانے کیلئے کچھ مخلصین اور کچھ گھر والے نماز کے وقت ضرور حاضر ہوجاتے جن میں سے ایک بفضلہ تعالیٰ یہ راقم الحروف بھی ہے۔ خداوند عالم ان سب کو اجر خیر دے آمین۔

**تکفین وتدفین** ۔ چنانچہ وصال کے بعد فوراً جمعہ کی تیاری کی آواز لگادی گئی اور سب

حاضرین واہل خانہ بجائے آہ وبکا وگریہ وزاری کے جمعہ کی تیاری میں لگ گئے، جمعہ کے بعد لوگ بہت آ گئے تجہیز وتکفین وتدفین کا مشورہ ہوا فوراً ۲۵ تار دیئے گئے جہاں جہاں سے لوگ آ سکتے تھے وہ دفن کے مقررہ وقت تک بریلی آ گئے، غسل میں سادات عظام اور علماء کرام واہل خاندان نے شرکت کی، جنازہ تیار ہوا تو کفن لانے والے صاحب عطر بھول گئے تھے عین ضرورت کے وقت محلہ پنجابی میران کے ایک حاجی صاحب اعلی حضرت قبلہ کی نذر کے لئے مدینہ پاک سے عطر، غلاف کعبہ، آب زمزم، خاک شفا وغیرہ لے کے آ گئے، یہ عطیہ عین وقت پہ پہونچا یہ سب چیزیں فوراً کام آئیں۔ رونمائی کے بعد جنازہ نماز کے لئے عیدگاہ چلا اس واسطے کہ وسط شہر میں کوئی ایسا وسیع میدان نہ تھا بجز ایک ارض مغصوبہ کے۔ سوداگری محلہ سے عیدگاہ تک جو کشمکش رہی ہے وہ کبھی نہ دیکھی، یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ اس چھین جھپٹ میں پلنگ ٹوٹ کے ٹکڑے ہو جائے گا مگر شکر ہے کہ پلنگ سلامت رہا۔

وہاں پہونچ کر ایک تعجب خیز واقعہ اور دیکھا کہ عیدگاہ میں چھ سات جنازے پہلے سے رکھے ہیں، اعلی حضرت کے جنازے کا انتظار ہو رہا ہے، لوگوں سے کہا کہ تم نے حسب دستور اپنے اپنے محلہ میں نماز جنازہ پڑھ کے دفن کیوں نہ کر دیا؟ یہ کیا کیا؟ تو انہوں نے کہا: کہ یہ سب اعلی حضرت قبلہ کے فدائی تھے انکے جنازوں کی نماز ان کی نماز جنازہ کے ساتھ ہوگی، وہ بھی عجب سماں تھا کہ اکٹھے چھ یا سات جنازوں کی نماز ایک ساتھ ہو رہی تھی۔ صف بستہ نماز ادا کر رہے تھے۔ دو ایک جنازے دیہات کے تھے باقی شہر کے مختلف حصوں کے تھے، بیسوں سقہ صاحبان بلا کسی تحریک کے گھر سے عیدگاہ تک چھڑکاؤ کرتے جا رہے تھے۔ انہوں نے عیدگاہ میں وضو کا پانی دیا۔ ظہر عیدگاہ میں ادا کی گئی اس کے بعد جنازہ سوداگری محلہ لا کر خانقاہ رضویہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ یہاں تمام حاضرین نے نماز عصر ادا کی اور اسی وقت مزار شریف پر تلاوت قرآن پاک شروع ہوگئی جو تین دن تین رات مسلسل جاری رہی۔ رات میں بھی کسی وقت ایک آن کو تلاوت نہ رکی۔ ہندوستان میں جگہ جگہ سوم کیا گیا۔ مگر خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر خادم آستانہ سید حسین صاحب مرحوم نے جو سوم کیا وہ بہت بڑے پیمانے پر ہوا۔ اس میں ختم قرآن پاک بہت ہو گئے تھے۔ ویسے تو کلکتہ رنگون سے بھی سوم کی اطلاعات آئیں مگر جامعہ ازہر مصر کی رپورٹ جو انگریزی اخباروں میں چھپی اس سے بڑی حیرت ہوئی اس واسطے

کہ یہاں سے کوئی اطلاع نہ دی گئی تھی۔

**ایصال ثواب**۔ مکہ معظمہ مدینہ منورہ سے بھی ایصال ثواب کی اطلاعیں ملیں۔ مدینہ منورہ میں مولانا ضیاء الدین احمد صاحب اور وہاں کے دیگر علماء کرام نے سنا ہے کہ مواجہہ اقدس میں بیٹھکر ایصال ثواب کیا۔ یہ اس ذاتی عشق کا اثر تھا جو اعلیٰ حضرت کو سرکار دو جہاں کی ذات کریمہ سے تھا۔ حسب دستور خاندان قادریہ عرس چہلم میں رسم سجادگی عمل میں آئی۔ جس میں ہندوستان کے اکثر علماء مشائخ نے شرکت کی حسب الحکم اعلیٰ حضرت قبلہ حضرت حجۃ الاسلام کو خرقۂ خلافت پہنایا گیا۔ چہلم میں علماء کرام نے تقریریں کیں۔ وہ تو یاد نہ رہیں۔ مولانا سید سلیمان اشرف ناظم دینیات علی گڑھ یونیورسٹی کی ایک بات اب تک یاد ہے جس پر لوگ بہت روئے تھے، انہوں نے اثناء تقریر میں جب کہ قبر انور کے پاس کھڑے تقریر کر رہے تھے۔ فرمایا کہ یارو! مجھے بریلی آتے جاتے بہت دیکھا ہے مگر اب نہ دیکھو گے، میں علی گڑھ کالج میں ہوں جہاں عربی کا بھی بڑا کتب خانہ موجود ہے۔ اگر ہم کسی تحقیق کے درپے ہوں تو بکثرت کتابیں دیکھ سکتے ہیں اور دیکھتے بھی ہیں مگر ہمیں پوری تسکین جبھی ہوتی تھی جب کہ اس بندۂ خدا (قبر انور کی طرف اشارہ کرکے) کی زبان سے سن لیتے تھے تو اب بتاؤ ہم کیوں آنے لگے، اس بیان سے مجمع میں لوگوں کی چیخیں نکل گئیں تھیں۔

## مشاہیر تلامذہ

| نام | ولادت/ وفات |
|---|---|
| استاذ زمن مولانا حسن رضا خانصاحب بریلوی (برادر اوسط) | ۱۲۷۶ھ/ ۱۳۲۶ھ |
| حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خانصاحب، بریلوی (خلف اکبر) | ۱۲۹۲ھ/ ۱۳۶۲ھ |
| مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب بریلوی (خلف اصغر) | ۱۳۱۰ھ/ ۱۴۰۲ھ |
| ابو المحمود مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھوچھوی، | ۱۲۸۶ھ/ ۱۳۴۳ھ |
| ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب بہاری | ۱۳۰۳ھ/ ۱۳۸۲ھ |
| عید الاسلام مولانا عبد السلام صاحب جبلپوری، | ۱۲۷۲ھ/ ۱۳۷۲ھ |
| سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد صاحب پیلی بھیتی | ۱۲۸۳ھ/ ۱۳۵۲ھ |
| ابو الفیض صوفی قلندر علی صاحب سہروردی سیالکوٹی، | ۱۳۷۷ھ |

محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی، ۱۳۱۱ھ/۱۳۸۳ھ

مولانا حافظ یقین الدین صاحب برنی، ۱۳۷۰ھ

مولانا رحیم بخش صاحب آروی، ۱۳۴۲ھ

مولانا مفتی اعجاز ولی خانصاحب، بریلوی، ۱۳۳۲ھ/۱۳۹۳ھ

مولانا حسنین رضا خاں صاحب، بریلوی، (برادرزادہ) ۱۳۰۹ھ/۱۴۰۱ھ

مولانا رحیم بخش صاحب مظفر پوری ۱۳۲۲ھ/۱۳۷۹ھ

## مشاہیر خلفاء ہندو پاک

شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی،

سند المحدثین مولانا سید دیدار علی صاحب، الوری، ۱۲۷۳ھ/۱۳۵۴ھ

قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین صاحب مدنی، ۱۲۹۷ھ/۱۴۰۰ھ

مجاہد اسلام مولانا احمد مختار صاحب میرٹھی، ۱۲۹۴ھ/۱۳۵۷ھ

مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی، ۱۳۱۰ھ/۱۳۷۴ھ

عمدۃ المتکلمین مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری، ۱۲۹۵ھ/۱۳۵۸ھ

صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی، ۱۲۹۶ھ/۱۳۶۷ھ

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی، ۱۳۰۰ھ/۱۳۶۷ھ

مولانا سید ابو البرکات الوری، ۱۳۱۶ھ

مولانا مفتی غلام جانی صاحب ہزاروی، ۱۳۱۶ھ/۱۳۷۹ھ

مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خانصاحب، بریلوی (نبیرہ اکبر) ۱۳۲۵ھ/۱۳۵۸ھ

امین الفتوی مولانا حاجی محمد لعل خانصاحب بیسلپوری، ۱۳۴۰ھ

شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خانصاحب لکھنوی ثم پیلی بھیتی، ۱۳۸۰ھ

مولانا محمد شفیع صاحب بیسلپوری، ۱۳۴۸ھ

برہان ملت مولانا مفتی برہان الحق صاحب جبلپوری

مولانا عمر الدین صاحب ہزاروی، ۱۳۴۹ھ

انکے علاوہ آپ کے تلامذہ میں تقریباً سب آپ کے خلفاء ہیں۔

# فضل وکمال

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جملہ علوم وفنون کی تکمیل چودہ سال کی عمر تک کرلی تھی جیسا کہ آپ پڑھ چکے۔ اس کم سنی میں انہوں نے کتنے علوم وفنون کی سیر کی اسکی تفصیل کیلئے آپ کی تصانیف پڑھے بغیر صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

اجمالی طور پر اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ آپ نے پچاس سے زیادہ علوم وفنون پر اپنی چھوٹی بڑی تقریباً ایک ہزار تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جنکا قدر معتد بہ حصہ منظر عام پر آچکا ہے اور پوری دنیائے علم وفن سے خراج تحسین حاصل کررہا ہے۔

آپ کے علم وفضل کا اعتراف صرف عقیدت مند اور مدح خواں حضرات ہی نہیں کرتے، مدارس اسلامیہ اور مساجد تک ہی آپ کے علمی کمالات کے چرچے محدود نہیں، محض منبر واسٹیج ہی پر انکے فضل وکمال کا خطبہ نہیں پڑھا جاتا بلکہ اب ان تمام روایتی مجامع ومحافل سے نکل کر آپکے تبحر علمی کا ڈنکا پوری علمی دنیا میں بج رہا ہے، کالج اور یونیورسٹیاں بھی انکی تحقیقات نادرہ پر خراج عقیدت پیش کررہی ہیں۔ پروفیسر ولکچرر حضرات بھی انکے علمی کارناموں پر ریسرچ اسکالروں سے پی، ایچ، ڈی کے مقالے لکھوار ہے ہیں۔ ہندو پاک سے لیکر جامع ازہر تک، بریطانیہ سے امریکہ تک پوری دنیا کے متعدد تحقیقی مراکز سیکڑوں افراد کو ایم فل اور پی، ایچ، ڈی کی ڈگریاں دے چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی جو کچھ ہوا وہ آغاز باب ہے۔

ماہرین رضویات کا کہنا ہے کہ فرد واحد نے اتنا بڑا کام کردیا ہے کہ پوری ملت اسکو سمیٹ نہیں پارہی ہے، جبکہ آج تک انکی سیرت وسوانح اور تحقیقی کاموں پر لکھی جانے والی کتابوں اور مقالوں کی تعداد بجائے خود ہزار سے تجاوز کرچکی ہے۔

اس مختصر میں ان تمام تفصیلات کی گنجائش نہیں بلکہ اجمالی فہرست پیش کرنا بھی دشوار ہے۔ یہاں صرف چند چیزوں کی نشاندھی مقصود ہے۔

تمام علوم اسلامیہ میں اصل قرآن وحدیث کا علم ہے جس میں بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے مکمل اصول وقوانین موجود ہیں اور فقہ اسلامی نے زندگی کے ہر موڑ پر آنیوالی مشکلات کی

کر ہیں کھول کر لوگوں کیلئے آسانیاں فراہم کردی ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی خاص طور پر پوری زندگی انہی علوم کا سبق پڑھایا اور قوم مسلم کو غلط روی سے بچانے کیلئے انہی علوم کے ذریعہ ہدایت کی راہیں ہموار کیں۔آپ کا دور نہایت ناگفتہ بہ حالات سے دوچار تھا۔نئے نئے فرقے جنم لے رہے تھے۔بھانت بھانت کی بولیاں بولی جارہی تھیں۔دین اسلام کے نام پر ایسی باتیں سنائی جارہی تھیں جو سچے مسلمانوں کے سچے آباء واجداد نے بھی کبھی نہیں سنی تھیں۔نہ عظمت باری کا لوگوں کو خیال رہ گیا تھا اور نہ تعظیم رسول کا پاس تھا۔

ہندوستان کی سرزمین خاص طور پر اس زمانہ میں مسلمانوں کی ابتلاء وآزمائش کے ماحول سے دوچار تھی۔انگریزوں نے تفریق بین المسلمین کیلئے جو چال چلی تھی وہ پورے طور پر کامیاب ہوتی نظر آرہی تھی،کچھ صاحبان جبہ ودستار کو خرید کر مسلمانوں کے قدیمی نظریات وعقائد کو مٹانے کی ناپاک سازش تیار کرچکے تھے جس کی لپیٹ میں پوراہندوستان تھا۔

خداوند قدوس کا فضل بے پایاں تھا اپنے خاص بندوں پر جنہوں نے ان فتنوں کو روز اول ہی سے کچل دینے کی کوشش شروع فرمائی۔

ہندوستان میں اسلاف کے نظریات سے ہٹانے کی سازش سب سے پہلے دہلی کے عظیم علمی گھرانے،خاندان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ایک فرد مولوی محمد اسمعیل دہلوی کی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان کے ذریعہ کی گئی۔لیکن اسکا زبانی اور قلمی رد اسی دور میں اس انداز سے شروع ہوا کہ شاید اس کتاب کے علاوہ کسی دوسری کتاب پر اتنی گرفتیں ہندوستان میں نہ ہوئی ہونگی،پورے ہندوستان کے علماء نے متعدد مقامات سے اسکے رد لکھے اور چھاپے۔

بطل حریت مجاہد اعظم جنگ آزادی حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی نے ایک جماعت علماء کے ساتھ جامع مسجد دہلی میں بروقت مواخذے کیے جس سے دودھ اور پانی کا امتیاز روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا تھا۔البتہ بعض لوگوں کی بے جا حمایت نے ایسی دلدل میں پھنسایا کہ آج تک اسکے اذیال واذناب اسی میں پھنسے ہیں،تقویۃ الایمان کی ناپاک عبارات کی توجیہ کرتے کرتے اس منزل پر آکھڑے ہوئے کہ ''فر عن المطر وقام تحت المیزاب'' کا منظر لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

کسی نے امکان کذب کی بحث چھیڑ دی اور کسی نے ختم نبوت پر اجماع امت کے خلاف غلط توجیہات کر کے متقدمین واسلاف کے عقائد صحیحہ کو جاہلانہ خیال لکھ دیا۔ کوئی حضور کے علم غیب کو جانوروں، بچوں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دینے سے بھی نہ شرمایا۔ اور کوئی دعوائے نبوت کر کے ان سب کو اپنے پیچھے چھوڑ گیا بلکہ انکے کھولے ہوئے دروازہ میں انکے ارمانوں کا خون کر کے خود داخل ہو گیا۔

اس دور میں علمائے ملت اسلامیہ کے لئے ایک ایسے قافلہ سالار کی ضرورت تھی جو ان سب کا مقابلہ کرے اور انکی نقاب الٹ کر اصلی پوزیشن واشگاف کر دے، جو رہبری کے بھیس میں رہزنی کر رہے تھے۔

خداوند قدوس نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسا بطل جلیل اس ملت کو عطا فرمایا جو اپنی مثال آپ تھا۔ گزشتہ اوراق میں قارئین انکی پاک زندگی کے واقعات بچپن سے جوانی تک پڑھ آئے۔ آئندہ اوراق میں ملاحظہ کریں کہ انکی خدمات کیا تھیں۔ اور انہوں نے تجدید و احیائے دین کا فریضہ کس حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیا۔ عشق رسول کا سبق کس انداز سے پڑھایا۔ آپ کی ہر تصنیف ہمارے اس دعویٰ کا بین ثبوت ہے۔

**ترجمۂ قرآن۔** انبیائے سابقین کی امتوں کے گمراہی میں مبتلا ہونے کا ایک خاص سبب یہ بھی تھا کہ انھوں نے آسمانی کتابوں میں ترمیم وتنسیخ کر ڈالی۔ اپنی نفسانی خواہشات کے تابع بنانے کے لئے خداوند قدوس کی نازل کردہ کتابوں میں ہر طرح کے تغیر وتبدل سے کام لیا۔ تحریف لفظی بھی کی گئی اور تحریف معنوی بھی۔ چونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جسکی حفاظت کا وعدہ رب کریم نے خود فرمایا ہے۔ تو اس میں لفظی تبدیلی تو کوئی کر ہی نہیں سکتا تھا کہ جس سے لوگ گمراہ ہوتے اور اصل نظم کلام باری نسیا منسیا ہو جاتا۔

البتہ معنوی تحریفات سے لوگوں نے ہر دور میں کچھ نہ کچھ شوشہ چھوڑا، اس طریقہ سے کتاب اللہ پر تو کوئی فرق نہ پڑا کہ اسکی معنوی تحریف کبھی اجماعی عقیدہ اور معمول بہ نہ بن سکی لیکن معنی مراد کو غلط جامہ پہنا کر لوگوں کو اسلامی نظریات سے ہٹانے کی کوشش کی جاتی رہی۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے زمانے میں لوگوں کو راہ حق سے ہٹانے کے لئے جہاں

دوسرے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے وہیں ترجمۂ قرآن میں اپنی خواہش نفس کے مطابق تبدیلیاں کی گئیں۔

مثلا:۔ آیت کریمہ

و مکروا و مکر الله و الله خیر الما کرین۔

اور انہوں نے بنایا ایک فریب اور اللہ نے بنایا ایک فریب۔

انا فتحنالك فتحا مبینا، لیغفر الله لك ماتقدم من ذنبك۔ و ما تاخر۔

ہم نے فیصلہ کردیا تیرے واسطے صریح تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ تعالیٰ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور پیچھے رہے۔ (محمود الحسن)

بیشک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔ (تھانوی)

الله یستهزئ بهم ویمدهم فی طغیانهم یعمهون۔

اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے۔ (سر سید)

اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے۔ (محمود الحسن)

وما ارسلناك الا رحمة للعالمین۔

اور ہم نے ایسے (مضامین نافعہ دیکر) آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں (یعنی مکلفین) پر مہربانی کرنے کے لئے۔ (تھانوی)

ان حالات میں ضروری تھا کہ ترجمۂ قرآن مستند تفاسیر کی روشنی میں عام فہم طریقے پر پیش کیا جائے۔ لہذا قوم مسلم کے ایمان کی حفاظت کیلئے امام احمد رضا قدس سرہ نے کنز الایمان (ایمان کا خزانہ) امت مسلمہ کو عطا فرمایا جس کے چرچے آج پورے عالم اسلام میں ہو رہے ہیں۔ ترجمہ کے جملوں بلکہ ہر ہر لفظ کی خوبیاں بیان کی جارہی ہیں۔ موزوں الفاظ اور حسن بیان کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت کا مرقع اہل اسلام کے ایمان میں قوت اور روحانی بالیدگی کا منظر پیش کرتا ہے۔ کتنے حضرات نے اس ترجمہ کے محاسن بیان کرتے کرتے مستقل کتابیں لکھ دیں۔ محققین نے مقالے لکھے۔ اور حال ہی میں کراچی پاکستان سے پروفیسر مجید اللہ صاحب نے آٹھ سو سے زیادہ صفحات پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری

حاصل کی۔

**علم غیب۔** تفویۃ الایمان کے مصنف نے مسئلہ علم غیب مصطفیٰ علیہ التحیۃ الثناء پر بھی نکتہ چینی کی تھی اور صاف انکار کر دیا تھا۔ بعد کے لوگوں نے اسے خوب سراہا یہاں تک کہ حجاز مقدس میں بھی بعض نو زادنام نہاد علماء نے قائلین علم غیب پر پھبتیاں کسیں۔ امام احمد رضا حسن اتفاق سے اس وقت دوسرے حج بیت اللہ کیلئے حاضر ہوئے تو علمائے حرم محترم زادہ اللہ شرفا وتعظیما نے اس موضوع پر جواب لکھنے کی فرمائش کی۔ آپ نے بحالت علالت ہی مجموعی طور پر صرف آٹھ گھنٹے میں "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" عربی زبان میں املا کرائی جو اس موضوع پر اپنی مثال آپ ہے۔

علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا وتعظیما نے اسکو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا، اس پر فراخدلی سے انمول تقاریظ لکھیں، شریف مکہ کے دربار میں پوری کتاب پڑھی گئی، اسکے بعد منکرین کی حالت دیدنی تھی۔ آج تک کسی میں مجال دم زدن نہیں اور سارے اہل باطل ملکر بھی اسکا جواب نہ لاسکے۔

**اختیارات:۔** مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارات کاملہ پر بھی دشمنان اسلام نے غوغے کئے، تفویۃ الایمان میں اختیارات مصطفیٰ کا اس بیہودہ انداز میں انکار کیا گیا کہ "جسکا نام محمد علی یا ہو وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔ آپ کا قلم حرکت میں آیا اور" سلطنۃ المصطفی فی ملکوت کل الوری "اور دفع البلا کے اختیارات پر" الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء" جیسی معرکۃ الآرا کتابیں تصنیف فرمائیں۔

**امکان کذب:۔** امکان کذب کا فتنہ اٹھا تو "سبحان السبوح" علمی وتحقیقی کتاب تصنیف فرمائی جسکی سطر سطر سے دلائل وبراہین کے چشمے بہہ رہے ہیں۔ خداوند قدوس کیلئے جسم ثابت کرنے والے فرقہ مجسمہ کی سرکوبی کیلئے "قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار" جیسی مایہ ناز کتاب اہل اسلام کو عطا کی۔

**ختم نبوت۔** ختم نبوت کے عقیدہ کے خلاف شورش شروع ہوئی اور مرزا کاذب نے جب اپنی جعلی نبوت منوانے کی سرتوڑ کوشش کی تو امام احمد رضا نے پے در پے چار کتابیں لکھیں۔ اور

مسئلہ ختم نبوت ایمانی ایقانی اذعانی اجماعی ضروری دینی پر اپنی ایک علیحدہ مستقل جلیل القدر تصنیف "جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة "میں تحقیق انیق اور علم وعرفان کے ایسے دریا بہائے کہ جسکی نظیر شاید و باید۔

غرض کہ عقائد واعمال ہوں یا رسوم اسلام، ہر میدان میں انہوں نے اپنے اشہب قلم کو مہمیز لگائی اور احیائے علوم دین وتجدید شرع مبین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجدد وقت بنایا تھا جسکا ظہور آخر وقت تک رہا اور آج بھی انکی قلمی خدمات صفحۂ قرطاس پر ثبت ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہیں۔

**تبحر علمی:۔** امام احمد رضا قدس سرہ کو جملہ علوم متداولہ نقلیہ وعقلیہ میں ید طولی حاصل تھا آپکی تصانیف سے استفادہ کرنے والے اس چیز کو بخوبی جانتے ہیں۔ علوم قرآن سے متعلق ترجمۂ قرآن کی بابت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

علم القرآن کا اندازہ اگر صرف اعلی حضرت کے اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جسکی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے، نہ فارسی میں اور نہ اردو میں، جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا ہی نہیں جا سکتا، جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں قرآن ہے، اس ترجمہ کی شرح حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا شاہ نعیم الدین علیہ الرحمہ نے حاشیہ پر لکھی۔ وہ فرماتے تھے کہ دوران شرح مجھے ایسا کئی بار ہوا کہ اعلی حضرت کے استعمال کردہ لفظ کے مقام استنباط کی تلاش میں دن پر دن گذرے اور رات کٹتی رہی اور بالآخر ماخذ ملا تو ترجمہ کا لفظ ہی اٹل نکلا۔

اعلی حضرت خود شیخ سعدی کے فارسی ترجمہ کو سراہا کرتے تھے لیکن اگر حضرت سعدی اردو زبان کے اس ترجمہ کو پاتے تو فرما ہی دیتے کہ ترجمۂ قرآن شی دیگر ست وعلم القرآن شی دیگر۔

تفسیر قرآن پر بھی آپ نے کام شروع کیا تھا لیکن سورہ" والضحی "کی بعض آیات کی تفسیر اسی اجزاء (چھ سو سے زائد صفحات) پر پھیل گئی، پھر دیگر ضروری مصروفیات نے اس کام کی مہلت ہی نہ دی۔

فرماتے ہیں۔

زندگیاں ملتیں تو تفسیر لکھتے، یہ ایک زندگی تو اسکے لئے کافی نہیں۔

فقہ واصول میں تو آپکی عبقریت کے قائل عقید تمند ہی نہیں دور حاضر کے محققین نے بھی برملا اعتراف کیا ہے۔

مولوی ابوالحسن میاں ندوی لکھتے ہیں:۔

فقہ حنفی اور اسکی جزئیات پر ان کو جو عبور حاصل تھا اسکی نظیر شاید کہیں ملے، اور اس دعوی پر ان کا مجموعۂ فتاوی شاہد ہے، نیز ان کی تصنیف "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام القرطاس والدراھم" جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی تھی۔

فتاوی رضویہ میں اسکے بے شمار شواہد موجود ہیں۔ جلد اول میں پانی کے اقسام کی تفصیل پڑھیے۔ جس پانی سے وضو جائز ہے اسکی ۱۶۰ رقسمیں، اور جس سے وضو نہیں ہوسکتا اسکی ۱۴۶ ر قسمیں بیان فرمائیں اور ہر ایک کی تفصیل سے بھی آگاہ کیا۔ حق یہ ہے کہ پانی کی انواع واقسام کا تجزیہ کر کے پانی پانی کر دیا۔

اسی طرح ۱۷۵ صورتیں وہ بیان کیں کہ پانی کے استعمال پر عدم قدرت ثابت ہوتی ہے اور تیمم کا جواز متحقق ہوتا ہے۔ تیمم کن چیزوں سے جائز ہے، انکی تعداد ۱۸۱ بیان فرمائی، ان میں ۱۰۷ رکی خود امام موصوف نے اپنی جودت طبع سے نشاندہی کی، اور جن سے تیمم جائز نہیں وہ ۱۳۰ ر ہیں۔ یہاں ۷۲ رکا اضافہ منجانب مصنف ہے۔

فقہی جزئیات پر عبور کامل کی روشن دلیلیں انکے فتاوی سے ظاہر ہیں، حق یہ ہے کہ آپکے دور میں عرب وعجم کے علماء مسائل شریعت میں آپ کے استحضار علمی کو دیکھ کر حیران رہے۔

مولوی ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:۔

حرمین شریفین کے قیام کے زمانہ میں بعض رسائل بھی لکھے اور علمائے حرمین نے بعض سوالات کیے تو انکے جواب بھی تحریر کئے اور ذہانت کو دیکھکر سب کے سب حیران وششدر رہ گئے۔

فتاوی رضویہ کی بارہ جلدیں طبع ہوکر منظر عام پر آگئی ہیں، اگرچہ بعض رسائل ابھی جلدوں میں شامل نہیں، اور آخری جلدوں کا اکثر حصہ بھی نہ مل سکا۔ پھر بھی جو موجود ہے وہ اپنی

مثال آپ ہے، آج تک اردو زبان میں ایسا عظیم فقہی شاہکار معرض تحریر میں نہ آیا۔ کسی کتاب کی ضخامت اسکی خوبی کا معیار نہیں ہوتی بلکہ وہ مضامین ثابتہ ہوتے ہیں جو سیکڑوں کتابوں کا عطر تحقیق بنا کر پیش کیے جاتے ہیں۔ فتاوی رضویہ اپنی تحقیق انیق کے اعتبار سے سب پر فائق ہے

فتاوی رضویہ نے تحقیق کا ایک انوکھا معیار اور اسلوب سکھایا اور محققین کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ علم فقہ صرف چند مسائل بیان کر دینے کا نام نہیں بلکہ فقہ کے متعلقہ علوم پر جب تک دسترس حاصل نہ ہو اس وقت تک حوادث روزگار اور بدلتے ہوئے حالات سے نمٹنا اور ان کا شرعی نقطۂ نگاہ سے حل تلاش کرنا ممکن نہ ہو سکے گا۔ مفتی وفقیہ کا کام ہے کہ وہ درپیش مسائل میں حکم شرعی سے لوگوں کو آگاہ کرے اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جبکہ وہ اس مسئلہ کے متعلقہ مباحث کی چھان بین اور انکی تنقیح کے بعد حکم بیان کرے ورنہ سخت لغزش کا خطرہ ہے۔

امام احمد رضا کی وسعت نظر، جودت فکر، ذہن ثاقب اور رائے صائب نے انکو اپنے دور میں پوری دنیا کا مرکز اور مرجع فتاوی بنادیا تھا۔ آپکے یہاں متحدہ ہندوستان کے علاوہ برما، چین، امریکہ، افغانستان، افریقہ اور حجاز مقدس وغیرہا سے بکثرت استفتاء آتے اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجاتے تھے۔ ان سب کا جواب نہایت فراخدلی اور خلوص وللّٰہیت سے دیا جاتا تھا اور کبھی کسی فتوی پر اجرت نہیں لی جاتی تھی اور نہ ہی کہیں سے تنخواہ مقرر تھی۔ یہ اس خاندان کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

اس خاندان میں فتوی نویسی کی مسند سب سے پہلے آپ کے جد امجد قطب زماں حضرت مولانا مفتی رضا علی خاں صاحب قدس سرہ نے بچھائی، اور پوری زندگی خالصۃ لوجہ اللہ فتوی لکھا۔

آپ کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ کے والد محترم رئیس الاتقیاء عمدۃ المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خاں صاحب قدس سرہ جانشین ہوئے۔ اور پھر امام احمد رضا نے پچاس سال سے زیادہ فتاوی تحریر فرمائے۔

آپ کے بعد دونوں صاحبزادگان حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا خانصاحب اور حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفی رضا خانصاحب علیہما الرحمہ نے مجموعی طور پر ساٹھ سال تک مسند افتاء کو رونق بخشی۔ نہایت خلوص کے ساتھ یہ فریضہ انجام دیا اور کبھی طمع ولالچ

نے راہ نہ پائی ،اور آجکل اس مسند پر متمکن ہیں تاج شریعت حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری مدظلہ العالی۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاوی اردو، فارسی اور عربی زبان میں تحریر فرمائے۔ جس زبان میں سوال آتا اسی میں جواب دیا جاتا، حتی کہ سوال منظوم ہوتا تو جواب بھی نظم ہی میں دیا جاتا۔ اسکے علاوہ انگریزی میں بھی بعض فتاوی منقول ہیں۔

فتاوی رضویہ چودھویں صدی کا بلاشبہ فقہی انسائکلو پیڈیا ہے اور مجھ جیسا ہیچمداں اسکی کماحقہ خوبیاں کرنے سے قاصر اور اسکی علمی گہرائی تک پہونچنا مشکل ہے۔ وہ ایسا بحر بیکراں ہے جسکے ساحل پر کھڑے رہ کر اسکے مناظر قدرت تو دیکھے جاسکتے ہیں لیکن اسکی گہرائی کو ناپنا اور غواصی کر کے موتی برآمد کرنا ہر کہہ ومہ کا کام نہیں ہوتا۔

آپ کے فتاوی سے متاثر ہو کر بڑے بڑے علماء وقت اتنا لکھ چکے ہیں کہ انکو جمع کیا جائے تو ضخیم کتاب بن جائے۔ آپ کے بعض عربی فتاوی کو ملاحظہ فرمانے کے بعد محافظ کتب حرم سید اسمٰعیل خلیل نے لکھا اور کیا خوب لکھا۔

واللہ اقول والحق اقول: لو رآھا ابو حنیفۃ النعمان لا قرت عینہ ویجعل مؤلفہ من جملۃ الاصحاب۔

قسم کھا کر کہتا ہوں اور حق کہتا ہوں کہ اگر ان فتاوی کو امام اعظم ابوحنیفہ ملاحظہ فرماتے تو انکو خوشی ہوتی اور صاحب فتاوی کو اپنے شاگردوں میں شامل کر لیتے۔

آپ کو پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں تبحر حاصل تھا اور جس فن میں قلم اٹھایا تحقیق انیق کے دریا بہائے۔

آپ نے پچاس سے زیادہ علوم وفنون پر تقریبا ایک ہزار کتابیں تصنیف فرمائیں۔

## مختلف علوم وفنون پر تصانیف اور انکی تعداد

ابتک جن تصانیف کی فہرستیں تیار ہوئیں ان میں سب سے طویل اور محتاط فہرست فاضل گرامی مرتبت حضرت مولانا عبد المبین صاحب نعمانی مدظلہ کی مرتب کردہ ہے جسکا اجمالی خاکہ اسطرح ہے۔

| علوم وفنون | تعداد تصانیف |
|---|---|
| ا۔ علم تفسیر | ۱۵ |
| ۲۔ اصول تفسیر | ۱ |
| ۳۔ رسم خط قرآن | ۱ |
| ۴۔ حدیث | ۴۶ |
| ۵۔ اسانید حدیث | ۳ |
| ۶۔ اصول حدیث | ۶ |
| ۷۔ تخریج احادیث | ۴ |
| ۸۔ جرح وتعدیل | ۲ |
| ۹۔ اسماء الرجال | ۷ |
| ۱۰۔ لغت حدیث | ۱ |
| ۱۱۔ فقہ | ۲۵۴ |
| ۱۲۔ اصول فقہ | ۷ |
| ۱۳۔ رسم المفتی | ۳ |
| ۱۴۔ فرائض | ۴ |
| ۱۵۔ تجوید | ۴ |
| ۱۶۔ عقائد وکلام | ۱۲۶ |
| ۱۷۔ مناظرہ | ۷ |
| ۱۸۔ فضائل | ۲۰ |
| ۱۹۔ سیرت | ۴ |
| ۲۰۔ مناقب | ۱۲ |
| ۲۱۔ تاریخ | ۳ |
| ۲۲۔ تصوف | ۱۲ |
| ۲۳۔ سلوک | ۲ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۴۔ | اذکار | ۹ |
| ۲۵۔ | اخلاق | ۴ |
| ۲۶۔ | نصائح ومواعظ | ۳ |
| ۲۷۔ | ملفوظات | ۵ |
| ۲۸۔ | مکتوبات | ۲ |
| ۲۹۔ | خطبات | ۲ |
| ۳۰۔ | ادب | ۱ |
| ۳۱۔ | نحو | ۲۲ |
| ۳۲۔ | صرف | ۱ |
| ۳۳۔ | لغت | ۱ |
| ۳۴۔ | عروض | ۱ |
| ۳۵۔ | تعبیر | ۱ |
| ۳۶۔ | اوفاق | ۱ |
| ۳۷۔ | تکسیر | ۸ |
| ۳۸۔ | جفر | ۹ |
| | کل تعداد | ۵۹۱ |

## امام احمد رضا اور علم حدیث

علم حدیث اپنے تنوع کے اعتبار سے نہایت وسیع علم ہے،۔ امام سیوطی قدس سرہ نے تدریب الراوی میں اسطرح کے تقریباً سو علوم شمار کرائے ہیں جن سے علم حدیث میں واسطہ ضروری ہے۔لہذا ان تمام علوم میں مہارت کے بعد ہی علم حدیث کا جامع اور اس علم میں درجہ کمال کو پہونچ سکتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کا علم حدیث میں مقام ومرتبہ کیا تھا اسکی جھلک قارئین ملاحظہ کریں ورنہ تفصیل کے لئے دفتر درکار ہے۔اس مختصر میں مجھے اس بات کا ثبوت فراہم کرنا ہے کہ بلاشبہ آپ علم حدیث میں ہر حیثیت سے یگانہ روزگار اور اپنی مثال آپ ہیں۔

عمدۃ المحدثین حافظ بخاری حضرت علامہ شاہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ والرضوان سے حضور محدث اعظم کچھوچھوی نے معلوم کیا کہ حدیث میں امام احمد رضا کا کیا مرتبہ ہے؟ فرمایا:۔

وہ اس وقت امیر المومنین فی الحدیث ہیں، پھر فرمایا: صاحبزادے! اسکا مطلب سمجھا؟ یعنی اگر اس فن میں عمر بھر ان کا تلمذ کروں تو بھی انکے پاسنگ کو نہ پہونچوں، آپ نے کہا: سچ ہے۔

ولی را ولی می شناسد و عالم را عالم می داند۔

خود محدث اعظم کچھوچھوی فرماتے ہیں:۔

علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر، اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے، اسکی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر۔ علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ اعلی حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرمادیتے، اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب اور تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا، اسکو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔

حفظ حدیث اور علم حدیث میں مہارت تامہ کا مشاہدہ کرنا ہے تو آپ کی تصانیف کا مطالعہ کر کے اسکا اندازہ ہر ذی علم کر سکتا ہے۔ ورق ورق پر احادیث و آثار کی تابشیں نجوم و کواکب کی طرح درخشندہ و تابندہ ہیں۔

ماہر لسانیات استاذ گرامی وقار حضرت مولانا یسین اختر صاحب مصباحی لکھتے ہیں:۔

محض اپنے حافظے کی قوت سے احادث کا اتنا ذخیرہ جمع کر لینا۔ بس آپ کے لئے انعام الہی تھا۔ جس کے لئے زبان و دل دونوں بیک وقت پکار اٹھتے ہیں، ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

۱۳۰۳ھ میں مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے تاسیسی جلسہ میں علمائے سہارنپور، لاہور، کانپور، جونپور، رامپور، بدایوں کی موجودگی میں حضرت محدث سورتی کی خواہش پر حضرت فاضل بریلوی نے علم حدیث پر متواتر تین گھنٹوں تک پر مغز اور مدلل کلام فرمایا۔ جلسہ میں موجود

سارے علمائے کرام نے حیرت واستعجاب کے ساتھ سنا اور کافی تحسین کی۔ مولانا خلیل الرحمن بن مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے تقریر ختم ہونے پر بے ساختہ اٹھ کر حضرت فاضل بریلوی کی دست بوسی کی اور فرمایا: کہ اگر اس وقت والد ماجد ہوتے تو وہ علم حدیث میں آپ کے تبحر علمی کی دل کھول کر داد دیتے اور انہی کو اس کا حق بھی تھا۔ محدث سورتی اور مولانا محمد علی مونگیری (بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے بھی اسکی پرزور تائید کی۔

اس واقعہ سے حفظ حدیث اور علم حدیث میں آپ کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے کہ مشاہیر علماء کے جم غفیر میں بھی آپ کا محدثانہ مقام ہر ایک کو مسلم تھا۔

احادیث کریمہ کی روشنی میں کسی بات کو مدلل ومبرہن کرنے کا انداز حضرت فاضل بریلوی کی اکثر تصانیف میں یکساں ملتا ہے۔ کتب احادیث سے کسی مسئلہ کی تائید کیلئے اس کے ابواب وفصول کا ذہن میں محفوظ رہنا اور بوقت ضرورت اس سے مکمل استفادہ کرنا یہ بڑی وسعت مطالعہ کا کام ہے۔ حضرت فاضل بریلوی عام طور پر آیات واحادیث اور نصوص فقہیہ ہی کی روشنی میں عقائد واحکام کی تفصیلات تحریر فرماتے ہیں۔ چند کتابیں اس وقت پیش نظر ہیں جن کے سرسری تعارف سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ حفظ کتب کے میدان میں بھی حضرت فاضل بریلوی کی نظر کہاں تک تھی۔

ایک سوال کے جواب میں سجدۂ تعظیمی کی حرمت ثابت کرنے کیلئے "الزبدة الزکیة لتحریم سجود التحیة" (۱۳۳۷ھ) کے نام سے ایک وقیع کتاب آپ نے لکھی جس میں آپ کے تبحر علمی کا جوہر اتنا نمایاں ہے کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی کو بھی اعتراف کرنا پڑا۔

وهی رسالة جامعة تدل علی غزارة علمه وقوة استدلاله۔ یہ ایک جامع رسالہ ہے جو ان کے وفور علم اور قوت استدلال کی دلیل ہے۔

مزید لکھتے ہیں:۔

متعدد آیات کریمہ اور ڈیڑھ سو نصوص فقہیہ کے علاوہ آپ نے اس کی تحریم کے ثبوت میں چالیس احادیث بھی پیش کی ہیں خود لکھتے ہیں:۔

حدیث میں چہل حدیث کی بہت فضیلت آتی ہے۔ ائمہ وعلماء نے رنگ رنگ کی چہل حدیثیں لکھی ہیں ہم بتوفیقہ تعالیٰ یہاں غیر خدا کو سجدۂ (تحیت) حرام ہونے کی چہل حدیثیں

لکھتے ہیں۔

بعض علوم حدیث میں آپ کی مہارت حد ایجاد تک پہونچی ہوئی تھی، آپ کا ایک رسالہ فن تخریج حدیث میں " الروض البهيج فی آداب التخريج " ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا رحمٰن علی صاحب ممبر کونسل آف ریاست ریواں مدھیہ پردیش لکھتے ہیں۔

اگر پیش ازیں کتابے دریں فن نیافتہ شود پس مصنف راموجد تصنیف ھذا می تواں گفت۔

اگر فن تخریج حدیث میں اور کوئی کتاب نہ ہو تو مصنف کو اس تصنیف کا موجد کہا جاسکتا ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ سے ایک مرتبہ سوال ہوا کہ آپ نے حدیث شریف کی کون کون سی کتابیں درس کی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

مسند امام اعظم، مؤطا امام محمد، کتاب الآثار، کتاب الخراج، کتاب الحج، شرح معانی الآثار، مؤطا امام مالک، مسند امام شافعی، مسند امام احمد، سنن دارمی، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، خصائص نسائی، منتقی الجارود، علل متناہیہ، مشکوۃ، جامع کبیر، جامع صغیر، منتقی ابن تیمیہ، بلوغ المرام، عمل الیوم واللیلہ، الترغیب والترہیب، خصائص کبری، الفرج بعد الشدۃ، کتاب الاسماء والصفات، وغیرہا۔ پچاس سے زائد کتب حدیث میرے درس وتدریس اور مطالعہ میں رہیں۔

امام احمد رضا نے چند کتب شمار فرما کر پچاس سے زائد کی بات اجمالاً ذکر کردی، یعنی آگے شمار کرنے کے لئے میری تصانیف کا مطالعہ کرو واضح ہو جائے گا کہ میں نے علم حدیث میں کن کن کتابوں کو پڑھا اور پڑھایا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جب راقم الحروف نے تلاش وجستجو شروع کی تو اب تک امام احمد رضا کی ساڑھے تین سو کتب ورسائل میں تقریباً چار سو کتابوں کے حوالے احادیث مبارکہ کے تعلق سے ملے۔ ان تمام کتب کی تفصیلی فہرست جلد ششم کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث کی یہ کتابیں ابھی ہماری تحقیق وتلاش کے مطابق ہیں ورنہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تمام تصانیف کی تعداد تو تقریباً ایک ہزار ہے تو ابھی یہ کہنا نہایت مشکل ہے کہ

حدیث کی تمام کتابوں کی تعداد جوانکے مطالعہ میں رہیں کتنی ہیں۔

ان تمام کتب کے حوالے اس بات کی بھرپور وضاحت کر رہے ہیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا علم حدیث میں مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ آپ نے جن کتابوں کا بطور حوالہ تذکرہ فرمایا ہے وہ کتابیں بھی کوئی معمولی ضخامت کی حامل نہیں بلکہ بعض کتب دس، پندرہ، بیس، اور پچیس جلدوں پر بھی مشتمل ہیں:۔ مثلا

☆ السنن الکبری للبیھقی۔ دس جلدیں

☆ کنز العمال لعلی المتقی ۱۸ جلدیں

☆ المعجم کبیر للطبرانی ۔ ۲۵ جلدیں

اس عظیم ذخیرۂ حدیث کا استقصاء واحاطہ اور پھر استحضار یہ سب آپ ہی کا حصہ تھا۔ متعدد مقامات پر ایک وقت میں ایک حدیث کے حوالے میں دس، بیس اور پچیس پچیس کتابوں کا تذکرہ اس بات کی غمازی کررہا ہے کہ بیک وقت آپ کے پیش نظر وہ تمام کتابیں رہتی تھیں بلکہ گویا ان سب کو حفظ کر لیا گیا تھا کہ جب جس مسئلہ میں ضرورت پیش آئی انکو فی البدیہ اور برجستہ تقریراً یا تحریراً بیان فرمادیتے۔ حافظ اللہ تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسا عظیم الشان عطا فرمایا تھا کہ جو کتاب ایک مرتبہ دیکھ لی حفظ ہوگئی۔

جس موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا احادیث کا وافر ذخیرہ امت مسلمہ کو عطا فرمایا، تحقیق کے دریا بہائے۔ فتاوی رضویہ اور اسکے علاوہ تصانیف سے چند نمونے صرف علم حدیث سے متعلق ملاحظہ فرمائیں۔ ہم اس مقالہ میں علم حدیث سے متعلق چند حیثیات سے نمونے پیش کریں گے۔ جن کا اجمالی خاکہ اس طرح ہے۔

۱۔ کسی ایک موضوع سے متعلق احادیث

۲۔ حوالوں کی کثرت

۳۔ اصطلاحات حدیث کی تحقیق و تنقیح

۴۔ راویان حدیث پر جرح وتعدیل

۵۔ روایات میں تطبیق

# ا۔ کسی ایک موضوع سے متعلق احادیث

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز سے کسی مسئلہ میں سوال ہوا تو آپ نے قرآن کریم سے استدلال کے بعد احادیث سے استدلال فرمایا اور موضوع سے متعلق احادیث کا وافر ذخیرہ جمع کر دیا۔ مثلاً

☆ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے خلیفہ مولانا کرامت اللہ صاحب نے دہلی باڑہ ہندو راؤ سے ۱۳۱۱ھ میں ایک استفتاء اس مضمون کا بھیجا کہ زید درود تاج وغیرہ پڑھنے کو شرک وبدعت کہتا ہے کیوں کہ اس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "دافع البلاء والوباء" وغیرہ کہا گیا ہے جو کھلا شرک ہے العیاذ باللہ۔

یہ پڑھ کر امام احمد رضا کا قلم حرکت میں آیا اور حضور کے دافع بلاء اور صاحب عطا ہونے کو تین سو احادیث کریمہ کے ذریعہ ثابت فرما کر وہابیہ کے خود ساختہ شرک کو ہمیشہ کیلئے خاک میں ملا دیا۔ یہ کتاب "الامن والعلی" کے نام سے مشہور ہے۔ امام احمد رضا نے اس کا ایک دوسرا نام بھی رکھا ہے "اکمال الطامة علی شرك سوی بالامور العامه"۔

(وہابیوں کے اس شرک پر پوری قیامت ڈھانا جو امور عامہ کی طرح موجود کی تمام قسموں پر صادق ہے)

☆ امام احمد رضا قدس سرہ کے استاذ گرامی حضرت مولانا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کی معرفت مونگیر لعل دروازے سے ۱۳۰۵ھ میں ایک استفتاء آیا کہ وہابیہ نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے کا انکار کیا ہے اور کہتے ہیں قرآن وحدیث سے دلیل لاؤ۔

اس کے جواب میں امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں:۔

حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا افضل المرسلین سید الاولین والآخرین ہونا قطعی ایمانی یقینی اذعانی اجماعی ایقانی مسئلہ ہے جس میں خلاف نہ کریگا مگر گمراہ بددین بندۂ شیاطین والعیاذ باللہ رب العالمین۔

پھر ایک مبسوط کتاب "تجلی الیقین" کے نام سے تحریر فرمائی اور ایک سو احادیث سے اس مسئلہ کو واضح فرما کر تحقیق انیق کے دریا بہائے۔

☆ مولانا محمد حسن صاحب کانپوری کے شاگرد مولوی احمد اللہ صاحب نے کانپور سے ۱۳۱۲ھ میں ایک سوال بھیجا کہ ہمارے دیار میں چیچک اور قحط سالی آجائے، تو لوگ بلاء کے دفع کیلئے چاول گیہوں وغیرہ جمع کر کے پکاتے ہیں اور پھر علماء کو بلاکر اور خود محلہ والے جمع ہوکر کھاتے ہیں یہ طعام ان کیلئے جائز ہے؟ امام احمد رضا نے جواب با صواب مرحمت فرمایا، یہ طریقہ اور اہل دعوت کیلئے یہ کھانا جائز ہے اس دعوے کے ثبوت میں ساٹھ حدیثیں بطور دلیل پیش فرمائیں جو امام احمد رضا کے عظیم محدث ہونے کا واضح ثبوت ہیں۔

☆ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ میں سماع موتی سے متعلق ایک سوال آیا، سائل نے سوال کے ساتھ بعض منکرین کا جواب بھی منسلک کیا تھا۔ امام احمد رضا نے چار سو وجوہ سے دارو گیر فرمائی ہے، یہ رسالہ دلائل وبراہین سے مزین ۷۷؍احادیث پر مشتمل ہے۔

☆ مرزا قادیانی کی جعلی نبوت کو دفناتے ہوئے امام احمد رضا محدث بریلوی نے ''جزاء اللہ عدوہ'' نامی کتاب تحریر فرمائی۔ ایک سو اکیس احادیث نقل فرماکر مرزا کے دعوی کو خاک میں ملادیا جو بلاشبہ آپ کے تبحر فی فن الحدیث کا بین ثبوت ہے۔

☆ جمعہ کے دن اذان ثانی کے موضوع پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے ایک کتاب ''شمائم العنبر'' نامی عربی زبان میں تحریر فرمائی جس میں ۴۵؍احادیث سے کتاب کو مزین فرمایا۔

☆ تخلیق ملائکہ کے عنوان پر چوبیس احادیث سے استدلال فرمایا۔

☆ خضاب کے عدم جواز میں ۱۶؍احادیث سے استدلال۔

☆ معانقہ کے ثبوت میں ۱۶؍احادیث۔

☆ داڑھی کی ضرورت واہمیت پر ۵۶؍احادیث۔

☆ والدین کے حقوق پر ۹۱؍احادیث۔

☆ سجدۂ تحیت کی حرمت میں ۷۰؍احادیث۔

☆ شفاعت کے عنوان پر ۴۰؍احادیث۔

☆ تصاویر کے عدم جواز پر ۲۷؍احادیث۔

اور اسی طرح بے شمار عناوین وموضوعات پر ان گنت احادیث کریمہ سے استدلال فرماکر امت مسلمہ کو احادیث کا بیش بہا خزانہ مرحمت فرمایا۔

درحقیقت امام احمد رضا کی تصانیف احادیث کریمہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہیں جس موضوع پر اشہب قلم کو مہمیز لگائی اس میں ظفرو کامیابی نے آپ کے قدم چومے۔

# حوالوں کی کثرت

یہاں تک تو چند نمونے احادیث کی کثرت سے متعلق تھے اب ملاحظہ فرمائیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی جب کوئی حدیث نقل فرماتے ہیں تو ان کی نظر اتنی وسیع وعمیق ہوتی ہے کہ بسا اوقات وہ کسی ایک کتاب پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ پانچ، دس اور بیس کتابوں کے حوالے دیتے جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام کتابیں اس موضوع پر ان کے سامنے کھلی رکھی ہیں اور سب کے نام لکھتے جارہے ہیں، ساتھ ہی یہ بھی بتاتے جاتے ہیں کہ کس محدث نے کس صحابی سے روایت کی مثلاً:

✸ الامن والعلی میں ص ۷۰ پر ایک حدیث تحریر فرمائی۔

اطلبو االخیر والحوائج من حسان الوجوہ۔
یعنی بھلائی اور اپنی حاجتیں خوش رویوں سے مانگو۔

☆ رواہ الطبرانی فی الکبیر والعقیلی والخطیب وتمام الرازی فی فوائد ہ والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عباس۔

☆ وابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج والعقیلی والدار قطنی فی الافراد والطبرانی فی الاوسط وتمام والخطیب فی رواۃ مالک عن ابی ھریرہ۔

☆ وابن عساکر والخطیب فی تاریخھا عن انس ابن مالک۔

☆ والطبرانی فی الاوسط والعقیلی والخرائطی فی اعتلاء القلوب وتمام وابو سھل وعبدالصمد بن عبدالرحمٰن البزار فی جزء ہ وصاحب المھرانیات فیھا عن جابر ابن عبداللہ۔

☆ وعبدبن حمید فی مسند وابن حبان فی الضعفاء وابن عدی فی الکامل والسلفی فی الطیوریات عن ابن عمر۔

☆ وابن النجار فی تاریخه عن امیر المومنین علی ۔

☆ والطبرانی فی الکبیر عن ابی خصیفه ۔

☆ وتمام عن ابی بکره ۔

☆ والبخاری فی التاریخ وابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج وابو یعلی فی مسنده والطبرانی فی الکبیر والعقیلی والبیهقی فی شعب الایمان وابن عساکر عن ام المومنین الصدیقه رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین ۔

یہ تو صحابہ کرام کی روایت ۳۴؍کتابوں سے نقل فرمائی۔

✸ اسی کتاب کے ص ۳۷؍پر ایک حدیث یوں ہے۔

اللهم اعز الاسلام باحب هٰذین الرجلین الیك بعمر بن الخطاب اوبابی جهل بن هشام۔

الٰہی اسلام کو عزت دے ان دونوں مردوں میں جو تجھے زیادہ پیارا ہو اسکے ذریعہ سے یا عمر ابن خطاب یا ابو جہل بن ہشام۔

☆ رواه احمد وعبد بن حمید والترمذی بسند حسن وصحیح عن امیر المومنین عمر بن خطاب وانس ایضاً

☆ وابن سعد وابو یعلی وحسن بن سفیان فی فوائده والبزار وابن مردویه وخیثمه بن سلیمان فی فضائل الصحابه وابو نعیم والبیهقی فی دلائلهما وابن عساکر کلهم عن امیر المومنین عمر ۔

☆ والترمذی عن انس ۔

☆ والنسائی عن ابن عمر ۔

☆ احمد وابن حمید وابن عساکر عن خباب بن الارث ۔

☆ والطبرانی فی الکبیر والحاکم عن عبدالله ابن مسعود ۔

☆ والترمذی والطبرانی وابن عساکر عن ابن عباس ۔

☆ والبغوی فی الجعدیات عن ربیعة السعدی رضی الله تعالیٰ عنهم

اجمعین ۔

یہ دس صحابہ کرام کی روایت ۲۳ رکتب حدیث سے نقل فرمائی۔

اسی کتاب الامن والعلی میں ۱۲۹ر پر ایک حدیث نقل فرمائی۔

انا محمد واحمد والمقفی والحاشر ونبی التوبہ ونبی الرحمۃ ۔

میں محمد ہوں اور احمد اور سب نبیوں کے بعد آنے والا اور خلائق کو حشر دینے والا اور توبہ کا نبی اور رحمت کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

☆ رواہ احمد ومسلم والطبرانی فی الکبیر عن ابی موسی الاشعری ۔

☆ ونحوہ وابنا سعدوابی شیبہ والبخاری فی التاریخ والترمذی فی الشمائل عن حذیفہ ۔

☆ وابن مردویہ فی التفسیر وابو نعیم فی الدلائل وابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی تاریخ دمشق والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی الطفیل ۔

☆ وابن عدی عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یہ چار صحابہ کرام کی روایت ۱۴ رکتابوں سے نقل فرمائی۔

جزاء اللہ عدوہ میں ۴۶ ر پر ایک حدیث نقل فرمائی۔

اما ترضی ان یکون منی منزلۃ ھارون من موسی غیر انہ لانبی بعدی ۔

اے علی! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم یہاں میری نیابت میں ایسے رہو جیسے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنے رب سے کلام کیلئے حاضر ہوئے ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی نیابت میں چھوڑ گئے تھے، ہاں فرق یہ ہے کہ ہارون نبی تھے، میں جب سے مبعوث ہوا دوسرے کیلئے نبوت نہیں۔

☆ رواہ احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن ابی شیبہ والسنن لابن جریر عن سعد بن ابی وقاص ۔

☆ وحاکم والطبرانی وابوبکر وابن مردویہ والبزار وابن عساکر عن علی

☆ واحمد والبزار والطبرانی والمطیری عن ابی سعید الخدری۔

☆ والترمذی عن جابر بن عبداللہ وعن ابی ھریرۃ۔

☆ والطبرانی والخطیب عن عبداللہ بن عمر۔

☆ وابو نعیم عن سعیدبن زید۔

☆ والطبرانی عن للبراء بن عازب وزید بن ارقم وحبیش بن جنادہ وجابر بن سمرہ ومالک بن جویرث۔

☆ وام المومنین ام سلمۃ واسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین

یہ چودہ صحابہ کرام کی روایت ۱۸ رکتابوں سے نقل فرمائی۔

✹ 'راد القحط والوباء" میں صفحہ ۱۲ ر پر ایک حدیث نقل فرمائی۔

الدرجات افشاء السلام واطعام الطعام والصلوۃ باللیل والناس ینام۔

اللہ عزوجل کے یہاں درجہ بلند کرنے والے ہیں سلام کا پھیلانا، ہر طرح کے لوگوں کو کھانا کھلانا اور رات کو لوگوں کے سوتے میں نمازیں پڑھنا۔

☆ رواہ امام الائمہ ابو حنیفہ والامام احمد وعبدالرزاق فی مصنفہ والترمذی والطبرانی عن ابن عباس۔

☆ واحمد والطبرانی وابن مردویہ عن معاذ بن جبل۔

☆ وابن خزیمہ والدارمی والبغوی وابن السکن وابو نعیم وابن بسطۃ عن عبد الرحمن بن عائش۔

☆ واحمد والطبرانی عنہ عن صحابی۔

☆ والبزار عن ابن عمر وثوبان۔

☆ والطبرانی عن ابی امامہ۔

☆ وابن قانع عن ابی عبیدۃ ابن الجراح۔

☆ والدارمی وابوبکر النیسابوری فی الزیادات عن انس۔

☆ وابو الفرج فی العلل تعلیقا عن ابی ھریرۃ۔

☆ وابن ابی شیبہ مرسلا عن عبدالرحمن بن سابط ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔

یہ دس صحابہ کرام اور ایک تابعی کی روایت ۲۳ ر کتابوں سے نقل فرمائی ۔

✹ فتاوی رضویہ نہم رسالہ ''عطایا القدیر'' میں صفحہ ۴۷ حصہ دوم پر ایک حدیث نقل فرمائی ۔

لاتدخل الملئکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ ۔

رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتایا تصویر ہو ۔

☆ رواہ الائمۃ احمد والستۃ والطحاوی عن ابی طلحہؓ ۔

☆ والبخاری والطحاوی عن ابن عمر و عن ابن عباس ۔

☆ ومسلم وابوداؤد والنسائی والطحاوی عن ام المومنین میمونہؓ ۔

☆ ومسلم وابن ماجہ والطحاوی عن ام المومنین الصدیقہؓ ۔

☆ واحمد ومسلم والنسائی والطحاوی وابن حبان عن ابی ہریرہ ۔

☆ والامام احمد والدارمی وسعید بن منصور وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ ابن خزیمہ وابو یعلی والطحاوی وابن حبان والضیاء والشاشی وابونعیم فی الحلیۃ عن امیر المومنین علی ۔

☆ والامام مالک فی الموطا والترمذی والطحاوی عن ابی سعید الخدری ۔

☆ واحمد والطحاوی والطبرانی فی الکبیر عن اسامہ بن یزید ۔

☆ والطحاوی والحاوی عن ابی ایوب الانصاری ، رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین ۔

یہ دس صحابہ کرام کی روایت ۴۳ ر کتابوں سے نقل فرمائی ۔

✹ فتاوی رضویہ جلد سوم میں صفحہ ۳۲۶ ر پر ایک حدیث نقل فرماتے ہیں ۔

قل ہو اللہ تعدل ثلث القرآن ۔

''قل ہو اللہ احد'' پوری سورت مبارکہ کی تلاوت کا ثواب تہائی قرآن کے

برابر ہے۔

☆ رواہ الامام مالك واحمد والبخاری وابوداؤد والنسائی عن ابی سعید الخدری ۔

☆ والبخاری عن قتادہ بن النعمان ۔

☆ واحمد ومسلم عن ابی الدرداء ۔

☆ ومالك واحمد ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه والحاکم عن ابی ھریرہ ۔

☆ واحمد والترمذی والنسائی عن ابی ایوب الانصاری ۔

☆ والترمذی وابن ماجه عن انس ابن مالك ۔

☆ واحمد وابن ماجه عن ابی مسعود البدری ۔

☆ والطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن مسعود ۔

☆ والطبرانی فی الکبیر والحاکم وابو نعیم فی الحلیه عن عبد اللہ بن عمرو ۔

☆ والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل

☆ والبزار عن جابر بن عبداللہ ۔

☆ وابوعبید عن عبداللہ بن عباس ۔

☆ واحمد عن ام مکتوم بنت عقبه ۔

☆ والبیھقی فی السنن عن رجاء الغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین ۔

یہ کل پندرہ صحابۂ کرام کی روایت ۳۴؍کتابوں سے نقل فرمائی۔

یہ چند اور اس طرح کی سیکڑوں مثالیں امام احمد رضا محدث بریلوی کی وسعت مطالعہ پر اور عمیق نظری کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔

✹ زکوٰۃ کا مال سادات کرام اور تمام بنی ہاشم کیلئے حرام قطعی ہے جسکی حرمت پر ائمۂ مذاہب کا اجماع ہے، اس مسئلہ سے متعلق امام احمد رضا محدث بریلوی سے سوال ہوا، آپ نے اسکی حرمت پر تحقیق کے دریا بہائے اور مندرجہ ذیل کتب احادیث اور زرّوی کا نشان دیا۔

☆ سیدنا حضرت امام حسن مجتبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنہ احمد والبخاری ومسلم۔

☆ سیدنا حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنہ احمد وابن حبان برجال ثقات۔

☆ سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

روی عنہ الطحاوی والحاکم وابو نعیم وابن سعد فی الطبقات وابو عبید القاسم بن سلام فی کتاب الاموال وروی عنہ الطحاوی حدیثاآخر وروی عنہ الطبرانی حدیثا ثالثا۔

☆ حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنہ احمد ومسلم والنسائی۔

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنہ ابن حبان والطحاوی والحاکم وابونعیم۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنہ الشیخان۔

وروی عنہ الطحاوی حدیثین آخر۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنہ البخاری ومسلم۔

وروی عنہ الطحاوی حدیثا آخر۔

☆ حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنہ الترمذی والنسائی۔

وروی عنہ الطحاوی حدیثا آخر۔

☆ حضرت ابورافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

روی عنہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی والطحاوی وابن حبان وابن خزیمۃ والحاکم۔

☆ حضرت ہرمز یا کیسان مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

روی عنه احمد والطحاوی۔

☆ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنه اسحاق بن راهویه وابو یعلی الموصلی والطحاوی والبزار والطبرانی والحاکم۔

☆ حضرت ابو یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

روی عنه الطحاوی۔

☆ حضرت ابوعمیرہ رشید بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنه الطحاوی۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

علق عنه الترمذي۔

☆ حضرت عبد الرحمٰن بن علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقال صحابی

علق عنه الترمذی۔

☆ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علق عنه الترمذی۔

☆ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

روی عنها الستة۔

☆ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

روی عنها الطحاوی۔

☆ ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

روی عنها احمد ومسلم۔

☆ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ بیس صحابہ کرام اور صحابیات سے مروی پچیس احادیث ہیں جنکو پندرہ کتب احادیث سے نقل فرمایا۔

الامن والعلی ۱۰۹ ار پر ایک حدیث ہے جس میں حضرت عبداللہ بن اعور مازنی اعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بارگاہ رسالت میں قصیدہ پڑھنا مذکور ہے جس کا پہلا مصرع ہے۔

یامالك الناس وديان العرب ۔

اس واقعہ کو نقل فرما کر امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ اس واقعہ اور حدیث کو مندرجہ ذیل سندوں سے کیا گیا ہے۔

الامام احمد حدثنا محمد بن ابی بكرالمقدسی ،ثنا ابو معشر البراء ، ثني صدقه بن طينة ،ثني معن بن ثعلبة المازنی و الحی بعده، ثنی الاعشی المازی رضی الله تعالیٰ عنه قال اتيت النبی صلی الله تعالی عليه وسلم الحديث ۔

و رواه الامام اجل ابو جعفر الطحاوی فی معانی الاثار حدثنا ابن ابی داؤد ثنا المقدمی ثنا ابو معشر الی آخره نحوه سند ا و متنا ۔

و رواه ابن عبد الله ابن الامام فی زوائد مسنده من طريق عوف بن كهمس بن الحسن عن صدقة بن طيسنة حدثنی معن بن ثعلبة المازنی و الحی بعده قالواحدثنا الاعشی رضی الله تعالیٰ عنه فذكره، قلت و اليه اعنی عبد الله عزاه حافظ الشان فی الاصابة انه رواه فی الزوائد ، و العبد الضعيف غفر الله تعالیٰ له قدراه فی المسند نفسه ايضاً كماسمعت و لله الحمد ۔

و رواه البغوی و ابن السكن و ابن ابی عاصم كلهم من طريق الجنيد بن امين بن عروة بن نضلة بن طريق بن بهصل الحرمازی عن ابيه عن جده نضلة ۔

و لفظ اللبغوی عنه حدثنی ابی امين حدثنی ابی ذروة عن ابيه نضلة عن رجل منهم يقال له الاعشی و اسمه عبد الله بن الاعور رضی الله تعالیٰ عنه فذكر القصة و فيه فخرج حتی اتي النبی صلی الله تعالی عليه وسلم فعاذبه وانشأ يقول : يا مالك الناس و ديان العرب ، الحديث،

یہ حدیث جلیل اتنے ائمہ کبار نے باسانید متعددہ روایت کی اور طریق اخیر میں یہ لفظ ہیں کہ اعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لی، اور عرض کی کہ اے مالک آدمیاں، واے جزا و سزا دہ عرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

الامن والعلی ص ۱۰۹

# اصطلاحات حدیث کی تنقیح وتحقیق

اب آپ امام احمد رضا کی فن حدیث میں مہارت، اصول حدیث اور اصطلاحات حدیث کے بیان میں ان کی تحقیق وتنقیح ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے ایک رسالہ." منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین " تصنیف فرمایا جس میں حضور پرنور، شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام اقدس کوسنکر انگوٹھے چومنے کا جواز واستحباب ثابت فرمایا۔ مخالفین نے بعض محدثین کے اقوال کا سہارالیکر یہ ثابت کرنے کی سعی بے جا اور ناکام کوشش کی تھی کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں بلکہ موضوع وبے اصل ہے۔ لہذا یہ عمل شریعت میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اس رسالہ نافعہ میں اصول حدیث کی وہ معرکۃ الارا بحث فرمائی کہ ہروہ شخص جو اس علم سے شغف رکھتا ہے پڑھ کر جھوم اٹھے اور مخالف حیران وششدر رہ جائے۔

مقاصد حسنہ، موضوعات کبیر اور ردالمحتار میں بس اس قدر ہے کہ انگوٹھے چومنے کے سلسلہ میں کوئی مرفوع حدیث درجۂ صحت کو نہیں پہونچی، بس کیا تھا مخالفین نے بے پر کی اڑادی کہ اس سلسلہ میں تمام روایت موضوع ومن گڑھت ہیں۔ اس پر امام احمد رضا نے خوب جم کر نہایت نفیس بحث فرمائی جو فتاوی رضویہ میں تقریبا دوسوصفحات پر مشتمل ہے۔ جس کی تلخیص کی بھی یہاں گنجائش نہیں پھر بھی "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر چند اہم گوشوں کی نشاندھی قارئین کے ذوق کی تسکین کا باعث ضرور ہوگی۔

فرماتے ہیں:۔

خادم حدیث پر روشن کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ نفی صلاح تماسک وصلوح تمسک، نہ کہ دعوی وضع وکذب۔ عند التحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت نہیں، یوں ہی حکم وضع وکذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ بہ تصریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور اور عمل علماء قبول قدماء حدیث کے لئے قوی دیگر، اور نہ سہی تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول، اور اس سے بھی گذریئے تو بلاشبہ یہ

فعل اکابر دین سے مروی و منقول اور سلف صالح میں حفظ صحت بصر و روشنائی چشم کیلئے مجرب ومعمول، ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلا نقل بھی نہ ہو تو تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں، نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف، اور نفع حاصل تو منع باطل، بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے۔ پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے ولہذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا:۔

قلت واذا ثبت رفعه الی الصديق رضی الله تعالیٰ عنه فيكفی للعمل به لقوله عليه الصلوة والسلام " عليكم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين ۔"

الاسرار المرفوعه فی الاخبار الموضوعه موضوعات كبير ص ۲۱۰

یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس فعل کا ثبوت عمل کو بس ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفاء راشدین کی سنت" رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اس کے بعد افادات کا سلسلہ شروع فرمایا جو تیس کے عدد پہ جا کر رکا۔

افادہ اول میں فرمایا:۔

"محدثین کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے" پھر اس دعوی پر دلائل قائم فرماتے ہوئے حلیہ شرح منیہ، صواعق محرقہ، اذکار امام نووی، موضوعات کبیر، جواہر العقدین، شرح مواہب، شرح صراط مستقیم اور مرقات کی تصریحات پیش فرمائیں اور پھر حدیث کے مراتب کی طرف اشارہ کیا۔

فرماتے ہیں:۔

صحیح کے بعد صحیح لغیرہ، پھر حسن لذاتہ، پھر حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے۔ جیسے اختلاط راوی، یا سوء حفظ، یا تدلیس وغیرہا۔ اول کی تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پا کر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اس وقت وہ صلاحیت احتجاج اور قبول فی الاحکام کا زیور گرانبہا پہنتی ہے، ورنہ دربارۂ فضائل تو

آپ ہی مقبول وتنہا کافی ہے۔ پھر درجۂ ششم میں ضعف قوی وو ہن شدید ہے، جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقا اور بعض کے طور پر بعد انجبار بعد دمخارج وتنوع طرق منصب قبول وعمل پاتی ہے کما سنبینہ ان شاء اللہ تعالیٰ (ان شاء اللہ عنقریب اس کی تفصیلات آرہی ہیں)۔

پھر درجہ ہفتم میں مرتبۂ مطروح ہے جس کا مدار وضاع، کذاب یا متہم بالکذب ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کی رو سے مطلقا اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جسکا مدار کذب پر ہو عین موضوع، یا نظر تدقیق میں یوں کہئے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے، ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے، یہ بالا جماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع وتجوز ہے، حقیقۃً حدیث نہیں محض مجعول وافتراء ہے والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔

طالب تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف وجازت محصل وملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں، وللہ الحمد والمنۃ۔

یہ مختصر جملے بلاشبہ اپنے دامن میں کثیر اور اہم معانی ومفاہیم لئے ہوئے ہیں جسکی شرح و بسط کیلئے دفتر درکار، یہ ہمارے امام کی خصوصیات سے ہے کہ الفاظ کم سے کم ہوتے ہیں مگر معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔

امام احمد محدث بریلوی نے ہر حیثیت سے اصولی بحث فرمائی ہے اور حق تحقیق ادا کر دیا ہے۔ راوی کی جہالت سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے اور مجہول کی کتنی قسمیں ہیں۔ پھر ہر ایک کے جداگانہ احکام اور ہر حکم واثر کی متعلقہ کتب سے تحقیق تفصیل، نیز حدیث منقطع کی وضاحت میں علماء اعلام کے اقوال سے تائید، مضطرب منکر اور مدرج کا مقام وحیثیت، راوی کے مبہم ہونیکا اثر، اسباب طعن کی تعداد وشمار اور ان میں سبب غفلت کی حیثیت، متروک راوی کا مقام، یہ تمام باتیں نہایت تحقیق سے بیان فرمائیں، جنکا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث ان میں سے کسی وجہ کے سبب موضوع نہیں ہوتی۔ پھر آپ نے ان پندرہ وجوہ کی نشاندھی فرمائی جن کے سبب حدیث موضوع ہوجاتی ہے، بیان ایسا جامع کہ دوسری کتب میں اس کی نظیر نہ ملے۔

خود فرماتے ہیں:۔

یہ پندرہ باتیں ہیں کہ اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں گی۔ غرض کہ ہر افادہ میں نہایت نفیس اور معرکۃ الآراء بحث ہے جس کی سطر سطر امام احمد رضا محدث بریلوی کی فن حدیث میں مہارت تامہ کی روشن دلیل ہے، پوری کتاب اصول حدیث کا بحر ذخار ہے جس کا ہر افادہ پھوٹتا ہوا آبشار ہے، من شاء التفصیل فلیرجع الیہ۔

# راویان حدیث پر جرح وتعدیل

راویان حدیث پر جرح وتعدیل اور مخالفین کے مدعا کا ابطال امام احمد رضا کے قلم سے ملاحظہ کریں، اس حیثیت سے جب رضویات کا مطالعہ کیا جائے تو کثیر مثالیں موجود ہیں، ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں۔

جمعہ کے دن اذان ثانی کہاں ہو؟ امام احمد رضا محدث بریلوی نے فتوی دیا کہ اذان مطلقا اندورن مسجد مکروہ ہے۔ لہذا اذان اول ہو یا ثانی بیرون مسجد ہی ہوگی، اس کے ثبوت میں خاص اسی اذان کے بارے میں ایک حدیث ابوداؤد سے نقل فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں یہ اذان خارج مسجد ہوتی تھی اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے دورہ خلافت میں بھی ایسا ہی عمل رہا۔

امام احمد رضا کے اس فتوی کو رد کرتے ہوئے بعض حضرات نے حدیث ہی کو ساقط الاعتبار قرار دیدیا کہ اس کی سند میں محمد ابن اسحق ہیں جن پر رافضی ہونے کی تہمت ہے لہذا حدیث معتبر نہیں۔

اب امام احمد رضا قدس سرہ نے مخالفین کی ذہن دوزی کیلئے ایک معرکۃ الآراء کتاب "شمائم العنبر فی آداب النداء امام المنبر" نام سے عربی زبان میں تصنیف فرمائی اور اس موضوع پر بحث آخری حد کو پہونچادی۔ محمد ابن اسحق پر جو جرح کی گئی تھی اس کی دھجیاں اڑادیں اور انکی تعدیل و توثیق میں تحقیقات کے ایسے دریا بہائے جو اپنی مثال آپ ہیں، سنئے اور امام احمد رضا کی راویان حدیث پر عمیق نگاہ کا اندازہ لگائیے۔

اس حدیث کے راوی محمد ابن اسحق قابل بھروسہ نہایت سچے اور امام ہیں ان کے

بارے میں۔

☆ امام شعبی محدث ابوزرعہ اور ابن حجر نے رفرمایا: ''صدوق'' یہ بہت سچے ہیں۔

☆ امام عبدالوہاب ابن مبارک فرماتے ہیں: ''ہم نے انہیں ''صدوق'' پایا ہم نے انہیں ''صدوق'' پایا، ہم نے انہیں ''صدوق'' پایا۔''

☆ امام عبداللہ ابن مبارک، امام شعبہ، سفیانین ثوری، ابن عیینہ اور امام ابویوسف نے ان سے کتاب الخراج میں بہت زیادہ روایتیں کی ہیں اور انکی شاگردی اختیار کی۔

☆ امام ابوزرعہ دمشقی نے فرمایا:۔

''اجلہ علماء کا اجماع ان سے روایت کرنے پر قائم ہے اور آپ کو اہل علم نے آزمایا تو اہل صدق وخیر پایا۔''

☆ ابن عدی نے کہا:۔

''آپ کی روایت میں ائمہ ثقات کو کوئی اختلاف نہیں، آپ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

☆ امام علی ابن المدینی نے کہا:۔

''کسی امام یا محدث کو ابن اسحاق پر جرح کرتے نہیں دیکھا''

☆ امام سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں:۔

میں ستر سال سے اوپر ابن اسحاق کی خدمت میں رہا، اہل مدینہ میں سے کسی نے ان پر اتہام نہیں رکھا، نہ ان پر تنقید کی۔

☆ امام معاذ نے فرمایا:۔

''ابن اسحق سب لوگوں سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے۔''

☆ امام ابواللیث نے فرمایا:۔

یزید بن حبیب سے روایت کرنے والوں میں ابن اسحاق سے زائد ثبت کوئی نہیں''
ابن یونس فرماتے ہیں کہ ابن یزید بن حبیب سے اکابر علماء مصر نے روایت کی، عمرو بن حارث، حیوۃ ابن شریح، سعید ابن ایوب اور خود لیث بن سعد یہ سب کے سب ثقہ اور ثبت ہیں اور پانچویں یحیی بن ایوب غافقی صدوق ہیں اور رجال شیخین میں سے ہیں۔ اور عبداللہ بن

مہیہ صدوق اور حسن الحدیث ہیں۔ ان کے بارے میں اسی امر پر ائمہ رجال کی رائے مستقر ہوئی اور عبداللہ بن عیاش ہیں یہ دونوں مسلم کے راویوں میں سے ہیں، ان کے علاوہ سلیمان تیمی بصری، زید بن ابی انیسہ یہ دونوں حضرات ثقہ اور رواۃ صحیحین میں سے ہیں افراد ہیں تو بقول امام ابو اللیث ابن اسحٰق ان سب سے افضل ہوئے۔

☆　امام شعبہ نے فرمایا:۔

''میری حکومت ہوتی تو میں ابن اسحاق کو محدثین پر حاکم بناتا، یہ تو امیر المومنین فی الحدیث ہیں، ایک روایت میں ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا، آپ ایسا کیوں کہتے ہیں تو حضرت شعبہ نے فرمایا ان کے حفظ کی وجہ سے، دوسری روایت میں ہے حدیث والوں میں اگر کوئی سردار ہوسکتا ہے تو وہ محمد ابن اسحٰق ہیں۔''

☆　علی ابن المدینی سے روایت ہے:۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں چھ آدمیوں میں منحصر ہیں پھر ان سب کے نام گنوائے اور فرمایا اس کے بعد بارہ آدمیوں میں دائر ہیں اور ابن اسحاق ان بارہ میں ہیں

☆　امام زہری فرماتے ہیں:۔

''مدینہ مجمع العلوم رہے گا، جب تک یہاں محمد بن سحاق قیام پذیر رہیں گے'' آپ غزوات کی روایتوں میں ابن اسحاق پر ہی بھروسہ کرتے تھے ہر چند کہ آپ حدیث میں انکے استاذ تھے بلکہ دنیا بھر کے شیخ تھے۔

☆　ابن اسحاق کے دوسرے استاذ عاصم بن عمر بن قتادہ نے فرمایا:۔

''جب تک ابن اسحاق زندہ ہیں، دنیا میں علوم باقی رہیں گے۔''

☆　عبداللہ بن قائد نے کہا:۔

''ہم ابن اسحاق کی مجلس میں ہوتے تو جس فن کا تذکرہ شروع کردیتے اس دن مجلس اسی پر ختم ہو جاتی''

☆　ابن حبان نے کہا:۔

''مدینہ میں کوئی علمی مجلس، حدیث کی ہو یا دیگر علوم وفنون کی، ابن اسحاق کی مجلس کے ہمسر نہ ہوتی، اور خبروں کی حسن ترتیب میں یہ اور لوگوں سے آگے تھے۔''

☆ ابو یعلی جلیلی نے فرمایا:۔

''محمد بن اسحاق بہت بڑے عالم حدیث، روایت میں واسع العلم اور ثقہ تھے۔''

☆ یحیی ابن معین، یحیی ابن یحیی علی ابن عبد اللہ المدینی استاذ امام بخاری، احمد عجلی، اور محمد ابن سعد وغیرہ نے کہا:۔

''محمد ابن اسحاق ثقہ ہیں۔''

☆ حضرت ابن البرقی نے فرمایا:۔

''علم حدیث والوں میں محمد بن اسحاق کے ثقہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اور انکی حدیث حسن ہے۔''

☆ حاکم نے ابو شیخی شیخ بخاری سے روایت کی کہ۔

''ابن اسحاق ہمارے نزدیک ثقہ ہیں۔''

☆ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:۔

''ابن اسحاق ثقہ ہیں، ثقہ ہیں، اس میں نہ ہمیں شبہ ہے، نہ محققین محدثین کو شبہ ہے۔''

محمد ابن اسحاق کی توثیق حق صریح ہے اور امام مالک سے ان کے بارے میں جو کلام مروی ہے وہ صحیح نہیں اور بر تقدیر صحت روایت انکے کلام کو کسی محدث نے تسلیم نہیں کیا۔''

اکیس محدثین کے اقوال سے محمد ابن اسحاق کی توثیق وتعدیل ہے اور وہ بھی نہایت زور دار الفاظ میں۔ اب بھی کیا کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث محمد بن اسحاق کے سبب ساقط الاعتبار ہے۔

☆ الحجۃ المؤتمنہ میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ مسجد میں ذمی کافر کا داخلہ جائز ہے یعنی ذمی کتابی کا۔

اس حدیث کی سند کو امام بدر الدین عینی نے جید کہا تھا حالانکہ تقریب التہذیب میں اس سند میں وارد ''اشعث بن سوار'' کو ضعیف بتایا گیا ہے۔

اس پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس حدیث کی سند ہمارے اصول پر جید ہے، ہمارے لئے جائز نہیں کہ محدثین کی خاطر اپنے اصول ترک کر دیں چہ جائیکہ متاخرین علماء میں سے ایک شافعی عالم کے قول کے سبب۔ پھر اشعث بن سوار کی

تعدیل وتوثیق میں فرمایا:۔

یہ امام شعبہ، امام ثوری اور یزید بن ہارون وغیرہم جیسے جلیل القدر ائمہ حدیث کے استاذ ہیں اور امام شعبہ کا روایت حدیث میں محتاط ہونا خوب معلوم ہے۔

اشعث کی جلالت شان کے پیش نظر ہی ان کے شیخ ابو اسحاق السبیعی نے ان سے روایت کی، حضرت سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اشعث مجالد سے اثبت ہیں۔

ابن مہدی نے کہا: یہ مجالد سے ارفع ہیں اور مجالد صحیح مسلم کے رجال میں سے ہیں۔

ابن معین کہتے ہیں: مجھے اسمعیل بن مسلم سے زیادہ محبوب ہیں۔

امام عجلی کہتے ہیں: حدیث میں محمد بن سالم سے امثل ہیں۔

ابن معین کہتے ہیں: یہ ثقہ ہیں۔

عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں: صدوق ہیں۔

ابن شاہین نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں: میں نے ان کی کسی حدیث کو منکر نہیں پایا۔

بزار کہتے ہیں: ہم کسی ایسے محدث کو نہیں جانتے جنہوں نے ان کی حدیث کو چھوڑا ہو ہاں بعض حضرات نے جو فن حدیث میں قلیل المعرفۃ ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اشعث کے بارے میں یہ توثیق وتعدیل تو منقول ہے لیکن کوئی جرح مفسر مذکور نہیں، لہذا ان کی یہ حدیث حسن ہے۔

☆ مصافحہ کے سلسلہ میں حدیث نقل فرما کر نہایت نفیس تحقیق فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ حدیث میں لفظ ''ید'' اگر چہ واحد ہے لیکن استعمال دونوں ہاتھ کیلئے شائع وذائع ہے تو اس حدیث کے ذریعہ ایک ہاتھ سے مصافحہ ہرگز ثابت نہیں۔

پھر فرماتے ہیں:۔

یہ اس وقت ہے کہ حدیث مذکور کو قابل احتجاج مان بھی لیں۔ ورنہ اگر نقد وتنقیح پر آیئے تو وہ ہرگز نہ صحیح ہے نہ حسن بلکہ ضعیف ومنکر ہے۔ مدار اس کا حنظلہ بن عبداللہ سدوسی پر ہے اور حنظلہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

امام یحیی بن سعید قطان نے کہا'' ترکتہ عمدا کان قد اختلط ''میں نے اس کو

عمداً متروک کیا، صحیح الحواس نہ رہا تھا۔

امام احمد نے فرمایا: ضعیف منکر الحدیث ہے" یحدث باعاجیب "تعجب خیز روایتیں لاتا ہے۔

امام یحیی بن معین نے کہا:" لیس بشیٔ تغیر فی اٰخر عمرہ " کوئی چیز نہ تھا آخر عمر میں متغیر ہو گیا تھا۔

امام نسائی نے کہا:" ضعیف "ایک بار فرمایا "لیس بقوی۔"

یہ تمام تفصیلات امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں ذکر فرمائیں، یونہی امام ابوحاتم نے کہا قوی نہیں ہیں اور آخر میں خاتم الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں اس کے ضعف پر جزم فرمایا۔

یہ ہے نقد رجال پر امام احمد رضا محدث بریلوی کی عمیق نگاہ کہ سات ائمہ حدیث کے اقوال سے حنظلہ سدوسی پر جرح مفسر و مبہم نقل فرمائی۔

☆ عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں وارد حدیث جو حضرت سالم بن عبداللہ سے مروی ہے، اس پر امام احمد رضا نے فرمایا:۔

حق یہ کہ یہ حدیث موضوع نہیں، اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ متہم بالوضع، نہ کوئی کذاب ہے نہ متہم بالکذب، نہ اس میں عقل یا نقل کی اصلاً مخالفت، لاجرم اسے امام جلیل خاتم الحفاظ، جلال الملت والدین السیوطی نے "جامع صغیر" میں ذکر فرمایا جس کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: میں نے اس کتاب میں پوست چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور اسے ہر ایسی حدیث سے بچایا ہے جسے تنہا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے۔

اس کے بعد ابن النجار کے حوالہ سے اس حدیث کی مکمل سند بیان فرمائی، جس میں چار راوی عباس بن کثیر، ابو بشر بن سیار، محمد بن مہدی مروزی اور مہدی بن میمون کے بارے میں خاتم الحفاظ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی کا قول نقل کیا کہ یہ مجہول ہیں اور اسی وجہ سے علامہ ابن حجر اس حدیث کو منکر بلکہ موضوع کہتے ہیں۔

اب امام احمد رضا محدث بریلوی کی باادب تنقید و تحقیق ملاحظہ فرمائیں جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوع کیسے کہدیا جبکہ اس کی سند میں کوئی وضاع ہے نہ کوئی متھم بالوضع، نہ کوئی کذاب ہے نہ متھم بالکذب، نیز اس کا مفہوم بھی عقلاً وشرعاً محال نہیں، محض راوی کے مجہول ہونے سے حدیث موضوع نہیں ہو جاتی کہ فضائل میں بھی قابل استدلال نہ رہے۔

حالانکہ خود حافظ ابن حجر نے ''القول المسدد'' میں ایسی دو حدیثیں، جس کے راوی مجہول، مضطرب الحدیث، کثیر الخطاء، فاحش الوہم ہیں، یا غلط احادیث منسوب کرنے میں پیش پیش ہیں، ان کو موضوع نہیں کہا بلکہ یوں فرمایا کہ یہاں کوئی ایسی چیز نہیں جو ان احادیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ کرے، بلکہ دوسری حدیث کے لئے تو یہ فرمایا کہ اس حدیث میں تو ایسا کوئی مضمون بھی نہیں جسے عقل وشرع محال قرار دیتی ہو، اور یہ احادیث باب فضائل کی ہیں لہذا مقبول۔

اب امام احمد رضا کا فیصلہ کن بیان ملاحظہ ہو:۔

''یہ ہی بات عمامہ والی حدیث میں کیوں نہیں کہی گئی حالانکہ یہ بھی باب فضائل سے ہے، اور اس میں بھی کوئی بات ایسی نہیں جو شرعاً وعقلاً محال ہو بلکہ اس حدیث کے راویوں میں تو اس طرح کی وجوہ طعن بھی منقول نہیں جو ابن حجر کی پیش کردہ ہیں۔''

غور فرمایئے، امام احمد رضا محدث بریلوی نے کیسی نقد وتنقید فرمائی اور خود انہیں کے قول سے اپنے مدعا کا ثبوت فراہم کر دیا لیکن نہایت مودبانہ طور پر۔

☆ حالت سفر میں نماز ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو حقیقی طور پر جمع کرنا ہمارے یہاں عرفہ و مزدلفہ کے سوا جائز نہیں، غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے معیار الحق نامی کتاب لکھ کر احناف کی مستدل احادیث صحاح کو رد کرنے کی ناکام کوشش کی تو امام احمد رضا نے حاجز البحرین نامی ایک عظیم کتاب تحریر فرما کر میاں جی کے مزعومات باطلہ کی دھجیاں اڑا دیں، اور دعوی محدثی کو خاک میں ملا دیا۔

پوری کتاب اسماء الرجال، جرح وتعدیل اور تحقیق وتنقیح کا عظیم شاہکار ہے، ملا جی کی اصول حدیث سے ناواقفی اور انکی حدیث دانی کے ڈھول کا پول ظاہر کرنے کیلئے امام احمد رضا نے چند لطائف تحریر فرمائے ہیں، ان میں سے فی الحال فقط دو ملاحظہ فرمائیں۔

لطیفہ۔(۱)

(ملا جی نے) امام طحاوی کی حدیث بطریق ابن جابر عن نافع پر بشر بن بکر سے طعن کیا ہے کہ وہ غریب الحدیث ہے، ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف، قالہ الحافظ فی التقریب۔

اقول:۔

اولاً: ذرا کچھ شرم کی ہوتی کہ بشر بن بکر رجال صحیح بخاری سے ہیں، صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق ہے۔

ثانیاً: اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا وہ ہضم کر گئے۔

ثالثاً: محدث جی! تقریب میں "ثقة یغرب" ہے، کسی ذی علم سے سیکھو کہ "فلان یغرب" اور "فلان غریب الحدیث" میں کتنا فرق ہے۔

رابعاً: اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف، محدث جی! غریب ومنکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو۔

لطیفہ۔(۲)

اقول:۔ وہاں ایک ستم خوش ادائی یہ کی ہے کہ:۔

وہ تخمینا برابر ہونا ہی مع سایۂ اصلی کہ ہے نہ سایۂ اصلی الگ کر کے وہذا الا یخفی علی من لہ ادنی عقل (اور یہ ادنی سی عقل رکھنے والے پر بھی مخفی نہیں۔م) تو دراصل سایہ ٹیلوں کا بعد نکالنے سایۂ اصلی کے تخمینا آدھی مثل ہوگا یا کچھ زیادہ اور مثل کے ختم ہونے میں اتنی دیر ہوگی کہ بخوبی فارغ ہوئے ہونگے۔ (معیار الحق)

ملا جی! ذرا کچھ دنوں جنگل کی ہوا کھاؤ، ٹیلوں کی ہری ہری دوب، ٹھنڈے وقت کی سنہری دھوپ دیکھو کہ آنکھوں کے تیور ٹھکانے آئیں علماء تو فرمارہے ہیں کہ ٹیلوں کا سایہ پڑتا ہی نہیں جب تک آدھے سے زیادہ وقت ظہر نہ نکل جائے۔ ملا جی ان کے لئے ٹھیک دوپہر کا سایہ بنا رہے ہیں اور وہ بھی تھوڑا نہ بہت آدھی مثل جبھی تو کہتے ہیں کہ وہابی ہو کر آدمی کی عقل ٹیلوں کا سایۂ زوال ہو جاتی ہے۔

## لطیفہ۔(۳)

اقول:۔ اور بڑھ کر نزاکت فرمائی ہے کہ:۔

مساوات سایہ کے ٹیلوں کے مقدار میں مراد نہ ہو بلکہ ظہور میں یعنی پہلے سایہ جانب شرقی معدوم تھا اور مساوات نہ تھی ٹیلوں سے کیوں کہ وہ موجود تھے اور وقت اذان کے سایہ جانب شرقی بھی ظاہر ہو گیا پس برابر ہو گیا ٹیلوں کے ظاہر ہونے میں اور موجود ہونے میں نہ مقدار میں اس جواب کی قدر۔ (معیار الحق)

ملاجی اپنے ہی ایمان سے بتادیں وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر آیا اس کے یہ معنی کہ ٹیلے بھی موجود تھے سایہ بھی موجود ہو گیا اگر چہ وہ دس گز ہوں یہ جَو برابر۔ اے سبحٰن اللہ! اسے کیوں تحریف نصوص کہیے گا کہ یہ تو مطلب کی گھڑت ہے۔ ایسا لقب تو خاص بے چارے حنفیہ کا خلعت ہے۔ ملاجی! اگر کوئی کہے کہ میں ملاجی کے پاس رہا یہاں تک کہ ان کی داڑھی بانس برابر ہو گئی تو اس کے معنی یہی ہوں گے نہ کہ ملاجی کا سبزہ آغاز ہوا کہ پہلے بانس موجود تھا اور ملاجی کی داڑھی معدوم، جب رُواں کچھ کچھ چمکا چمکتے ہی بانس برابر ہو گیا کہ اب بانس بھی موجود، بال بھی موجود۔ ع

مرغک از بیضہ بروں آید و دانہ طلبد

(مرغ جب انڈے سے باہر آتا ہے تو دانہ طلب کرتا ہے)

## ۵۔ مختلف روایات میں تطبیق

✸ الامن والعلی میں بحوالہ مشکوۃ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث نقل فرمائی۔

لاتقولوا ماشاء اللہ وشاء فلان، ولکن قولوا ماشاء اللہ ثم شاء فلان۔

نہ کہو جو چاہے اللہ اور چاہے فلاں۔ بلکہ یوں کہو جو چاہے اللہ پھر چاہے فلاں۔

اس حدیث کے ساتھ ایک منقطع روایت شرح السنۃ سے یوں مذکور ہے۔ لاتقولوا: ماشاء اللہ وماشاء محمد وقولوا ماشاء اللہ وحدہ، نہ کہو جو چاہے اللہ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یوں کہو کہ جو چاہے ایک اللہ۔

اسی روایت منقطعہ کو نقل کر کے امام الوہابیہ نے تقویۃ الایمان میں لکھا تھا۔

یعنی جو کہ اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملادے گو کیسا

ہی بڑا ہو۔ مثلاً یوں نہ بولو کہ اللہ ورسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا کہ سارا کاروبار جہان کا اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تفویہ

اب امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی اس پر مضبوط دلائل کے ساتھ گرفتیں ملاحظہ کریں۔

فرماتے ہیں:۔

ہم اس مطلب کی احادیث اول ذکر کریں پھر بتوفیقہ تعالیٰ ثابت کر دکھائیں کہ یہ ہی حدیثیں اس (امام الوہابیہ) کے شرک کا کیسا سر توڑتی ہیں۔

اسکے بعد امام احمد رضا محدث بریلوی نے چند احادیث ذکر فرمائی ہیں جو مختصرا یوں ہیں۔

مسند احمد وسنن ابی داؤد میں مختصر اور سنن ابن ماجہ میں مطولا بسند حسن یوں ہے۔

ان رجلا من المسلمین رایٔ فی النوم انه لقی رجلا من اهل الکتاب فقال: نعم القوم انتم لولا تشرکون ، تقولون : ماشاء الله وشاء محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ، وذکر ذلك للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال :اما والله ان کنت لاعرفها لکم ،قولوا : ماشاء الله ثم ماشاء محمدصلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

یعنی اہل اسلام سے کسی کو خواب میں ایک کتابی ملا، وہ بولا: تم بہت خوب لوگ ہو اگر شرک نہ کرتے، تم کہتے ہو: جو چاہے اللہ اور چاہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان مسلم نے یہ خواب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: فرمایا: سنتے ہو! خدا کی قسم تمہاری اس بات پر مجھے بھی خیال گذرتا تھا، یوں کہا کرو: جو چاہے اللہ پھر جو چاہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سنن ابن ماجہ میں دوسری روایت ابن عباس سے یوں ہے۔

اذاحلف احدکم فلایقل ماشاء الله وشئت ، ولکن یقل ماشاء الله ثم شئت۔

جب تم میں کوئی شخص قسم کھائے تو یوں نہ کہے کہ جو چاہے اللہ اور میں چاہوں۔ ہاں یوں کہے کہ جو چاہے اللہ پھر میں چاہوں۔

تیسری روایت ام المومنین سے بنحوہ ہے۔

چوتھی روایت مسند احمد میں طفیل بن سخبرہ سے اس طرح آئی۔ کہ مجھے خواب میں کچھ یہودی ملے، میں نے ان پر اعتراض کیا کہ تم حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کو خدا کا بیٹا کیوں کہتے ہو۔ انہوں نے جواب میں کہا: تم خاص کامل لوگ ہو اگر یوں نہ کہو کہ جو چاہے اللہ اور چاہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ پھر کچھ نصاری ملے ان سے بھی اسی طرح کی گفتگو ہوئی۔ میں نے پورا خواب حضور کی خدمت میں عرض کیا، حضور نے اسکے بعد خطبہ دیا اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:۔

انکم کنتم تقولون کلمة کان یمنعنی الحیاء منکم ان انها کم عنها، لاتقولوا ماشاء الله وماشاء محمد۔

تم لوگ ایک بات کہا کرتے تھے، مجھے تمہارا لحاظ روکتا تھا کہ تمہیں اس سے منع کردوں ، یوں نہ کہو جو چاہے اللہ اور جو چاہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سنن نسائی میں قتیلہ بنت صیفی سے روایت ہے۔

ان یهودیا اتی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال انکم تندون وانکم تشرکون، تقولون: ماشاء الله وشئت، وتقولون والکعبة فامرهم النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذاارادوا ان یحلفوا ان یقولوا: ورب الکعبة، ویقول احد: ماشاء الله ثم شئت۔

ایک یہودی نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی: بیشک تم لوگ اللہ کا برابر والا ٹھہراتے ہو، بیشک تم لوگ شرک کرتے ہو، یوں کہتے ہو کہ جو چاہے اللہ اور جو چاہو تم، اور کعبہ کی قسم کھاتے ہو۔ اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا قسم کھانا چاہیں تو یوں کہیں: رب کعبہ کی قسم، اور کہنے والا یوں کہے جو چاہے اللہ پھر چاہو تم۔

مسند احمد میں روایت یوں آئی کہ۔

یہود کے ایک عالم نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی۔ اے محمد آپ بہت عمدہ لوگ ہیں اگر شرک نہ کریں، فرمایا: سبحان اللہ، یہ کیا؟ کہا:

آپ کعبہ کی قسم کھاتے ہیں۔ اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ مہلت دی یعنی ایک مدت تک کچھ ممانعت نہ فرمائی، پھر فرمایا: یہودی نے ایسا کہا تھا، تو اب جو قسم کھائے وہ رب کعبہ کی قسم کھائے۔

دوسری روایت میں اس طرح آیا۔

یہودی نے کہا: اے محمد آپ بہت عمدہ لوگ ہیں اگر اللہ کے برابر والا نہ ٹھہرائیے۔ فرمایا: سبحان اللہ یہ کیا؟ کہا: آپ کہتے ہیں: جو چاہے اللہ اور چاہو تم۔ اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہلت تک کچھ نہ فرمایا بعدہ فرمادیا۔ اس یہودی نے ایسا کہا ہے تو اب جو کہے کہ جو چاہے اللہ تعالیٰ تو دوسرے کے چاہنے کو جدا کر کے کہے کہ پھر چاہو تم۔

ان تمام روایات کو نقل کر کے محدث بریلوی فرماتے ہیں:

امام الوہابیہ نے ان سب کو بالائے طاق رکھ کر شرح السنۃ کی ایک روایت منقطع دکھائی اور بحمد اللہ اس میں بھی کہیں اپنے حکم شرک کی بو نہ پائی۔ اب بحمد اللہ ملاحظہ کیجئے کہ یہی حدیثیں اس کے دعوی شرک کو کس کس طرح جہنم رسید کرتی ہیں۔

اولاً۔ احادیث سے ثابت کہ صحابہ کرام نے یہ جملہ کہ ''اللہ ورسول چاہیں تو یہ کام ہو جائے یا اللہ اور تم چاہو تو ایسا ہوگا'' شائع وذائع تھا۔ حضور اس پر مطلع تھے بلکہ عالم یہود کے ظاہر الفاظ تو یہ ہیں کہ خود حضور بھی ایسا فرماتے تھے اور امام الوہابیہ اس کو شرک کہتا ہے۔ معاذ اللہ تو اس کے نزدیک سب مشرک ہوئے۔

ثانیاً۔ حدیث طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تو یہ بھی ہے کہ حضور نے فرمایا: اس لفظ کا خیال مجھے بھی گذرتا تھا مگر تمہارے لحاظ سے منع نہ کرتا تھا، تو معاذ اللہ امام الوہابیہ کے نزدیک حضور نے دانستہ شرک کو گوارہ فرمایا اور صحابہ کے لحاظ پاس کو اس میں دخل دیا۔

ثالثاً۔ گویا یہودی کے قول سے ممانعت ہوئی اور سچی توحید اس مشرک نے سکھائی۔

رابعاً۔ قتیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے تو یہ بھی ثابت کہ ایک عرصہ تک حضور نے ممانعت نہ فرمائی اور پھر خیال آیا۔

خامساً۔ ان سب کے باوجود حضور نے جو تعلیم دی وہ یہ تھی کہ (اور) نہ کہا کرو بلکہ (پھر) کہا کرو۔ یعنی شرک سے بچنے کی تعلیم ایسی دی کہ پھر بھی وہ شرک ہی ٹھہری۔ معاذ اللہ۔

ان تمام مواخذوں کے بعد معارضہ قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مسلمانو! اللہ انصاف، جو بات خاص شان الٰہی عزوجل ہے اور جس میں کسی مخلوق کو کچھ دخل نہیں اس میں دوسرے کو خدا کے ساتھ ''اور'' کہکر ملایا تو کیا اور ''پھر'' کہکر ملایا تو کیا۔شرک سے کیونکر نجات ہو جائے گی۔مثلاً

زمین وآسمان کا خالق ہونا، اپنی ذاتی قدرت سے تمام اولین وآخرین کا رازق ہونا خاص خدا کی شانیں ہیں۔کہ اگر کوئی یونہی کہے کہ اللہ ورسول خالق السموات والارض ہیں، اللہ ورسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق عالم ہیں، جبھی شرک ہوگا؟

اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السموات والارض ہیں، اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں ہیں تو شرک نہ ہوگا۔

مسلمانو! گمراہوں کے امتحان کے لئے ان کے سامنے یونہی کہہ دیکھو کہ اللہ پھر رسول عالم الغیب ہیں، اللہ پھر رسول ہماری مشکلیں کھولدیں، دیکھو تو یہ حکم شرک جڑتے ہیں یا نہیں۔

اسی لئے تو عیار مشکوۃ کی اس حدیث متصل صحیح ابی داؤد کی میر بحری بچا گیا تھا جس میں لفظ 'پھر' کے ساتھ اجازت ارشاد ہوتی تھی۔تو ثابت ہوا کہ اس مردک کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودی کا اعتراض پاکر بھی جو تبدیلی کی وہ خود شرک کی شرک ہی رہی۔

یہ تو ان (امام الوہابیہ اور اسکے اذیال واذناب) کے طور پر نتیجہ احادیث تھا، ہم اہل حق کے طور پر پوچھو تو۔

**اقول۔** وباللہ التوفیق۔بحمد اللہ تعالیٰ نہ صحابہ نے شرک کیا اور نہ معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرک سنکر گوارہ فرمایا، کسی کے لحاظ پاس کو کام میں لانا ممکن تھا نہ یہودی مردک تعلیم توحید کر سکتا تھا، بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ مشیت حقیقیہ ذاتیہ مستقلہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے، اور مشیت عطائیہ تابعہ لمشیۃ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ نے اپنے عباد کو عطا کی ہے، مشیت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کائنات میں جیسا کچھ دخل عظیم بعطائے رب جلیل وکریم جل جلالہ ہے وہ ان تقریرات جلیلہ سے کہ ہم نے زیر حدیث ۱۲۶/ (حضرت علی کیلئے سورج پلٹانا) ذکر کیں واضح وآشکار ہے۔

جب اس یہودی خبیث نے جس کے خیالات امام الوہابیہ کے مثل تھے اعتراض کیا اور

معاذ اللہ شرک کا الزام دیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رائے کریم کا زیادہ رجحان اسی طرف ہوا کہ ایسے لفظ کو جس میں احمق بدعقل مخالف جائے طعن جانے دوسرے سہل لفظ سے بدل دیا جائے کہ صحابہ کرام کا مطلب تبرک وتوسل برقرار رہے اور مخالف کج فہم کو گنجائش نہ ملے مگر یہ بات طرز عبارت کے ایک گونہ آداب سے تھی معنا تو قطعاً صحیح تھی لہذا اس کافر کے بکنے کے بعد بھی چنداں لحاظ نہ فرمایا گیا یہاں تک کہ طفیل بن سخبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ خواب دیکھا اور رویائے صادقہ القائے ملک ہوتا ہے اب اس خیال کی زیادہ تقویت ہوئی اور ظاہر ہوا کہ بارگاہ عزت میں یہی ٹھہرا ہے کہ یہ لفظ مخالفوں کا جائے طعن ہے بدل دیا جائے جس طرح رب العزت جل جلالہ نے راعنا کہنے سے منع فرمایا تھا کہ یہود عنادا سے اپنے مقصد مردود کا ذریعہ کرتے ہیں اور اسکی جگہ 'انظرنا' کہنے کا ارشاد ہوا تھا ولہذا خواب میں کسی بندۂ صالح کو اعتراض کرتے نہ دیکھا کہ یوں تو بات فی نفسہ محل اعتراض ٹھہرتی بلکہ خواب بھی دیکھا تو انہیں یہود ونصاری اس امام الوہابیہ کے خیالوں کو معترض دیکھا تا کہ ظاہر ہو کہ صرف دہن دوزی مخالفان کی مصلحت داعی تبدیل لفظ ہے اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یوں نہ کہو کہ اللہ ورسول چاہیں تو کام ہوگا بلکہ یوں کہو کہ اللہ پھر اللہ کا رسول چاہے تو کام ہوگا (پھر) کالفظ کہنے سے وہ توہم مساوات کہ ان وہابی خیالات کے یہود ونصاری یا یوں کہیے کہ ان یہودی خیال کت وہابیوں کو گزرتا ہے باقی نہ رہے گا" الحمد للہ علی تواتر الآئہ والصلوۃ والسلام علی انبیاءہ" اہل انصاف ودین ملاحظہ فرمائیں کہ یہ تقریر منیر کہ فیض قدیر سے قلب فقیر پر القا ہوئی کیسی واضح ومستنیر ہے جسے ان احادیث کو ایک مسلسل سلک گوہرین میں منظوم کیا اور تمام مدارج ومراتب مرتبہ بحمد اللہ تعالیٰ نورانی نقشہ کھینچ دیا الحمد للہ کہ یہ حدیث فہمی ہم اہل سنت ہی کا حصہ ہے وہابیہ وغیرہم بدمذہبوں کو اس سے کیا علاقہ ہے" ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم، والحمد للہ رب العلمین۔ الامن والعلی ۲۲۱

✸ فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۶۹ پر نجاشی شاہ حبشہ کی غائبانہ نماز جنازہ سے متعلق ایک حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی جسکو صحاح ستہ کے حوالہ سے نقل فرمایا۔ حدیث یہ ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعی لهم النجاشی صاحب

الحبشة فی الیوم الذی مات فیه وقال : استغفروا لاخیکم وصف بهم فی المصلی فصلی علیه و کبر علیهم اربعا ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاہ حبشہ حضرت نجاشی کے انتقال کی خبر اسی دن سنائی جس دن ان کا وصال ہوا، فرمایا: اپنے دینی بھائی کیلئے مغفرت کی دعا کرو، پھر حضور نے ایسے میدان میں جہاں عموما عید کی نماز ہوتی تھی صف بندی فرمائی اور نماز جنازہ پڑھتے ہوئے چار تکبیریں کہیں۔

اس حدیث سے بعض حضرات غیر مقلدین نے غائبانہ نماز جنازہ اور اسکی تکرار کو جائز کہا تھا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے ایسی تمام احادیث کو نقل فرما کر جواز اور عدم جواز کی روایات میں تطبیق وجمع بین الاحادیث کا نہایت شاندار نقشہ کھینچ دیا ہے۔ زمانۂ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی کبھی کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی ہو۔ کیا وہ محتاج رحمت والا نہ تھے؟ کیا معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پر یہ رحمت وشفقت نہ تھی؟ کیا ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پرنور نہ کرنا چاہتے تھے؟ کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انہیں کی قبور محتاج نور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی؟ یہ سب باتیں بداہۃ باطل ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عام طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن وواضح ہے کہ جنازۂ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود، لاجرم نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا، اور جس امر سے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور امر شرعی ومشروع نہیں ہوسکتا۔

فرماتے ہیں:۔

دوسرے شہر کی میت پر صلاۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ ایک یہی واقعہ نجاشی، دوسرا واقعہ معاویہ لیثی، تیسرا واقعہ امرائے معرکۂ موتہ۔

واقعہ اولیٰ۔ اس واقعہ کی ایک روایت گذری، دوسری روایات مسند احمد وغیرہ میں حضرت عمران بن حصین سے یوں ہیں کہ۔

ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ حضرت نجاشی کا جنازہ

ہمارے آگے موجود ہے۔

حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں آیا کہ۔

حضرت نجاشی کا جنازہ حضور کے لئے ظاہر کردیا گیا، حضور نے اسکو دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔

حضرت حذیفہ بن اسید کی روایت اس طرح آئی کہ:۔

حضور نے حبشہ کی جانب منہ کر کے چار تکبیریں کہیں۔

**واقعہ ثانیہ۔** حضرت معاویہ لیثی نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا، حضور نے تبوک میں ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ حدیث اس طرح ہے۔

حضرت ابو امامہ باہلی فرماتے ہیں:۔

ان جبرئیل علیہ السلام اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: مات معاویۃ فی المدینۃ اتحب ان اطوی لک الارض فرفع لہ سریرہ فصل علیہ وخلفہ صفان من الملائکۃ کل صف سبعون الف ملک۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا، تو کیا حضور چاہتے ہیں کہ میں حضور کیلئے زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور ان پر نماز پڑھیں، فرمایا: ہاں جبرئیل نے اپنا پر زمین پر مارا، جنازہ حضور کے سامنے آگیا، اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی، فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔

دوسری روایت میں اتنا اور زائد ہے کہ حضرت ابو امامہ نے فرمایا، یہانتک کہ ہم نے مکہ مدینہ کو دیکھا۔

اسی طرح حضرت انس کی روایت میں بھی ہے۔

**واقعہ سوم:۔** جنگ موتہ میں حضور نے حضرت زید بن حارثہ کو امیر لشکر بنا کر بھیجا اور فرمایا اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر طیار امیر ہونگے، اور یہ بھی شہادت سے سرفراز ہوں تو عبد اللہ بن رواحہ، اور یہ بھی جام شہادت پی لیں تو تم لوگ جسکو چاہو اپنا امیر چن لینا۔ جب جنگ شروع ہوئی تو حضور کے فرمانے کے مطابق ہوا۔ حدیث مختصراً یوں ہے اور اسکے راوی عاصم بن عمر بن

قتادہ اور عبد اللہ بن ابی بکر ہیں۔

لما التقی الناس بموتہ جلس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی المنبر و کشف لہ مابینہ ومابین الشام فھو ینظر الی معرکتھم فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اخذ الرایۃ زیدبن حارثۃ فمضی حتیٰ استشھدفصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودعالہ وقال : استغفرواله وقد دخل الجنۃ فھو یطیر فیھا بجناحین حیث شاء۔

جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے پردے اٹھادیئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے، اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

* زید بن حارثہ نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہانتک کہ شہید ہوا۔ حضور نے انہیں اپنی صلوۃ ودعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ سے ارشاد ہوا اسکے لئے استغفار کرو، بیشک وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا ۔حضور نے پھر فرمایا: جعفر بن ابی طالب نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہانتک کہ شہید ہوا، حضور نے انکو بھی اپنی صلاۃ ودعا سے مشرف فرمایا۔ اور صحابہ کو ارشاد ہوا کہ اسکے لئے استغفار کرو، وہ جنت میں داخل ہوا اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتا پھرتا ہے۔

ان تینوں واقعات سے متعلق امام احمد رضا محدث بریلوی کی جو تحقیقات ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں، لکھتے ہیں۔

ان میں اول اور دوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا تو نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر۔ اور دوم سوم کی سند صحیح نہیں اور سوم صلاۃ بمعنی نماز میں صریح نہیں ۔ ان کی تفصیل بعونہ تعالیٰ ابھی آتی ہے ۔ اگر فرض ہی کر لیجئے کہ ان تینوں واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور کے اس اہتمام عظیم وموفور اور تمام اموات کے اس حاجت شدیدہ رحمت ونور قبور کے صدہا پر کیوں نہ پڑھی وہ بھی محتاج حضور وحاجتمند رحمت ونور اور حضور ان پر بھی رؤف ورحیم تھے۔ نماز سب پر فرض عین نہ ہونا اس اہتمام عظیم کا جواب نہ ہوگا ۔ نہ تمام اموات کی اس حاجت شدیدہ کا علاج ۔ حالانکہ حریص علیکم انکی شان ہے۔ دوایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑنا کب انکے کرم کے شایان ہے۔ ان حالات واشارات کے

ملاحظہ سے عام طور پر ترک اور صرف دو ایک بار وقوع خود ہی بتادے گا کہ وہاں کوئی خصوصیت خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہوسکتا۔ حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بنا پر عام احتراز ہے۔

اب واقعہ بیر معونہ ہی دیکھئے مدینہ طیبہ کے ستر جگر پاروں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص پیاروں اجلۂ علمائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کر دیا۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا سخت وشدید غم والم ہوا۔ ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار نا ہنجار پر لعنت فرماتے رہے مگر ہرگز منقول نہیں کہ ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔ ع آخر ایں ترک وایں مرتبہ بے چیزے نیست۔ اہل انصاف کے نزدیک کلام تو اسی قدر سے تمام ہوا مگر ہم ان وقائع ثلثہ کا بھی باذنہ تعالیٰ تصفیہ کریں۔

واقعہ اولیٰ سے متعلق لکھتے ہیں:۔

اولاً:۔ کہ پہلی دونوں روایتیں (ابو ہریرہ وعمران بن حصین) کی اس حدیث مرسل اصولی کی عاضد قوی ہیں جسکو امام واحدی نے اسباب نزول قرآن میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا کہ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے نجاشی کا جنازہ ظاہر کر دیا گیا تھا، حضور نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی،

ان تینوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ حضرت اصحمہ نجاشی پر نماز جنازہ غائبانہ نہیں تھی بلکہ جنازہ سامنے موجود تھا۔

ثانیاً:۔ جب متعدد روایتوں سے ثابت ہوگیا کہ نماز حاضر پر تھی تو مستدل کے خلاف احتمال بدلیل ہوا، لہذا فرماتے ہیں:

بلکہ جب تم مستدل ہو ہمیں احتمال کافی نہ کہ جب خود باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ امام قسطلانی نے مواہب شریف میں یہ جواب نقل کیا اور مقرر رکھا۔

کسی نے ابو ہریرہ اور عمران بن حصین کی روایات پر یوں معارضہ قائم کیا تھا کہ مجمع بن جاریہ کی روایت میں تو یہ ہے کہ ''وما نری شیئا'' ہم کچھ نہ دیکھ رہے تھے، رواہ الطبرانی۔

اسکا جواب آپ نے اس طرح دیا۔

اس روایت میں عمران بن اعین رافضی ضعیف ہے علاوہ ازیں ہر راوی نے اپنا حال

بیان کیا لہذا کوئی تعارض نہیں ۔ ورنہ پہلی صف کے علاوہ کسی کی نماز ہی صحیح نہ ہو۔

ثالثاً: حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال دارالکفر میں ہوا وہاں ان پر نماز نہ ہوئی تھی، لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں پڑھی، اسی بنا پر امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کیلئے یہ باب وضع کیا۔

الصلوۃ علی مسلم یلیہ اہل الشرك فی بلد آخر

دوسرے شہر میں ایسے مسلم کی نماز جنازہ جس کے قریب صرف اہل شرک ہیں۔

اس پر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا:۔

یہ احتمال تو ہے مگر کسی حدیث میں یہ اطلاع میں نے نہ پائی کہ نجاشی کے اہل شہر میں سے کسی نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔

علامہ زرقانی نے لکھا:۔

یہ الزام دونوں طرف سے مشترک ہے، کیوں کہ کسی حدیث میں یہ بھی مروی نہیں کہ ان کے اہل شہر میں سے کسی نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔

امام ابوداؤد نے اسی پر جزم کیا جب کہ وسعت حفظ میں ان کا مقام معلوم ہے۔

اس پر امام احمد رضا فرماتے ہیں:۔

یہ احتمال مان کر علامہ زرقانی نے ہمارا بوجھ خود ہی اتار دیا ہے۔

رابعاً: بعض (منافقین) کو ان کے اسلام میں شبہ تھا یہاں تک کہ بعض نے کہا: حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی۔ لہذا اس نماز سے مقصود ان کی اشاعت اسلام تھی کہ (بیان بالقول کے مقابل) بیان بالفعل اقوی ہے۔ لہذا مصلی میں تشریف لے گئے کہ جماعت کثیر ہو۔

ان تمام جوابات کا خلاصہ یہ ہوا کہ نجاشی کی نماز جنازہ ان خصوصیات کی بنا پر پڑھی گئی جس سے حکم عام ثابت نہیں ہوسکتا۔ حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بنا پر عام احتراز ہے۔

یہاں غیر مقلدین کے بھوپالی امام نواب صدیق حسن خان کی ایک عجوبۂ روزگار تحقیق پر تنبیہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

غیر مقلدین کے بھوپالی امام نے عون الباری میں حدیث نجاشی کی نسبت کہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے اگرچہ جنازہ غیر جہت میں ہو اور نمازی قبلہ رو۔

اقول یہ اس مدعی اجتہاد کی کورانہ تقلید اور اس کے ادعا پر مثبت جہل شدید ہے۔ نجاشی کا جنازہ حبشہ میں تھا اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانب جنوب ہے اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے تو جنازہ غیر جہت قبلہ کو کب تھا۔

لاجرم لمانقل الحافظ فی الفتح قول ابن حبان انه انما یجوز ذلک لمن فی جهة القبلة ، قال حجته الجمود علی قصة النجاشی۔

جب حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن حبان کا یہ قول نقل کیا کہ صرف اسی غائب کی نماز جنازہ ہوسکتی ہے جو سمت قبلہ میں ہو تو اس پر یہ کہا کہ: ان کی دلیل واقعۂ نجاشی پر جمود ہے۔ تو ان مجتہد صاحب کا جہل قابل تماشا ہے جن کو سمت قبلہ تک معلوم نہیں پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے جنازہ پر نماز ان کی غیر سمت پڑھنے کا ادعا دوسرا جہل ہے۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانب حبشہ نماز پڑھی رواہ الطبرانی عن حذیفۃ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے طبرانی نے حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا)۔

## ☆ واقعہ دوم

اس واقعہ سے متعلق محدث بریلوی نے دو جواب دیئے ہیں۔

اولاً:۔ ان تمام احادیث کو ائمہ حدیث عقیلی، ابن حبان، بیہقی، ابوعمرو ابن عبدالبر، ابن جوزی، نووی، ذہبی، اور ابن الہمام وغیرہم نے ضعیف بتایا۔ پہلی دو حدیثوں کی سند میں بقیہ بن ولید مدلس ہے اور اس نے عنعنہ کیا یعنی محمد بن زیاد سے اپنا سننا نہ بیان کیا بلکہ کہا۔ ابن زیاد سے روائت ہے۔ معلوم نہیں راوی کون ہے۔ به اعله المحقق فی الفتح۔

ذہبی نے کہا: یہ حدیث منکر ہے۔ نیز اسکی سند میں نوح بن عمر ہے۔

ابن حبان نے اسے اس حدیث کا چور بتایا۔ یعنی ایک سخت ضعیف شخص اسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتا تھا۔ اس نے اس سے چرا کر بقیہ کے سر باندھی۔

تیسری حدیث کی سند میں محبوب بن ہلال مزنی ہے۔

ذہبی نے کہا: یہ شخص مجہول ہے اور اسکی یہ حدیث منکر ہے۔

چوتھی حدیث کی سند میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔

امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا: اسکے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

امام بخاری وابن عدی اور ابوحاتم نے کہا: وہ منکر الحدیث ہے۔

ابو حاتم ودار قطنی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔

امام علی بن مدینی استاذ امام بخاری نے کہا: وہ حدیثیں دل سے گڑھتا تھا۔

ابن حبان نے کہا: یہ حدیث بھی اسکی گڑھی ہوئی ہے۔ اس سے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی۔

ابوالولید طیالسی نے کہا: علاء کذاب تھا۔

عقیلی نے کہا: علاء کے سوا جس جس نے یہ حدیث روایت کی سب علا ہی جیسے ہیں یا اس سے بھی بدتر۔

ابوعمرو بن عبدالعزیز نے کہا: اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں۔ اور دربارۂ احکام اصلاً حجت نہیں۔ صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام معلوم نہیں ابن حبان نے بھی یونہی فرمایا: کہ مجھے اس نام کے کوئی صاحب صحابہ میں یاد نہیں۔

ثانیاً۔ فرض کیجئے کہ یہ احادیث اپنے طرق سے ضعیف نہ رہیں۔ کما اختارہ الحافظ فی الفتح۔ یا بالفرض غلط لذاتہ صحیح سہی۔ پھر اس میں کیا ہے۔ خود اسی میں تصریح ہے۔ کہ جنازہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر انور کردیا گیا تھا۔ تو نماز جنازہ حاضر پر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ بلکہ طرز کلام مشیر ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جنازہ سامنے ہونے کی حاجت سمجھی گئی۔ جبھی تو حضرت جبرئیل نے عرض کی: حضور نماز جنازہ پڑھنا چاہیں تو زمین لپیٹ دوں۔ تاکہ حضور نماز پڑھیں۔

وہابیہ کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں یہاں عجیب تماشا کیا۔

اولاً۔ استیعاب سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاویہ بن معاویہ لیثی پر نماز پڑھی۔ پھر کہا: استیعاب میں اس قصہ کا مثل معاویہ بن مقرن کے حق میں ابوامامہ سے روایت کیا۔

پھر کہا: نیز اس کا مثل انس سے ترجمہ معاویہ میں بھی معاویہ مزنی روایت کیا۔

اس میں یہ وہم دلاتا ہے کہ گویا یہ تین صحابی جدا جدا ہیں جن پر نماز غائب مروی ہے۔ حالانکہ یہ محض جہل یا تجاہل ہے۔ وہ ایک ہی صحابی ہیں۔ معاویہ نام جنکے نسب ونسبت میں

راویوں سے اضطراب واقع ہوا۔ کسی نے مزنی کہا کسی نے لیثی، کسی نے معاویہ بن معاویہ، کسی نے معاویہ بن مقرن۔

ابو عمر نے معاویہ بن مقرن مزنی کو ترجیح دی کہ صحابہ میں معاویہ بن معاویہ کوئی معلوم نہیں۔

حافظ نے اصابہ میں معاویہ بن معاویہ مزنی کو ترجیح۔ اور لیثی کہنے کو علاء ثقفی کی خطا بتایا، اور معاویہ بن مقرن کو ایک صحابی مانا جن کے لئے یہ روایت نہیں۔

بہر حال صاحب قصہ شخص واحد ہیں اور شوکانی کا ایہام تثلیث محض باطل۔

ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں فرمایا: معاویہ بن معاویہ مزنی ہیں۔ انکو لیثی بھی کہا جاتا ہے اور معاویہ بن مقرن مزنی بھی۔ ابو عمرو نے کہا: یہی صواب سے نزدیک تر ہے۔ پھر حدیث انس کے طریق اول سے پہلے طور پر نام ذکر کیا۔ اور طریق دوم سے دوسرے طور پر، اور حدیث امامہ سے تیسرے طور پر۔

☆ واقعہ سوم

اس واقعہ کے پانچ جواب دیئے ہیں، پہلے دو الزامی اور باقی تین تحقیقی ہیں۔

اولاً:۔ یہ حدیث دونوں طریق سے مرسل ہے۔ عاصم بن عمر او ساط تابعین سے ہیں قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کے پوتے۔ اور یہ عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن حزم صغار تابعین سے ہیں۔ عمرو بن حزم صحابی کے پر پوتے۔

ثانیاً:۔ خود واقدی کو محدثین کب مانتے ہیں یہاں تک کہ ذہبی نے انکے متروک ہونے پر اجماع کیا۔

یہ دونوں جواب الزامی ہیں ورنہ ہم حدیث مرسل کو قبول کرتے ہیں اور امام واقدی کو ثقہ مانتے ہیں۔

ثالثاً:۔ عبد اللہ بن ابی بکر سے راوی امام واقدی کے شیخ عبد الجبار بن عمارہ مجہول ہیں کما فی المیزان۔ تو یہ مرسل نا معتضد ہے۔

رابعاً:۔ خود اسی حدیث میں صاف تصریح ہے کہ پردے اٹھا دیئے گئے تھے۔ معرکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر تھا۔

لیکن یہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ جنگ موتہ ملک شام میں بیت المقدس کے قریب ۸ ہجری میں ہوئی۔ اور خانہ کعبہ ۲ ہجری میں قبلہ قرار پاچکا تھا۔ اور نماز جنازہ کے لئے صرف رؤیت کافی نہیں بلکہ جنازہ نمازی کے سامنے ہو۔

تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہمارا مقصود 'رابعاً' سے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے والوں کا رد ہے اور وہ اتنی ہی بات سے ہوگیا کہ حدیث میں یہ ہے کہ پردے اٹھا دیئے گئے تھے۔

**خامساً:-** کیا دلیل ہے کہ یہاں صلاۃ بمعنی نماز معہود ہے بلکہ بمعنی درود ہے اور 'دعا لہ' عطف تفسیری نہیں بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے۔ اور سوق روایت اسی میں ظاہر کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت منبر اطہر پر تشریف فرما ہونا مذکور اور منبر انور دیوار قبلہ کے پاس تھا اور معتاد یہی کہ منبر اطہر پر رو بحاضرین و پشت بقبلہ جلوس ہو اور اس روایت میں نماز کے لئے منبر سے اترنے پھر تشریف لیجانے کا کہیں ذکر نہیں۔ نیز بر حالت نجاشی اس میں نماز صحابہ بھی نہیں۔ نہ یہ کہ حضور نے ان کو نماز جنازہ کے لئے فرمایا۔ اگر یہ نماز تھی تو صحابہ کو شریک نہ فرمانے کی کیا وجہ۔ نیز اس معرکہ میں تیسری شہادت حضرت عبداللہ بن رواحہ کی ہے ان پر صلاۃ کا ذکر نہیں۔ اگر نماز ہوتی تو ان پر بھی ہوتی۔

ہاں درود کی ان دو کے لئے تخصیص وجہ وجیہ رکھتی ہے اگر چہ وجہ کی ضرورت وحاجت بھی نہیں کہ وہ احکام عامہ سے نہیں۔ وجہ اس حدیث سے ظاہر ہوگی کہ جس میں ان صحابۂ کرام کا حضرت ابن رواحہ سے فرق ارشاد ہوا۔ اور وہ یہ کہ انکو جنت میں منہ پھیرے ہوئے پایا کہ معرکہ میں قدرے اعراض ہوکر اقبال ہوا تھا۔

اور سب سے زائد یہ کہ وہ شہدائے معرکہ ہیں۔ نماز غائب جائز ماننے والے شہید معرکہ پر نماز ہی نہیں مانتے۔ تو باجماع فریقین صلاۃ بمعنی دعا ہونا لازم۔ جس طرح خود امام نووی شافعی، امام قسطلانی شافعی اور امام سیوطی شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے صلاۃ علی قبور شہدائے احد میں ذکر فرمایا کہ یہاں صلاۃ بمعنی دعا ہونے پر اجماع ہے۔ کما اثرناہ فی النہی الحاجز، حالانکہ وہاں تو صلی علی اہل احد صلاتہ علی المیت، ہے یہاں تو اس قدر بھی نہیں۔

وہابیہ کے بعض جاہلان بے خرد مثل شوکانی صاحب نیل الاوطار ایسی جگہ اپنی

اصول دانی یوں کھولتے ہیں۔ کہ صلاۃ بمعنی نماز حقیقت شرعیہ ہے اور بلا دلیل حقیقت سے عدول ناجائز۔

اقول: اولاً۔ ان مجتہد بننے والوں کو اتنی خبر نہیں کہ حقیقت شرعیہ صلاۃ بمعنی ارکان مخصوصہ ہے۔ یہ معنی نماز جنازہ میں کہاں، کہ اس میں رکوع ہے نہ سجود، قرأت ہے نہ قعود، الثالث عندنا والبواقی اجماعاً۔ لہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ صلاۃ مطلقاً نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ وہ دعائے مطلق اور صلاۃ مطلقہ میں برزخ ہے۔ کما اشار الیہ البخاری فی صحیحہ واطال فیہ۔

لاجرم امام محمود عینی نے تصریح فرمائی کہ نماز جنازہ پر اطلاق صلاۃ مجازاً ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ سماھا صلاۃ لیس فیھا رکوع ولا سجود۔ ۱/۱۷۲

عمدۃ القاری میں ہے۔

لکن التسمیۃ لیست بطریق حقیقۃ ولا بطریق الاشتراک ولکن بطریق المجاز

ثانیاً۔ صلاۃ کے ساتھ جب علی فلاں مذکور ہو تو ہرگز اس سے حقیقت شرعیہ مراد نہیں ہوتی اور نہ ہوسکتی ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اللھم! صل وسلم وبارک علیہ وعلی آلہ کما تحب و ترضی۔

وقال تعالیٰ:

صَلِّ عَلَیْھِمْ ، اِنَّ صَلَاتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ ،

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اللھم! صل علی آل ابی اوفی۔

کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ الٰہی ابی اوفی پر نماز پڑھ، یا ان کا جنازہ پڑھ۔ کیا صلاۃ علیہ، شرع میں بمعنی درود نہیں، ولکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون۔

فتاوی رضویہ ۴/۵۷

حدیث فہمی اور تطبیق وتوفیق بین الاحادیث کی ایسی نادر مثالیں محدث بریلوی کی تصانیف میں بھری پڑی ہیں۔

✸ فتاوی رضویہ حصہ نہم میں ایک حدیث نقل فرمائی، جو تیرہ صحابہ کرام سے مروی ہے اور حدیث جلیل عظیم صحیح مشہور بلکہ متواتر ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر،

چھوت کی بیماری، بدشگونی، الو کا جاہلانہ تصور، اور صفر کی جاہلانہ کارروائی کوئی چیز نہیں

اس حدیث کے معارض ہے وہ حدیث کہ حضرت ابو ہریرہ سے وہ بھی مروی ہے، فرماتے ہیں۔

فر من المجذوم کما تفر من الاسد۔

جذامی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے۔

پھر اس کے معنی میں متعدد احادیث نقل فرمائیں۔

اس پر امام احمد رضا محدث بریلوی کا محققانہ کلام بلاغت نظام ملاحظہ کیجئے۔

صحیحین وسنن ابی داؤد وشرح معانی الآثار امام طحاوی وغیرہا میں حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی، تو ایک بادیہ نشین نے عرض کی: یا رسول اللہ! پھر اونٹوں کا کیا حال ہے کہ ریتی میں ہوتے ہیں جیسے ہرن یعنی صاف شفاف بدن، ایک اونٹ خارش والا آکر ان میں داخل ہوتا ہے جس سے خارش ہو جاتی ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: فمن اعدی الاول، اس پہلے کو کس کی اڑ کر لگی۔

احمد ومسلم وابوداؤد وابن ماجہ کے یہاں حدیث ابن عمر سے ہے ارشاد فرمایا: ذلکم القدر فمن اجرب الاول یہ تقدیری باتیں ہیں بھلا پہلے کو کس نے کھجلی لگادی۔

یہی ارشاد احادیث عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس ابو امامہ باہلی، اور عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مروی ہوا حدیث اخیر میں اس توضیح کے ساتھ ہے کہ فرمایا: الم تروا الی البعیر یکون فی الصحراء فیصبح وفی کرکرتہ اوفی مراق بطنہ نکتۃ من جرب لم تکن قبل ذلک فمن اعدی الاول!

کیا دیکھتے نہیں کہ اونٹ جنگل میں ہوتا ہے یعنی الگ تھلگ کہ اس کے پاس کوئی بیمار اونٹ نہیں صبح کو دیکھو تو اس کے بیچ سینے یا پیٹ کی نرم جگہ میں کھجلی کا دانہ موجود ہے بھلا اس پہلے کو کس کی اڑ کر لگ گئی۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ قطع تسلسل کیلئے ابتداء بغیر دوسرے سے منتقل ہوئے خود اس میں بیماری پیدا ہونے کا ماننا لازم ہے۔ تو حجت قاطعہ سے ثابت ہوا کہ بیماری خود بخود بھی حادث ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ مسلم تو دوسرے میں انتقال کے سبب پیدا ہونا محض وہم علیل وادعائے بے دلیل رہا۔ فتاوی رضویہ حصہ اول ۹/۲۴۵

اب بتوفیق اللہ تعالی تحقیق حکم سنئے۔

**اقول:۔ وباللہ التوفیق:** احادیث قسم ثانی تو اپنے افادہ میں صاف صریح ہیں کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔ کوئی مرض ایک سے دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتا۔ کوئی تندرست بیمار کے قرب واختلاط سے بیمار نہیں ہو جاتا۔ جسے پہلے شروع ہوئی اس کو کس کی اڑ کر لگی، ان متواتر روشن وظاہر ارشادات عالی کو سن کر یہ خیال کسی طرح گنجائش نہیں پاتا کہ واقع میں تو بیماری اڑ کر لگتی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کا وسوسہ اٹھانے کے لئے مطلقاً اس کی نفی فرمائی ہے۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عملی کارروائی مجذوموں کو اپنے ساتھ کھلانا، ان کا جوٹھا پانی پینا ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر برتن میں رکھنا، خاص ان کے کھانیکی جگہ نوالہ اٹھا کر کھانا، جہاں منہ لگا کر انہوں نے پانی پیا بالقصد اسی جگہ منہ رکھ کر نوش کرنا یہ اور یہ بھی واضح کر رہا ہے کہ عدوی یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانا محض خیال باطل ہے۔ ورنہ اپنے کو بلا کیلئے پیش کرنا شرع ہرگز روا نہیں رکھتی۔ قال اللہ تعالیٰ۔

و لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔

آپ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

رہیں قسم اول (مجذوموں سے دور ونفور رہنے) کی حدیثیں وہ اس درجۂ عالیہ صحت پر نہیں جس پر احادیث نفی ہیں۔ ان میں اکثر ضعیف ہیں۔ اور بعض غایت درجہ حسن ہیں صرف حدیث اول کی تصحیح ہو سکی ہے مگر وہی حدیث اس سے اعلیٰ وجہ پر جو صحیح بخاری میں آئی خود اسی

میں ابطال عدوی موجود کہ مجذوم سے بھاگو اور بیماری اڑ کر نہیں لگتی تو یہ حدیث خود واضح فرمارہی ہے کہ بھاگنے کا حکم اس وسوسہ اور اندیشہ کی بناپر نہیں۔

معہذ اصحت میں اس کا پایہ بھی دیگر احادیث نفی سے گراہوا ہے کہ اسے امام بخاری نے مسندا روایت نہ کیا بلکہ بطور تعلیق۔

لہذا اصلاً کوئی حدیث ثبوت عدوی میں نص نہیں۔ یہ تو متواتر حدیثوں میں فرمایا کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔ اور یہ ایک حدیث میں بھی نہیں آیا کہ عادی طور پر اڑ کر لگ جاتی ہے۔

ہاں وہ حدیث کہ جذامیوں کی طرف نظر جما کر نہ دیکھوان کی طرف تیز نگاہ نہ کرو۔ صاف یہ تحمل رکھتی ہے کہ ادھر زیادہ دیکھنے سے تمہیں گھن آئے گی، نفرت پیدا ہوگی، ان مصیبت زدوں کو تم حقیر سمجھوگے۔ ایک تو یہ خود حضرت عزت کو پسند نہیں، پھر اس سے ان گرفتاران بلا کو ناحق ایذاء پہونچے گی۔ اور یہ روا نہیں۔

قول مشہور ومذہب جمہور ومشرب منصور کہ دوری وفرار کا حکم اس لئے ہے کہ اگر قرب و اختلاط رہا اور معاذ اللہ قضاوقدر سے کچھ مرض اسے بھی حادث ہوگیا تو ابلیس لعین اسکے دل میں وسوسہ ڈالے گا کہ دیکھ بیماری اڑ کر لگ گئی۔ اول تو یہ ایک امر باطل کا اعتقاد ہوگا۔ اسی قدر فساد کیلئے کیا کم تھا پھر متواتر حدیثوں میں سن کر کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔ یہ وسوسہ دل میں جمنا سخت خطرناک اور ہائل ہوگا۔ لہذا ضعیف الیقین لوگوں کو اپنا دین بچانے کیلئے دوری بہتر ہے ہاں، کامل الایمان وہ کرے جو صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کیا اور کس قدر مبالغہ کے ساتھ کیا۔ اگر عیاذا باللہ کچھ حادث ہوتا ان کے خواب میں بھی خیال نہ گزرتا کہ یہ عدوائے باطلہ سے پیدا ہوا۔ ان کے دلوں میں کوہ گراں شکوہ سے زیادہ مستقر تھا کہ لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا بے تقدیر الہی کچھ نہ ہو سکے گا۔

اسی طرف اس قول وفعل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اپنے ساتھ کھلایا اور کل ثقة باللہ و توکلا علیہ فرمایا۔

امام اجل امین۔ امام الفقہاء والمحدثین، امام اہل الجرح والتعدیل امام اہل التصحیح و التعلیل، حدیث وفقہ دونوں کے حاوی سیدنا امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار شریف میں

در بارہ نفی عدویٰ احادیث روایت کر کے یہی تفصیل بیان فرمائی۔

بالجملہ مذہب معتمد وصحیح ورجیح وتحقیق یہ ہے کہ جذام، کھجلی، چیچک، طاعون وغیرہا اصلا کوئی بیماری ایک کی دوسرے کو ہرگز ہرگز اڑ کر نہیں لگتی، یہ محض اوہام بے اصل ہیں۔ کوئی وہم پکائے جائے تو کبھی اصل بھی ہو جاتا ہے کہ ارشاد ہوا۔

انا عند ظن عبدی بی۔

وہ اس دوسرے کی بیماری اسے نہ لگی بلکہ خود اس کی باطنی بیماری کہ وہم پروردہ تھی صورت پکڑ کر ظاہر ہوگئی۔

فیض القدیر میں ہے۔

بل الوهم وحده من اكبر اسباب الاصابة

اس لئے اور نیز کراہت واذیت وخود بینی وتحقیر مجذوم سے بچنے کے واسطے اور اس دور اندیشی سے کہ مبادا اسے کچھ پیدا ہوا اور ابلیس لعین وسوسہ ڈالے کہ دیکھ بیماری اڑ کر لگ گئی اور معاذ اللہ اس امر کی حقانیت اس کے خطرہ میں گزرے گی جسے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باطل فرما چکے۔ یہ اس مرض سے بھی بدتر مرض ہوگا۔ ان وجوہ سے شرع حکیم ورحیم نے ضعیف الیقین لوگوں کو حکم استحبابی دیا ہے کہ اس سے دور رہیں۔ اور کامل الایمان بندگان خدا کیلئے کچھ حرج نہیں کہ وہ ان سب مفاسد سے پاک ہیں۔

خوب سمجھ لیا جائے کہ دور ہونے کا حکم ان حکمتوں کی وجہ سے ہے۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ بیماری اڑ کر لگتی ہے۔ اسے تو اللہ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رد فرما چکے جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

**اقول:** پھر از آنجا کہ یہ حکم ایک احتیاطی استحبابی ہے واجب نہیں۔ لہذا ہرگز کسی واجب شرعی کا معارضہ نہ کرے گا۔ مثلاً معاذ اللہ جسے یہ عارضہ ہو اس کے اولاد واقارب وزوجہ سب اس احتیاط کے باعث اس سے دور بھاگیں اور اسے تنہا وضائع چھوڑ جائیں یہ ہرگز حلال نہیں۔ بلکہ زوجہ ہرگز اسے ہم بستری سے بھی منع نہیں کر سکتی۔ لہذا ہمارے شیخین مذہب امام اعظم، وامام ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک جذام شوہر سے عورت کو درخواست فسخ نکاح کا اختیار نہیں۔ اور خدا ترس بندے تو ہر بیکس بے یار کی اعانت اپنے ذمہ پر لازم سمجھتے ہیں۔

حدیث میں ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الله الله فی من لیس له الا الله ۔

اللہ سے ڈور اللہ سے ڈرو،اس کے بارے میں جس کا کوئی نہیں سوا اللہ کے

لہذ اعلماء کا اتفاق ہے کہ مجذوم کے پاس بیٹھنا اٹھنا مباح ہے اوراس کی خدمت گزاری وتیمارداری موجب ثواب۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتاوی رضویہ حصہ دوم ۹/۲۵۳

اس تفصیل سے جملہ احادیث میں توفیق وتطبیق بروجہ اتم ظاہر ہوئی اور اصلاً کسی کو مجال دم زدن نہ رہی۔والله الموفق وهو ولی التوفیق۔

بلاشبہ ایسی تحقیقات عالیہ محدث بریلوی کا حصہ ہیں۔

اورعلوم وفنون کے بحر عمیق سے جواہر عالیہ کو چن چن کر صفحہ قرطاس کی لڑی میں پرو دینا ان کا کمال ہے جوانکے مولی رب ذوالجلال کا ان پر جودونوال ہے۔ ذلك فضل الله یوتیه من یشاء۔

# سندات امام احمد رضا محدث بریلوی
# قدس سرہ العزیز

# سند فقہ حنفی

## سند الفقیر فی الفقه المنیر مسلسلا بالحنفیة الکرام والمفتین والمصنفین و المشائخ الاعلام

له بحمد الله تعالیٰ طرق کثیرة من اجلها انی ارویه

**عن** سراج البلاد الحرمیة مفتی الحنفیة بمکة المحمیة مولینا الشیخ عبد الرحمن السراج ابن المفتی الاجل مولینا عبد الله السراج

**عن** مفتی مکة سیدی جمال بن عبد الله بن عمر

**عن** الشیخ الجلیل محمد عابد الانصاری المدنی

**عن** الشیخ یوسف بن محمد بن علاء الدین مزجاجی

**عن** الشیخ عبد القادر بن خلیل

**عن** الشیخ اسمعیل بن عبد الله الشهیر بعلی زاده البخاری

**عن** العارف بالله تعالیٰ الشیخ عبد الغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی( وهو صاحب الحدیقة الندیة والمطالب الوفیة و التصانیف الجلیلة الزکیة )

**عن** والده مؤلف شرح الدررو الغرر

**عن** شیخین جلیلین احمد الشوبری و حسن الشرنبلالی محشی الدرر والغرر(وهوصاحب نور الایضاح و شرحیه مراقی الفلاح و امداد الفتاح و التصانیف الملاح) بروایة الاول

**عن** الشیخ عمر بن نجیم صاحب النهر الفائق و الشمس الحانوتی صاحب الفتاوی والشیخ علی المقدسی شارح نظم الکنز۔وروایة الثانی

**عن** الشیخ عبد الله النحریری والشیخ محمد بن عبد الرحمن المسیری و الشیخ محمد بن احمد الحموی و الشیخ احمد المحبی سبعتهم

**عن** الشیخ احمد بن یونس الشلبی صاحب الفتاوی عن سری الدین

عبد البربن الشحنة شارح الوهبانية

عن الكمال بن الهمام (وهو المحقق حيث اطلق صاحب فتح القدير

عن السراج قارى الهداية

عن علام الدين السيرافى

عن السيد جلال الدين الخبازى شارح الهداية

عن الشيخ عبد العزيز البخارى صاحب الكشف والتحقيق

عن جلال الدين كبير

عن الامام عبد الستار بن محمد الكردرى

عن الامام برهان الدين صاحب الهداية

عن الامام فخر الاسلام البزدوى

عن شمس الائمة الحلوانى

عن القاضى ابى على النسفى

عن ابى بكر محمد بن الفضل البخارى

عن الامام ابى عبد الله البزمونى

عن عبد الله بن ابى حفص البخارى

عن ابيه احمد بن حفص (وهو الامام الشهير با بى حفص الكبير)

عن الامام الحجة ابى عبد الله محمد بن الحسن الشيبانى

عن الامام الاعظم ابى حنيفة

عن حماد

عن ابراهيم

عن علقمة والاسود

عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهم

عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔

# سندروایت حدیث

قال الفقیر عبد المصطفی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفر اللہ لہ وحقق املہ

**انبأنا** المولی عبد الرحمن السراج المکی مفتی بلد اللہ الحرام ببیتہ عند باب الصفا لثمان بقین من ذی الحجۃ سنۃ خمس و تسعین بعد الالف و المائتین فی سائر مرویاتہ الحدیثیۃ والفقہیۃ وغیر ذلک

**عن** حجۃ زمانہ جمال بن عبد اللہ بن عمر المکی

**عن** الشیخ الاجل عابد السندی

**عن** عمہ محمد حسین الانصاری أجازنی بہ الشیخ عبد الخالق بن علی المزجاجی قرأۃ علی الشیخ محمد بن علاء الدین المزجاجی

**عن** احمد النخلی عن محمد الباھلی

**عن** سالم السنوری عن النجم الغیطی

**عن** الحافظ زکریا الانصاری

**عن** الحافظ ابن حجر العسقلانی

**انا** بہ ابو عبد اللہ الجریری

**انا** قوام الدین الاتقانی

**انا** البرھان احمد بن سعد بن محمد البخاری والحسام السغناقی قالا

**انبأنا** حافظ الدین محمد بن محمد بن نصر البخاری ھو حافظ الدین الکبیر

**انبأنا** الامام محمد بن عبد الستار الکردری

**انبأنا** عمر بن الکریم الورسکی

**انا** عبد الرحمن بن محمد الکرمانی

**انا** ابو بکر محمد بن الحسین بن محمد ھو الامام فخر القضاۃ

الارشابندی

**انا** عبد الله الزوزنی

**انا** ابو زید الدبوسی

**انا** ابو جعفر الاستروشنی

**ح و**

**انبأنا** عاليا باربع درج شيخي و بركتي وولى نعمتي و مولائي وسيدي و ذخري و سندى ليومى وغدى سيدنا الامام الهمام العارف الاجل العالم الاكمل السيد ال الرسول الاحمدى المارهروى رضى الله تعالىٰ عنه و ارضاه جعل الفردوس متقبله و مثواه لخمس خلت من جمادى الاولىٰ سنة اربع و تسعين بدراه المطهرة بمارهرة المنورة فى سائرما يجوزله روايته

**عن** استاذه عبد العزيز المحدث الدهلوى

**عن** ابيه عن الشيخ تاج الدين القلعى مفتى الحنيفة

**عن** الشيخ حسن العُجمى

**عن** الشيخ خير الدين الرملى

**عن** الشيخ محمد بن سراج الدين الخانونى

**عن** احمد بن الشبلى

**عن** ابراهيم الكركى يعنى صاحب كتاب الفيض

**عن** امين الدين يحيى بن محمد الاقصرائى

**عن** الشيخ محمد بن محمد البخارى الحنفى يعنى سيدى محمد پارسا صاحب فصل الخطاب

**عن** الشيخ حافظ الدين محمد بن محمد بن على البخارى الطاهرى

**عن** الامام صدر الشريعة يعنى شارح الوقايه

**عن** جده تاج الشريعة عن والده صدر الشريعة

**عن** والده جمال الدين المحبوبى

**عن** محمد بن ابی بکر البخاری عرف بامام زاده

**عن** شمش الائمة الزر تجری

**عن** شمس الائمة الحلوانی کلاهما

**عن** الامام الاجل ابی علی النسفی امام الحُلوانی فقالا

**عن** ابی علی و کذلک عنعن الی نهایة الاسناد

**واما استرو شنی فقال**

**انا** ابو علی الحسین بن خضر النسفی

**انا** ابو بکر محمد بن الفضل البخاری هو الامام الشهیر بالفضل

**انا** ابو محمد عبد الله بن محمد بن یعقوب الحارثی یعنی الاستاذ السندمونی

**انا** عبد الله محمد بن ابی حفص الکبیر

**انا** ابی

**انا** محمد بن الحسن الشیبانی

**اخبرنا** ابو حنیفة

**عن** حماد

**عن** ابراهیم قال کانت الصلوة فی العیدین قبل الخطبه ثم یقف الامام علی راحلة بعد الصلوة فیدعو ویصلی بغیر اذان ولا اقامة۔ ۱

## سند حدیث مسلسل بالاولیت

ایسی حدیث جسکو روایت کرتے وقت راویان حدیث کسی ایک صیغے پر متفق ہوں۔

جیسے تمام راوی "سمعت" کہیں یا "اخبرنی" وغیرہ۔

اسی طرح حالات قولیہ میں سے کسی قول پر سب متفق ہوں، جیسے راوی کہے کہ: سمعت فلانا یقول، اشهد بالله۔ وغیرہ

ایسے ہی حالات فعلیہ میں سے کسی فعل پر متفق ہوں، جیسے راوی کہ، حدثنی فلان

وهو اخذ بلحيته، وغیرہ۔ ان تینوں صورتوں میں سندِ حدیث کو مسلسل کہا جاتا ہے، اسکے علاوہ اگر راوی" هو اول حديث سمعته منه، " پر متفق ہو تو اسکو مسلسل بالاولیۃ کہتے ہیں، ذیل میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی ایسی ہی چند سندیں ذکر کی جاری ہیں۔

## سند الحديث المسلسل بالا ولية

له عن شيخنا السيد الاجل رضى الله تعالىٰ عنه طريقان۔ احدهما من جهة الشيخ المحقق مولانا الشيخ عبد الحق المحدث الدهلوى ـ و الاخرى من جهة الشاه عبد العزيز الدهلوى غفر لهما المولى القوى ـ

## طريق الشيخ المحقق عبد الحق المحدث قدس سره

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد الله رب العالمين و الصلوة وا لسلام على رسوله محمد و اله و اصحابه اجمعين، اما بعد۔

**فقد حدثنى** السيد الامام الهمام قطب الزمان حضرت الشيخ رضى الله تعالىٰ عنه وارضاه وهو اول حديث سمعته منه قال:

**حدثنى** السيد السند رحلة زمانة امام اوانه عمى وشيخى و مولائى و مرشدى السيد ال احمد المقلب باچھے میاں صاحب المارهروى قدس الله سره العزيز وهو اول حديث سمعه منه

**عن** السيد النقى الامام التقى الورع الكامل البارع الفاضل العارف بالله الاخد السيد الشاه حمزة ابن السيد آل محمد البلجرامى الحسينى الواسطى وهو اول حديث سمعه منه قال

**حدثنى** السيد الطفيل محمد الا ترولوى وهو اول حديث سمعته منه قال

**حدثنى** السيد السند البارع الاكمل الفضل وحيد زمانه السيد مبارك فخر الدين البلجرامى رحمة الله تعالىٰ عليه وهو اول حديث سمعته منه قال

**حدثنی** الشیخ العالم العامل حاج الحرمین الشریفین استاذی الشیخ ابو الرضابن الشیخ اسمعیل الدهلوی احداحفاد الشیخ عبد الحق الدهلوی سلمہ ربہ ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وهو اول حدیث سمعته منه قال

**حدثنا** جدی و استاذی و شیخی ابو الفضل المحدثین الشیخ عبد الحق الدهلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وهو اول حدیث سمعته منه قال

**حدثنا** الشیخ الصالح الموفق عبد الوهاب بن فتح اللہ البروجی احد فقراء سیدی الشیخ عبد الوهاب المتقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وهو اول حدیث سمعته منه قال

**حدثنا** الشیخ الکبیر محمد بن افلح الیمنی وهو اول حدیث سمعته منه قال

**حدثنا** شیخنا الامام وجیه الدین عبد الرحمن بن ابراهیم العلوی وهو اول حدیث سمعته منه

**ثنی** شیخنا الامام شمس الدین السخاوی القاهری وهو اول حدیث سمعته منه

**ثنی** جماعة کثیرون اجلهم علما و عملا شیخ الاستاذ الحجة الناقد شیخ مشائخ الاسلام حافظ العصر الشهاب ابو الفضل احمد بن علی العسقلانی عرف با بن حجر رحمه اللہ تعالی سماعا من لفظه و حفظه وهو اول حدیث سمعته منه قال

**حدثنی** به جماعة کثیرون منهم حافظ الوقت الزین ابو الفضل عبد الرحیم بن الحسین العراقی وهو اول حدیث سمعته منه،

**ح و**

**اخبرنی** به عالیا الشیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد التدمری اجازة وهو اول حدیث رویته عنه قال هو والعراقی

**حدثنا** به الصدر ابو الفتح محمد بن محمد بن ابراهیم المیدومی

اجازة وهو اول حديث قال العراقى سمعته منه وقال التدمرى حضرته عنده

**ثنا**به التجيب ابو الفرج عبد اللطيف بن عبد المنعم الحرانى وهو اول حديث سمعته منه

**ثنا**به الحافظ ابو الفرج عبد الرحمن بن على الجوزى وهو اول حديث سمعته منه

**ثنا**به ابو سعيد اسمعيل بن ابى صالح احمد بن عبد الملك النيسابورى وهو اول حديث سمعته منه

**ثنا**به والدى، ابو صالح احمد بن عبد الملك الموذن وهواول حديث سمعته منه

**ثنا**به ابو طاهر محمد بن محمد بن محمش الزيادى وهو اول حديث سمعة منه

**ثنا**به ابوحامد احمد بن محمد بن يحيى بن بلال البزاز وهواول حديث سمعته منه

**ثنا**به عبد الرحمن بن بشر بن الحكم وهو اول حديث سمعته منه

**ثنا**به سفيان بن عيينة وهو اول حديث سمعته

**عن** سفيان

**عن** عمر و بن دينار

**عن** ابى قابوس مولى عبد الله بن عمرو بن العاص

**عن** عبد الله بن عمرو رضى الله تعالىٰ عنهما ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: الراحمون يرحمهم الرحمن تبارك و تعالىٰ ارحموا من فى الارض يرحمكم من فى السماء۔

# سند مسلسل بالاولیت

## طریق الشاہ عبد العزیز الدھلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی رسولہ محمد و الہ و اصحبہ اجمعین، اما بعد

**فقد حدثنی** السید الامام الھمام قبط الزمان حضرۃ الشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ وھو اول حدیث سمعتہ منہ قال:

**حدثنی** استاذی علم المحدثین مولانا عبد العزیز الدھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وھو اول حدیث سمعتہ منہ

**عن** ابیہ ذی الفضل و الجاہ مولانا ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ وھو اول حدیث سمعہ منہ قال

**حدثنی** السید عمر من لفظہ تجاہ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو اول حدیث سمعتہ منہ قال

**حدثنی** جدی الشیخ عبد اللہ بن سالم البصری وھو اول الخ قال

**حدثنا** الشیخ یحیی بن محمد الشھیر بالشاوی وھو اول حدیث سمعناہ منہ قال

**اخبرنا** بہ الشیخ سعید بن ابراھیم الجزائری المفتی الشھیر بقدورۃ قال وھو حدیث سمعتہ منہ قال

**اخبرنا** بہ الشیخ المحقق سعید بن محمد المقری قال وھو اول الخ

**عن** الولی الکامل احمد الحجی الوھرانی قال وھو الخ

**عن** شیخ الاسلام العارف باللہ تعالی سیدی ابراھیم التازی قال وھو اول الخ، قال

**قرائتہ** علی المحدث الربانی ابی الفتح محمد بن ابی بکر بن الحسین

المراغی قال وھو اول حدیث قرائته علیه قال

**سمعت** من لفظ شیخنا زین الدین عبد ا الرحیم بن الحسین العراقی قال و ھو اول حدیث سمعته منه قال

**حدثنا** ابو الفتح محمد بن محمد بن ابراھیم البکری المید ومی قال وھو الخ، بمثل الحدیث سنداً و متناً۔

## سند حدیث مسلسل بالاولیت

(جو بہت عالی ہے)

## طریق مولانا احمد حسن الصوفی المرادآبادی

قلت ولی فی الحدیث طریق ثالث عال جدا

**حدثنی** مولانا الاجل السید الشاہ ابو الحسین احمد النوری نورہ اللہ بنورہ المعنوی و الصوری قال

**حدثنا** افضل العلماء واورع الاتقیاء مولانا احمد حسن الصوفی المراد آبادی رحمة اللہ تعالیٰ علیه وھو اول حدیث سمعته منه قال

**حدثنا** حدیث الرحمة المسلسل بالاولیة الشیخ الناسك احمد بن محمد الدمیاطی المشھور بابن عبد الغنی وھو اول حدیث سمعته منه بحضرة جمع من اھل العلم قال

**ثنا** به المعمر محمد بن عبد العزیز وھو اول حدیث سمعته واجازہ بجمیع مرویاته فقال

**حدثنا** به الشیخ المعمر ابوالخیر بن عموس الرشیدی وھواول حدیث سمعته منه واجازہ بجمیع مروياته فی ربیع الاول سنة اثنین بعد الالف قال

**حدثنا** به شیخ الاسلام الشرف زکریا بن محمد الانصاری وھو اول حدیث سمعة منه قال

**ثنا** به خاتمة الحفاظ الشھاب ابو الفضل احمد بن علی بن

حجر العسقلانی وھو اول حدیث سمعتہ منہ قال

**اخبرنا** بہ الحافظ زین الدین ابو الفضل عبد الرحیم بن حسین العراقی وھو اول حدیث سمعتہ منہ (الی آخر الحدیث سنداً و متناً)

# حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ محمد حامد رضا خانصاحب

ولادت:- آپ کی ولادت باسعادت شہر بریلی میں ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ/مئی ۱۸۷۵ء کو ہوئی۔ خاندانی دستور کے مطابق "محمد" نام پر عقیقہ ہوا اور یہ ہی آپ کا تاریخی نام بھی ہو گیا، عرفی نام حامد رضا تجویز ہوا، اور لقب حجۃ الاسلام ہے۔

آپ حسن سیرت اور جمال صورت دونوں کے جامع تھے، اپنے عہد کے بے نظیر مدرس، محدث اور مفسر تھے، عربی ادب میں انفرادی حیثیت کے مالک، اور شعر و ادب میں پاکیزہ ذوق رکھتے تھے، اپنے اسلاف اور آباء و اجداد کے کامل و اکمل نمونہ تھے، بزرگوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت آپ کا شعار دائم تھا۔

زہد و تقوی، توکل و استغناء میں امتیازی شان کے مالک اور اخلاق و کردار کے بادشاہ تھے۔

حسن صورت:- ہندوستان کے اکابر علماء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ نگاہوں نے حجۃ الاسلام سے زیادہ حسین چہرہ نہیں دیکھا۔ پھر اس پر لباس کی سج دھج مزید برآں تھی۔ جو لباس بھی آپ زیب تن فرماتے وہ بھی آپ کے جمال سے جگمگا اٹھتا۔ جس مقام سے گزر ہوتا تو لوگ حسن صوری دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے اور سارا ماحول غزلخواں ہوتا۔

ع دم میں جب تک دم ہے دیکھا کیجئے

حسن سیرت:- آپ پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے، متواضع اور خلیق اور بلند پایہ کردار رکھتے تھے۔

شب برأت آتی تو سب سے معافی مانگتے حتی کہ چھوٹے بڑے اور خادماؤں اور خادموں اور مریدوں سے بھی فرماتے کہ اگر میری طرف سے کوئی بات ہوگئی ہو تو معاف کر دو اور کسی کا حق رہ گیا ہو تو بتا دو۔ آپ "الحب فی اللہ و البغض فی اللہ" اور "اشداء علی الکفار ورحماء بینھم" کی جیتی جاگتی تصویر تھے، آپ اپنے شاگردوں اور مریدوں سے بھی بڑے لطف و کرم اور محبت سے پیش آتے تھے۔ اور ہر مرید اور شاگرد یہی سمجھتا تھا کہ اسی سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ لمبے سفر سے بریلی واپس ہوئے۔ ابھی گھر پر اترے بھی نہ تھے اور تانگہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ بہاری پور بریلی کے ایک شخص نے جس کا بڑا بھائی آپ کا مرید تھا اور اس وقت بستر علالت پر پڑا ہوتھا آپ سے عرض کیا کہ حضور روز ہی آکر دیکھ جاتا ہوں لیکن چونکہ حضور سفر پر تھے اس لئے دولت کدے پر معلوم کر کے ناامید لوٹ جاتا تھا، میرے بھائی سرکار کے مرید ہیں اور سخت بیمار ہیں چل پھر نہیں سکتے۔ ان کی بڑی تمنا ہے کہ کسی صورت اپنے مرشد کا دیدار کرلیں۔ اتنا کہنا تھا کہ آپ نے گھر کے سامنے تانگہ رکوا کر اسی پر بیٹھے ہی بیٹھے اپنے چھوٹے صاحبزادے نعمانی میاں صاحب کو آواز دی اور کہا سامان اتروا ؤ میں بیمار کی عیادت کر کے ابھی آتا ہوں۔ اور آپ فوراً اپنے مرید کی عیادت کیلئے چلے گئے۔

بنارس کے ایک مرید آپ کے بہت منہ چڑھے تھے اور آپ سے بے پناہ عقیدت بھی رکھتے تھے۔ اور محبت بھی کرتے تھے، ایک بار انہوں نے دعوت کی، مریدوں میں گھرے رہنے کے سبب آپ ان کے یہاں وقت سے کھانے میں نہ پہنچ سکے ان صاحب نے کافی انتظار کیا اور جب آپ نہ پہونچے تو گھر میں تالا لگا کر اور بچوں کو لیکر کہیں چلے گئے۔ جب ان کے مکان پر پہونچے تو دیکھا کہ تالا بند ہے، مسکراتے ہوئے لوٹ آئے، بعد میں ملاقات ہونے پر انہوں نے ناراضگی بھی ظاہر کی اور روٹھنے کی وجہ بھی بتائی۔ آپ نے بجائے ان پر ناراض ہونے یا اسے اپنی ہتک سمجھنے کے انہیں الٹا منایا اور دلجوئی کی۔

آپ خلفائے اعلیٰ حضرت اور اپنے ہم عصر علماء سے نہ صرف محبت کرتے تھے بلکہ ان کا احترام بھی کرتے تھے جبکہ بیشتر آپ سے عمر اور علم وفضل میں چھوٹے اور کم پایہ کے تھے، سادات کرام خصوصاً مارہرہ مطہرہ کے مخدوم زادگان کے سامنے تو بچھ جاتے تھے اور آقاؤں کی طرح ان کا احترام کرتے تھے۔

طالب علمی کا زمانہ میں شب و روز مطالعہ و مذاکرہ جاری رہا۔ اور ۱۹ رسال کی عمر شریف ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ میں فارغ التحصیل ہوئے جب فارغ ہوئے تو والد ماجد امام احمد رضا نے فرمایا۔ ان جیسا عالم اودھ میں نہیں۔

فراغت کے بعد مسلسل ۱۵ رسال ۱۳۲۶ھ تک والد ماجد کی خدمت میں حاضر رہے اور تصنیف و تالیف، فتویٰ نویسی اور دیگر مضامین عالیہ سے خدمت دین فرمائی۔

**اجازت وخلافت :۔** نورالکاملین خلاصۃ الواصلین سیدنا حضرت مولانا الشاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ سے آپ کو خلافت واجازت حاصل تھی، اور پھر آپ کے حکم سے امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی حجۃ الاسلام کو جملہ علوم، اذکار واشغال، اوراد واعمال کی اجازت سے نوازا۔

**علم وفضل :۔** آپ اپنے علم وفضل کے اعتبار سے بلاشبہ نائب امام احمد رضا تھے، اہل علم میں آپ کی مقبولیت صرف بڑے باپ کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس بنیاد پر بھی تھی کہ وہ علوم دینیہ کے بحر بیکراں تھے، جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں دستگاہ کامل حاصل تھی۔ اور ایک عرصہ تک آپ نے منظر اسلام میں درس دیا، تفسیر وحدیث، فقہ واصول اور کلام ومنطق وغیرہا میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا، بالخصوص آپ کا درس بیضاوی، شرح عقائد اور شرح چغمینی بہت مشہور تھا۔

**حج وزیارت :۔** آپ نے اپنی عمر کے اکیسویں سال ۱۳۲۳ھ میں حج وزیارت کی سعادت حاصل کی، اور اپنی والدہ ماجدہ، نیز عم محترم حضرت مولانا محمد رضا خانصاحب کے ساتھ روانہ ہوئے، اس سفر سراپا ظفر میں امام احمد رضا جھانسی تک آپ کے ساتھ رہے۔

امام احمد رضا جھانسی سے واپس تشریف لے آئے لیکن گھر آکر ایک اضطرابی کیفیت طاری تھی، آخر کار والدہ ماجدہ سے اجازت لیکر خود بھی روانہ ہوگئے اور بمبئی سے سب کے ساتھ جدہ روانہ ہوئے۔ اس طرح حجۃ الاسلام نے یہ حج اپنے والد ماجد کی معیت میں ادا کیا۔

اس حج کی برکات نہایت عظیم وجلیل ہیں۔ امام احمد رضا نے تفصیل سے الملفوظ میں ان کو بیان فرمایا ہے۔ مختصراً یوں ہے۔ حرم مکہ کے پہلے روز کی حاضری کا ذکر اس طرح فرمایا۔

پہلے روز جو حاضر ہوا تو حامد رضا ساتھ تھے۔ محافظ کتب حرم ایک وجیہ وجمیل عالم نبیل مولانا سید اسماعیل تھے۔ یہ پہلا دن ان کی زیارت کا تھا۔ حضرت مولانا موصوف سے کچھ کتابیں مطالعہ کیلئے نکلوائیں۔ حاضرین میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا کہ قبل زوال رمی کیسی؟ مولانا نے فرمایا یہاں کے علماء نے جواز کا حکم دیا ہے۔ حامد رضا خاں سے اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، مجھ سے استفسار ہوا، میں نے کہا خلاف مذہب ہے۔ مولانا سید صاحب

نے ایک متداول کتاب کا نام لیا کہ اس میں جواز کو علیہ الفتوی لکھا ہے۔ میں نے کہا کہ ممکن ہے روایت جواز ہو مگر علیہ الفتوی ہر گز نہ ہوگا۔ وہ کتاب لے آئے اور مسئلہ نکلا اور اسی صورت سے نکلا جو فقیر نے گزارش کی تھی۔ علیہ الفتوی کا لفظ نہ تھا۔ حضرت مولانا نے کان میں جھک کر مجھے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اور حامد رضا کو بھی نہ جانتے تھے مگر اس وقت گفتگو انہیں سے ہو رہی تھی۔ لہذا ان سے پوچھا۔ انہوں نے میرا نام لیا۔ نام سنتے ہی حضرت مولانا وہاں سے اٹھ کر بے تابانہ دوڑتے ہوئے آکر فقیر سے لپٹ گئے۔ (الملفوظ ص ۱۰، ۱۱، جلد دوم)

امام احمد رضا کے حضور وہ بھی ایک مکی عالم نبیل محافظ کتب حرم سید محمد اسماعیل سے رمی قبل زوال کے عدم جواز پر حضرت حجۃ الاسلام نے فصیح عربی میں گفتگو کا حق ادا کر دیا اور "الولد سر لابیہ" کا وہ شاندار مظاہرہ پہلی بار حرم مکہ میں کیا کہ معاصر علماء کا یہ قول فیصل قرار پایا۔

"اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھے تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں تھے۔"

(مولانا حسنین رضا خاں خلیفۂ اعلیحضرت کا ارشاد)

امام احمد رضا قدس سرہ کا یہ دوسرا حج مبارک تھا، اچانک اس حج کیلئے جانا اور حکمت الٰہیہ کا راز کھلنا یوں بیان فرماتے ہیں۔

حکمت الٰہیہ یہاں آکر کھلی۔ سننے میں آیا کہ وہابیہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں جن میں خلیل احمد انبیٹھی اور بعض وزراء ریاست و دیگر اہل ثروت بھی ہیں۔ حضرت شریف تک رسائی پیدا کی ہے اور مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال اعلم علماء مکہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ و مفتی حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے۔ میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا۔ میں نے بعد سلام و مصافحہ مسئلہ علم غیب کی تقریر شروع کی اور دو گھنٹہ تک اسے آیات و احادیث و اقوال ائمہ سے ثابت کیا اور مخالفین جو شبہات کیا کرتے ہیں ان کا رد کیا۔ اس دو گھنٹے تک حضرت موصوف محض سکوت کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو کر میرا منہ دیکھتے رہے۔ جب میں نے تقریر ختم کی چپکے سے اٹھتے ہوئے قریب الساری رکھی تھی وہاں تشریف لے گئے اور ایک کاغذ نکال لائے جس میں مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ

''اعلام الاذکیا'' کے اس قول کے متعلق کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو''ھو الاول و الآخر و الظاھر و الباطن و ھو بکل شیئ علیم'' لکھا، چند سوال تھے اور جواب کی نا تمام سطریں لائے۔

مجھے دیکھا اور فرمایا ''تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتوی یہاں سے جا چکتا'' میں حمد بجالایا اور فرودگاہ پر واپس آیا۔ مولانا سے مقام قیام کا کوئی تذکرہ نہ آیا تھا۔ اب وہ فقیر کے پاس تشریف لانا چاہتے ہیں اور حج کا ہنگامہ اور جائے قیام نا معلوم۔

آخر خیال فرمایا کہ ضرور کتب خانے میں آیا کرتا ہوگا۔ ۲۵/ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کی تاریخ ہے بعد نماز عصر کتب خانے کی سیڑھی پر چڑھ رہا ہوں، پیچھے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی دیکھا تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال ہیں۔ بعد سلام و مصافحہ کتب خانے میں جا کر بیٹھے، وہاں حضرت مولانا سید اسماعیل اور ان کے نوجوان سعید رشید بھائی سید مصطفیٰ ان کے والد ماجد سید خلیل اور بعض حضرات جن کے اس وقت نام یاد نہیں تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے (وہی سوال جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا اور تقریر فقیر کے بعد چاک فرما دیا تھا) مجھ سے فرمایا: یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیدنا کے ذریعہ سے پیش کئے ہیں اور آپ سے جواب مقصود ہے۔ میں نے سید مصطفیٰ سے گزارش کی کہ قلم دوات دیجئے۔ حضرت مولانا شیخ کمال و مولانا سید اسماعیل و مولانا سید خلیل سب اکابر نے کہ تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا کہ ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے بلکہ ایسا جواب کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں۔ میں نے عرض کی: کہ اس کیلئے قدرے مہلت چاہیئے۔ دو گھڑی دن باقی ہے اس میں کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا کل سہ شنبہ، پرسوں چہار شنبہ ہے۔ ان دو روز میں ہو کہ پنجشنبہ کو مجھے مل جائے کہ میں شریف کے سامنے پیش کر دوں۔ میں نے اپنے رب کی عنایت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کر کے وعدہ کر لیا اور شان الٰہی کہ دوسرے ہی دن بخار نے پھر عود کیا۔ اسی حالت میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خان تبییض کرتے۔ چہار شنبہ کے دن کا بڑا حصہ یوں بالکل خالی نکل گیا اور بخار ساتھ ہے بقیہ دن میں اور بعد عشاء بفضل الٰہی و عنایت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کہ کتاب کی تکمیل وتبیض سب پوری کرادی" الدولة المكية بالمادة الغيبية "اس کا تاریخی نام ہوااور پنجشنبہ کی صبح ہی کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہونچادی گئی۔

(الملفوظ، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ج ۲)

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان اس علمی شاہکار کے منصہ شہور پر آنے کا ایک اہم سبب ہیں۔ پوری کتاب کی تبیض آپ ہی نے فرمائی۔ پھر امام احمد رضا کے حکم سے اس پر تمہید قلم برداشتہ تحریر کی جسے امام احمد رضا نے بہت پسند فرمایا۔

تمہید میں حجۃ الاسلام نے پوری کتاب کا خلاصہ چند سطور میں پیش کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے الدولۃ المکیۃ کا از اول تا آخر ترجمہ فرمایا۔ جو آپ کی دونوں زبانوں پر قدرت کا مظہر ہے۔

ترجمہ پڑھ کر اصل کتاب کا گمان ہوتا ہے اور مزید خوبی یہ ہے کہ نثر کا ترجمہ نثر میں ہے اور نظم کا نظم میں ہے۔

اس کے علاوہ "الاجازت المتینہ لعلماء مکۃ والمدینۃ"۔ اور "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" پر بھی آپ نے تمہیدیں تحریر فرمائیں جو آپ کی عربی دانی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

**دار العلوم منظر اسلام کا اہتمام:۔** اس دار العلوم کا جب قیام عمل میں آیا تو سب سے پہلے اس کا اہتمام آپ کے عم محترم استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے سپرد ہوا۔ جب آپ کا وصال ۱۳۲۶ھ میں ہو گیا تو مستقل اس کا اہتمام حجۃ الاسلام کے سپرد کر دیا گیا جو آج بھی ان کی اولاد میں چلا آرہا ہے۔

آپ کے زمانہ میں دار العلوم منظر اسلام نقطۂ عروج پر تھا اور اس وقت کے مدارس میں امتیازی شان کا مالک۔ ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء کے سالانہ اجلاس میں بیس طلبہ فارغ التحصیل ہوئے تھے جو اس زمانہ کے لحاظ سے ایک خاصی تعداد تھی۔

**اسفار:۔** آپ امام احمد رضا کی معیت میں سفر حج وزیارت تو کیا ہی تھا لیکن دوسرے اہم مواقع پر بھی آپ امام احمد رضا کے ساتھ رہے۔ ندوہ کے رد میں ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں جلسہ "دربار حق وصداقت" پٹنہ میں منعقد ہوا جس میں ہندوستان کے سیکڑوں علماء ربانیین جمع ہوئے

تھے۔ اس وقت حجۃ الاسلام بھی امام احمد رضا کے ساتھ تھے۔

۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء میں سفر جبل پور کے لئے جب امام احمد رضا تشریف لے گئے تو بھی آپ ساتھ تھے۔

ان اسفار کے علاوہ آپ کے بے شمار اسفار وہ ہیں جو آپ نے امام احمد رضا قدس سرہ کے، وصال کے بعد متحدہ ہندوستان میں کئے۔ پوری زندگی ملی و مسلکی خدمات کی لگن سینہ میں موجزن رہی، سفر لکھنؤ اور سفر لاہور آپ کے ان اسفار میں ہیں جن میں آپ نے حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا تھا۔

## مشاہیر تلامذہ

حضرت علامہ حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں برادر اصغر و صاحب سجادہ امام احمد رضا۔ م ۱۴۰۲ھ

علامہ مولانا حسنین رضا خاں بریلوی خلیفۂ امام احمد رضا۔ م ۱۴۰۱ھ

شاہ عبد الکریم صاحب تاجی ناگپوری پیر و مرشد بابا ذہین شاہ تاجی، مدفون کراچی م ۱۳۶۶ھ

مولانا مفتی ابرار حسن صدیقی تلہری، مدیر شہیر ماہنامہ یادگار رضا بریلی۔

محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام لائل پور پاکستان۔ م ۱۳۸۲ھ

مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی شیخ القرآن و معقول و منقول، خطیب شعلہ بیان، وزیر آباد پاکستان۔ م ۱۳۹۰ھ

مولانا مفتی عبد الحمید قادری م ۱۳۹۳ھ

مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں، فرزند اکبر م ۱۳۸۵ھ

مولانا شاہ رفاقت حسین مفتی اعظم کانپور، امین شریعت، صوبہ بہار م ۱۴۰۳ھ

مولانا غلام جیلانی، مانسہرہ پاکستان

صدر العلماء رئیس جامع معقول و منقول مولانا غلام جیلانی اعظمی

مولانا تقدس علیخاں رضوی سابق مہتمم دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف
م ۱۴۰۳ھ

مولانا محمد علی آنولوی حامدی نائب مدیر ماہنامہ یادگار رضا

مولانا قاری غلام محی الدین ہلدوانی　　نینی تال

# مشاہیر خلفاء

۱۔ مولانا ظہیر الحسن اعظمی مدفون اودے پور

۲۔ مولانا حافظ محمد میاں صاحب اشرفی رضوی علیم آباد ضلع دربھنگہ بہار
۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵

۳۔ مولانا عنایت محمد خاں غوری فیروز پوری

۴۔ مولانا مفتی ابرار حسن صدیقی تلہری مدفون ضلع شاہجہاں پور

۵۔ مولانا ولی الرحمن پوکھریروی مظفر پوری　　۱۳۴۰ھ/۱۹۵۱ء

۶۔ مولانا حماد رضا خان نعمانی میاں بریلی خلف اصغر مدفون کراچی　　۱۳۷۵/۱۹۵۶ء

۷۔ مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری مدفون گجرات　　۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء

۸۔ مولانا سردار ولی خاں عرف عزو میاں بریلوی مدفون ملتان

۹۔ مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، پیلی بھیتی م　　۱۳۸۰/۱۹۶۱ء

۱۰۔ مولانا سید ابو الحسنات محمد احمد الوری مدفون دربار داتا　　لاہور　　م ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱

۱۱۔ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد　　لائل پوری　　م ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء

۱۲۔ مولانا شاہ مفتی محمد اجمل سنبھلی　　م ۱۳۸۳ھ ۱۹۶۳ء

۱۳۔ مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں صاحب سجادہ خلف اکبر ـ ۱۳۸۵/۱۹۶۵

۱۴۔ مولانا سید ریاض الحسن صاحب جودھپوری مدفون حیدرآباد سندھ　　م ۱۳۹۰ھ ۱۹۷۰ء

۱۵۔ مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی مدفون لاہور　　م ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳

۱۶۔ مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن قادری دھام نگری　　م ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

۱۷۔ محدث مولانا محمد احسان علی مظفر پوری،　　م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲

۱۸۔ مولانا محمد سعید شبلی فیروز پوری، م ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء

۱۹۔ مداح الرسول صوفی عزیز احمد بریلوی م ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴

۲۰۔ مولانا ریحان رضا خاں رحمانی میاں بریلوی نبیرۂ اکبر م ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴

۲۱۔ مولانا شاہ رفاقت حسین مفتی اعظم کانپور امین شریعت بہار م ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳

۲۲۔ مولانا رضی احمد ماہر رضوی مدھوبنی بہار

۲۳۔ مولانا شاہ ابو سہیل انیس عالم امین شریعت بہار

۲۴۔ مولانا قاضی فضل کریم قاضی شریعت بہار

۲۵۔ شیخ الحدیث مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی، م ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶

۲۶۔ یادگار سلف مولانا الحاج تقدس علی خاں رضوی بریلوی مدفون پیر جو گوٹھ سندھ

۲۷۔ مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی بانی وسربراہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل

۲۸۔ مولانا مفتی ظفر علی نعمانی کراچی۔

۲۹۔ مولانا سید محمد علی اجمیری مقیم حیدرآباد۔ سندھ۔

۳۰۔ مولانا محمد علی آنولوی

# تصانیف

۱۔ مجموعہ فتاوی قلمی

۲۔ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (۱۳۱۵ھ)

۳۔ نعتیہ دیوان

۴۔ تمہید اور ترجمہ الدولۃ المکیۃ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵

۵۔ تمہید الاجازت المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

۶۔ تمہید کفل الفقیہ الفاہم ۱۳۲۴ھ

۷۔ تاریخی نام، خطبہ الوظیفۃ الکریمہ ۱۳۳۸

۸۔ سد الفرار

۹۔ سلامۃ اللہ لاہل السنۃ من سبیل العناد والفتنۃ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳

۱۰۔ حاشیہ ملا جلال قلمی

۱۱۔ کنز المصلی پر حاشیہ ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵

۱۲۔ اجلی انوار الرضا ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۵ء

۱۳۔ اثار المبتدعین لہدم حبل اللہ المتین

۱۴۔ وقایہ اہل سنت،

# وصال

آپ ۱۷/ جمادی الاولی ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۴۳ء بعمر ۷۰ سال عین حالت نماز میں دوران تشہد دس بجکر ۴۵ منٹ پر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

# اولاد امجاد

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھی، صاحبزاگان کے نام یہ ہیں۔

(۱) مفسر اعظم ہند حضرت مولانا ابراہیم رضا خان جیلانی میاں

(۲) حضرت مولانا حماد رضا خان نعمانی میاں۔

رحمۃ اللہ تعالی علیہما رحمۃ واسعۃ

# حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب

**ولادت:** ۔ مرجع العلماء والفقہاء سیدی حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ کی ولادت باسعادت ۔ ۲۲/ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ بروز جمعہ صبح صادق کے وقت بریلی شریف میں ہوئی۔

پیدائشی نام ''محمد'' عرف ''مصطفیٰ رضا'' ہے۔ مرشد برحق حضرت شاہ ابوالحسین نوری قدس سرہ العزیز نے آل الرحمٰن ابوالبرکات نام تجویز فرمایا اور چھ ماہ کی عمر میں بریلی شریف تشریف لاکر جملہ سلاسل عالیہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی اور ساتھ ہی امام احمد رضا قدس سرہ کو یہ بشارت عظمیٰ سنائی کہ

یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہونچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے۔

**حصول علم:** ۔ سخن آموزی کے منزل طے کرنے کے بعد آپ کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا اور آپ نے جملہ علوم وفنون اپنے والد ماجد سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ۔ برادر اکبر حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان۔ استاذ الاساتذہ علامہ شاہ رحم الہی منگلوری ۔ شیخ العلماء علامہ شاہ سید بشیر احمد علی گڑھی۔ شمس العلماء علامہ ظہور الحسین فاروقی رامپوری سے حاصل کیے اور ۱۸ رسال کی عمر میں تقریباً چالیس علوم وفنون حاصل کرکے سند فراغت حاصل کی۔

**تدریس:** ۔ فراغت کے بعد جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف ہی میں مسند تدریس کو رونق بخشی۔ تقریباً تیس سال تک علم وحکمت کے دریا بہائے ۔ برصغیر پاک وہند کی اکثر درسگاہیں آپ کے تلامذہ ومستفیدین سے مالا مال ہیں۔

**درس افتاء:** ۔ فن افتاء کی مثالی تعلیم کا خاکہ خود تلامذہ ہی کی زبانی سنئے۔

نائب مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

میں گیارہ سال تین ماہ خدمت میں رہا، اس مدت میں چوبیس ہزار مسائل لکھے جن میں

کم از کم دس ہزار وہ ہیں جن پر حضور مفتی اعظم کی تصحیح و تصدیق ہے۔ میں گھسا پٹا نہیں، بہت سوچ سمجھ کر جانچ تول کر مسئلہ لکھتا تھا، مگر واہ رے مفتی اعظم اگر ذرا بھی غلطی ہے، یا لوچ ہے، یا بے ربطی ہے، یا تعبیر نامناسب ہے، یا سوال کے ماحول کے مطابق جواب میں کمی بیشی ہے، یا کہیں سے کوئی غلط فہمی کا ذرا سا بھی اندیشہ ہے تو فوراً اس پر تنبیہ فرماتے اور مناسب اصلاح فرماتے۔ تنقید آسان ہے مگر اصلاح دشوار، مگر ستر سالہ مفتی اعظم کا دماغ اور علم ایسا جوان تھا کہ تنقید کے بعد فوراً اصلاح فرمادیتے اور ایسی اصلاح کہ پھر قلم ٹوٹ کر رہ جاتا۔ بارہا ایسا ہوتا کہ حکم کی تائید میں کہیں عبارت نہ ملتی تو میں اپنی صواب دید سے حکم لکھ دیتا۔ کبھی دور دراز کی عبارت سے تائید لاتا مگر مفتی اعظم ان کتابوں کی عبارت جو دارالافتاء میں نہ تھیں زبانی لکھوادیتے۔ میں حیران رہ جاتا، یا اللہ کبھی مطالعہ کرتے دیکھا نہیں، یہ عبارتیں زبانی کیسے یاد ہیں۔

مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب پورنوی رقمطراز ہیں:۔

آپ درس افتاء میں محض نفس حکم سے آگاہ نہیں فرماتے بلکہ اس کے مالہ وماعلیہ کے تمام نشیب وفراز ذہن نشین کراتے، پہلے آیات واحادیث سے استدلال فرماتے، پھر اصول فقہ سے اس کی تائید دکھاتے اور پھر قواعد کلیہ کی روشنی میں اس کا جائزہ لے کر کتب فقہ سے جزئیات پیش فرماتے۔ پھر مزید اطمینان کے لئے فتاوی رضویہ سے امام احمد رضا کا ارشاد نقل فرماتے۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ اقتباس آپ کی شان فقاہت اور کمال تبحر کا بین ثبوت اور اس بات کا روشن بیان ہیں کہ آپ مفتی ہی نہیں بلکہ مفتی ساز اور فقیہ ہی نہیں بلکہ فقیہ النفس تھے۔

مجاہدانہ زندگی:۔ آپ کی ۹۲ سالہ حیات مبارکہ میں زندگی کے مختلف موڑ آئے۔ کبھی شدھی تحریک کا قلع قمع کرنے کیلئے جماعت رضائے مصطفیٰ کی صدارت فرمائی اور باطل پرستوں سے نبرد آزمائی کیلئے سر سے کفن باندھ کر میدان خارزار میں کود پڑے، لاکھوں انسانوں کو کلمہ پڑھایا اور بے شمار مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔ قیام پاکستان کے نعرے اور خلافت کمیٹی کی آوازیں بھی آپ کے دور میں اٹھیں اور ہزاروں شخصیات اس سے متاثر ہوئیں۔ نسبندی کا طوفان بلاخیز آپ کے آخری دور میں رونما ہوا اور بڑے بڑے ثابت قدم متزلزل ہوگئے لیکن ہر دور میں آپ استقامت فی الدین کا جبل عظیم بن کر ان حوادث زمانہ کا مقابلہ

خندہ پیشانی سے فرماتے رہے۔

آپ نے اس دور پرفتن میں نسبندی کی حرمت کا فتوی صادر فرمایا جبکہ عموما دینی ادارے خاموش تھے، یا پھر جواز کا فتوی دے چکے تھے۔

**وصال:۔** ۱۳/محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/ ۱۱/نومبر ۱۹۸۱ء، بدھ کا دن گزار کر شب میں ۱/ بج کر چالیس منٹ پر ۹۲ سال کی عمر شریف میں وصال فرمایا اور جمعہ کی نماز کے بعد لاکھوں افراد نے نماز جنازہ اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں ادا کی اور امام احمد رضا کے پہلو میں دفن کردیا گیا۔

**عبادت وریاضت:۔** سفر وحضر ہر موقع پر کبھی آپ کی نماز پنجگانہ قضا نہیں ہوتی تھی، ہر نماز وقت پر ادا فرماتے، سفر میں نماز کا اہتمام نہایت مشکل ہوتا ہے لیکن حضرت پوری حیات مبارکہ اس پر عامل رہے۔ اس سلسلہ میں چشم دید واقعات لوگ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی ادائیگی واہتمام کیلئے ٹرین چھوٹنے کی بھی پرواہ نہیں فرماتے تھے، خود نماز ادا کرتے اور ساتھیوں کو بھی سخت تاکید فرماتے۔

**زیارت حرمین شریفین:۔** آپ نے تقسیم ہند سے پہلے دو مرتبہ حج وزیارت کیلئے سفر فرمایا، اس کے بعد تیسری مرتبہ ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء میں جب کہ فوٹو لازم ہو چکا تھا لیکن آپ اپنی حزم واحتیاط پر قائم رہے لہذا آپ کو پاسپورٹ وغیرہ ضروری پابندیوں سے مستثنی قرار دے دیا گیا اور آپ حج وزیارت کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔

**فتوی نویسی کی مدت:۔** آپ کے خاندان کا یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ تقریبا ڈیڑھ سو سال سے فتوی نویسی کا گراں قدر فریضہ انجام دے رہا ہے۔ ۱۸۳۱ھ میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جد امجد امام العلماء، حضرت مفتی رضا علی خاں صاحب قدس سرہ نے بریلی کی سرزمین پر مسند افتاء کی بنیاد رکھی، پھر اعلیٰ حضرت کے والد ماجد علامہ مفتی نقی علی خاں صاحب قدس سرہ نے یہ فریضہ انجام دیا اور متحدہ پاک وہند کے جلیل القدر علماء میں آپ کو سرفہرست مقام حاصل تھا، ان کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ نے تقریبا نصف صدی تک علوم ومعارف کے دریا بہائے اور فضل وکمال کے ایسے جوہر دکھائے کہ علمائے ہند ہی نہیں بلکہ فقہائے حرمین طیبین سے بھی خراج تحسین وصول کیا اور سب نے بالاتفاق چودھویں صدی کا مجدد اعظم تسلیم کیا۔

آپ کے وصال اقدس کے بعد آپ کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام نے اس منصب کو زینت بخشی اور پھر باقاعدہ سیدنا حضور مفتی اعظم کو یہ عہدہ تفویض ہوا جس کا آغاز خود امام احمد رضا کی حیات طیبہ ہی میں ہو چکا تھا۔

آپ نے مسئلہ رضاعت سے متعلق ایک فتوی نوعمری کے زمانے میں بغیر کسی کتاب کی طرف رجوع کئے تحریر فرمایا: تو اس سے متاثر ہو کر امام احمد رضا نے فتوی نویسی کی عام اجازت فرمادی اور مہر بھی بنوا کر مرحمت فرمائی جس پر یہ عبارت کندہ تھی "ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد عرف مصطفیٰ رضا"

یہ مہر دینی شعور کی سند اور اصابت فکر کا اعلان تھی ۔ بلکہ خود امام احمد رضا نے جب پورے ہندوستان کے لئے دارالقضاء شرعی کا قیام فرمایا تو قاضی ومفتی کا منصب صدرالشریعہ، مفتی اعظم اور برہان الحق جبل پوری قدس اسرارہم کو عطا فرمایا۔

غرضکہ آپ نے نصف صدی سے زیادہ مدت تک لاکھوں فتاوی لکھے۔ اہل ہندو پاک اپنے الجھے ہوئے مسائل آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے اور ہر پیدا ہونے والے مسئلہ میں فیصلہ کے لئے نگاہیں آپ ہی کی طرف اٹھتی تھیں۔ آپ کے فتاوی کا وہ ذخیرہ محفوظ نہ رہ سکا ورنہ آج وہ اپنی ضخامت ومجلدات کے اعتبار سے دوسرا فتاوی رضویہ ہوتا۔

## تصنیفات وترتیبات

آپ کی تصانیف علم وتحقیق کا منارۂ ہدایت ہیں۔ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں حق تحقیق ادا فرماتے ہیں، فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے آپ کی تصانیف کا تعارف تحریر فرمایا ہے اسی کا خلاصہ ہدیۂ قارئین ہے۔

۱۔ المکرمۃ النبویۃ فی الفتاوی المصطفویۃ (فتاوی مصطفویہ)

یہ پہلے تین حصوں میں عالی جناب قربان علی صاحب کے اہتمام میں شائع ہوا تھا۔

اب ایک ضخیم جلد میں حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ کی نگرانی میں رضا اکیڈمی بمبئی سے شائع ہوا ہے جو حسن صوری ومعنوی سے مالا مال ہے۔

۲۔ اشد العذاب علی عابد الخناس (۱۳۲۸)

تحذیر الناس کا رد بلیغ

۳۔ وقعات السنان فی حلق المسماۃ بسط البنان (۱۳۳۰)

بسط البنان اور تحذیر الناس پر تنقید اور ۱۳۲ سوالات کا مجموعہ

۴۔ الرمح الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی (۱۳۳۱)

تفسیر نعمانی کے مولف پر حکم کفر وارتداد گویا یہ حسام الحرمین کا خلاصہ ہے۔

۵۔ النکتہ علی مراۃ کلکتہ (۱۳۳۲)

اذان خارج مسجد ہونے پر ائمہ کی تصریحات کا خلاصہ۔

۶۔ صلیم الدیان لتقطیع حبالۃ الشیطان (۱۳۳۲)

۷۔ سیف القہار علی عبد الکفار (۱۳۳۲)

۸۔ نفی العار عن معائب المولوی عبد الغفار (۱۳۳۲)

۹۔ مقتل کذب و کید (۱۳۳۲)

۱۰۔ مقتل اکذب و اجہل (۱۳۳۲)

اذان ثانی کے تعلق سے سے مولوی عبد الغفار خان رامپوری کی متعدد تحریروں کے رد میں یہ رسائل لکھے گئے۔

۱۱۔ ادخال السنان الی الحنک الحلق البسط البنان (۱۳۳۲)

۱۲۔ وقایۃ اھل السنۃ عن مکر دیوبند و الفتنۃ (۱۳۳۲)

اذان ثانی سے متعلق ایک کانپوری دیوبندی کا رد

۱۳۔ الھی ضرب بہ اھل الحرب (۱۳۳۲)

۱۴۔ الموت الاحمر علی کل انحس اکفر (۱۳۳۷)

موضوع تکفیر پر نہایت معرکۃ الآراء بحثیں اس کتاب میں تحقیق سے پیش کی گئی ہیں۔

۱۵۔ الملفوظ، چار حصے (۱۳۳۸)

امام احمد رضا قدس سرہ کے ملفوظات

۱۶۔ القول العجیب فی جواز التثویب (۱۳۳۹)

اذان کے بعد صلوٰۃ پکارنے کا ثبوت

۱۷۔ الطاری الداری لهفوات عبد الباری (۱۳۳۹)

امام احمد رضا فاضل بریلوی اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے درمیان مراسلت کا مجموعہ

۱۸۔ طرق الهدى و الارشاد الى احكام الامارة و الجهاد (۱۳۴۱)

اس رسالہ میں جہاد، خلافت، ترک موالات، ، نان کوآپریشن اور قربانی گاؤ وغیرہ کے متعلق چھ سوالات کے جوابات۔

۱۹۔ فصل الخلافة (۱۳۴۱)

اس کا دوسرا نام سوراج در سوراخ ہے اور مسئلہ خلافت سے متعلق ہے۔

۲۰۔ حجة واهره بوجوب الحجة الحاضره (۱۳۴۲)

بعض لیڈروں کا رد جنہوں نے حج بیت اللہ سے ممانعت کی تھی اور کہا تھا کہ شریف مکہ ظالم ہے۔

۲۱۔ القسورة على ادوار الحمر الكفرة (۱۳۴۳)

جس کا لقبی نام ظفر علی رمۃ کفر

اخبار زمیندار میں شائع ہونے والے تین کفری اشعار کا رد بلیغ۔

۲۲۔ سامان بخشش (نعتیہ دیوان) (۱۳۴۷)

۲۳۔ طرد الشيطان (عربی)

نجدی حکومت کی جانب سے لگائے گئے حج ٹیکس کا رد۔

۲۴۔ مسائل سماع

۲۵۔ سلک مراد آباد پر معترضانہ رمارک

۲۶۔ نهاية السنان،

بسط البنان کا تیسرا رد

۲۷۔ شفاء العي في جواب سوال بمبئى

اہل قرآن اور غیر مقلدین کا اجماعی رد

۲۸۔ الكاوي في العاوي والغاوي (۱۳۳۰)

۲۹۔ القسم القاصم للداسم القاسم (۱۳۳۰)

۳۰۔ نور الفرقان بین جند الاله و احزاب الشیطان (۱۳۴۰)

۳۱۔ تنویر الحجة بالتواء الحجة

۳۲۔ وہابیہ کی تقیہ بازی

۳۳۔ الحجة الباهره

۳۴۔ نور العرفان

۳۵۔ داڑھی کا مسئلہ

۳۶۔ حاشیہ الاستمداد (کشف ضلال دیوبند)

۳۷۔ حاشیہ فتاوی رضویہ اول

۳۸۔ حاشیہ فتاوی رضویہ پنجم

## مشاہیر تلامذہ

بعض مشہور تلامذۂ کرام کے اسماء اس طرح ہیں جو بجائے خود استاذ الاساتذہ شمار کئے جاتے ہیں۔

۱۔ شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ محمد حشمت علی خاں صاحب قدس سرہ

۲۔ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان

۳۔ فقیہ عصر مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں صاحب بریلی شریف علیہ الرحمۃ والرضوان

۴۔ فقیہ عصر شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ

۵۔ محدث کبیر علامہ محمد ضیاء المصطفی اعظمی شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

۶۔ بلبل ہند مفتی محمد رجب علی صاحب نانپاروی، بہرائچ شریف

۷۔ شیخ العلماء مفتی غلام جیلانی صاحب گھوسوی

مستفیدین اور درس افتاء کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے جن کے احاطہ کی اس مختصر میں گنجائش نہیں، صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ آسمان افتاء کے آفتاب و ماہتاب بنکر چمکنے والے مفتیان عظام اسی عبقری شخصیت کے خوان کرام کے خوشہ چین رہے جس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند کو افتاء جیسے وسیع و عظیم فن میں ایسا تبحر

اور یدطولیٰ حاصل تھا کہ ان کے دامن فضل وکرم سے وابستہ ہوکر ذرے ماہتاب بن گئے۔

## بعض مشاہیر خلفاء

۱۔ مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں بریلی شریف
۲۔ غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی، ملتان پاکستان
۳۔ مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب رئیس اعظم اڑیسہ
۴۔ شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب، پیلی بھیت
۵۔ رازی زماں مولانا حاجی مبین الدین صاحب امروہہ، مرآداباد
۶۔ شہزادۂ صدر الشریعہ مولانا عبد المصطفیٰ صاحب ازہری کراچی، پاکستان
۷۔ شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی گھوسی، اعظم گڑھ
۸۔ شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین احمد صاحب جونپور
۹۔ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب لائل پور، پاکستان
۱۰۔ خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی الہ آباد۔
۱۱۔ پیر طریقت مولانا قاری مصلح الدین صاحب کراچی پاکستان
۱۲۔ استاذ العلماء مولانا محمد تحسین رضا خاں صاحب بریلی شریف
۱۳۔ قائد ملت مولانا ریحان رضا خاں صاحب بریلی شریف
۱۴۔ تاج الشریعہ مولانا محمد اختر رضا خاں صاحب بریلی شریف
۱۵۔ پیر طریقت مولانا سید مبشر علی میاں صاحب بہیڑی بریلی شریف
۱۶۔ فاضل جلیل مولانا سید شاہد علی صاحب الجامعۃ الاسلامیہ رامپور
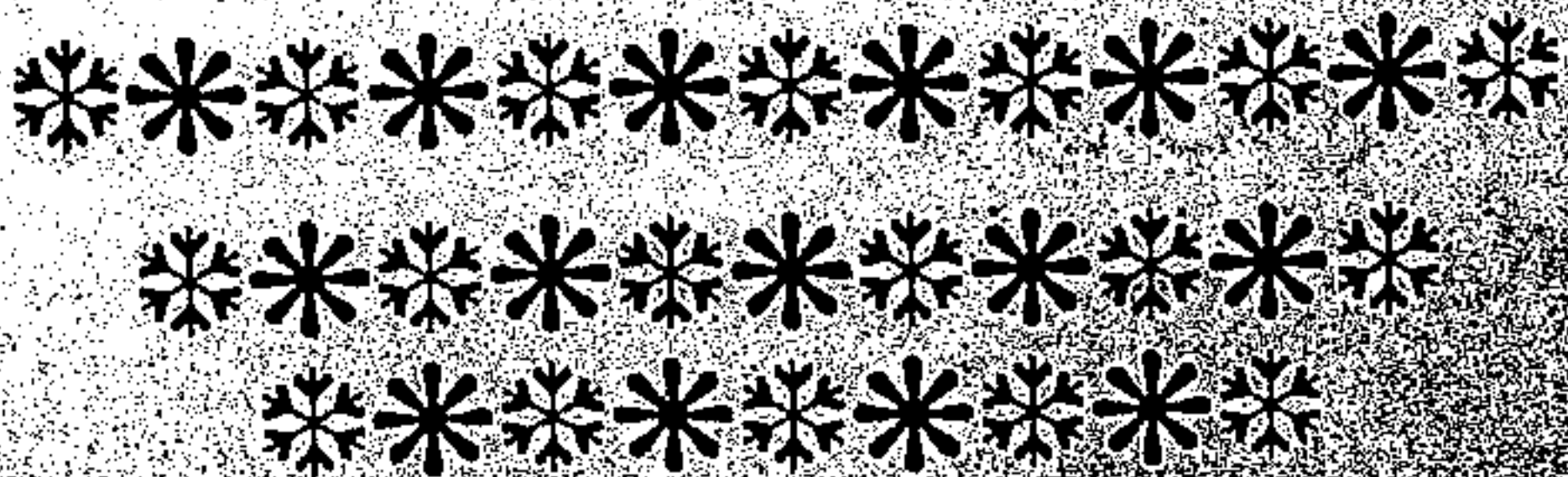
# مآخذ و مراجع


۱۔ سیرت اعلیٰ حضرت۔ مصنفہ علامہ حسنین رضا خانصاحب بریلوی علیہ الرحمہ
۲۔ " " " " " " " " " "
۱۔ " " " " " " " " " "
۲۔ " " " " " " " " " "
۳۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ مصنفہ ملک العلماء علامہ ظفر الدین صاحب بہاری علیہ الرحمہ
۴۔ سیرت اعلیٰ حضرت
۵۔ حیات اعلیٰ حضرت
۶۔ سیرت اعلیٰ حضرت
۷۔ فقیہ اسلام۔ مقالہ ڈاکٹریٹ مولانا حسن رضا خاں، پٹنہ
۸۔ حیات اعلیٰ حضرت
۹۔ " "
۱۰۔ " "
۱۱۔ سیرت اعلیٰ حضرت
۱۲۔ حیات اعلیٰ حضرت
۱۳۔ الملفوظ
۱۴۔ فتاوی رضویہ جدید
۱۵۔ سیرت اعلیٰ حضرت
۱۶۔ " "
۱۷۔ محدث بریلوی۔ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کراچی
۱۸۔ تذکرہ جمیل۔ مصنفہ مولانا محمد خوشتر صاحب۔ تذکرہ مشائخ قادریہ

# حدیث واصول حدیث

# حدیث

علم حدیث کی اصولی طور پر دو قسمیں ہیں۔

٭ علم حدیث باعتبار روایت ٭ علم حدیث باعتبار درایت
(علم حدیث) (علم اصول حدیث)

ہر علم وفن کیلئے بطور مبادی آٹھ امور ذکر کئے جاتے ہیں جن کے ذریعہ طالب فن کومن وجہ بصیرت حاصل ہوجاتی ہے اور اس علم کا حصول آسان ہوجاتا ہے۔ انکو اصطلاح فن میں رؤس ثمانیہ کہتے ہیں۔ ان کا اجمالی خاکہ یوں ہے۔

۱۔ تعریف ۲۔ موضوع ۳۔ غرض وغایت ۴۔ وجہ تسمیہ
۵۔ مؤلف ۶۔ اجناس ۷۔ مرتبہ ومقام ۸۔ تقسیم وثبوت

لیکن ہم مسلمانوں کیلئے ایک نواں امر جاننا بھی ضروری ہے اور وہ ہے اسکا شرعی حکم۔
اس اجمال کی قدرے تفصیل ملاحظہ کریں۔ واضح رہے کہ یہ تفصیلات قسم اول کی بیان کی جائیگی اور اسکے بعد دوسری قسم کا بیان ہوگا۔

۱۔ **تعریف**۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات کا نام ہے۔
تقریر کا مطلب یہ ہے کہ حضور کا کسی کام کو ہوتے دیکھنا، یا کسی چیز کی خبر آپ تک پہونچنا جبکہ اسکا متعلق مسلمان ہے پھر اس کام پر سکوت فرمانا بھی حدیث کے تحت داخل ہے۔
ہاں جو چیزیں احوال سے متعلق ہیں تو ان میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ اختیاری ہیں تو افعال میں داخل۔ اور غیر اختیاری ہیں جیسے حلیۂ مبارکہ، واقعات ولادت وغیرھا تو اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا۔ اہل فقہ کے نزدیک یہی تعریف مشہور ہے اور انکے فن سے یہی متعلق ہے۔
ہاں علماء حدیث نے مطلق احوال کو بھی حدیث میں شمار کیا کہ یہ انکے فن کے موافق ہے۔ لہذا سیرت مبارکہ کے تمام پہلو اس میں داخل ہیں۔
صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال کو بھی تبعا حدیث میں شمار کیا جاتا ہے بلکہ صحابہ کرام کی

تقریرات بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں۔

**۲۔ موضوع۔** موضوع کے ذریعہ فن ممتاز ہوتا ہے اور فن کی عظمت وشرافت باعتبار موضوع ہوتی ہے۔ لہذا یہاں علم حدیث کا موضوع حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے اس حیثیت سے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

**۳۔ غرض وغایت۔** جب کسی علم کا ثمرہ ونتیجہ معلوم ہو جاتا ہے تو انسان اسی اعتبار سے اس علم کی طرف رغبت کرتا ہے یا اس سے اعراض۔

علم حدیث کے حصول سے مقصد چند ہیں:۔

۱۔ ان فضائل وخصائل کا حصول جو حاملین حدیث کیلئے حضور نے ارشاد فرمائے۔

۲۔ قرآن عظیم کے مجمل احکام کی توضیح وتبیین۔

۳۔ کلام محبوب ہے لہذا اس کلام سے حلاوت ولذت کا حصول۔

۴۔ حضور اور صحابہ کرام کی اتباع اور پیروی۔

ان سب کا مرجع ومآل واحد ہے اور وہ یہ ہے کہ سعادت دارین حاصل کرنا۔

**۴۔ وجہ تسمیہ۔** باعتبار لغت حدیث قدیم کا مقابل ہے۔ نیز اسکا استعمال ہر خبر کیلئے ہوتا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ کیونکہ اسکا ظہور تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں فرمایا:۔

عرف شرع میں حدیث اس کو کہتے ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔ گویا یہ قرآن کریم کے مقابل ہے کہ وہ کلام اللہ ہے اور قدیم۔ اور یہ کلام رسول ہے اور حادث یا حدیث۔

**۵۔ مؤلف۔** یہ دو طرح ہوتے ہیں۔ مؤلف فن، مؤلف کتاب۔

چونکہ یہاں کسی خاص کتاب کا تعارف مقصود نہیں بلکہ مطلق علم حدیث کو ذکر کرنا ہے لہذا مؤلف فن یعنی جن حضرات نے اس فن کو ایجاد کیا ان کی تفصیل بیان کرنا۔ اس کی تفصیل بعنوان حفاظت حدیث گزر چکی کہ صحابہ کرام نے اس علم کی حفاظت اپنے عمل وکردار سے کی اور روایت کر کے علم حدیث دوسروں تک پہونچایا۔

۶۔ اجناس۔ علوم کی تفصیل مختلف اجناس، حیثیات اور اعتبارات سے کی جاتی ہے۔

مثلاً علم کی تقسیم کبھی باعتبار نقل وعقل ہوتی ہے کہ یہ علم عقلی ہے یا نقلی۔ لہذا کہا جائے گا کہ علم قرآن وحدیث نقلی ہیں اور منطق وفلسفہ عقلی۔

کبھی باعتبار اصل وآلہ ہوتی ہے۔ یعنی یہ علم اصل ہے یا آلی۔ لہذا کہا جاتا ہے کہ علم حدیث اصلی ہے اور نحو وصرف علوم آلی۔

اور کبھی شرعی وغیر شرعی اعتبار سے، جیسے علم حدیث شرعی علوم سے ہے اور علم سحر غیر شرعی۔

لہذا خلاصہ کلام یہ نکلا کہ علم حدیث کی جنس نقلی اصلی شرعی ہے۔

۷۔ مرتبہ ومقام۔ مرتبہ علم حدیث کے دو اعتبار ہیں۔

۱۔ باعتبار فضیلت۔　　۲۔ باعتبار تعلیم

باعتبار فضیلت تو یہ دوسرے مقام پر ہے۔ اول مرتبہ علم قرآن کا ہے۔ اور باعتبار تعلیم درس نظامی میں اسکا مرتبہ آخری ہے کہ سب سے آخر میں اسی علم کو پڑھایا جاتا ہے۔

۸۔ تقسیم وتبویب۔ جس طرح کتابوں میں تقسیم وتبویب ہوتی ہے اسی طرح علم کی بھی تقسیم وتبویب ہوتی ہے۔ لہذا احادیث کے آٹھ ابواب ہے۔

۱۔ عقائد۔　۲۔ احکام۔　۳۔ تفسیر۔　۴۔ تاریخ۔

۵۔ رقاق۔　۶۔ آداب۔　۷۔ مناقب۔　۸۔ فتن۔

یعنی ہر حدیث کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان آٹھوں ابواب میں سے کسی ایک میں داخل ہو۔ جو کتاب ان آٹھوں ابواب پر مشتمل ہوگی اسکو جامع کہا جائے گا۔

۹۔ حکم شرعی۔ علم حدیث کا حکم شرعی یہ ہے کہ جس مقام پر صرف ایک مسلمان ہو اس کے لئے علم حدیث کا پڑھنا واجب عین اور ایک جماعت آباد ہو تو واجب کفایہ ہے۔ یہ ہی حکم علم فقہ سے متعلق ہے کہ احادیث کی تفصیل تبیین فقہ پر ہی موقوف ہے۔

# علم اصول حدیث

**تعریف :۔** ایسے قواعد کا علم جس کے ذریعہ سند و متن کے وہ احوال معلوم ہوں جن سے حدیث کے مقبول و مردود ہونے کا فیصلہ ہو سکے۔

**موضوع۔** سند و متن بحیثیت رد و قبول۔

اس کے تحت حسب ذیل مباحث خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ نقل حدیث کی کیفیت وصورت۔ نیز یہ کہ وہ کس کا فعل و تقریر ہے۔

۲۔ نقل حدیث کے شرائط۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ نقل کی کیا کیفیت رہی۔

۳۔ اقسام حدیث باعتبار سند و متن۔

۴۔ احکام اقسام حدیث۔

۵۔ احوال راویان حدیث۔

۶۔ شرائط راویان حدیث۔

۷۔ مصنفات حدیث۔

۸۔ اصطلاحات فن۔

**غایت۔** حدیث مقبول کا مردود سے امتیاز۔

اس علم کے اصول وقواعد کا بعض حصہ تو قرآن وحدیث سے مستنبط ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قرن خیر میں بھی اس پر عمل رہا ہے۔

مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

یاایھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا ۔ (۱)

نیز اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فوعاھا ثم بلغھا عنی ، فرب حامل فقہ غیر فقیہ، فرب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ ۔ (۲)

اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میری حدیث سن کر محفوظ کی، پھر اسے دوسروں تک پہونچایا، کیونکہ بہت لوگ فقہ کی باتیں جانتے ہیں لیکن خود فقیہ نہیں ہوتے، اور بہت لوگ وہ ہیں کہ دوسروں سے بیان کرتے ہیں جو زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔

لہذا نقل و روایت کا کام عہد رسالت ہی میں شروع ہو چکا تھا جیسا کہ آپ پڑھ چکے۔ البتہ باقاعدہ علم و فن کی حیثیت اس نے بعد میں اختیار کی جیسا کہ دوسرے علوم و فنون کے ساتھ ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ و تابعین بالعموم سند سے سوال نہیں کرتے تھے جیسا کہ ابن سیرین نے فرمایا۔ مگر جب دور فتن آیا اور جعلی اقوال حضور کی طرف منسوب کئے جانے لگے تو اب ضرورت پیش آئی کہ سند سے بھی تعرض کیا جائے اور احوال رواۃ کی چھان بین ہو۔ لہذا اہل علم و عمل، صاحب تقوی و طہارت اور سب سے بڑھکر اہل سنت کی روایت کو قبول کیا جانے لگا اور باقی پر جرح و تنقید شروع ہوئی یہاں تک کہ ناقلین حدیث کے اخلاق و کردار، عادات و اطوار، اور سوانح و سیرت سے بحث کی جانے لگی، آخر کار وہ علوم و فنون سامنے آئے جن سے رواۃ کے حالات زندگی، علمی مقام و مرتبہ اور مذہب و مسلک کا تعین کیا جا سکے، ان کی مدد سے حدیث کے اتصال و انقطاع، ارسال و تدلیس وغیرہ کی اصطلاحات وضع کی گئیں پھر مزید توسیع و وضاحت کے ساتھ تحصیل و نقل کی صورتیں، شرائط و آداب روایت کو بیان کیا جانے لگا امت مسلمہ کے محققین نے اس بارے میں خوب خوب تحقیقات کیں، لیکن یہ تمام تفصیلات اولاً زبانی اور مجلسوں کی بحث و تکرار تک ہی محدود تھیں۔ اور دوسری صدی کے نصف تک ان تمام اصول و قواعد کو سیکھنے سکھانے کا کام اپنی اپنی یادداشت سے لیا جاتا تھا۔ تحریر و کتابت کے ذریعہ مدون اور ضبط کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی، البتہ دوسرے علوم مثلاً حدیث و فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں کے ضمن میں انکو بیان کیا جاتا تھا، دوسری اور تیسری صدی میں یہ ہی طریقہ رائج رہا، پھر جیسے جیسے سلطنت اسلامیہ میں توسیع ہوتی جاتی علوم اسلامیہ میں بھی وسعت کے سامان پیدا ہوتے جاتے تھے آخر کار اس علم اصول حدیث پر بھی مستقل کتابیں تصنیف کی جانے لگیں۔

سب سے پہلی کتاب اس فن میں مستقل قاضی ابو محمد حسن بن عبد الرحمن رامہرمزی

متوفی ۳۶۰ھ نے بنام "المحدث الفاضل بین الراوی والواعی" تصنیف کی۔ (۴)

اسکے بعد علماء اور ائمہ نے اس فن پر خوب طبع آزمائی کی اور متون وشروح اور حواشی کا سلسلہ چل پڑا جو تا ہنوز جاری ہے۔

اس فن کی ایجاد کا سہرا حضرات صحابہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت انس بن مالک، اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے سر بندھتا ہے۔

پھر اکابر تابعین میں انہیں کی اتباع میں اسکو آگے بڑھانے والے امام عامر شعبی، سعید بن مسیب، ابن سیرین، امام زہری، امام عمرو بن حزم اور اصاغر تابعین میں امام شعبہ، امام اعمش، امام اعظم ابوحنیفہ اور امام معمر ہیں۔ انکے بعد امام مالک، امام ابن مبارک، ابن عیینہ، یحیی بن سعید قطان، علی بن مدینی، ابن معین، احمد بن حنبل، سفیان ثوری۔ پھر امام بخاری، امام مسلم، امام ابوزرعہ رازی، ابوحاتم اور امام ترمذی وامام نسائی وغیرہ ہیں۔

اس فن میں لکھی جانے والی کتابوں کی مختصر فہرست یوں ہے۔

۱۔ المحدث الفاصل بین الراوی والواعی لابی محمد حسن الرامهرمزی۔ م ۳۶۰

۲۔ معرفة علوم الحديث لابی عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيشابوری، م ۴۰۵

۳۔ المستخرج على معرفة علوم الحديث لابی نعيم احمد الاصبحانی، م ۴۳۰

۴۔ الكفاية فی علم الرواية لابی بكر احمد الخطيب البغدادی، م ۴۶۳

۵۔ الالماع الى معرفة اصول الرواية و تقييد السماع للقاضی عياض، م ۵۴۴

۶۔ مالایسع المحدث جهله لحفص عمر الميانجی م ۵۸۰

۷۔ علوم الحديث المعروف بمقدمة ابن الصلاح لابی عمرو عثمان الشهرزوری، م ۶۶۳

۸۔ التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير والنذير لمحی الدين يحی النودی، م ۶۷۶

۹۔ تدريب الراوی فی شرح تقريب النواوی لعبد الرحمن جلال الدين السيوطی م ۹۱۱

۱۰۔ نظم الدرر فی علم الاثر لعبد الرحيم زين الدين العراقی، م ۸۰۶

۱۱۔ فتح المغيث فی شرح الفية الحديث لمحمد بن عبد الرحمن السخاوی، م ۹۰۲

۱۲۔ نخبة الفكر فی مصطلح اهل الاثر لابن حجر العسقلانی، م ۸۵۲

۱۳۔ نزهة النظر فی شرح نخبة الفكر لابن حجر العسقلانی، م ۸۵۲

١٤۔ امعان النظر فی شرح نزهة النظر للقاضی محمد اکرم السندهی　　م ۱۱۰۰

١٥۔ توضیح الافکار لمحمد بن اسمعیل المووف بامیر یمانی،　　م ۱۱۸۲

١٦۔ توجیه النظر للشیخ طاهر الحزائری،　　م ۱۳۳۷

١٧۔ فقه الاثر لرضی الدین بن حنبل الخنفی،

# اصطلاحات فن

## خبر

**تعریف:۔** اس سلسلہ میں تین اقوال ہیں:۔

ا۔ یہ حدیث کے مرادف وہم معنی ہے۔ عام علمائے فن کے نزدیک یہ قول ہی زیادہ پسندیدہ ہے۔

۲۔ حدیث کا مقابل۔ یعنی اس سے وہ امور مراد ہوتے ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے سے منقول ہوں۔

۳۔ حدیث سے عام۔ یعنی ہر منقول چیز خواہ حضور سے منقول ہو یا غیر سے۔

بعض نے اس طرح بھی فرق بیان کیا ہے کہ جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہو اسکو حدیث کہتے ہیں، اور ملوک و سلاطین اور ایام گزشتہ کی حکایات کو خبر کہا جاتا ہے۔ لہذا جو سنت کے ساتھ مشغلہ رکھتا ہے اسکو محدث کہتے ہیں، اور جسکا مشغلہ تاریخ ہو اسکو اخباری کہتے ہیں۔

خبر میں اصولاً دو طرح کی تقسیم جاری ہوتی ہے۔

ا۔ باعتبار مصدر و مدار۔ یعنی اس ذات کے اعتبار سے جس سے وہ منقول ہے۔

۲۔ باعتبار نقل۔ یعنی اس اعتبار سے کہ نقل در نقل ہم تک کس طرح پہونچی۔

### اقسام خبر باعتبار مدار و مصدر

اس اعتبار سے خبر کی چار اقسام ہیں۔

* حدیث قدسی۔ * مرفوع۔ * موقوف۔ * مقطوع۔

پہلی تین اقسام کی باعتبار سند دودو قسمیں ہیں۔

متصل۔ منقطع۔

مقطوع کو علی الاطلاق متصل نہیں کہتے بلکہ قید کے ساتھ یوں کہا جاتا ہے۔

هذا متصل الى سعيد بن المسيب ،او الى الزهرى ، او الى مالك۔

**حدیث قدسی:۔** وہ حدیث جسکے راوی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اور نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔

حدیث قدسی اور قرآن کریم میں متعدد وجوہ سے فرق ہے۔

۱۔ قرآن کریم کے الفاظ و معانی دونوں من جانب اللہ ہوتے ہیں، برخلاف حدیث قدسی کہ اس میں معانی اللہ عزوجل کی جانب سے اور الفاظ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے۔

۲۔ قرآن کریم کے لئے تواتر شرط ہے حدیث قدسی کیلئے نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کلام معجز ہے کہ کوئی مخلوق اسکی نظیر پیش نہیں کرسکتا۔

۴۔ قرآن کریم کا منکر کافر ہے، حدیث قدسی کا نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو۔

**مثال:۔** ان الله تعالىٰ يقول :ان الصوم لى و انا اجزى به ۔ (۵)

بیشک اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: بیشک روزہ میرے لئے ہے، اور میں اس کی جزا دوں گا۔

**مرفوع:۔** وہ حدیث ہے جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو، خواہ قول ہو یا فعل، تقریر ہو یا حال۔

کسی حدیث کا رفع ثابت کرنے کیلئے سند مذکور ہو یا غیر مذکور، ناقص ہو یا کامل، صحابی ہوں یا تابعی، وغیرہ کوئی بھی بیان کریں بہر حال وہ حدیث مرفوع ہی رہے گی۔

یہ اور مسند ہم معنی ہیں، لہذا ان دونوں کا اطلاق متصل، منقطع اور مرسل وغیرہا سب پر ہوتا ہے، بعض حضرات کا کہنا کہ مسند کا اطلاق صرف متصل پر ہی ہوتا ہے، ہاں جن محدثین نے مرفوع کو مرسل کا مقابل قرار دیا ہے وہ مرفوع متصل ہی مراد لیتے ہیں۔(۶)

مرفوع کی اصولی طور پر دو قسمیں ہے۔

٭ حقیقی ٭ حکمی

**مرفوع حقیقی:۔** وہ حدیث جو صراحۃً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔

اسکی چار قسمیں ہیں:۔

✷ قولی　✷ فعلی　✷ تقریری　✷ وصفی

**قولی:۔** وہ حدیث جو بذریعہ قول بیان کی جائے، یونہی وہ حدیث جو قول کے بجائے ان الفاظ سے بیان کی جائے جو اسکا مفہوم ادا کریں۔

جیسے:۔ امر، نهى، قضى، حكم، وغيرها۔

**فعلی:۔** فعل یا عمل کے ذریعہ بیان کردہ وہ حدیث، یونہی ان الفاظ سے جو مختلف افعال واعمال کی طرف مشیر ہوں۔

جیسے:۔ توضا، صلى، صام، حج، اعتكف، وغيرها۔

**تقریری:۔** حضور کی مجلس میں کوئی کام کسی مسلمان سے صادر ہوا اور آپ نے انکار نہ فرمایا۔

**وصفی:۔** حضور کے اوصاف وحالات کا ذکر جن احادیث سے ثابت ہو۔

**مرفوع حکمی:۔** جو حدیث بظاہر حضور کی طرف منسوب نہ ہو لیکن کسی خاص وجہ کے سبب اس پر حکم رفع لگایا جائے۔ وجوہ رفع میں بعض یہ ہیں:۔

۱۔ کوئی صحابی جو صاحب اسرائیلیات نہ ہوں ان کا ایسا قول جس میں اجتہاد وقیاس کو دخل نہ ہو، نہ لغت کا بیان مقصود ہو اور نہ کسی لفظ کی شرح ہو، بلکہ جیسے گزشتہ (ابتدائے آفرینش) اور آئندہ (احوال قیامت) کی خبر یا کسی مخصوص جزاء وسزا کا بیان ہو۔

۲۔ کسی صحابی کا ایسا فعل جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو۔

جیسے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا نماز کسوف میں دو سے زائد رکوع کرنا۔

۳۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کی طرف کسی کام کی نسبت کرنا، جیسے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان:۔

كنا نعزل على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ ان دونوں صورتوں میں ظاہر یہی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس فعل پر مطلع تھے اور

اس فعل کے جواز پر وحی آچکی تھی۔

۴۔ فعل مجہول کے ذریعہ کسی چیز کو بیان کرنا۔

جیسے:۔ امرنا بکذا۔ و نهینا بکذا۔

۵۔ یا راوی یوں کہے، "من السنة کذا" کہ اس سے بھی بظاہر سنت نبوی مفہوم ہوتی ہے، اگرچہ احتمال یہ بھی ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت یا دیگر صحابہ کا طریقہ مراد ہو۔

۶۔ کوئی صحابی کسی آیت کا شان نزول بیان کرے۔(۷)

**موقوف:**۔ وہ حدیث جو صحابی کی طرف منسوب ہو خواہ قول و فعل ہو یا تقریر۔ بیان کرنے والے صحابی ہوں یا غیر صحابی، سند مذکور ہو یا نہیں۔

اگر سند مذکور اور صحابی تک متصل ہو تو اسکو موقوف موصولی یا متصل کہتے ہیں، اور کبھی غیر صحابی کی حدیث کو بھی موقوف کہا جاتا ہے۔ لیکن اسکا استعمال قید کے ساتھ ہوگا۔ مثلاً یوں کہیں گے:۔

حدیث کذاو کذاو قفة فلان علی عطاء او علی طاؤس او نحو هذا۔

فقہاء خراسان کی اصطلاح میں موقوف کو اثر اور مرفوع کو خبر کہا جاتا ہے۔(۸)

اس کی تین قسمیں ہیں:۔

* قولی * فعلی * تقریری

**قولی:**۔ جیسے۔ قال علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم: حدثوا الناس بما یعرفون۔

لوگوں سے وہ چیزیں بیان کرو جسکے وہ متحمل ہوسکیں۔

**فعلی:**۔ جیسے۔ ام ابن عباس وهو متیمم۔ (۹)

حضرت ابن عباس نے حالت تیمم میں امامت فرمائی۔

**تقریری:**۔ صحابی کے سامنے کوئی کام کسی مسلمان نے کیا اور انہوں نے سکوت فرمایا۔

**حکم:**۔ یہ کبھی مقبول ہوتی ہے اور کبھی غیر مقبول۔ اگر یہ حکما مرفوع ہے تو قابل احتجاج ہوگی،

اور محض موقوف تو احادیث ضعیفہ میں تقویت کا کام دے گی اور غیر اختلافی امور میں حجت بھی قرار دی جائے گی۔ ہاں اختلافی امور میں بایں معنی اعتبار ہوگا کہ علاوہ اور مقابل کسی رائے اور قیاس کو دخل نہیں دیا جائے گا۔

**مقطوع:۔** جو قول و فعل کسی تابعی کی طرف منسوب ہو۔

اسکی دو قسمیں ہیں:۔

☆ قولی ☆ فعلی

**قولی:۔** جیسے حضرت امام حسن بصری تابعی کا قول:۔

صل و علیه بدعته، (۱۰)

نماز پڑھ لیا کرو اسکی بدعت اسی پر پڑے گی۔

**فعلی:۔** جیسے ابراہیم بن محمد بن منتشر کا بیان:۔

كان مسروق يرخى التربيته و بين اهله و يقبل على صلاوة و يخليهم و دنياهم، (۱۱)

حضرت امام مسروق اپنے اہل و عیال کے درمیان پردہ ڈال کر نماز میں مشغول ہو جاتے اور انکو انکی دنیا میں مشغول چھوڑ دیتے۔

**حکم:۔** کسی سند سے مرفوع ثابت ہوئی تو مرفوع مرسل کے حکم میں ہوگی، اور موقوف کا درجہ حاصل کرنے کے لئے بعض احناف نے فرمایا کہ تابعی عہد صحابہ میں انکی نگرانی میں افتاء کا کام کرتا رہا ہو اور ان کا معتمد ہو تو اسکو موقوف کی حیثیت حاصل ہوگی، اسکو منقطع بھی کہا جاتا ہے۔ (۱۲)

**متصل:۔** وہ حدیث مرفوع یا موقوف جسکے تمام رواۃ مذکور ہوں۔

**مرفوع متصل:۔** مالك عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نعى النجاشى للناس فى اليوم الذى مات فيه و خرج بهم الى المصلى فصف بهم و كبر اربع تكبيرات۔ (۱۳)

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاہ حبشہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی خبر صحابہ کرام کو سنائی اور ایک میدان میں جاکر انکی نماز ادا کی۔

اس حدیث کی سند متصل ہے اور حدیث مرفوع۔

**موقوف متصل:۔** مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر قال :یصلی علی الجنازة بعد العصر و بعد الصبح اذا صلیتما لوقتھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: نماز جنازہ نماز عصر و فجر کے بعد بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ اس حدیث کی سند متصل اور حدیث موقوف۔

**منقطع:۔** وہ حدیث مرفوع یا موقوف جسکے بعض رواۃ سند سے ساقط ہوں، واضح رہے کہ منقطع تین معنی پر بولا جاتا ہے۔

۱۔ حدیث مقطوع جو کسی تابعی کا قول و فعل ہو۔ کما مر

۲۔ متصل مقطوع کا مقابل کہ سند سے کوئی راوی ساقط ہو ایک خواہ زیادہ، مسلسل یا متفرق۔

۳۔ دوسرے معنی پر بولا جانے والا منقطع مقسم ہے اور یہ اسکی ایک قسم۔

# اقسام خبر باعتبار نقل

سلسلۂ سند کے اعتبار سے ہم تک پہونچنے والی احادیث کی دو قسمیں ہیں۔

✸ متواتر ✸ غیر متواتر

**تعریف:۔** جس حدیث کے راوی ہر طبقہ میں اتنے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال عقلی بھی ہو اور عادی بھی، نیز مضمون حدیث حسیات سے متعلق ہو عقلی قیاسی نہ ہو۔ اسکو متواتر اسنادی بھی کہتے ہیں۔ (۱۴)

☆ الفاظ متحد ہوں تو متواتر لفظی بھی کہا جاتا ہے۔

☆ معنی متواتر ہوں الفاظ نہیں تو متواتر معنوی اور متواتر قدر مشترک کہتے ہیں۔

☆ کبھی ایک بڑی جماعت کے ہر قرن میں عمل کی بنیاد پر بھی تواتر کا حکم لگتا ہے، اسکو

متواتر عملی کہا جاتا ہے۔

☆ کبھی دلائل متواتر ہوتے ہیں تو اسکو متواتر استدلالی کہتے ہیں۔

**مثال متواتر اسنادی:**۔من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار۔(۱۵)

جو شخص قصداً میری طرف جھوٹ منسوب کرے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

☆ امام ابن صلاح نے کہا: اس حدیث کو ۶۲ صحابہ کرام نے روایت کیا۔ نیز فرمایا اسکی سند میں تمام عشرہ مبشرہ بھی ہیں، اس حدیث کے علاوہ کسی دوسری حدیث میں ان سب کا اجتماع نہ ہوا۔ اور بذات خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے صحابہ کرام اس کثرت سے کسی دوسری حدیث میں نہیں۔

☆ امام نووی نے فرمایا: تقریبا دوسو صحابہ کرام سے یہ حدیث مروی ہے۔

☆ امام عراقی کہتے ہیں:۔خاص اس متن کے ساتھ ستر سے زائد صحابہ کرام سے روایت آئی۔

**مثال متواتر لفظی:**۔نظم قرآن کریم۔

قرآن کریم عہد رسالت سے آج تک انہیں الفاظ کے ساتھ نقل ہوتا آیا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ ہر طبقہ میں بے شمار افراد اسکے راوی رہے لہذا نہ کسی سند کی ضرورت اور نہ کسی اسناد کی حاجت، اسکو متواتر طبقہ کہہ سکتے ہیں۔

**مثال متواتر معنوی:**۔ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رفع فی الدعاء لم یحطهما حتی یمسح بهما وجهه۔ (۱۶)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو اس وقت تک نہیں چھوڑتے جب تک چہرہ پر نہ پھیر لیتے۔

اس حدیث سے دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کا ثبوت ملتا ہے، اس سلسلہ میں ایک سو کے قریب احادیث ہیں جن میں مختلف مواقع پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، الگ الگ کوئی حدیث حد تواتر کو نہیں پہونچی مگر ان کا قدر مشترک مفہوم یعنی دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا متواتر ہے۔

اسی باب سے ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطلق معجزہ کا صدور کہ اگر چہ معجزات فرداً فرداً خبر واحد یا خبر مشہور سے ثابت ہوں لیکن جن روایات میں معجزہ کا ذکر ہے وہ متواتر ہیں۔

**متواتر عملی کی مثال:۔** وضو میں مسواک، کہ عملاً اگر چہ سنت ہے لیکن اسکی سنیت کا اعتقاد فرض ہے، کیونکہ یہ تواتر عملی سے ثابت شدہ ہے، لہذا اسکی سنیت کا انکار کفر ہوگا۔

اسی قسم سے دن و رات میں پانچ نمازوں کا ثبوت بھی ہے، کہ ہر زمانہ میں اہل اسلام پانچ وقت کی نمازیں پڑھتے آئے اور بالاتفاق تمام مسلمان ان کو فرض جانتے اور مانتے ہیں حتی کہ غیر مسلم بھی اس بات سے واقف ہیں کہ مسلمانوں کے یہاں پانچ وقت کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

**متواتر استدلالی کی مثال:۔** اجماع، خبر واحد اور قیاس کا حجت شرعی ہونا ایسے دلائل سے ثابت ہے جو شمار میں لاتعداد ہیں اور مختلف مواقع پر مذکور ہیں، یہ الگ الگ تو اگر چہ ظنی ہیں مگر ان کا حاصل ایک ہے۔

**حکم۔** حدیث متواتر علم قطعی یقینی بدیہی کا فائدہ دیتی ہے، راویوں سے بحث نہیں کی جاتی، اسکے مضمون کا انکار کفر ہے۔

## تصنیفات فن

اس نوعیت کی متعدد تصانیف معرض وجود میں آئیں۔ بعض حسب ذیل ہیں۔

۱۔ الفوائد المتکاثرۃ فی الاخبار المتواترۃ للسیوطی،

۲۔ الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ للسیوطی،

۳۔ قطف الازھار للسیوطی،

٤۔ نظم المتناثر من الحدیث المتواتر للکتانی،

۵۔ اتحاف ذوی الفضائل المشتھرۃ بما وقع من الزیادات فی نظم المتناثر علی الازھار المتناثرۃ لابی الفضل عبد اللہ صدیق۔

**تعریف خبر واحد:۔** وہ حدیث جو تواتر کی حد کو نہ پہونچے۔

**حکم:۔** ظن غالب کا افادہ کرتی ہے، اور اس سے حاصل شدہ علم نظری ہوتا ہے۔

اسکی دو قسمیں ہیں:۔

باعتبار نقل　　　باعتبار قوت وضعف

باعتبار نقل یعنی ہم تک پہونچنے کے اعتبار سے اسکی تین قسمیں ہیں:۔

* مشہور　* عزیز　* غریب

## خبر مشہور

**تعریف:۔** ہر طبقہ میں جسکے راوی تین یا زائد ہوں بشرطیکہ حد تواتر کو نہ پہونچیں، اسکو مستفیض بھی کہتے ہیں۔

بعض کے نزدیک عموم خصوص کی نسبت ہے کہ مستفیض خاص ہے، یعنی جسکے رواۃ ہر زمانہ میں یکساں ہوں برخلاف مشہور، بعض نے اسکے برعکس کہا ہے۔

**مشہور فقہاء واصولیین:۔** مشہور کی غیر اصطلاحی تعبیر یوں بھی منقول ہے کہ وہ حدیث کہ عہد صحابہ میں ناقل تین سے کم رہے مگر بعد میں اضافہ ہوگیا اور تلقی امت بالقبول سے ممتاز ہو گئی، گویا انکے نزدیک متواتر اور خبر واحد کے درمیان برزخ ہے۔

**مشہور عرفی:۔** جو حدیث عوام وخواص میں مشہور ہوئی خواہ شرائط شہرت ہوں یا نہ ہوں۔

یہ محدثین، فقہاء اصولیین اور عوام کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔

**مثال نزد محدثین:۔** قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شهرا بعد الرکوع یدعو علی رعل وذکوان۔ (۱۷)

**مثال نزد فقہاء:۔** من سئل عن علم فکتمه الجم بلجام من نار۔ (۱۸)

**مثال نزد اصولیین:۔** رفع عن امتی الخطاء و النسیان۔ (۱۹)

**مثال نزد عوام :۔** اختلاف امتی رحمۃ۔ (۲۰)

العجلۃ من الشیطان۔ (۲۱)

لیس الخبر کالمعاینۃ۔ (۲۲)

**حکم :۔** مشہور کے مراتب مختلف ہیں، مشہور اصطلاحی اگر صحیح ہے تو اسکو بعد کی تمام اقسام پر ترجیح حاصل ہوگی۔ (۲۳)

## تصانیف فن

اس نوع کی احادیث میں مندرجہ ذیل کتب مشہور ہیں :۔

۱۔ التذکرۃ فی الاحادیث المشہورۃ للزرکشی، م ۷۹٤

۲۔ المقاصد الحسنۃ فیما اشتہر علی الالسنۃ للسخاوی، م ۹۰۲

۳۔ کشف الخفا و مزیل الالباس فیما اشتہر من الحدیث علی السنۃ الناس للعجلونی، م۱۱۲۲

٤۔ تمیز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث للشیبانی، م٩٤٤

## خبر عزیز

**تعریف :۔** وہ حدیث جسکے راوی کسی طبقہ میں دو سے کم نہ ہوں۔

**مثال :۔** لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین۔ (٢٤)

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں جب تک اسکے نزدیک میری محبت ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں کی محبت پر غالب نہ ہو۔

اس حدیث مبارک کو صحابۂ کرام میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا۔

پھر بعض تفصیلات یوں ہیں۔

☆ حضرت انس سے قتادہ اور عبد العزیز نے

☆ حضرت قتادہ سے شعبہ اور سعید نے

☆ حضرت عبد العزیز سے اسمعیل بن علیہ اور عبد الوارث نے۔ (۲۵)

# خبر غریب

اسکی دو قسمیں ہیں:۔

☆ غریب اسنادی ☆ غریب لغوی

**تعریف غریب اسنادی:**۔ کسی ایک طبقہ میں ایک راوی ہو، اسکو فرد بھی کہتے ہیں،۔

اسکی بھی دو قسمیں ہیں۔

☆ غریب مطلق ☆ غریب نسبی

☆ فرد مطلق ☆ فرد نسبی

انکے بیان کے لئے "تفرد فلاں" اور "اغرب فلاں" کہا جاتا ہے۔

**تعریف غریب مطلق:**۔ سند حدیث کے اولین طبقہ میں تفرد وغرابت ہو۔

**مثال اول:**۔ انما الاعمال بالنیات۔ (۲۶)

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اس حدیث کی اول سند میں حضرت عمر فاروق اعظم تنہا ہیں، یہ حدیث غریب مطلق ان لوگوں کے نزدیک شمار ہوگی جو اولین طبقہ سے مراد صحابہ کرام لیتے ہیں۔

**مثال دوم:**۔ الایمان بضع و سبعون شعبة و الحیاء شعبة من الایمان۔ (۲۷)

ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں، ان میں حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف ابو صالح نے اور ابو صالح سے صرف عبد اللہ بن دینار نے روایت کی ہے، لہذا جو حضرات اولین طبقہ سے تابعین مراد لیتے ہیں انکے نزدیک یہ بھی غریب مطلق ہی شمار ہوگی۔

**مثال سوم:۔** نهى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم عن بيع الولاء و هبة. (۲۸)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ولاء (یعنی غلام آزاد کرنے کے بعد آقا کا جو حق غلام سے متعلق رہ جاتا ہے) کو بیچنے اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عبداللہ بن دینار نے تنہا روایت کیا۔

**تعریف غریب نسبی:۔** درمیان طبقہ میں غرابت ہو۔

**مثال:۔** ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم دخل مكة وعلى رأسه المغفر. (۲۹)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپکے مبارک سر پر خود تھا۔ اس حدیث کو امام زہری سے صرف امام مالک نے روایت کیا۔ (۳۰)

**حکم:۔** ان احادیث کا حکم بھی مشہور احادیث کی طرح ہے کہ ہر حدیث کا صحیح اور معتمد ہونا ضروری نہیں بلکہ حسب موقع مختلف مراتب ہوتے ہیں۔

بلکہ غرائب پر اکثر جرح ہی ہوتی ہے۔

مندرجہ ذیل کتب میں اکثر وبیشتر احادیث غرائب مذکور ہیں۔

المسند للبزار م ۲۹۲ھ

المعجم الاوسط للطبرانی م ۳۶۰ھ

## تصانیف فن

☆ غرائب مالك للدار قطنى م ۳۸۵

☆ الا فراد للدارقطنى

☆ السنن التى تفرد بكل سنة منها اهل بلدة لابى داؤد م۲۷۵

## غریب لغوی

**تعریف:۔** متن حدیث میں کوئی ایسا لفظ آجائے جو قلیل الاستعمال ہونے کی وجہ سے غیر ظاہر ہو۔

یہ فن نہایت عظیم ہے، اس میں نہایت احتیاط اور تحقیق کی ضرورت پیش آتی ہے، کیونکہ معاملہ کلام نبوی کی شرح وتفسیر کا ہے، لہذا کلام الہی کی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کی تشریح وتفسیر بھی محض رائے سے مذموم قرار دی جائے گی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی لفظ غریب کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: اس فن کے لوگوں سے پوچھو، مجھے خوف ہے کہ کہیں میں اپنے ظن وتخمین سے کوئی بات کہہ دوں اور غلطی میں مبتلا ہوجاؤں۔

امام ابو سعید اصمعی سے ابو قلابہ نے پوچھا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فرمان "الجار احق بسقبة" کے کیا معنی ہیں، فرمایا: میں اپنی رائے سے اس حدیث کی تفسیر نہیں کرسکتا۔ البتہ اہل عرب 'سقب' کے معنی قرب ونزدیکی بیان کرتے ہیں (۳۱)

یہ دونوں واقعے اسی غات احتیاط کی طرف مشیر ہیں۔

بہترین تفسیر وہ کہلاتی ہے جو خود حضور ہی سے کسی دوسری حدیث میں منقول ہو۔

صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلى جنبْ ۔ (۳۲)

کھڑے ہوکر نماز پڑھو، اور اگر یہ نہ ہوسکے تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر یہ نہ ہوسکے تو پہلو پر۔

دوسری روایت جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہے اس میں حضور نے 'فعلی جنب' کی تفسیر یوں فرمائی، داہنی کروٹ کے بل قبلہ رخ ہوکر۔

## تصانیف فن

☆ کتاب نضر بن شمیل، اولین کتاب　　م ۲۰۴

☆ غریب الحدیث لابن عبید قاسم بن سلام　　م ۲۲۴

☆ غریب الحدیث لعبد الله بن مسلم الدینوری　　م ۲۲۷

☆ النهاية فی غریب الحدیث و الاثر لابن اثیر　　م ۶۰۶

☆ الفائق لجار الله الزمخشری　　م ۵۳۸

☆ مجمع بحار الانوار لمحمد بن طاهر الهندی　　م ۹۸۶

# فقہاء احناف اور تقسیم مذکور

خبر باعتبار نقل فقہا کے نزدیک قدرے اختلاف کے ساتھ یوں منقول ہے:۔

اولاً باعتبار نقل دو قسمیں ہیں۔

* سند * مرسل

مسند:۔ وہ حدیث جو پوری سند کے ساتھ مروی ہو۔

مرسل:۔ جسکے بعض یا کل راوی غیر مذکور ہوں۔

پھر مسند کی تین اقسام ہیں:۔

* خبر متواتر * خبر مشہور * خبر واحد

خبر متواتر:۔ تعریف وحکم میں مثل سابق ہے۔

خبر مشہور:۔ عہد صحابہ میں عزیز یا غریب تھی بعدہ حد تواتر کو پہونچ گئی یا بالعموم مشہور ہو گئی۔

حکم:۔ ثبوت وقطعیت میں متواتر سے قریب ہے، اس سے حاصل شدہ علم موجب اطمینان اور انکار گمراہی ہوتا ہے۔

باعتبار ثبوت متواتر ومشہور دونوں بایں معنی مساوی درجہ رکھتی ہیں کہ قرآن کریم میں کوئی حکم اس سلسلہ میں نہ ملے جس مضمون کو یہ بیان کر رہی ہیں تو ان کو بھی اسی درجہ میں شمار کیا جائے گا جس درجہ میں آیت کا مضمون ہوتا ہے۔

خبر واحد:۔ وہ حدیث جو کسی عہد میں تواتر اور شہرت کی حد کو نہ پہونچے۔ خواہ راوی ہر دور میں ایک ہو یا چند، خواہ ہر طبقہ میں ایسا ہو یا ایک دو طبقات میں۔

گویا محدثین کے نزدیک عزیز غریب بلکہ بسا اوقات مشہور بھی اسکے تحت آسکتی ہے۔

حکم:۔ لائق احتجاج ہوتی ہے، ظن غالب کا افادہ کرتی ہے، اور چند شرائط کے ساتھ واجب العمل قرار پاتی ہے۔

شرائط آٹھ ہیں:۔

* چار باعتبار راوی * چار باعتبار مروی

۱۔ راوی مسلمان ہو، عاقل بالغ ہو، عادل ہو، ضابط ہو۔

۲۔ روایت قرآن کے مخالف نہ ہو۔ متواتر دستور کے خلاف نہ ہو۔

۳۔ کسی ایسے مسئلہ کے مخالف نہ ہو جس سے عوام وخواص سب کا سابقہ پڑتا ہو۔ اور حالات کا تقاضہ ہو کہ وہ سب کے علم میں ہوگی۔

۴۔ صحابہ کرام نے باہمی اختلافات میں اس سے استدلال کیا ہو۔

جیسے راوی سے قولاً یا فعلاً اسی حدیث کی مخالفت ثابت ہو۔ یا فقہاء صحابہ اور ائمہ فقہ و حدیث سے مخالفت ثابت ہو جبکہ قرائن حدیث کا تقاضہ ہو کہ وہ اس حدیث سے ناواقف نہ ہوں گے تو اس پر عمل جائز نہیں۔

اول صورت میں اسکو نسخ پر اور دوسری صورت میں عدم ثبوت اور عدم صحت پر محمول کریں گے۔ جیسے کسی راوی نے اپنی روایت کا اظہار کر دیا تو روایت مقبول نہیں اور انکار رجوع پر محمول ہوگا۔

یہاں ایک بات اور اہم ہے کہ سننے کے بعد سے روایت برابر راوی کے ذہن میں محفوظ ہو۔ ذہول نہ ہو جائے۔ ہاں تحریر میں محفوظ ہے اور تحریر دیکھ کر یاد آ گئی تو اعتبار ہوگا ورنہ نہیں۔ یہ امام اعظم کے نزدیک ہے، امام ابو یوسف فرماتے ہیں، تحریر اپنے پاس ہو یا دوسرے کے پاس لیکن اطمینان ہو تو کافی ہے۔ (۴۳)

اسی انداز کی شرطوں کی وجہ سے اہل تحقیق بیان کرتے ہیں کہ امام اعظم نے احادیث کے ردو قبول کا جو معیار اپنایا تھا وہ عام محدثین سے سخت تر تھا۔ (۴۴)

# احاد کی باعتبار قوت وضعف تقسیمات

دو قسمیں ہیں:

* مقبول
* مردود

## خبر مقبول

**تعریف:** جس حدیث کا ثبوت راجح ہو۔

اس حدیث کو جید، قوی، صالح، مجود، ثابت، محفوظ اور معروف بھی کہا جاتا ہے۔

**حکم:** ۔شرعی احکام میں قابل احتجاج اور لائق عمل ہے۔ مقبول میں دو تقسیمات ہیں:۔

باعتبار فرق مراتب باعتبار عمل

## تقسیم اول باعتبار فرق مراتب

چار قسمیں ہیں:۔

* صحیح لذاتہ * صحیح لغیرہ * حسن لذاتہ * حسن لغیرہ

**صحیح لذاتہ:** ۔جسکے تمام رواۃ عادل ضابط ہوں، سند متصل ہو اور شذوذ وعلت سے خالی ہو۔

گویا صحت کے لئے پانچ شرائط ہیں۔

۱۔ عدالت راوی:۔ ہر راوی کا مسلمان، بالغ اور عاقل ہونے کے ساتھ ساتھ متقی و باوقار ہونا۔

۲۔ ضبط راوی:۔ ہر راوی کا حدیث کا حاصل کرنے کے بعد پورے طور پر محفوظ کرنے کا اہتمام کرنا خواہ بذریعہ یادداشت یا بذریعہ تحریر۔

۳۔ اتصال سند:۔ شروع سند سے آخر تک ہر راوی اپنے سے اوپر والے سے براہ راست روایت کو حاصل کرے۔

۴۔ عدم شذوذ:۔ ثقہ راوی خود سے اوثق کی مخالفت نہ کرے۔

۵۔ عدم علت:۔ ظاہر صحت کے ساتھ ایسے خفیہ عیب سے خالی ہو جو صحت پر اثر انداز ہوتی ہے۔

**حکم:** ۔قابل احتجاج اور واجب العمل ہے۔

**مثال:** ۔حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال: اخبرنا مالک عن ابن شہاب عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرء فی المغرب بالطور۔(۳۵)

امام بخاری فرماتے ہیں: حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے وہ کہتے ہیں: خبر دی ہم کو امام مالک نے امام ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہوئے، وہ روایت کرتے

ہیں محمد بن جبیر سے، اور یہ اپنے والد جبیر بن مطعم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے نماز مغرب میں سورہ طور کی تلاوت فرمائی۔

یہ حدیث صحیح ہے، اسکی سند متصل، رواۃ عادل، اور ضابط اور حدیث شذوذ وعلت سے خالی ہے۔

انتباہ:۔ محض احادیث صحیحہ کی جامع کتابوں میں اولین کتب بخاری ومسلم ہیں، دونوں کو صحیحین کہا جاتا ہے، اور مصنفین کو شیخین، پھر ان دونوں میں بھی مجموعی طور پر پہلا مقام بخاری کو حاصل ہے اگرچہ مسلم کی بعض احادیث بخاری پر فائق مانی گئی ہیں۔

پھر یہ مطلب بھی نہیں کہ علی الاطلاق ان دونوں کتابوں کی احادیث صحیح ہیں اور ان میں کوئی حدیث ضعیف نہیں۔ یا کسی نے کبھی کوئی جرح کی ہی نہیں۔ بلکہ صحت کا حکم باعتبار اغلب ہے۔ اور یہ مطلب بھی نہیں کہ انکے علاوہ دوسری احادیث صحت کے مرتبہ کو نہیں پہونچیں، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ صحیح احادیث کا بڑا ذخیرہ ان کتابوں سے رہ گیا ہے۔ خاص طور پر مستدرک اور مستخرج احادیث سے ان پر اضافہ کتب حدیث میں منقول اور صحاح کی دوسری کتابوں میں کثیر احادیث اسی مرتبہ کی منقول وماثور ہیں۔

صحاح ستہ سے مراد وہ چھ کتابیں ہیں جن پر امت مسلمہ کا خاص اعتبار واعتماد اور عمل رہا ہے۔ پانچ تو متفق علیہ ہیں۔

✱ بخاری ✱ مسلم ✱ نسائی ✱ ابوداؤد ✱ ترمذی

اور اکثر کے نزدیک چھٹی ابن ماجہ ہے لیکن بعض نے موطا امام مالک کو قرار دیا ہے۔

صحت کے مراتب مختلف ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ وہ حدیث جو صحیحین میں ہو۔

۲۔ وہ حدیث جو صرف بخاری میں ہو۔

۳۔ وہ حدیث جو صرف مسلم میں ہو۔

۴۔ وہ حدیث جو شیخین کی شرط پر ہو۔

۵۔ وہ حدیث جو صرف بخاری کی شرط پر ہو۔

۶۔ وہ حدیث جو صرف مسلم کی شرط پر ہو۔

۷۔ وہ حدیث جس کو دوسرے ائمہ و محدثین نے صحیح قرار دیا ہو۔

لیکن یہ ترتیب قطعی ولازمی نہیں بلکہ معاملہ کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔

## حسن لذاتہ

**تعریف:** ۔صحیح کے تمام شرائط کے ساتھ منقول ہو لیکن ضبط میں کچھ کمزوری ہو۔

**حکم:** ۔صحیح سے کچھ کم مرتبہ رکھتی ہے لیکن قابل احتجاج اور واجب العمل ہے۔

**مثال:** ۔حدثنا قتیبة حدثنا جعفر بن سلیمان الضبعی، عن ابی عمران الجونی عن ابی بکر بن ابی موسی الاشعری قال: سمعت ابی بحضرۃ العدو یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان ابواب الجنة تحت ظلال السیوف۔ (۳۶)

امام ترمذی فرماتے ہیں: حدیث بیان کی ہم سے حضرت قتیبہ نے، وہ کہتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے حضرت جعفر بن سلیمان ضبعی نے ابوعمران جونی سے روایت کرتے ہوئے، اور انہوں نے ابوبکر بن ابی موسی اشعری سے روایت کی، وہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد ابوموسی اشعری کو دشمن کے مقابل فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ میں ہیں۔

اس حدیث کی سند میں چاروں راوی ثقہ، لیکن جعفر بن سلیمان کا مرتبہ ضبط میں کچھ کم ہے۔ لہذا یہ حدیث حسن ہے۔

صحیح کی طرح حسن کے بھی متعدد مراتب ہیں۔ امام ذہبی نے انکے دو اصولی مرتبے ذکر کئے ہیں۔

۱۔ وہ اسناد جو صحیح کے ادنی مراتب کے تحت آتی ہیں۔

جیسے:۔ بهز بن حکیم عن ابیه عن جده۔

عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده۔

۲۔ جن احادیث کی تحسین وتضعیف کے بارے میں انکے رواۃ کے حالات کی وجہ سے اختلاف ہے۔

جیسے: حارث بن عبداللہ، عاصم بن ضمرہ، حجاج بن ارطاۃ۔ (۳۷)

احادیث حسان کے سلسلہ میں ترمذی، ابوداؤد، اور سنن دارقطنی خاص طور پر مشہور ہیں۔

## صحیح لغیرہ

**تعریف:** حسن لذاتہ حدیث جب دوسرے سے مروی ہو خواہ اسکا مرتبہ مساوی ہو یا اقوی۔

**حکم:** ۔ مذکورہ اقسام کے درمیان اسکا مقام ومرتبہ ہے لہذا لائق احتجاج اور واجب العمل ہے

**مثال** ۔ عن ابی بن العباس بن سهل بن سعد عن ابيه عن جده، قال: كان للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی حائطنا فرس يقال له اللحيف۔ (۳۸)

حضرت اُبی بن عباس اپنے والد سے، اور اُبی کے دادا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گھوڑا ہمارے باغ میں تھا اور اس گھوڑے کا نام 'لحیف' تھا۔

اس حدیث کے راویوں میں اُبی کے سلسلہ میں امام احمد، امام ابن معین، اور امام نسائی نے قوت حفظ کی خرابی وکمزوری کی بناپر فرمایا: یہ ضعیف ہیں، اس لئے انکی حدیث حسن ہے، البتہ اس حدیث کو انکے بھائی عبدالمہیمن نے بھی روایت کیا ہے اس لئے یہ صحیح لغیرہ قرار پائی۔ (۳۹)

## حسن لغیرہ

**تعریف:** ۔ حدیث ضعیف جب متعدد طرق سے مروی ہو، اسکا ضعف خواہ سوء حفظ کی وجہ سے ہو یا انقطاع سند وجہالت راوی کی وجہ سے۔

**مرتبہ وحکم:** ۔ حسن لذاتہ اور ضعیف کے درمیان اسکا مقام ہے، اس لئے مقبول اور لائق احتجاج ہے۔ (۴۰)

**مثال** ۔ عن شعبة عن عاصم عن عبيد الله عن عبدالله بن عامر بن ربيعة عن ابيه ان امراة من بنی فزارة تزوجت علی نعلين۔ (۴۱)

حضرت عامر بن ربیعہ کہتے ہیں: بنو فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتیوں کے عوض مہر پر نکاح کیا۔

قال الترمذی: و فی الباب عن عمر و ابی هریرة وعائشة رضی الله تعالیٰ عنهم۔

اس حدیث کے رواۃ میں عاصم سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہیں لیکن دوسرے طرق سے اس حدیث کے مروی ہونے کی وجہ سے امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔(۴۲)

**انتباہ۔** صحت وحسن جاننے کے ذرائع میں اہم ذریعہ تو اہل فن کی تصریح ہے، البتہ کبھی بعض قرائن کے ذریعہ بھی صحت کا حکم ہوتا ہے، مثلاً۔

☆ ائمہ محدثین کے درمیان بغیر انکار شہرت، حتی کہ اس سے قطعیت بھی حاصل ہوتی ہے۔

☆ سند کا کذب سے متصف افراد سے خالی ہونا، نیز قرآن کریم کی تصریحات و اشارات وغیرہ سے موافق بلکہ اقوال صحابہ وتابعین، اسی طرح اصول شرع وقیاس سے موافقت بھی صحت کے قرائن سے روشن قرینے شمار کئے گئے ہیں۔

☆ معتمد عالم وفقیہ کا کسی حدیث کے مطابق عمل۔(۴۳)

متقدمین کی تصریحات اگر کسی حدیث کی صحت وحسن کے بارے میں نہ مل سکیں تو متاخرین بھی بشرط اہلیت اسکا فیصلہ کر سکتے ہیں، بلکہ تواتر وشہرت کا فیصلہ بھی معتبر ہوگا۔

خبر واحد مقبول کبھی مفید یقین بھی ہوتی ہے مثلاً۔

☆ شیخین کی ذکر کردہ حدیث صحیحین غیر متواتر۔ یہ قرینہ ایسا ہے کہ کثرت طرق غیر متواتر پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔ ہاں اس بات کا خاص خیال رہے کہ ائمہ نے اس پر تنقید نہ کی ہو اور کسی حدیث صحیح سے متعارض نہ ہو۔

امام ابن ہمام فرماتے ہیں: کہ شیخین کی شرائط کی بنیاد پر یہ مرتبہ انکو حاصل ہوا تو ان شروط کے پیش نظر دوسروں کی مرویات بھی یہ مقام حاصل کر سکتی ہیں، خصوصاً اس وقت جبکہ دوسرے ائمہ خود ان مسائل میں اجتہادی شان رکھتے ہوں۔

جیسے امام اعظم اور امام اوزاعی نے ایک مسئلہ میں اصح الاسانید کے تحت آنے والی

ایک سند سے استدلال کیا تو امام اعظم نے رواۃ کی فقاہت کو وجہ ترجیح قرار دیا۔

☆ حدیث مشہور متعدد طرق سے مروی ہو اور سب طرق کے رواۃ ضعف اور علتوں سے محفوظ ہوں۔

☆ وہ حدیث غریب نہ ہو اور سلسلۂ سند میں راوی ائمہ دین ہوں، جیسے امام احمد نے امام شافعی سے اور انہوں نے امام مالک سے۔ خواہ پھر دوسرے راوی بھی ہوں۔

**حکم:۔** یہ احادیث دوسری اخبار احاد سے فائق ہوتی ہیں اور بوقت تعارض راجح قرار پاتی ہیں۔ ان سے حاصل شدہ علم یقین کا فائدہ دیتا ہے، لیکن یہ یقین نظری واستدلالی ہوتا ہے۔

# تقسیم دوم باعتبار نقل

دو قسمیں ہیں:۔

* معمول بہ
* غیر معمول بہ

پہلی قسم کے دو اطلاق ہیں۔

* محکم
* ناسخ

یونہی دوسری قسم کے بھی دو اطلاق ہیں:۔

مختلف — منسوخ

## محکم

**تعریف:۔** وہ حدیث مقبول جو اسی درجہ کی کسی دوسری حدیث کے معارض نہ ہو۔

اکثر احادیث اسی انداز کی ہیں۔

## مختلف

**تعریف:۔** وہ حدیث مقبول جو اسی درجہ کی دوسری حدیث کے معارض ومخالف ہو۔

اسے مشکل الحدیث یا مشکل الاثر بھی کہتے ہیں۔

اسکی دو قسمیں ہیں:۔

✸ ممکن الجمع ✸ متنع الجمع

**تعریف ممکن الجمع:**۔وہ احادیث مختلفہ جن میں تعارض ہو لیکن جمع کی صورت ممکن ہو۔

**مثال اول:**۔لا عدوی ولا طیرۃ۔(٤٤)

چھوت کی بیماری اور بدشگونی کوئی چیز نہیں۔

**مثال دوم:**۔فر من المجذوم کما تفر من الاسد۔(٤٥)

جذامی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے۔

دونوں احادیث اگرچہ بظاہر مختلف ہیں اور ایک دوسرے کے معارض، کیونکہ پہلی حدیث سے ثابت کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی، جبکہ دوسری حدیث سے کسی کو وہم ہوسکتا ہے کہ بیماری کے اڑ کر لگنے کی بنا پر ہی جذامی سے دور بھاگنے کا حکم ہے، امام احمد رضا قدس سرہ دونوں کی جمع و تطبیق کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

پہلی حدیث اپنے افادہ میں صاف صریح ہے کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی، کوئی مرض ایک سے دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتا۔کوئی تندرست بیمار کے قرب و اختلاط سے بیمار نہیں ہو جاتا۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجلۂ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عملی کارروائی کہ مجذوموں کو اپنے ساتھ کھلانا، ان کا جوٹھا پانی پینا، ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر برتن میں رکھنا، خاص انکے کھانے کی جگہ سے نوالہ اٹھا کر کھانا، جہاں منہ لگا کر انہوں نے پانی پیا بالقصد اسی جگہ منہ رکھ کر نوش کرنا۔یہ اور بھی واضح کر رہا ہے کہ عدوی، یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانا خیال باطل ہے، ورنہ اپنے کو بلا کے لئے پیش کرنا شرع ہرگز روا نہیں رکھتی۔

رہی دوسری حدیث تو اس قبیل کی احادیث اس درجہ عالیہ صحت پر نہیں جس پر احادیث نفی ہیں۔ان میں اکثر ضعیف ہیں اور بعض غایت درجہ حسن ہیں، صرف حدیث مذکور کی تصحیح ہو سکتی ہے مگر وہی حدیث اس سے اعلیٰ وجہ پر، جو صحیح بخاری میں آئی خود اسی میں ابطال عدوی موجود، کہ مجذوم سے بھاگو اور بیماری اڑ کر نہیں لگتی، تو یہ حدیث خود واضح کر رہی ہے کہ بھاگنے

کا حکم اس وسوسہ اور اندیشہ کی بنا پر نہیں، معہذا صحت میں اس کا پایا بھی دیگر احادیث نفی سے گرا ہوا ہے، کہ اسے امام بخاری نے مسند اروایت نہ کیا بلکہ بطور تعلیق۔

لہذا کوئی حدیث اصلا ثبوت عدوی میں نص نہیں، یہ تو متواتر حدیثوں میں فرمایا کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی، اور یہ کسی حدیث میں بھی نہیں آیا کہ عادی طور پر اڑ کر لگ جاتی ہے۔

قول مشہور و مذہب جمہور و مشرب منصور کہ دوری و فرار کا حکم اس لئے ہے کہ اگر قرب و اختلاط رہا اور معاذ اللہ قضا و قدر سے کچھ مرض اسے بھی حادث ہو گیا تو ابلیس لعین اس کے دل میں وسوسہ ڈالے گا کہ دیکھ بیماری اڑ کر لگ گئی۔

اول تو یہ ایک امر باطل کا اعتقاد ہو گا۔ اسی قدر فساد کے لئے کیا کم تھا پھر متواتر حدیثوں میں سنکر کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی، یہ وسوسہ جمنا سخت خطرناک اور ہائل ہو گا۔

لہذا ضعیف الیقین لوگوں کو اپنا دین بچانے کے لئے دوری بہتر ہے، ہاں کامل الایمان وہ کرے جو صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کیا اور نہایت مبالغہ کے ساتھ کیا۔ کہ ایک مجذوم کے ساتھ صدیق اکبر نے کھانا کھایا تو جہاں سے وہ مجذوم نوالہ لیتے وہیں سے آپ نوالہ لے کر نوش فرماتے، اور حضرت فاروق اعظم نے حضرت معیقیب بدری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کھانا کھایا جبکہ انکو یہ مرض تھا۔ اگر معاذ اللہ کچھ حادث ہوتا انکے خواب میں بھی خیال نہ گزرتا کہ یہ عدوائے باطلہ سے پیدا ہوا، ان کے دلوں میں ایمان کوہ گراں شکوہ سے زیادہ مستقر تھا کہ:۔ لن لصيبنا الا ما كتب الله لنا۔

بے تقدیر الہی کچھ نہ ہو سکے گا۔

اسی طرف اس قول و فعل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اپنے ساتھ کھلایا اور ”کل ثقة با لله وتو كلا عليه“ فرمایا۔

بالجملہ مذہب معتمد و صحیح و رجیح و نجیح یہ ہے کہ جذام، کھجلی، چیچک اور طاعون وغیرہا اصلا کوئی بیماری ایک کی دوسرے کو ہرگز اڑ کر نہیں لگتی، یہ محض اوہام بے اصل ہیں، کوئی وہم پکائے جائے تو کبھی اصل بھی ہو جاتا ہے کہ ارشاد ہوا۔

انا عند ظن عبدی ابی۔

وہ اس دوسرے کی بیماری اسے نہ لگی بلکہ خود اسی کی باطنی بیماری کہ وہم پروردہ تھی صورت پکڑ کر ظاہر ہوگئی، فیض القدیر میں ہے۔

بل الوهم وحده من اکبر اسباب الاصابة۔

اس لئے اور نیز کراہت واذیت وخود بینی وتحقیر مجذوم سے بچنے کے واسطے اور اس دور اندیشی سے کہ مبادا اسے کچھ پیدا ہو اور ابلیس لعین کچھ وسوسہ ڈالے کہ دیکھ بیماری اڑکر لگ گئی، اور اب معاذ اللہ اس امر کی حقانیت اسکے خطرہ میں گزرے گی جسے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باطل فرما چکے۔ یہ اس مرض سے بھی بدتر مرض ہوگا، ان وجوہ سے شرع حکیم ورحیم نے ضعیف الیقین لوگوں کو حکم استحبابی دیا ہے کہ اس سے دور رہیں، اور کامل الایمان بندگان خدا کے لئے کچھ حرج نہیں کہ وہ ان سب مفاسد سے پاک ہیں۔ خوب سمجھ لیا جائے کہ دور رہنے کا حکم ان حکمتوں کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ معاذ اللہ بیماری اڑکر لگتی ہے۔ اسے تو اللہ ورسول رد فرما چکے، جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (۴۶)

**تعریف غیر ممکن الجمع:۔** جن احادیث مین موافقت ممکن نہ ہو۔

**حکم۔** ان احادیث کا حکم یہ ہے کہ کسی ذریعہ سے نسخ کا علم ہو جائے تو ناسخ پر عمل ہوگا اور یہ نہ ہو سکے تو ترجیح کی صورت اپنائی جائے جو کثیر ہیں۔

امام سیوطی نے اصولی طور پر ساتھ بتائی ہیں، یہ بھی نہ ہو تو توقف۔

احناف کے نزدیک احادیث مختلفہ میں اولا نسخ، پھر ترجیح، پھر جمع کو اپنائیں گے، ورنہ توقف، ورنہ اقوال صحابہ اور پھر آخر میں قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

## وجوہ ترجیح وجمع

### ترجیح باعتبارِ متن:۔

☆ حرمت اباحت پر

☆ قول عام فعل خصوص پر، یہ جس میں خصوصیت یا عذر کا احتمال ہو۔

☆ اثبات نفی پر بشرطیکہ نفی مستقل دلیل کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ اصل حال وحکم کی رعایت میں

ہو۔

☆ محکم معلل غیر معلل پر

☆ شارع کا بیان وتفسیر غیر کے بیان وتشریح پر

☆ دلیل قوی دلیل ضعیف پر

## ترجیح باعتبار سند

☆ سند قوی ضعیف پر

☆ سند عالی نازل پر بشرطیکہ دونوں ہم پلہ ہوں،

☆ فقاہت میں فائق روایات کو دوسروں پر

☆ متعدد رواۃ ایک پر

☆ اتفاقی سند مختلف فیہ پر

☆ اکابر صحابہ کی روایت اصاغر پر

## وجوہ جمع

تنویع:۔ اگر دونوں عام ہوں تو الگ الگ انواع سے ان کا تعلق قرار دینا۔

تبعیض:۔ دونوں خاص ہوں تو الگ الگ حال پر، یا ایک کو حقیقت دوسرے کو مجاز پر محمول کرنا۔

تقیید:۔ دونوں مطلق ہوں تو دونوں کے ساتھ ایسی قید لگانا جس سے فرق ہو جائے۔

تخصیص:۔ ایک عام اور دوسری خاص ہو تو عام کو مخصوص قرار دینا۔

حمل:۔ ایک مطلق اور دوسرا مقید ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کرنا، بشرطیکہ دونوں کا سبب اور حکم ایک ہو۔

# اہمیت فن

فنون حدیث میں تمام علماء کو اس فن سے واقفیت ضروری ہے، لیکن کمال مہارت انہیں کو حاصل ہوتی ہے جو حدیث وفقہ دونوں کے جامع ہوں اور ان علمائے اصول کو جن کا مشغلہ یہ ہی رہا ہو کہ دریائے معانی میں غوطہ لگانا اور اپنے اپنے محامل پر احکام کو منطبق کرنا۔ ان علمائے

کے وفور علم کی بنا پر شاذ و نادر رہی ایسی احادیث رہ جاتی ہیں جن سے وہ تعارض کا حل نہ نکال سکیں۔

امام ابن خزیمہ تو فرماتے ہیں: مجھے ایسی دو احادیث کا علم نہیں جن میں باہم تعارض ہو۔(۴۷)

## تصانیف فن

١۔ اختلاف الحديث، للشافعي، اولين كتاب م ٢٠٤

٢۔ تاويل مختلف الحديث لا بن قتيبة، م ٢٧٦

٣۔ شرح مشكل الآثار للطحاوى، م ٣٢١

٤۔ كتاب لا بن خزيمة، م ٣٣١

٥۔ مشكل الحديث لا بن فورك، م ٤٠٦

٦۔ التحقيق فى احاديث الخلاف لا بن الجوزى، م ٥٩٧

## ناسخ ومنسوخ

**تعریف ناسخ:**۔ شارع کا ایک حکم شرعی کی تحدید بیان کر کے دوسرا حکم سنانا، کبھی ایک حدیث دوسری حدیث کی ناسخ ہوتی ہے، اور کبھی حدیث قرآن کے لئے ناسخ قرار دی جاتی ہے اور کبھی برعکس۔

یہ فن بھی نہایت اہم اور بڑی دشوار گذار منزل ہے، امام زہری فرماتے ہیں:۔

فقہاء کو ناسخ ومنسوخ احادیث نے تھکا دیا۔

امام شافعی کو اس فن میں خاص امتیاز حاصل تھا، امام احمد نے فرمایا: ہم نے مجمل ومفسر اور ناسخ ومنسوخ کو آپ کی مجلس کے بغیر حاصل نہ کیا۔

## ذرائع علم النسخ

نسخ کو جاننے کے لئے متعدد ذرائع ہیں۔

☆ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصریح فرمادیں۔

جیسے۔ کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانہ تذکر الآخرۃ۔ (٤٨)
میں نے تم کوقبور کی زیارت سے منع کیا تھا۔ اب میں تم کواجازت دے رہا ہوں، لہذا زیارت کیا کرو کہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

☆ صحابی بیان کریں، جیسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان:۔

کان آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترک الوضوء مما غیرت النار۔ (۴۹)
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری عمل مبارک یہ تھا کہ آگ سے پکی ہوئی چیزوں کوتناول فرما کر وضو نہیں فرمایا۔

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان:۔

انما کان انما الماء من الماء رخصۃ فی اول الاسلام ثم نہی عنہا۔
انزال ہونے پر ہی غسل کرنے کا حکم آغاز اسلام میں تھا پھر بعد میں محض جماع پر ہی غسل کا حکم دے دیا گیا۔

☆ تاریخ وقت کا علم ہونے پر نسخ کا فیصلہ کیا جاتا ہے، جیسے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

افطر الحاجم والمحجوم۔ (٥٠)
سنگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے اپنا روزہ توڑ لیا۔

دوسری حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احتجم وھو صائم۔ (٥١)
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سنگی لگوائی۔
پہلی حدیث فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمائی جیسا کہ شداد بن اوس نے دوسری روایت میں بیان فرمایا:۔

وکان ذلک یوم الفتح۔ (٥٢)
یہ حدیث فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمائی۔
دوسری حدیث حجۃ الوداع کے موقع کی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس بیان فرماتے

ہیں:۔

احتجم رسول صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وهو صائم محرم بین مكة والمدينة (۵۳)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا جبکہ روزہ دار تھے، اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان حالت احرام میں سفر فرمارہے تھے۔

لہذا بعد والی روایت پر عمل ہوگا اور پہلی منسوخ قرار دی جائے گی۔

☆ اجماع کی دلالت:۔ یعنی کسی حدیث کے خلاف تمام صحابہ کرام کا اجماع اور بالاتفاق عمل اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ پہلا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من شرب الخمر فاجلدوه فان عاد فی الرابعة فاقتلوه۔ (۵٤)

جس نے شراب پی اس پر کوڑوں سے حد جاری کرو اور اسکے بعد چوتھی مرتبہ بھی اسکا یہ قصور ثابت ہو جائے تو قتل کردو۔

دوسری حدیث میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اسکے بعد ایک ایسا ہی شرابی لایا گیا۔

ثم اتی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بعد ذلك برجل قد شرب فی الرابعة فضربه ولم یقتله۔ (۵۵)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اسکے بعد ایک ایسا ہی شخص لایا گیا جس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تھی، تو آپ نے اس پر صرف حد جاری فرمائی اور قتل کا حکم نہیں فرمایا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:۔

انما كان هذا فی اول الامر ثم نسخ بعد، والعمل علی هذا عند عامة اهل العلم، لا نعلم بينهم اختلافا فی ذلك فی القديم والحديث، و مما يقوی هذا ماروی عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من اوجه كثيرة انه قال:

لا یحل دم امرء مسلم یشهد ان لا اله الله وانی رسول الله الا باحدی ثلث، النفس بالنفس، والثیب الزانی، و التارك لدینه ۔(٥٦)

یہ حکم قتل اول امر میں تھا پھر منسوخ ہوا۔تمام علماء فقہاء اس پر متفق ہیں، متقدمین و متاخرین میں کسی کا اختلاف اس سلسلہ میں ہمیں معلوم نہیں۔اس موقف کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو متعدد طرق سے مروی ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کسی مسلمان کا خون بہانا صرف تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کے ذریعہ ہی جائز ہے، قتل عمد کے قصاص میں، شادی شدہ زانی، اور مرتد۔

واضح رہے کہ اجماع خود مستقل ناسخ نہیں ہوتا بلکہ نسخ پر دال ہوتا ہے۔(۵۷)

## تصانیف فن

☆ الاعتبار فی الناسخ و المنسوخ من الآثار للحازمی م ٥٨٤

☆ الناسخ والمنسوخ للامام احمد، م ٢٤١

☆ تجرید الاحادیث المنسوخة لابن الجوزی، م ٥٩٧

## خبر مردود

**تعریف:۔** جس حدیث کا ثبوت بعض یا کل شرائط قبولیت کے معدوم ہونے کی وجہ سے راجح نہ ہو، اسکا دوسرا معروف عنوان 'ضعیف' ہے۔

اسباب رد دو ہیں۔

✱ سقوط از سند ✱ طعن بر راوی

اول کی مندرجہ ذیل چھ قسمیں ہیں۔

✱ معلق ✱ مرسل ✱ معضل ✱ منقطع ✱ مرسل خفی ✱ مدلس

سقوط راوی اگر واضح ہو تو اس سے پہلی چار قسمیں متعلق ہیں، اور سقوط خفی ہو تو آخری دو۔

# معلق

**تعریف:۔** جس حدیث کی شروع سند سے ایک، یا زائد راوی پے در پے حذف ہوں۔

**حکم۔** یہ حدیث قابل رد ہے کہ راوی غیر مذکور کا حال معلوم نہیں، ہاں راوی کا حال معلوم ہو جائے اور وہ شرائط عدالت اور اوصاف قبولیت سے متصف ہو تو مقبول ہوگی، یہ حکم تمام منقطع احادیث کا ہونا چاہیے۔

**مثال۔** قال ابو هريرة عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: اللہ اعلم بمن يجاهد فی سبیله۔(۵۸)

**تعلیقات بخاری:۔** واضح رہے کہ امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیقات کو یک قلم مردود قرار نہیں دیا جاسکتا، کہ اس کتاب میں صحیح احادیث کے جمع کرنے کا التزام ہے، البتہ اس میں تفصیل یہ ہے کہ بعض تعلیقات کو یقین وقطعیت کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا۔ جیسے۔

قال ۔ ذکر۔ حکی۔ وغیرھا۔

اور بعض کو شک وتردد کے ساتھ بیان کیا ہے، جیسے۔

قیل ، ذکر، روی ، وغیرھا۔

اول کو صحیح اور ثابت کہا جاتا ہے، اور ثانی پر تحقیق کے بعد ہی حکم ہوگا، اس سے پہلے توقف بہتر ہے، ایسی احادیث بخاری میں صرف ایک سو ساٹھ ہیں۔(۵۹)

# مرسل

**تعریف:۔** جس حدیث میں آخر سند سے تابعی کے بعد راوی غیر مذکور ہو۔

**مثال۔** عن سعید بن المسیب ان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: من اکل من هذه الشجرة فلا یقرب مسجدنا۔(۶۰)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اس درخت (کچی پیاز اور لہسن) سے کچھ کھایا وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

مرسل نزد فقہاء واصولیین :۔ جس حدیث کی سند متصل نہ ہو، خواہ ایک راوی غیر مذکور ہو یا سب، پے در پے یا الگ الگ۔ گویا سقوط سند کی تمام صورتیں انکے نزدیک مرسل ہیں۔

حکم :۔ مرسل درحقیقت ضعیف مردود اور غیر مقبول ہے، کہ قبولیت کی ایک شرط اتصال سند سے خالی ہے، جمہور محدثین اور ایک جماعت اصولیین وفقہا کا یہی مسلک ہے۔

امام اعظم، امام مالک، اور امام احمد کا قول مشہور میں نیز ایک جماعت علماء کے نزدیک مقبول اور لائق احتجاج ہے بشرطیکہ ارسال کرنے والا ثقہ اور کسی معتمد ہی سے ارسال کرے، اس لئے کہ ثقہ تابعی جب تک کسی اپنے جیسے ثقہ سے کوئی بات نہ سنے تو براہ راست حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات تابعین مرسل پر نکیر نہیں کرتے تھے۔

امام شافعی اور بعض علماء کے نزدیک چند شرطوں سے مقبول ہے۔

☆ ارسال کرنے والا اکابر تابعین سے ہو۔

☆ غیر مذکور راوی کی تعیین میں ثقہ ہی کا نام لیا جائے۔

☆ معتمد حفاظ حدیث کسی دوسری سند سے روایت کریں تو اسکے مخالف نہ ہو۔

☆ کسی دوسری سند سے متصل ہو۔

☆ کسی صحابی کے قول کے موافق ہو۔

☆ اکثر اہل علم کے نزدیک اسکے مضمون پر فتوی ہو۔

اگر صحیح حدیث ایک طریق سے مروی ہو لیکن مرسل کے مخالف، اور مرسل اور اسکی مؤید علیحدہ سند سے تو یہ مرسل ہی راجح ہوگی، اگر جمع وتطبیق کی کوئی صورت ممکن نہ ہو۔

خیال رہے کہ مرسل صحابی جمہور کے نزدیک مقبول اور لائق احتجاج ہے۔ مرسل صحابی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ صحابی کم سنی یا تاخیر اسلام کی وجہ سے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں سن پاتا لیکن براہ راست نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہی کرتا ہے۔

جیسے عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اکثر روایات اسی طرح

کی ہیں۔(۶۱)

**مرسل اور ائمہ احناف:۔** احناف کے نزدیک تابعی اور تبع تابعین کی مرسلات مطلقاً مقبول ہیں، انکے بعد ثقہ کی ہو تو مقبول اور باقی کا فیصلہ تحقیق کے بعد ہوتا ہے۔(۶۴)

## مشہور مصنفات

☆ المراسیل لابی داؤد، م ۲۷۵

☆ المراسیل لابن ابی حاتم، م ۳۲۷

☆ جامع التحصیل لاحکام المراسیل للعلائی، م ۷۶۱

## معضل

**تعریف:۔** جسکی سند سے دو یا زائد راوی پے در پے ساقط ہوں۔

**مثال۔** مالك انه بلغه ان عائشة زوج النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قالت فی المرأة الحامل تری الدم انها تدع الصلوة۔(۶۳)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ روایت پہونچی کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:۔ حاملہ عورت اگر خون دیکھے تو نماز نہ پڑھے۔

یہ حدیث امام مالک کے بلاغات سے ہے اور درمیان میں دو راوی ساقط ہیں کہ بالعموم امام مالک اور حضرت صدیقہ کے درمیان موطا میں دو واسطے مذکور ہیں۔

لہذا فنی طور پر یہ حدیث منقطع معضل شمار ہوگی۔

**حکم:۔** ضعیف شمار ہوتی ہے اور مرسل کے بعد اسکا نمبر آتا ہے۔

معضل اور معلق کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

**مادۂ اجتماع:۔** یہ ہے کہ آغاز سند سے پے در پے دو راوی ساقط ہوں۔

**مادۂ افتراق:۔** درمیان سند سے پے در پے دو یا زائد راوی ساقط ہوں تو معضل کہیں گے معلق نہیں۔

آغاز سند سے صرف ایک راوی ساقط ہو تو معلق کہا جائے گا معضل نہیں۔

# منقطع

**تعریف:۔** درمیان سند سے ایک راوی ساقط ہو، اور دو یا زائد ہوں تو پے در پے نہ ہوں۔

**مثال۔** حدثنی محمد بن صالح،ثنا احمد بن سلمة، ثنا اسحاق بن ابراهيم، ثنا عبد الرزاق، انا النعمان بن شيبة، عن سفيان الثورى، عن ابى اسحاق، عن زيد بن يتيع، عن حذيفه، رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ان و ليتموها ابا بكر فزاهد في الدنيا راغب فى الآخرة و فى جسمه ضعف، و ان وليتموها عمر فقوى امين لا يخاف فى الله لو مة لا ئم، و ان وليتموها عليا فهاد مهتد يقيمكم على صراط مستقيم ۔(٦٤)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم خلافت صدیق اکبر کے سپرد کروگے تو انکو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب پاؤگے، اور وہ اپنے جسم میں ضعیف ثابت ہوں گے۔ اور عمر فاروق اعظم کے سپرد کروگے تو وہ قوی اور امین ثابت ہوں گے، احکام الٰہیہ میں کسی کی پرواہ نہیں کریں گے۔ اور اگر علی کو خلیفہ بناؤگے تو وہ سیدھی راہ پر خود بھی چلیں گے اور دوسروں کو بھی صراط مستقیم پر گامزن رکھیں گے۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی سفیان ثوری اور ابو اسحٰق کے درمیان سے ساقط ہیں اور وہ شریک ہیں، کیونکہ سفیان ثوری نے ابو اسحٰق سے براہ راست سماعت نہیں کی بلکہ بواسطہ شریک ،لہذا یہ منقطع ہے، اسی لئے امام ذہبی نے تلخیص میں اسکو ضعیف کہا۔

چونکہ اس حدیث کی سند میں سقوط راوی شروع سند سے نہیں لہذا یہ معلق نہیں، اور آخر سند سے نہیں ،لہذا مرسل نہیں، اور سند سے دو راوی پے در پے بھی ساقط نہیں لہذا معضل بھی نہیں، اسی لئے اسکو علیحدہ قسم شمار کیا گیا ہے۔

**حکم:۔** راوی غیر مذکور کا حال معلوم نہ ہونے کے سبب ضعیف شمار ہوتی ہے۔

# مدلّس

تعریف:۔ جس حدیث کی سند کا عیب پوشیدہ رکھا جائے اور ظاہر کو سنوار کر پیش کیا جائے۔

دو قسمیں ہیں۔

* مدلس الاسناد
* مدلس الشیوخ

**مدلس الاسناد:**۔ وہ حدیث جسکو استاذ سے بغیر سنے ایسے الفاظ سے استاذ کی طرف نسبت کرے جس سے سننے کا گمان ہو۔ اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ راوی اپنے شیخ کا ذکر نہ کرے جس سے سماع حاصل تھا بلکہ اپنے شیخ سے بالا شیخ کو ذکر کردے جس سے سماع حاصل نہیں مگر ایسے لفظ سے جو سماع کا ایہام کرتا ہے۔

جیسے:۔ قال، عن، ان، وغیرہا کے ذریعہ بیان کرے کہ یہ الفاظ موہم سماع ہیں۔

یعنی ایسے الفاظ نہ استعمال کرے جو صراحت کے ساتھ براہ راست سننے کو بتائیں ورنہ جھوٹا کہلائے گا۔ اس صورت میں چھوٹے ہوئے راوی ایک سے زاید بھی ہوسکتے ہیں۔

تدلیس کا سبب کبھی یہ ہوتا ہے کہ شیخ کے صغیر السن ہونے کی وجہ سے راوی از راہ خفت اسکا تذکرہ نہیں کرنا چاہتا، یا راوی کا شیخ کوئی معروف شخص نہیں، یا عوام وخواص میں اسکو مقبولیت حاصل نہیں، یا پھر مجروح ضعیف ہے۔ لہذا شیخ کے نام کو ذکر کرنے سے پہلو تہی کرتا ہے۔

واضح رہے کہ بعض اکابر جیسے سفیان بن عیینہ سے تدلیس مندرجہ بالا وجوہ کے پیش نظر واقع نہیں ہوئی بلکہ اس وجہ سے کہ صحت حدیث پر انکو وثوق تھا اور بوجہ شہرت اپنے شیوخ کے ذکر کی ضرورت نہ سمجھی، لہذا انکی حدیث پر بایں معنی جرح نہیں کی جاتی۔

**حکم:**۔ ایسی احادیث ضعیف کی اہم اقسام سے ہیں، علماء نے اس عمل کو نہایت مکروہ بتایا ہے اور بہت مذمت کی ہے، امام شعبہ نے تدلیس کو کذب بیانی کا دوسرا عنوان بتایا ہے۔

**مدلس الشیوخ:**۔ وہ حدیث جسے راوی اپنے استاذ سے نقل کرتے ہوئے اس کے لئے

کوئی غیر معروف نام، لقب، کنیت، یا نسب ذکر کرے تاکہ اسے پہچانا نہ جاسکے۔(٦٥)

اسکی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ شیخ سے بکثرت روایتیں کرنے کی وجہ سے بار بار معروف نام لینا نہیں چاہتا۔

حکم:۔ اس میں پہلی قسم کی بہ نسبت نقص کم ہوتا ہے، کیونکہ راوی ساقط نہیں ہوتا، ہاں راوی کا غیر معروف نام ذکر کرکے سامعین کو الجھن میں مبتلا کرنا ہے۔

ایسی احادیث میں اگر سماع کی تصریح کردی جائے تو حدیث مقبول ورنہ غیر مقبول ہوگی، نیز وہ حضرات جو ثقہ ہے تدلیس کرتے ہیں انکی مقبول ورنہ غیر مقبول۔(٦٦)

## تصانیف فن

اس فن میں محدثین نے مستقل کتابیں لکھیں چند یہ ہیں:۔

☆ کتاب التدلیس للخطیب،　　　م ٤٦٣

☆ التبین لأسماء المدلسین للخطیب،　　　م ٤٦٣

☆ التبین لأسماء المدلسین للحلبی،　　　م ٨٤١

☆ تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس لا بن حجر، ٨٥٢

## مرسل خفی

تعریف: جس حدیث کو راوی کسی ایسے شخص سے نقل کرے جس سے اسکی معاصرت کے باوجود ملاقات یا سماع ثابت نہ ہو۔

مرسل خفی اور مدلس کے درمیان فرق یوں ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے معاصرت ہوتی ہے اور ملاقات بھی ممکن لیکن سماع ثابت نہیں ہوتا۔ برخلاف مدلس کہ اس میں تینوں چیزیں ہوتی ہیں۔

مثال:۔ حدثنا محمد بن الصباح، انبانا عبد العزیز بن محمد عن صالح بن محمد بن زائدة، عن عمر بن عبد العزیز عن عقبة بن عامر الجهنی قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: رحم الله حارس الحرس۔ (٦٧)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: اللہ تعالیٰ مجاہدین کے محافظین پر رحم فرمائے۔

عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت عقبہ سے معاصرت تو ثابت ہے لیکن ملاقات نہیں جیسا کہ مزی نے اطراف الحدیث میں ذکر کیا۔

**حکم:۔** ضعیف ہے اس لئے کہ اس میں انقطاع ہوتا ہے۔

## تصنیف فن

☆ کتاب التفصیل لمبهم المراسيل للخطيب۔

یہ اس فن میں نہایت مشہور کتاب ہے۔

## معنعن ومؤنن

**تعریف:۔** لفظ 'عن' کے ذریعہ روایت معنعن ہے، اور 'ان' کے ذریعہ روایت مؤنن ہے۔

**حکم:۔** چند شرائط کے ساتھ متصل شمار کی جاتی ہے۔

☆ راوی مدلس نہ ہو۔

☆ جن راویوں کے درمیان 'عن' یا 'ان' آئے وہ ہم عصر ہوں۔

## مردود بسبب طعن در راوی

راوی میں طعن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسکی عدالت یعنی مذہب و کردار، اور ضبط و حفظ کے بارے میں جرح کی جائے۔

اسباب طعن دس ہیں:۔

☆ پانچ عدالت سے متعلق ☆ پانچ ضبط سے متعلق

عدالت میں طعن کے وجوہ یہ ہیں۔

✸ کذب ✸ اتہام کذب ✸ فسق ✸ بدعت ✸ جہالت

ضبط میں طعن کے وجوہ یہ ہیں۔

✸ فرط غفلت ✸ کثرت غلط ✸ سوء حفظ ✸ کثرت وہم ✸ مخالفت ثقات

اب بدتر سے کم تر کی طرف ترتیب ملاحظہ ہو۔

# موضوع

**تعریف:**۔ وہ مضمون جسکو بصورت حدیث حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کذب بیانی سے منسوب کیا جائے۔

اسکی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

☆ کبھی محض اپنی طرف سے گڑھ کر کوئی بات حضور کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

☆ کبھی کسی کی کوئی بات حضور کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

☆ کبھی ضعیف حدیث کے ساتھ قوی سند لگا کر۔

اس آخری صورت میں اصل نسبت تو جھوٹی نہیں ہوتی لیکن حتمی ویقینی شکل بنا کر پیش کرنا واقعی جھوٹ ہے۔

**حکم ومرتبہ:**۔ اسکو حدیث مجازا کہتے ہیں ورنہ درحقیقت یہ حدیث ہی نہیں، اور جس حدیث کی وضع کا علم ہو اس میں وضع کی صراحت کے بغیر اسکی روایت کرنا جائز نہیں۔

بعض صوفیہ اور فرقہ کرامیہ ترغیب وترہیب میں ایسی روایت کے جواز کے قائل ہیں مگر جمہور اسکے خلاف ہیں، امام الحرمین نے تو واضع حدیث کو کافر تک کہا ہے۔

یہ جرم اتنا قبیح ہے کہ کسی سے متعلق ایک مرتبہ بھی یہ حرکت ثابت ہو جائے تو پھر کبھی اسکی روایت مقبول نہیں ہوتی خواہ توبہ کر لے۔

## ذرائع معرفت وضع:۔

☆ وضع کے سلسلہ میں واضع کا اقرار۔ یا بمنزلۂ اقرار۔ یا راوی کے اندر کسی قرینے سے۔ یا مروی کے اندر کسی طریقے سے وضع کا علم ہوتا ہے۔

☆ نیز عقل ومشاہدہ، صراحت قرآن، سنت متواترہ، اجماع قطعی، اور مشہور تاریخی واقعات کی واضح مخالفت سے بھی وضع کا حکم لگایا جاتا ہے۔ یہ جب ہے کہ تاویل وتطبیق کا احتمال نہ رہے۔

☆ امر منقول ایسا ہو کہ حالات وقرآئن بتاتے ہیں کہ ایک جماعت اسکی ناقل ہونی چاہئے

تھی، یا یہ کہ دین کی اصل ہے اور ان دونوں صورتوں میں راوی و ناقل صرف ایک ہے، یا زیادہ ہیں لیکن تواتر کو نہیں پہونچے۔

☆ کسی معمولی چیز پر سخت وعید، یا اجر عظیم کی بشارت، نیز وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔

☆ معنی شنیع و قبیح ہوں جنکا صدور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ناممکن، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم، یا عبث، یا سفہ، یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہو۔

☆ ایک جماعت جسکا عدد حد تواتر کو پہونچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اسکے کذب و بطلان ہر گواہی مستنداً الی الحس دے۔

☆ لفظ رکیک و سخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

☆ یا ناقل رافضی حضرات اہل بیت کرام علی سیدہم و علیہم الصلوۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اسکے غیر سے ثابت نہ ہوں۔

☆ یونہی وہ مناقب امیر معاویہ و عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المومنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں، کما نص علیہ الحافظ ابو یعلی و الحافظ الخلیلی فی الارشاد، یونہی نواصب نے مناقب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گڑھیں، کما ارشد الیہ الامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔

☆ تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتہ نہ چلے یہ صرف اجلۂ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جسکی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔ (۶۸)

## دواعی وضع:۔

کسی نے تقرب الی اللہ کی غرض سے غلبہ جہل کے باعث۔ کسی نے اپنے مذہب کی فوقیت میں تعصب و عناد کی خاطر۔ کسی نے بد دینی پھلانے کے لئے۔ کسی نے دنیا طلبی اور خواہش نفسانی کے پیش نظر۔ اور کسی نے حب جاہ اور طلب شہرت کے لئے یہ مذموم فعل اپنا وطیرہ بنایا تھا۔ (۶۹)

بعض مفسرین نے بلا صراحت وضع ایسی روایات لی ہیں۔ وضع کا زیادہ تر تعلق اقوام و افراد کی منقبت و مذمت، انبیاء سابقین کے قصوں، بنی اسرائیل کے احوال، کھانے پینے کی چیزوں، جانوروں، جھاڑ پھونک، دعا اور نوافل کے ثواب سے رہا ہے۔ (۷۰)

## تصانیف فن

☆ تذکرة الموضوعات للمقدسی، م ۵۰۷

☆ کتاب الموضوعات لا بن الجوزی، م ۵۹۷

☆ اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة للسیوطی، م ۹۱۱

☆ تنزیه الشریعة المرفوعة عن الاحادیث الشنیعة الموضوعة للکتانی، م ۹۶۳

## متروک

**تعریف:۔** سند حدیث میں کوئی راوی متہم بالکذب ہو۔

اسباب اتہام میں ایک اہم سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ تنہا ایسی روایت کرتا ہے جو قرآن و حدیث سے مستنبط قواعد کے خلاف ہو۔

دوسرا سبب اسکی عام گفتگو میں جھوٹ بولنے کی عادت مشہور ہو جبکہ حدیث کے بیان میں اسکی یہ عادت ثابت و منقول نہ ہو۔

**حکم و مرتبہ:۔** موضوع کے بعد اسکا مرتبہ ہے، اسکی یہ روایت مقبول نہیں ہاں جب توبہ کرلے اور امارات صدق ظاہر ہو جائیں تو اسکی حدیث مقبول ہوگی، اور جس شخص سے نادراً اپنے کلام میں کذب صادر ہو اور حدیث میں کبھی نہ ہو تو اسکی حدیث کو موضوع یا متروک نہیں کہتے۔

پھر بھی پہلی صورت میں مردود رہے گی۔

**مثال:۔** عن عمرو بن شمر، عن جابر، عن ابی الطفیل، عن علی و عمار قالا: کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقنت فی الفجر ویکبر یوم عرفة من صلوة

الغداة ،و یقطع صلوة العصر آخر ایام التشریق۔ (۷۱)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فجر میں قنوت پڑھتے ،اور تکبیر تشریق نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک کہتے تھے۔

اس حدیث کی سند میں عمرو بن شمر جعفی شیعی کوفی ہے، ابن حبان نے کہا: یہ رافضی تبرائی تھا۔

یحیی بن معین نے فرمایا: اسکی حدیث نہ لکھی جائے۔

امام بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث ہے۔

امام نسائی اور دار قطنی نے متروک الحدیث کہا۔ (۷۲)

## منکر

**تعریف:** ۔ جسکی سند میں کوئی راوی فسق یا کثرت غلط یا فرط غفلت سے متصف ہو۔

**حکم و مرتبہ:** ۔ یہ حدیث ضعیف کہلاتی ہے،اور تعریف میں جن تین اوصاف کا تذکرہ ہوا ضعف میں بھی اسی ترتیب کالحاظ ہوتا ہے،یعنی بدتر سے کمتر کی طرف۔ لہذا زیادہ قابل رد بر بنائے فسق ہوگی ،وعلی ہذا۔

**مثال:** ۔ حدثنا ابو البشر بکر بن خلف، ثنا یحیی بن محمد قیس المدنی ، ثنا ھشام بن عروۃ عن ابیه عن عائشة قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : کلوا البلح بالتمر ، کلوا الخلق بالجدید فان الشیطان یغضب۔ (۷۳)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پکی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے ساتھ ملا کر کھایا کرو، اور پرانی کھجور جدید کے ساتھ، کہ شیطان کو اس سے غصہ آتا ہے۔

اس حدیث کی سند میں یحیی بن محمد ہیں جو کثرت غلط سے متصف تھے۔ حافظ ابن حجر نے انکے بارے میں کہا یہ بہت زیادہ خطا کرتے تھے، اگرچہ یہ رجال مسلم سے ہیں لیکن امام مسلم نے فقط متابعات میں ان سے روایات لی ہیں، لہذا انکی یہ حدیث منکر ضعیف ہے۔

# معلل

**تعریف**۔ وہ حدیث جو بظاہر بے عیب ہو مگر اسکے اندر کسی ایسے عیب کا علم ہو جائے جو اسکی صحت کو مجروح کر دے، اس عیب کو علت کہا جاتا ہے۔

یہ علت نہایت پوشیدہ ہوتی ہے اور صحت پر اثر انداز۔ کبھی علت سند میں ہوتی ہے اور اسکا اثر متن پر بھی پڑتا ہے، جیسے متصل روایت مرسل ثابت ہوئی تو سند و متن دونوں غیر مقبول۔

کبھی صرف سند میں ہوتی ہے اور یہ وہاں جہاں سند میں ایک ثقہ کی جگہ دوسرا ثقہ راوی لایا جائے۔ لہذا سند اگرچہ اس غلطی کی وجہ سے مجروح ہوگی لیکن متن مقبول ہے۔ اور کبھی صرف متن میں ہوتی ہے۔

لہذا معلل کی دو قسمیں ہیں۔

* معلل در سند　　* معلل در متن

یہ عت راوی کے وہم کی پیداوار ہوتی ہے، جیسے راوی کبھی حدیث مرسل کو متصل، یا متصل کو مرسل روایت کر دے، یا مرفوع کو موقوف یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دے یا اور کسی قرینہ خفیہ سے جس پر ہر ایک کو اطلاع نہیں ہوتی بلکہ یہ فن نہایت عظیم بلکہ دقیق ہے کہ اسکی بنیاد ان اسباب علل پر بھی ہوتی ہے جو ظاہر و واضح نہیں ہوتے بلکہ مخفی و پوشیدہ انکو اعلیٰ درجہ کے محدثین و محققین ہی سمجھ پاتے ہیں۔ جیسے

ابن مدینی، امام احمد ابن حنبل، امام بخاری، ابو حاتم، دار قطنی۔

## تصانیف فن

☆ کتاب العلل لابن المدینی، م ۲۲۴

☆ علل الحدیث لابن ابی حاتم، م ۳۲۷

☆ العلل و معرفۃ الرجال لاحمد بن حنبل، م ۲۴۱

☆ العلل الکبیر و العلل الصغیر للترمذی، م ۲۷۰

☆ علل الواردۃ فی الاحادیث النبویہ للدار قطنی، م ۳۸۵

☆ کتاب العلل للخلال، (٧٤) ٣١١م

## مخالفت ثقات

راوی پر طعن کا سبب ثقات کی مخالفت بھی ہے جسکی سات صورتیں ہیں۔ لہذا سات عنوان اسکے لئے وضع کئے گئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

مدرج، مقلوب، المزید فی متصل المسانید، مضطرب، مصحف، شاذ، منکر۔

اجمالا یوں سمجھئے کہ مخالفت ثقات اسناد یا متن میں تبدیلی یا اجافہ کی صورت میں ہو تو مدرج ہے۔ تقدیم وتاخیر میں ہو تو مقلوب ہے۔ معتبر سند میں راوی کا اضافہ ہو تو المزید فی متصل الاسانید ہے۔ اگر راوی میں تبدیلی یا متن میں ایسا اختلاف جو تعارض کا سبب ہو اور کوئی وجہ ترجیح نہ ہو تو مضطرب ہے۔ اگر حروف میں تبدیلی ہو تو مصحف ہے۔ ثقہ اگر اوثق کی مخالفت کرے تو شاذ اور اسکے مقابل محفوظ ہے۔ ضعیف اگر ثقہ کی مخالفت کرے تو منکر اور اسکے مقابل معروف ہے۔

## مدرج

**تعریف**۔ جس حدیث میں غیر کو داخل کر دیا جائے۔

دو قسمیں ہیں:۔

✸ مدرج الاسناد ✸ مدرج المتن

**تعریف مدرج الاسناد**۔ وہ حدیث جسکی سند کا وسط یا سیاق بدل دیا جائے۔

اسکی متعدد صورتیں ہیں لیکن اجمالی کلام یہ ہے

☆ راوی کو ایک حدیث چند شیوخ سے پہونچی جنہوں نے اس حدیث کو مختلف سندوں سے بیان کیا تھا، پھر اس راوی نے حدیث مذکور کو ان سب سے ایک سند کے ساتھ روایت کر دیا، اور انکی سندوں کا اختلاف بیان نہ کیا۔ جیسے۔

عن بندار عن عبد الرحمن بن مهدی عن سفیان الثوری عن واصل و منصور والاعمش عن ابی وائل عن عمرو بن شرحبیل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قلت : یا رسول اللہ ! ای الذنب اعظم ؟ قال : ان

تجعل لله ندا وهو خلقك، قال: قلت: ثم ماذا؟ قال: أن تقتل ولدك خشية ان يطعم معك، قال: قلت: ثم ماذا؟ قال: ان تزني حليلة جارك۔(۷۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ فرمایا: یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو اسکا شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا فرمایا: میں نے عرض کیا: پھر کونسا؟ فرمایا: اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر دینا کہ وہ تیرے ساتھ مل کر کھائے گا۔ میں نے عرض کیا: پھر کونسا؟ فرمایا: اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا میں مبتلا ہو جانا۔

اس حدیث کی روایت میں واصل، منصور اور اعمش کی سندیں مختلف تھیں، کہ واصل کی سند میں عمرو بن شرحبیل نہ تھے، بلکہ ابووائل ہیں، اور منصور و اعمش کی سند میں تھے۔

حضرت سفیان ثوری کے راوی عبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث مذکور کو سب سے بیک سند روایت کر دیا۔

☆ کسی شیخ کے نزدیک متن کا ایک حصہ ایک سند سے مروی تھا اور دوسرا حصہ دوسری سند سے۔ انکے شاگرد نے دونوں حصوں کو ان سے ایک سند کے ساتھ روایت کر دیا۔ جیسے۔

حدثنا عثمان بن ابی شيبة، اخبرنا شريك عن عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر قال: رأيت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حين افتتح الصلوة رفع يديه حيال اذنيه، قال: ثم أتيتهم فرأيتهم يرفعون ايديهم الى صدورهم فى افتتاح الصلوة وعليهم برانس واكيسه۔(۷۶)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔ کہتے ہیں: پھر میں ایک دوسرے موقع پر (سردی کے موسم میں) حاضر ہوا تو دیکھا کہ سب حضرات تکبیر تحریمہ میں صرف سینہ تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور اس وقت وہ ٹوپے اوڑھے تھے اور جبوں میں ملبوس۔

اس حدیث میں یہ جملہ 'ثم أتيتهم فرأيتهم الخ' عاصم کے نزدیک اس سند سے نہیں بلکہ دوسری سند سے ثابت تھا مگر انکے شاگرد 'شریک' نے اسے اول متن کے

ساتھ ملاکر مجموعہ کو اس سند کے ساتھ عاصم سے روایت کردیا۔

دوسری سند یوں ہے۔

حدثنا محمد بن سلیمان الانباری، اخبر نا وکیع عن شریک عن عاصم بن کلیب عن علقمة بن وائل عن وائل بنحجر قال :اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الشتاء فرأیت اصحابہ یرفعون ایدیھم فی ثیابھم فی الصلوۃ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں موسم سرما میں حاضر ہوا تو میں نے آپکے صحابہ کو دیکھا کہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو کپڑوں کے اندر ہی اٹھاتے ہیں۔

پہلی سند میں عاصم نے اپنے والد کلیب سے روایت کی ہے اور انہوں نے وائل بن حجر سے، جبکہ اس دوسری سند میں عاصم کی روایت علقمہ بن وائل سے ہے۔

☆ ایک شیخ کے نزدیک دو متن دو مختلف سندوں سے مروی تھے مگر انکے شاگرد نے دونوں کو ایک سند سے روایت کردیا۔ جیسے یہ دو حدیثیں امام مالک نے روایت کیں۔

مالك عن ابن شهاب عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: لا تباغضوا و لا تحاسدوا و لا تدابروا، و كونوا عباد الله اخوانا، ولا يحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلث ليال ۔(۷۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپس میں بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، قطع تعلق نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بنکر آپس میں بھائی چارگی کے ساتھ رہو، کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے۔

مالك عن ابى الزناد عن الاعرج عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال : اياكم و الظن، فان الظن اكذب الحديث، ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا، و كونوا عباد الله اخوانا۔(۷۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بدگمانی سے بچو کہ یہ بڑا جھوٹ ہے، کسی کی پوشیدہ باتیں نہ سنو اور کسی کی اندورن خانہ چیزوں میں نہ پڑو، آپس میں ایک دوسرے کو نیچا نہ دکھاؤ اور باہم حسد نہ رکھو، اپنے درمیان بغض وعناد نہ رکھو اور قطع تعلق نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے بندے بھائی بھائی بنکر رہو۔

پہلی حدیث حضرت انس سے مروی ہے اور دوسری حضرت ابوہریرہ سے، امام مالک نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ سندوں سے ذکر کیا۔

پہلی حدیث حضرت انس سے مروی ہے اس میں لفظ 'ولا تنافسوا' نہیں اور دوسری حضرت ابوہریرہ سے اور اس میں یہ لفظ ہے۔ امام مالک نے دونوں حدیثوں کو علیحدہ علیحدہ سند سے ذکر کیا تھا۔ مگر امام مالک کے شاگرد سعید بن حکم المعروف بابن ابی مریم، نے دونوں روایتوں کو پہلی سند سے روایت کردیا۔ (۷۹)

☆ شیخ نے ایک سند بیان کی اور اس کا متن بیان کرنے سے پہلے کسی ضرورت سے کچھ کلام کیا، شاگرد نے اس کلام کو سند مذکور کا متن خیال کر کے اس سند کے ساتھ شیخ سے روایت کردیا۔

یہ چاروں صورتیں مدرج الاسناد کی ہیں۔

**تعریف مدرج المتن** ۔ جس متن حدیث میں غیر حدیث کو داخل کردیا جائے خواہ صحابی کا قول ہو یا بعد کے کسی راوی کا۔ نیز ادراج درمیان میں ہو یا اول وآخر میں۔ پھر اسکو حدیث رسول کے ساتھ اس طرح مخلوط کردیا جائے، کہ دونوں میں امتیاز نہ رہے۔

☆ اول حدیث میں ادراج، جیسے:۔

خطیب بغدادی نے 'ابوقطن' اور 'شبابہ' سے ایک روایت یوں نقل کی ہے۔

عن شعبة عن محمد بن زياد عن ابى هريرة قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: اسبغوا الوضوء، ويل للأعقاب من النار۔ (۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وضو میں خوب مبالغہ کرو، ایڑیوں کے لئے دوزخ کی تباہی ہے۔

اس حدیث میں 'اسبغوا الوضوء' حضرت ابوہریرہ کا فرمان ہے جس کو ابو قطن،

وغیرہ نے حدیث مرفوع میں مخلوط کر کے پیش کر دیا ہے۔

امام شعبہ سے روایت کرنے والے آدم اور محمد بن جعفر ہیں لیکن کسی میں یہ لفظ نہیں۔

آدم سے بطریق شعبہ امام بخاری نے روایت لی ہے انکے الفاظ یہ ہیں:۔

عن آدم بن ابی ایاس ، ثنا شعبة ، ثنا محمد بن زیاد قال سمعت اباھریرة و کان یمر بنا و الناس یتوضئون من المطھرة فیقول : اسبغوا الوضوء ، فان ابا القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ویل للأعقاب من النار۔ (۸۱)

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ 'اسبغوا الوضوء' حضرت ابوہریرہ کا قول ہے۔

اور محمد بن جعفر اور امام وکیع سے بطریق شعبہ امام مسلم نے روایت فرما کر ارشاد فرمایا:۔

ولیس فی حدیث شعبة أسبغوا الوضوء ۔(۸۲)

امام شعبہ کی حدیث میں اسبغوا الوضوء کے الفاظ نہیں۔

خیال رہے کہ یہ تفصیل حضرت ابوہریرہ کی روایت کی بنا پر ہے ورنہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے جو روایت آئی اس میں یہ جملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے یوں منسوب ہے۔

کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

ویل للأعقاب من النار اسبغوا الوضوء ۔ (۸۳)

خشک ایڑیوں کیلئے جہنم کی ہلاکت ہے، وضو میں مبالغہ کرو۔

اور امام بیہقی نے ابوعبداللہ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ مرفوعا روایت لی۔

انما مثل الذی یصلی ولا یرکع ، وینقر فی سجودہ کالجائع لایاکل الا تمرة او تمرتین فماذا تغنیان عنه ، فاسبغوا الوضوء ، ویل للأعقاب من النار۔ (۸۴)

جو شخص نماز پڑھے اور رکوع وسجود اطمینان سے نہ کرے اسکی مثال ایسی ہے کہ بھوکے آدمی کو ایک دو کھجور کھانے کو ملیں، تو کیا یہ اسکو کفایت کریں گی، لہذا وضو میں مبالغہ کرو، سوکھی ایڑیوں کے لئے دوزخ کی ہلاکت ہے۔

ان دونوں روایتوں میں وہ لفظ موجود اور خود حضور کی طرف منسوب ہے، لہذا ان سندوں کی رو سے حدیث کو مدرج المتن نہیں کہا جا سکتا۔

بلکہ دوسری روایت میں تو انتساب کو قوی بنانے کے لئے یہ الفاظ بھی ہے ہیں کہ راوی حدیث ابوصالح اشعری نے ابوعبداللہ اشعری سے پوچھا۔

من حدثت بهم الحديث ، قال : امراء الاجناد ، خالد بن الوليد ، و عمر و بن العاص و شرحبيل بن حسنة و يزيد بن ابى سفيان كل صؤلا سمعه من رسول الله الله تعالىٰ عليه وسلم۔ (٨٥)

یہ حدیث آپ سے کس نے بیان کی؟ بولے: لشکروں کے کے امیروں نے یعنی، خالد بن ولید، عمرو بن عاص، شرحبیل بن حسنہ اور یزید بن ابی سفیان نے۔ ان سب حضرات نے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی۔

یہ حضرات خلافت فاروقی میں ملک شام میں فلسطین، اردم، حمص، قنسرین اور دمشق کے امیر تھے۔

درمیان حدیث میں ادراج، جیسے:۔

عن ام المومنين عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنه قالت : اول ما بدئ به رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الوحى الرويا الصالحة فى النوم فكان لا يرى رويا الا جاء ت مثل فلق الصبح ثم حبب اليه الخلاء و كان يخلو بغار حراء فيتحنث فيه و هو التعبد الليالى ذوات العدد قبل ان ينزع الى اهله و يتزود لذلك۔ (٨٦)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کا آغاز اچھے خوابوں سے ہوا، جو خواب بھی آپ دیکھتے اس کی تعبیر صبح روشن کی طرح ظاہر ہوتی، پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت ڈال دی گئی اور آپ نے غار حراء میں خلوت اختیار فرمائی، چنانچہ آپ وہاں تحنث (یعنی عبادت) میں چند ایام مشغول رہتے جب تک قلب اپنے اہل وعیال کی طرف مائل نہ ہوتا، اتنے ایام کا توشہ ساتھ لیجاتے تھے،

اس حدیث میں "وھو التعبد" درمیان حدیث میں ادراج ہے اور یہ امام زہری کا قول ہے، کما فی الطیبی۔

☆ آخر حدیث میں ادراج، جیسے:۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للعبد المملوك الصالح اجران ، و الذی نفسی بیدی لو لا الجهاد فی سبیل اللہ و الحج و برامی لا احببت ان اموت و انا مملوك ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیک غلام کو دو اجر ملتے ہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر جہاد حج اور والدہ کی خدمت کا معاملہ نہ ہوتا تو مجھے یہی پسند تھا کہ میں غلامی کی حالت میں ہی دنیا سے جاؤں۔

اس حدیث میں "نفسی بیدی الخ" سے پورا جملہ حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے جو آخر حدیث میں مدرج ہے، اس لئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح کی تمنا نہیں کر سکتے تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ بھی باحیات نہ تھیں جن کی خدمت غلامی سے مانع ہوتی۔

نیز یہ روایت:۔

عن ابی خیثمۃ زہیر بن معاویۃ عن الحسن بن الحر عن القاسم بن مخیمرۃ عن علقمۃ عن عبد اللہ بن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمہ التشہد فی الصلوۃ فقال : قل التحیات للہ الی آخرہ فاذا قلت ھذا فقد قضیت صلوتك ، ان شئت ان تقوم فقم ، وان شئت ان تقعد فاقعد ۔ (۸۷)

حضرت علقمہ روایت کرتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو نماز میں پڑھا جانے والا تشہد تعلیم فرمایا، تو ارشاد فرمایا: پڑھو التحیات للہ الی آخرہ جب تم نے یہ پڑھ لیا تو نماز مکمل کرلی، چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور چاہو تو بیٹھے رہو۔

اس حدیث میں "فاذا قلت" سے آخر تک حضرت ابن مسعود کا قول ہے جو آپ نے شاگرد حضرت علقمہ سے آپ نے بیان کیا تھا، حضور کا فرمان نہیں، لہذا ادراج آخر میں ہے۔

حکم۔ محدثین وفقہاء متفق ہیں کہ صحابہ کے بعد ادراج ناجائز ہے لیکن تشریح لفظ کیلئے جائز۔

اسی لئے محتاط و محققین علماء سے بھی ایسا ادراج منقول ہے، بخاری شریف میں اس کی کثیر مثالیں موجود ہیں۔

## تصانیف فن

☆ الفصل للوصل المدرج فی النقل للخطیب م ٤٦٣ھ

☆ تقریب المنهج بترتیب المدرج لابن حجر م ٨٥٢ھ

## مقلوب

**تعریف:** - وہ حدیث جس میں تقدیم وتاخیر کے ذریعہ تبدیلی کردی جائے۔

دو قسمیں ہیں:۔

* مقلوب السند * مقلوب المتن

**مقلوب السند:** - راوی اور اس کی ولدیت میں تقدیم وتاخیر سے ہوتا ہے۔ یا راوی مشہور کی جگہ دوسرے کا نام لے دیا جاتا ہے جیسے۔ کعب بن مرۃ کو مرۃ بن کعب، روایت کردینا، یا سالم بن عبد اللہ کی جگہ نافع کا ذکر کردینا۔

**مقلوب المتن:** - الفاظ حدیث کی تقدیم وتاخیر کے ذریعہ تبدیلی کردینا۔ مثال جیسے:۔

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله الی ان قال، و رجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لا تعلم یمینه ما تنفق شماله الحدیث ـ (۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات لوگ بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں رہیں گے، انہیں میں وہ شخص بھی ہے جو پوشیدہ طور پر صدقہ دیا کرتا ہے اس طرح کی بائیں ہاتھ سے دیتا ہے تو داہنے کو خبر نہیں ہوتی۔

اس حدیث کے جملہ "حتی لا تعلم الخ" میں قلب واقع ہوا کیونکہ معروف ومعتاد یہی ہے کہ خرچ داہنے ہاتھ سے ہوتا ہے۔ اور صحیح معروف وہ ہے جس کو امام مالک اور امام

بخاری نے روایت کیا۔

ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لا تعلم شماله ما تنفق یمینه ۔(۸۹)

وہ شخص جو صدقہ اس طرح چھپا کر دیتا ہے کہ داہنا ہاتھ خرچ کرتا ہے تو بائیں کو خبر نہیں ہوتی۔

امام قاضی عیاض نے فرمایا، یہ قلب ناقلین سے واقع ہوا امام مسلم سے نہیں، اس پر دلیل یہ ہے کہ امام مالک سے فوراً بعد جو حدیث ذکر کی اس کو اسی حدیث کے مثل قرار دیا ہے، اور امام مالک کی روایت میں وہی ترتیب ہے جو بخاری سے گزری حتی کہ الفاظ بھی بعینہ وہی ہیں۔

کبھی مقلوب المتن کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک سند دوسری حدیث کے ساتھ اور دوسری سند پہلی حدیث کے ساتھ ضم کر دی جاتی ہے، جیسے بغداد میں امام بخاری کا امتحان لینے کیلئے بعض لوگوں نے سو سے زائد احادیث میں ایسا ہی کیا تھا۔

قلب متعدد وجوہ سے ہوتا ہے:۔

☆ اپنا علمی تفوق ظاہر کرنا۔

☆ کسی دوسرے کا امتحان لینا۔

☆ خطا وسہو کی بنا پر۔

حکم:۔ پہلی صورت میں ناجائز ہے۔ دوسری صورت میں اسی وقت جائز جبکہ اسی مجلس میں حقیقت واضح کر دی جائے۔ البتہ تیسری صورت والا معذور ہے۔ ہاں بکثرت ہو تو ضبط مجروح ہوگا اور روایت ضعیف قرار پائے گی۔

## تصنیف فن

☆ رافع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء والالقاب للخطیب۔ م ۴۶۳ھ

قلب سند میں یہ کتاب خصوصیت کی حامل ہے۔

# المزید فی متصل الاسانید

**تعریف:۔** جس حدیث کی سند بظاہر متصل ہو لیکن سند میں کسی راوی کا اضافہ کردیا جائے۔

**مثال:۔** عن عبد الله بن المبارك قال : حدثنا سفيان عن عبد الرحمن بن يزيد ، حدثني بسر بن عبيد الله قال: قال سمعت ابا ادريس قال : سمعت واثلة بن الاسقع يقول : سمعت ابا مرثد الغنوى يقول سمعت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول :لا تجلسوا عن القبو ر ولا تصلوا اليها ۔ (۹۰)

ابو مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

اس حدیث کی سند میں دو راویوں کی زیادتی ہے۔

✱ سفیان ✱ ابوادریس

یہ زیادتی محض وہم کی بنیاد پر ہے۔

☆ سفیان کی زیادتی امام عبد اللہ بن مبارک سے نقل کرنے والے رواۃ کے وہم کی بنا پر ہے۔ کیونکہ ثقہ حضرات نے ابن مبارک کے بعد براہ راست عبد الرحمن بن یزید کی روایت نقل کی۔ (۹۱)

اور بعض راویوں نے تو ''عن'' کے بجائے صریح ''اخبر'' استعمال کیا ہے۔

☆ ابوادریس کا اضافہ خود ابن مبارک کا ہے، اس لئے کہ ان کے استاذ عبد الرحمن سے روایت کرنے والے ثقات کی ایک جماعت نے ابوادریس کا ذکر نہیں کیا اور بعض نے تو تصریح کردی ہے کہ ''بسر'' نے براہ راست ''واثلہ'' سے سنا ہے۔ (۹۲)

**حکم:۔** وہم کی بنا پر مردود ہوتی ہے، ہاں زیادتی کرنے والا اپنے مقابل سے فائق ہو تو پھر راجح و مقبول ہے۔ اور دوسری منقطع لیکن یہ انقطاع خفی ہوتا جس سے حدیث مرسل خفی ہو جاتی ہے۔

## تصنیف فن

☆ تمیز المزید فی متصل الاسانید للخطیب ، ۴۶۳ م

یہ اس فن کی اہم کتاب ہے۔

## مضطرب

تعریف:۔ وہ حدیث جس کے تمام راوی ثقہ اور ہم پلہ ہوں لیکن مختلف صورتوں کے ساتھ مروی ہو۔ کبھی ایک راوی سے ہی اختلاف منقول ہوتا ہے کہ انہوں نے روایت متعدد مواقع پر کی، اور کبھی راوی چند ہونے کی وجہ سے اختلاف ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ اختلاف ایسا شدید ہو کہ ان کے درمیان تطبیق وتوفیق ممکن نہ ہو۔ پھر یہ بھی ضروری کہ تمام روایات قوت ومرتبہ میں مساوی وبرابر ہوں کہ ترجیح بھی ناممکن ہو، اگر ترجیح یا توفیق ممکن ہوئی تو اضطراب متحقق نہیں ہوگا۔

اضطراب کی دو قسمیں ہیں:۔

اضطراب فی السند　　　　اضطراب فی المتن

مثال قسم اول:۔ یہ قسم ہی زیادہ وقوع پذیر ہے۔ جیسے:۔

حدثنا مسدد ، حدثنا بشر بن المفضل ، حدثنا اسماعیل ابن امیہ حدثنی ابو عمر و بن محمد بن جریث انہ سمع جدہ جریثا یحدث عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال : اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجھہ شیئا ، فان لم یجد فلینصب عصا ، فان لم یکن معہ عصا فلیخطط خطا ثم لا یضرہ ما مرا مامہ ۔ (۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اپنے سامنے سترہ قائم کرے، اگر کوئی چیز نہ ملے تو اپنا عصا ہی نصب کرے، اور عصا بھی نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے کہ اس کے سامنے سے گزرنے میں پھر کوئی جرح نہ ہوگا۔

اس حدیث کو اسماعیل بن امیہ سے بشر بن مفضل اور روح بن قاسم نے بسند مذکور روایت کیا، ان دونوں حضرات کی روایت میں ابو عمرو کے بعد راوی ان کے جد ''حریث'' ہیں

اور ان کے والد کا نام محمد ہے۔

اور حضرت امام سفیان ثوری کی روایت ''اسماعیل بن امیہ'' سے، اس طرح ہے۔

عن ابی عمرو بن حریث عن ابیہ عن ابی ھریرۃ۔

اس سند میں ابوعمرو، کے بعد راوی اگرچہ حریث ہیں مگر ان کو ابوعمرو کا والد قرار دیا ہے۔

اور حمید بن اسود کی روایت اسماعیل بن امیہ سے طرح ہے:۔

عن ابی عمرو بن محمد بن حریث بن سلیم عن ابیہ عن ابی ھریرۃ۔

اس میں ابوعمرو کے بعد راوی ان کے والد ''محمد'' ہیں اور ''حریث'' کے والد کا نام ''سلیم'' ذکر کیا ہے۔

اور وہیب و عبدالوارث کی روایت اسماعیل بن امیہ سے یوں ہے:

عن ابی عمرو بن حریث عن جدہ۔

اس میں ابوعمر کے بعد راوی ان کے جد حریث ہیں مگر والد کا نام بھی حریث بتایا ہے۔

اور ابن جریج کی روایت اسمعیل بن امیہ سے اس طرح ہے:۔

عن ابی عمرو عن حریث بن عمار عن ابی ھریرۃ۔

اس میں ابوعمرو کے بعد اگرچہ حریث ہیں مگر ان کے والد کا نام عمار بیان کیا گیا ہے۔

اس سند میں اس طرح کے اور بھی اضطراب ہیں۔ (۹۴)

مثال قسم ثانی، جیسے:۔

حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن نا محمد بن الطفیل عن شریک عن ابی حمزۃ عن عامر عن فاطمۃ بنت قیس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ان فی المال حقا سوی الزکوۃ۔ (۹۵)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی ایک حق ہے۔

دوسری روایت اس طرح ہے:۔

حدثنا علی بن محمد، ثنا یحیی بن آدم عن شریک عن ابی حمزۃ عن الشعبی عن فاطمۃ بنت قیس انھا سمعتہ تعنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

يقول: ليس في المال حق سوى الزكوة۔ (٩٦)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک مال میں زکوۃ کے علاوہ اور کوئی حق نہیں۔

پہلی حدیث میں زکوۃ کے علاوہ مال میں کچھ اور حقوق بھی فرمائے تھے اور اس میں نفی ہے۔ لہذا یہ متن میں اضطراب ہوا۔

**حکم:** ۔ اضطراب چونکہ راوی کے ضبط کی کمزوری کو بتاتا ہے۔ لہذا ایسی احادیث ضعیف قرار پاتی ہیں۔ اور اس کا مرتبہ مقلوب کے بعد ہے۔

## تصنیف فن

☆ المقترب في بيان المضطرب لابن حجر،
اس فن کی نادر کتاب ہے۔

## مصحف

**تعریف:** ۔ وہ حدیث جس کے کسی کلمہ کو ثقہ روایت کی روایت کے خلاف نقل کیا جائے۔ یہ اختلاف خواہ لفظی ہو یا معنوی۔ اس میں تین قسمیں جاری ہوتی ہیں۔

☆ باعتبار منشاء و باعث

☆ باعتبار محل

☆ باعتبار لفظ و معنی

اول کی دو قسمیں ہیں:۔

* مصحف البصر * مصحف السمع

**مصحف البصر:** ۔ وہ حدیث جس میں اسم الخط کے نقص یا نقطوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے اشتباہ ہو جائے۔ جیسے:۔

عن عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهما قال۔ قال رسول الله صلى الله

تعالیٰ علیہ وسلم: من صام رمضان و اتبعه ستا من شوال خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه ۔ (۹۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسے اپنی پیدائش کے دن گناہوں سے پاک تھا۔

اس حدیث کو بعض نے "ستا" کی جگہ "شیئا" سمجھا۔

**مصحف السمع:**۔ وہ حدیث جس کو راوی اپنی سماعت کی کمزوری یا متکلم سے دوسری کے سبب کچھ کا کچھ سمجھ لیتا ہے۔

جیسے عاصم الاحوال کو بعض نے عاصم الاحدب سمجھ کر روایت کردیا۔

مصحف باعتبار محل کی بھی دو قسمیں ہیں:۔

٭ مصحف السند ٭ مصحف المتن

**مصحف السند:**۔ جس حدیث کی سند میں تصحیف ہو۔ جیسے:۔

عن شیبة عن العوام بن مراجم عن ابی عثمان النهدی عن عثمان بن عفان رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لتودن الحقوق الی اهلها ۔ (۹۸)

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں حق والوں کے حقوق ضرور ادا کرنا ہوں گے۔

اس حدیث کی سند میں عوام بن مراجم کو یحیی بن معین نے مزاحم پڑھا جو اسی زمانہ میں رد کردیا گیا تھا۔ (۹۹)

**مصحف المتن:**۔ وہ حدیث جس کے متن میں تصحیف واقع ہو، جیسے،

عن زید بن ثابت رضی الله تعالیٰ عنه قال: ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم احتجر فی المسجد ۔ (۱۰۰)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائی سے آڑ کی۔

اس حدیث کو ابن لہیعہ نے کتاب موسیٰ بن عقبہ سے نقل کر کے، احتجم فی المسجد، کردیا، یعنی آپ نے مسجد میں فصد کھلوائی۔

یہ متن میں تصحیف ہوئی، وجہ یہ تھی کہ ابن لہیعہ نے شیخ سے سنے بغیر محض کتاب سے یہ حدیث نقل کی جس کی وجہ سے یہ غلطی ہو قع ہوئی۔(۱۰۱)

اور جیسے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث:۔

رمی ابی یوم الاحزاب علی اکحلہ فکواہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اس حدیث میں 'غندر' سے یہ تحریف واقع ہوئی کہ انہوں نے لفظ 'اُبَی' کو مضاف مضاف الیہ کر کے روایت کر دیا حالانکہ یہ لفظ 'اُبَی' ہے اور اس سے مراد 'اُبی بن کعب' ہیں انہیں کا یہ واقعہ ہے جو حدیث میں ذکر ہوا۔ اور تحریف کی صورت میں تو یہ واقعہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا قرار پائے گا اور یہ درست نہیں، کیونکہ وہ تو جنگ احزاب سے بیشتر جنگ احد میں شہید ہو چکے تھے۔(۱۰۲)

☆ لفظ و معنی کے اعتبار سے بھی دو قسمیں ہیں:۔

✸ مصحف اللفظ ✸ مصحف المعنیٰ

**مصحف اللفظ:**۔ وہ حدیث جس کے لفظ میں تصحیف ہو، اکثر یہی صورت پیش آتی ہے۔

اس کی دو قسمیں ہیں:۔

✸ مصحف الشکل ✸ مصحف النقط

**مصحف الشکل:**۔ وہ حدیث جس کے خط کی صورت تو باقی رہے لیکن حروف کی حرکت بدل جائے۔ جیسے:۔

حضرت عرفجہ کی حدیث میں 'یوم کُلاب' کو 'یوم کِلاب' بتانا۔

بعض نے اس کو محرف کا نام دیا ہے۔

**مصحف النقط:**۔ جس کے خط کی صورت تو باقی رہے لیکن نقطوں میں تبدیلی ہو جائے۔ جیسے گزشتہ مثال۔

مراجم کو مزاحم پڑھنا۔

**مصحف المعنی:**۔ وہ حدیث جس کے معنی کو اصلی معنی مراد سے پھیر دینا جیسے:۔

ابوموسی عنزی کا بیان ہے کہ ہماری قوم کو بڑا اشرف حاصل ہے کہ حضور نے ہمارے قبیلہ عنزہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ حالانکہ حدیث میں عنزہ سے مراد نیزہ تھا، اور یہ اپنے قبیلہ کو سمجھے۔ تفصیل تدوین حدیث کے عنوان میں گزری۔

**حکم:**۔ اگر کسی راوی سے اتفاقاً یہ عمل سرزد ہو جائے تو ضبط متاثر نہیں ہوتا کہ تھوڑی بہت غلطی سے تو شاذ و نادر ہی کوئی بچتا ہے۔ اگر بکثرت ہو تو عیب ہے اور ضبط مجروح۔ اکثر و بیشتر تصحیف کا سبب یہ ہوتا تھا کہ راوی استاذ و شیخ کے بجائے کتب و صحائف سے حدیث حاصل کرتا تھا جس کے متعلق ایک زمانہ تک یہ نظریہ رہا کہ اس طرح تحصیل حدیث منع ہے، لیکن جب مدون ہو گیا اور محض زبانی یادداشت پر تکیہ نہ رہا تو وہ ممانعت بھی نہ رہی۔

## مشہور تصانیف فن

☆ التصحيف للدار قطني　　م ۳۸۵ھ

☆ اصلاح خطاء المحدثين للخطابي　　م ۳۲۸ھ

☆ تصحيفات المحدثين للعسكري　　م ۳۸۲ھ

## شاذ و محفوظ

**تعریف:**۔ وہ حدیث جسے کوئی مقبول عادل راوی ایسے راوی کے خلاف روایت کرے جو مرتبہ میں اس سے فائق ہے۔

اس کے مقابل کو محفوظ کہتے ہیں:۔

شاذ کی دو قسمیں ہیں:۔

✱ شاذ السند　　✱ شاذ المتن

**شاذ السند:**۔ وہ حدیث جس کی سند میں شذوذ ہو۔ جیسے:۔

عن سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن عوسجة عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ان رجلا توفي على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و

لم یدع و ارثا الا مولی هو اعتقه ۔(۱۰۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک میں ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے اپنے آقا کے سوا جس نے اسے آزاد کیا تھا کسی دوسرے کو وارث نہ چھوڑا۔

یہ حدیث متصل ہے، سفیان کی طرح ابن جریج نے بھی اسے موصولا روایت کیا ہے۔ لیکن حماد بن زید نے مرسلا روایت کیا۔ یعنی حضرت ابن عباس کو واسطہ نہیں بنایا۔

چونکہ دونوں طرح کی روایتوں یعنی موصول و مرسل کے راوی ثقہ ہیں، لیکن حماد بن زید، کے مقابلہ میں سفیان کی روایت کو متعدد ثقہ حضرات نے ذکر کیا ہے، لہذا موصول راجح اور مرسل مرجوح قرار دی گئی اور مذکورہ سند محفوظ اور اس کے مقابل شاذ ہوئی۔

**شاذ المتن:۔** وہ حدیث جس کے متن میں شذوذ ہو۔ جیسے:۔

عن عبد الواحد بن زیاد عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: اذا صلی احدکم الفجر فلیضطجع عن یمینه۔ (۱۰۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز فجر پڑھ لو تو داہنی کروٹ پر لیٹ جاؤ۔

یہ حدیث قولی ہے۔ لیکن دوسرے ثقہ حضرات نے اس حدیث کو حضور کے فعل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں، عبد الواحد نے حدیث قولی روایت کر کے متعدد ثقہ رواۃ کی مخالفت کی ہے۔ اور یہ اپنی اس روایت میں تنہا ہیں۔ لہذا ان کی روایت ''شاذ'' اور دوسرے حضرات کی ''محفوظ'' ہے۔

## منکر و معروف

**تعریف منکر:۔** وہ حدیث جس کا راوی ضعیف ہو اور معتمد رواۃ کی حدیث کے خلاف روایت کرے۔

اس کے مقابل کو معروف کہتے ہیں:۔

مثال:- ابن ابی حاتم کی روایت بطریق حبیب بن حبیب:-

عن ابی اسحاق عن العیزار بن حریث عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: من اقام الصلوۃ و آتی الزکوۃ و حج البیت و صام و قری الضیف دخل الجنۃ۔ (۱۰۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے نماز پڑھی، زکوۃ دی، حج بیت اللہ کیا، رمضان کے روزے رکھے اور مہمان نوازی کی وہ جنت میں داخل ہوا۔

ابو حاتم کا کہنا ہے کہ یہ روایت منکر ہے، کیونکہ ثقہ روات نے اس حدیث کو موقوفا روایت کیا یعنی حضرت ابن عباس کا قول بتایا ہے، لہذا اس مخالفت کی بنیاد پر ابو اسحاق کی یہ روایت منکر قرار پائی۔ اور باقی دوسرے ثقہ راویوں کی معروف۔ (۱۰۷)

انتباہ:- بعض حضرات نے ''شاذ و منکر' میں مخالفت کا اعتبار نہیں کیا اور شاذ کی تعریف یہ کی۔

اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ثقہ نے روایت کیا اور اس روایت مین منفرد ہو، اور اس کے لئے کوئی اصل موید پائی جائے۔ یہ تعریف ثقہ کے فرد صحیح پر صادق آتی ہے۔ اور اول تعریف صادق نہیں۔ اور بعض نے ''شاذ'' میں نہ راوی کے ثقہ ہونے کا اعتبار کیا اور نہ مخالفت کا۔

ایسے ہی منکر کو صورت مذکورہ کے ساتھ خاص نہیں کیا یہ لوگ فسق اور فرط غفلت اور کثرت غلط کے ساتھ مطعون کی حدیث کو منکر کہتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی اصطلاح ہے۔

و للناس فیما یعشقون مذاھب۔ (۱۰۸)

منکر کی بایں معنی تعریف اور قدرے تفصیل متروک کے بعد اس سے قبل ذکر کی جا چکی ہے۔

ابن صلاح نے منکر مقابل معروف کو مقسم قرار دیکر شاذ اور منکر کو اس کی قسمیں بتایا ہے۔

حکم:- شاذ کے راوی ثقہ نہیں تو یہ مردود ہے ورنہ مرجوح ہوگی اور منکر مردود ہے۔

البتہ محفوظ و معروف راجح اور مقبول ہوتی ہے۔

# زیادتی ثقات

**تعریف:** -زیادتی ثقات سے مراد راویوں کی جانب سے احادیث میں منقول وہ زائد کلمات ہیں جو دوسروں سے منقول نہ ہوں۔

زیادتی ثقات دراصل مخالفت ثقات کا ایک پہلو ہے اور گزشتہ اوراق میں ذکر کردہ اقسام دراصل اسی اصل کے جزئیات ہیں جیسا کہ مذکورہ تفصیلات سے ظاہر ہے۔لیکن ان کے عناوین مستقل تھے لہذا ان کو علیحدہ ذکر کردیا گیا۔

اب زیادتی ثقات کو علیحدہ ایک مستقل علم وفن اور باب قرار دیکر اس سے بحث مقصود ہے۔زیادتی متن میں بھی ہوتی اور سند میں بھی۔

متن میں زیادتی کی تین قسمیں ہیں:۔

* زیادتی منافی * زیادتی غیر منافی * زیادتی منافی از بعض وجوہ

**زیادتی منافی:** -ایسی زیادتی جو دوسرے ثقات یا اوثق کی روایت کے منافی ومعارض ہو۔

مثال جیسے:۔

عن عقبة بن عامر قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : یوم عرفة و یوم النحر و ایام التشریق عیدنا اهل الاسلام و هی ایام اکل و شرب ۔ (۱۰۹)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: یوم عرفہ ۹ ذوالحجہ اور یوم نحر ۱۰ ذوالحجہ اور ایام تشریق ۱۱/۱۲/۱۳/ ذوالحجہ ہم مسلمانوں کی عید کے ایام ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔

اس حدیث میں ''یوم عرفۃ'' کی زیادتی ہے اور یہ زیادتی صرف موسیٰ بن علی سے منقول ہے، باقی طرق میں منقول نہیں۔اور یہ دیگر روایات کے منافی بھی ہے کہ دوسری روایتوں میں تو ۹/ ذوالحجہ کے روزہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس میں ممانعت۔

**حکم:** -یہ مثل شاذ ہے۔

**زیادتی غیر منافی:** -ایسی زیادتی جو معارض ومنافی نہ ہو۔

مثال:- عن الاعمش عن ابی رزین و ابی صالح عن ابی هریرة رضی الله

تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم لیغسلہ سبع مرار۔ (۱۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کتا تمہارے برتن میں منہ ڈالے تو اسکو سات مرتبہ دھولو۔

امام اعمش تک تمام راوی اس متن پر متفق ہیں لیکن آپ کے بعد آپ کے تلامذہ میں علی بن مسہر نے " فَلْیُرِقْه "کا اضافہ کردیا۔

یعنی برتن دھونے سے پہلے پانی کو بہادے۔

امام مسلم فرماتے ہیں:۔

حدثنی محمد بن الصباح قال : نا اسماعیل بن زکریا عن الاعمش بھذا الاسناد مثلہ ولم یذکر ، فلیرقہ ۔(۱۱۱)

**حکم :**۔یہ زیادتی ثقہ کی ہے اور اصل روایت کے منافی نہیں ، لہذا ثقہ کی مستقل روایت کے حکم میں مقبول ہوگی۔

**زیادتی منافی از بعض وجوہ :**۔وہ زیادتی جو بعض وجوہ سے منافی ہو اور بعض اعتبار سے نہیں۔

**مثال:** جیسے:۔

عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : فضلنا علی الناس بثلث ( الی ان قال ) و جعلت لنا الارض کلھا مسجدا و جعلت تربتھا لنا طھورا ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمیں لوگوں پر تین چیزوں میں فضیلت دی گئی ، ( آخر میں فرمایا) اور ہمارے لئے تمام زمین مسجد بنادی گئی ، اور اس کی مٹی پاکی حاصل کرنے یعنی تیمم کا ذریعہ بنادی گئی۔

اس حدیث میں " و تربتھا " کا لفظ صرف ابو مالک اشجعی سے مروی ہے اور کسی نے نہیں ، دوسری روایتوں کے الفاظ یہ ہیں۔

و جعلت لنا الارض مسجدا و طھورا۔

اس زیادتی کے ذریعہ کبھی عام کی تخصیص اور کبھی مطلق کی تقیید ہوتی ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں:۔

امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس زیادتی کو معتبر قرار دیتے ہوئے لفظ مٹی سے تیمم جائز قرار دیا اور جن احادیث میں مطلق ارض کا ذکر ہے ان کو اسی پر محمول فرمایا۔ بر خلاف امام اعظم و امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ آپ نے جمیع اجزائے زمین سے تیمم کو جائز فرمایا ہے۔ لہذ مطلق اپنے اطلاق پر رہے گا اور مقید اپنی تقیید پر۔

**سند میں زیادتی:**۔ سند میں زیادتی کی متعدد صورتیں ہیں جن کی تفصیل مستقل عناوین کے ساتھ گزر چکی۔

جیسے۔ المزید فی متصل الاسانید۔

زیادتی ثقہ کے تحت خاص طور پر حدیث کے وصل و ارسال، اور وقف و رفع کا تعارض زیر بحث آتا ہے۔

## جہالت راوی

عدالت میں طعن کے وجوہ پانچ شمار کئے گئے تھے، ان میں سے کذب اور اتہام کذب کا بیان موضوع اور متروک کے عنوان سے کیا جا چکا۔ اور فسق راوی کا ذکر منکر کے ضمن میں گزرا اب جہالت راوی کا بیان ہے۔

جہالت راوی سے مراد یہ ہے کہ راوی کی عدالت ظاہری اور باطنی معلوم نہ ہو ایسے راوی کو ''مجہول الحال'' کہتے ہیں اور اس کی حدیث کو ''مبہم''۔

جیسے کہتے ہیں:۔

حدثنی رجل۔ یا حدثنی شیخ۔

ایسے راوی کی حدیث مقبول نہیں۔ ہاں اگر حدیث مبہم بلفظ تعدیل وارد ہو، جیسے حدثنی ثقہ، یا اخبرنی عدل تو اس میں اختلاف ہے۔ اصح یہ ہے کہ مقبول نہیں۔ کیونکہ جائز ہے کہ کہنے والے کے اعتقاد میں عدل ہو اور نفس الامر میں نہ ہو۔ اور اگر کوئی امام حاذق یہ الفاظ فرمائے تو مقبول ہے۔ اور اگر راوی کی عدالت ظاہری معلوم ہے اور باطنی کی تحقیق نہیں اس کو مستور کہتے

ہیں اور اگر راوی سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہے تو اسکو مجہول العین کہتے ہیں، ان دونوں کی روایت محققین کے نزدیک قابل احتجاج ہے۔

امام نووی قدس سرہ القوی منہاج میں فرماتے ہیں:۔

المجهول اقسام ، مجهول العدالة ظاهرا و باطنا ، و مجهولها باطنا مع وجود ها ظاهرا او هو المستور ، ومجهول العين ـ فاما الاول فالجمهور على انه لا يحتج به ،اما الآخران فاحتج بهما كثيرون من المحققين ـ (۱۱۲)

اس کی بعض تفصیلات حسب ذیل ہیں:۔

راوی کبھی کثرت صفات والقاب کی وجہ سے، کبھی قلت روایت کی وجہ سے اور کبھی نام کی عدم صراحت کی وجہ سے مجہول ہوتا ہے۔

**کثرت صفات:۔** جن الفاظ وکلمات سے راوی کوذکر کیا جاتا ہے ان کی کثرت خواہ وہ حقیقی نام وکنیت ہو، یالقب ووصف، یانسب و پیشہ۔ راوی ان میں سے کسی ایک سے معروف ہوتا ہے اور ذکر کرنے والا کسی خاص مقصد کے تحت غیر مشہور نام ووصف استعمال کرتا ہے۔ لہذا یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ پوری ایک جماعت کے نام ہیں حالانکہ ان سب کا مصداق ایک ہی آدمی ہوتا ہے۔

مثال:۔ محمد بن سائب بن بشر کلبی۔ بعض نے دادا کی طرف منسوب کر کے محمد بن بشر، ذکر کیا۔ بعض نے ان کا نام ''حماد'' لکھا۔ کنیتوں میں کسی نے ابونصر بیان کی۔ کسی نے ''ابوسعید'' اور کسی نے ابو ہشام۔ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ متعدد اشخاص کے نام ہیں حالانکہ صرف ایک شخص ہیں۔

**قلت روایت:۔** راوی سے نقل روایت کا سلسلہ نہایت محدود ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک ہی شخص ان سے روایت کرتا ہے۔ اس وجہ سے راوی مجہول سمجھا جاتا ہے۔

مثال:۔ ابوالعشراء داری۔ یہ تابعین میں سے ہیں، ان سے صرف ''حماد بن ابی سلمہ'' نے روایت کی ہے۔

**نام کی عدم صراحت:۔** حدیث کے راوی کا نام نہ لینا، خواہ اختصار کے پیش نظر ہو خواہ کوئی

دوسرا سبب۔

مثال:۔ راوی یوں کہے:۔

اخبرنی فلان، اخبرنی شیخ، اخبرنی رجل۔

## امام اعظم کے نزدیک مجہول کے احکام

مجہول العین:۔ یہ کوئی جرح نہیں، اس کی حدیث جب غیر مقبول ہوگی جبکہ سلف نے اسے مردود قرار دیا ہو، یا یہ کہ اس کا ظہور عہد تابعین کے بعد ہو۔ اگر قرون ثلثہ میں ہو تو مطلقا مقبول ہے۔ مجہول الاسم کا بھی یہ ہی حکم ہے۔ اور مجہول الحال راوی مقبول ہے۔

## بدعت

راوی کی عدالت میں طعن کا سبب بدعت بھی ہے۔

بدعت سے مراد اہل سنت و جماعت کے خلاف کسی چیز کا اعتقاد رکھنا بشرطیکہ یہ اعتقاد کسی تاویل پر مبنی ہو۔

ایسے بدعتی کی حدیث جمہور کے نزدیک مقبول نہیں۔ اور بعض کے نزدیک مقبول ہے بشرطیکہ موصوف بالصدق ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر وہ بدعتی ضروریات دین میں سے کسی ضروری چیز کا منکر ہے تو اس کی حدیث مردود ہے ورنہ مقبول بشرطیکہ ضبط، ورع، تقوی، احتیاط اور صیانت کے ساتھ متصف ہو۔

لیکن مختار مذہب یہ ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کی جانب دعوت دیتا اور اس کی ترویج کرتا ہے تو اس کی حدیث مقبول نہیں ورنہ مقبول کی جائے گی۔ بالجملہ اہل بدعت سے اخذ حدیث میں ائمہ مختلف ہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ ان سے حدیث اخذ نہ کی جائے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کی ترویج کے واسطے احادیث گڑھتے اور بعد توبہ اعتراف کرتے تھے۔ (۱۱۳)

## سوءِ حفظ

راوی کے ضبط میں طعن کے وجوہ بھی پانچ شمار کئے گئے تھے، ان میں سے فرط غفلت

اور کثرت غلط کو منکر کے تحت ذکر کیا گیا تھا، اور کثرت وہم حدیث معلل کے ضمن میں بیان ہوا، اور مخالفت ثقات کو مدرج وغیرہا سات اقسام میں شمار کیا، اب فقط سوء حفظ کا ذکر باقی ہے، اس کے سلسلہ میں اجمالی کلام یہ ہے۔

٭لازم ٭طاری

لازم:۔وہ ہے جو تمام احوال میں پایا جائے، ایسے راوی کی حدیث معتبر نہیں۔

طاری:۔وہ ہے جو پہلے نہ تھا کسی سبب سے حادث ہو گیا، جیسے پیرانہ سالی، یا ذہاب بصارت، یا فقدان کتب، ایسے راوی کو مختلط کہتے ہیں۔اس کی اختلاط سے پہلے کی احادیث قبول کی جائیں گی بشرطیکہ اختلاط سے بعد کی روایتوں سے ممتاز ہوں۔اور اگر ممتاز نہیں تو توقف کیا جائیگا۔اور اگر مشتبہ ہیں تب بھی ان کا حکم توقف ہے۔ اگر ان کے واسطے متابعات وشواہد دستیاب ہو گئے تو مقبول ہو جائیں گی۔(۱۱۴)

## ضروری وضاحت

تعدد طرق سے حدیث کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔اس اصول کے تحت حسن لذاتہ کو صحیح لغیرہ کا درجہ ملتا ہے۔راوی کا ضعف سوء حفظ، یا جہالت کی وجہ سے ہو تو حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔متروک ومنکر احادیث اسی جیسے رواۃ کے تعدد طرق سے مروی ہوں تو مستور اور سوء حفظ کے حامل کی روایت کے درجہ میں شمار ہوتی ہے۔اب اگر مزید تائید میں کوئی ایسی ضعیف حدیث مل جائے جس کے ضعف کو گوارہ کیا جا سکتا ہے تو پورا مجموعہ حسن لغیرہ کی منزل میں آجائے گا۔

## اعتبار

تعریف:۔کسی حدیث کی حیثیت جاننے کے لئے دوسری احادیث پر غور کرنا یعنی یہ جاننا کہ کسی دوسرے نے اس حدیث کو روایت کیا ہے یا نہیں اگر روایت کیا ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے، دونوں میں موافقت ہے یا مخالفت، اگر موافقت ہے تو لفظی ہے یا معنوی، نیز دونوں کی روایت ایک صحابی سے ہے یا دو سے۔اگر مخالفت ہے تو دونوں کے راویوں میں باہم کیا نسبت ہے کہ کسی ایک کو ترجیح ہو۔اگر تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ اس حدیث کو کسی دوسرے نے

روایت نہیں کیا تو وہ فرد وغریب ہے۔
ہاں کسی دوسرے نے موافقت کے ساتھ روایت کیا ہے تو حسب تفصیل دوسری حدیث کو متابع اور شاہد کہتے ہیں۔ اور مخالفت کیساتھ روایت کیا تو وہ تمام تفصیلات آپ شاذ ومنکر وغیرہا کے بیان میں پڑھ چکے ہیں۔
اس تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ متابعت سے تائید وتقویت حاصل ہوتی ہے یہ ضروری نہیں کہ متابعت کرنے والا راوی اصل راوی کے مرتبہ میں مساوی ہو بلکہ کم مرتبہ کی متابعت بھی معتبر ہے۔

## متابع وشاہد

**تعریف متابع:۔** اکثر کے نزدیک وہ حدیث جس کو ایک ہی صحابی سے لفظ ومعنی یا صرف معنی کی موافقت سے ذکر کیا جائے۔
**تعریف شاہد:۔** اکثر کے نزدیک وہ حدیث جس کو چند صحابہ سے لفظ ومعنی یا صرف معنی کی موافقت سے ذکر کیا جائے۔
بعض حضرات موافقت فی اللفظ کو متابع اور موافق فی المعنی کو شاہد کہتے ہیں۔ خواہ ایک صحابی سے مروی ہو یا دو سے۔ اور کبھی وشاہد ایک معنی میں بولے جاتے ہیں۔

## جرح وتعدیل

جرح وتعدیل سے متعلق آپ پڑھ چکے کہ تعدیل راوی کی عدالت وضبط کے تحقیق کو کہتے ہیں اور جرح سے مراد وہ امور ہیں جو ان دونوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جن کی تفصیلی تعداد تیرہ بیان کی جاتی ہے۔

**عدالت پر اثر انداز:۔**

* کذب * اتہام کذب * فسق * بدعت * جہالت

**ضبط پر اثر انداز:۔**

٭زیادۃ غلط ٭سوء حفظ ٭فرط غفلت ٭زیادت وہم

٭مخالفت ثقات ٭شہرت تساہل ٭شہرت قبول تلقین ٭نسیان

جرح وتعدیل وہی معتبر ہے جو ائمہ فن سے بغیر کسی تعصب یا بے جا حمایت کے ساتھ منقول ہو، البتہ تعدیل مبہم کا اعتبار ہوگا کہ وجوہ عدالت بیان کئے بغیر ثقہ وغیرہ کہنا، کیونکہ وجوہ عدالت کثیر ہیں جن کا احاطہ ایک وقت میں ممکن نہیں۔

البتہ جرح مبہم غیر مفسر معتبر نہیں، کہ اسباب جرح اتنے زائد نہیں کہ ان کے شمار میں دشواری ہو۔ نیز اسباب جرح میں اختلاف ہے، ہوسکتا ہے ایک سبب کسی کے نزدیک معتبر ہو اور دوسروں کے یہاں نہ ہو۔

لہذا ابن صلاح نے تصریح کی کہ فقہ واصول میں یہ ہی طے ہے، اور خطیب نے ائمہ نقاد کا یہ ہی مذہب بتایا اور اسی پر عمل ہے۔ (۱۱۵)

خیال رہے کہ جن علماء وفقہاء کو امت نے مقتدا بنالیا ان پر کسی کی تنقید و جرح منقول نہیں۔ (۱۱۶)

## الفاظ جرح اور ان کے مراتب

### ادنی سے اعلیٰ کی طرف

۱۔ جو نرمی، تساہل اور لاپرواہی پر دلالت کریں۔ جیسے:۔

٭لین الحدیث ٭فیہ مقال ٭وغیرہا

۲۔ جو عدم احتجاج یا اس کے مثل مفہوم پر دال ہوں۔ جیسے:۔

٭فلان لایحتج ٭ضعیف ٭لہ مناکیر ٭وغیرہا۔

۳۔ عدم کتابت یا اس کے مثل کی تصریح۔ جیسے:۔

٭فلان لایکتب حدیثہ ٭لاتحل الروایۃ عنہ ٭ضعیف جدا

٭واہ بمرۃ ٭ردحدیثہ ٭طرحوا حدیثہ

وغیرہا۔

۴۔ وہ الفاظ جو اتہام کذب پر دال ہوں۔ جیسے:۔

✸فلان متہم الکذب ✸متہم بالوضع ✸یسرق الحدیث

✸ساقط ✸متروک ✸لیس ثقة

☆ذاہب الحدیث وغیرہا۔

۵۔ وہ الفاظ جو صاف صاف جھوٹ پر دال ہوں۔ جیسے:۔

✸کذاب ✸دجال ☆وضاع ✸یکذب

✸یضع وغیرہا۔

٦۔ وہ الفاظ جو جھوٹ میں مبالغہ پر دلالت کریں۔ جیسے:۔

✸اکذب الناس ✸الیہ المنتہی فی الکذب ✸رکن الکذب

وغیرہا۔

پہلے دو مراتب کی احدیث متابع اور شاہد میں کام آتی ہے۔ باقی قطعا مردود وغیر مقبول ہیں۔

# الفاظ تعدیل اور ان کے مراتب

اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف

ا۔ وہ الفاظ جو ثقاہت اور اعتماد میں مبالغہ پر دال ہوں۔ جیسے:۔

✸فلان الیہ المنتہی فی التثبت ✸فلان اثبت الناس ✸لا احد اثبت عنہ وغیرہا۔

۲۔ وہ الفاظ جو ثقاہت کے بیان میں مکرر آئیں۔ جیسے:۔

✸ثقہ ثقہ ✸ثقہ ثبت وغیرہا۔

۳۔ وہ الفاظ جو بلا تاکید ثقاہت پر دال ہوں۔ جیسے:۔

✸ثقہ ✸حجۃ ✸متقن ✸عدل وغیرہا۔

۴۔ وہ الفاظ جو صرف عدالت کا ثبوت دیں، ضبط سے تعلق نہ ہو۔ جیسے:۔

✸صدوق ✸محلہ الصدق ✸مامون ✸خیار وغیرہا۔

۵۔ وہ الفاظ جو جرح و تعدیل کچھ نہ بتائیں۔ جیسے:۔

✸فلان شیخ وغیرہا۔

۶۔ وہ الفاظ جو جرح سے قرب کو ظاہر کریں، جیسے:۔

٭فلان صالح الحدیث ٭یکتب حدیثہ وغیرہا۔

پہلے تین مراتب کی حدیث حجت ہے، چہارم پنجم کو پہلے کے موافق پائیں تو قبول کریں گے ورنہ نہیں۔ ششم کو متابع اور شاہد کے لئے لایا جائے گا۔

## معرفت رواۃ

راویان حدیث کی شخصیات اوران کے حالات زندگی کا علم ایک اہم چیز ہے کہ جب تک کسی شخصیت کے بارے میں علم نہ ہوگا اس کے مقبول وغیر مقبول ہونے کا فیصلہ نہ ہوسکے گا۔ چونکہ یہ کام محدثین وائمہ فن کر چکے اور فیصلہ کر کے ہمارے لئے کتابیں تحریر فرمادیں۔ اس سلسلہ مین ائمہ فن نے جرح وتعدیل کی کتابیں اور مستقلا علیحدہ علیحدہ عنوانات پر بھی کام کیا۔ بعض اہم علوم وعنوان اس طرح پیش کیے گئے ہیں۔

☆معرفت صحابہ ☆معرفت تابعین ☆معرفدت برادران وخواہران

☆معرافت متشابہ ☆معرفت مہمل ☆معرفت متفق ومفترق

☆معرفت مبہمات ☆معرفت وحدان ☆معرفت موتلف ومختلف

☆معرفت القاب ☆معرفت تواریخ رواۃ ☆معرف طبقات علماء ورواۃ

☆معرفت مذکورین باسماء باصفات مختلفہ ☆معرفت موالی

☆معرفت اسماء مشہورین بکنیات ☆معرفت نسبت خلاف ظاہر

☆معرفت اسماء مفردہ وکنیت والقاب ☆معرفت خلط کنندان ازثقات

☆معرفت رواۃ ثقات وضعفاء ☆معرفت اوطان وممالیک رواۃ

☆معرفت منسوبین بسوئے غیر پدر ☆معرفت اکابر رواۃ از اصاغر

☆معرفت روایت پدراں از پسراں ☆معرفت روایت پسراں از پدراں

یہ اوران جیسے علوم کے مجموعہ کو علم اسماء الرجال کہتے ہیں اوران راویان حدیث کے حالات کتابوں میں مذکور ہیں۔

☆ طبقات مشاہیر الاسلام۔ مصنفہ امام ذہبی ۳۵ ر جلدوں میں ہے اور اس میں ایک

ہجری سے ۷۰۰ھ تک کے تمام ایسے اشخاص کا احاطہ کرلیا گیا ہے۔

☆ تذکرۃ الحفاظ:۔ یہ بھی آپ کی تصنیف ہے۔ اور اس میں ۷۰۰ھ سے کچھ آگے کے حالات بھی مرقوم ہیں۔

علامہ ابن حجر کے لسان المیزان نویں صدی تک کا احاطہ کرتی ہے اور امام سیوطی کی ''ذیل'' میں ۱۰۱۰ھ تک کے مشاہیر کا تذکرہ ہے۔

جرح وتعدیل کا زیادہ تر سلسلہ متون حدث کی تالیف کے آخری عہد یعنی امام بیہقی م ۴۵۸ھ کے عہد تک رہا ہے، پھر چونکہ احادیث کے اصل و معتمد تمام مجموعے تصنیف کئے جا چکے تھے اس لئے اس کے بعد رواۃ کے حالات کو جمع کرنے کا نہ اہتمام کیا گیا اور نہ ہی اس کی ضرورت رہ گئی تھی۔ لہذا اب کتابوں کی طرف ہی رجوع ہوتا ہے۔

## معرفت صحابہ

صحابی:۔ وہ شخص جس نے حالات ایمانی میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور اسلام پر ہی انتقال ہوا۔ خواہ اس نے حضور کو دیکھنے کا قصد کیا ہو یا نہیں۔ یا صرف حضور نے اس پر نظر ڈالی ہو۔ نیز معاذ اللہ ایمان سے پھر گیا اور اسلام لے آیا اور حضور سے ملاقات دوبارہ ہوگئی ان تمام صورتوں میں صحابی ہی شمار ہوگا۔

جمہور اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ چھوٹے ہوں یا بڑے حضور سے شرف ملاقات کے سبب سب عادل و معتمد ہیں۔

مکثرین صحابہ:۔ صحابۂ کرام میں جو حضرات ایسے ہیں جن سے کثیر تعداد میں احادیث مروی ہیں ان کو مکثرین صحابہ کہا جاتا ہے۔ ایسے حضرات وہ ہیں جن کی مرویات کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ۵۳۷۴ ۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ۲۶۳۰

۳۔ حضرت انس بن مالک ۲۲۸۶ ۴۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ ۲۲۱۰

۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ۱۶۶۰ ۶۔ حضرت جابر بن عبد اللہ ۱۵۴۰

ابن کثیر نے حضرت ابو سعید خدری کو بھی مکثرین میں شمار کیا ہے اور ان کی مرویات کو

۷۰ اتایا ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمرو بن العاص کو بھی ان میں ہی شمار کیا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

**مفسرین صحابہ:**۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت کو علم تفسیر میں خاص مقام حاصل تھا۔ یہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

| | |
|---|---|
| حضرت ابوبکر صدیق | حضرت عمر فاروق اعظم |
| حضرت عثمان غنی | حضرت علی المرتضی |
| حضرت عبداللہ بن مسعود | حضرت ابی بن کعب |
| حضرت زید بن ثابت | حضرت عبداللہ بن عباس |
| حضرت عبداللہ بن زبیر | حضرت ابوموسی اشعری |

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

**مفتیان صحابہ:**۔ صحابہ کرام مین ایک ایسی جماعت بھی تھی جو مرجع فتاوی رہی۔

| | |
|---|---|
| حضرت عمر فاروق اعظم | حضرت علی مرتضی |
| حضرت ابی بن کعب | حضرت زید بن ثابت |
| حضرت ابودرداء | حضرت ابن مسعود |
| حضرت ابن عمر | حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ |

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

**مولفین صحابہ:**۔ بعض اوقات تحریر و تصنیف میں مشغول رہنے والے صحابہ کرام بھی تھے، ان کے صحیفوں اور اسماء کی تفصیل تدوین حدیث میں گزری،

**تعداد صحابہ:**۔ صحابہ کرام کی قطعی تعداد تو معین نہیں۔ پھر بھی محتاط اندازے کے مطابق یہ تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہے۔

امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بعد ایک لاکھ چودہ ہزار صحابۂ کرام چھوڑے۔ ان میں صرف دس ہزار صحابۂ کرام کے حالات ہی کتابوں میں نقل ہوئے۔

**افاضل صحابہ:-** باتفاق اہل سنت افضل ترین صحابہ میں سیدنا صدیق اکبر، پھر فاروق اعظم، پھر عثمان غنی، پھر علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔

ان کے بعد عشرہ مبشرہ، پھر اصحاب بدر واحد، پھر اہل بیت رضوان پھر اہل فتح مکہ۔ باعتبار روایت حدیث سب کو ایک طبقہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

## معرفت تابعین

**تابعی:-** وہ شخص جو حالت اسلام میں کسی صحابی سے ملاقات کریں اور اسلام پر ہی ان کا وصال ہوا۔ ان کے مختلف طبقات ہیں۔

علامہ ابن حجر نے ان کے چار طبقات بتائے ہیں:۔

**افضل ترین تابعی:-** اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں:۔

| | |
|---|---|
| نزد اہل مدینہ | حضرت سعید بن مسیب |
| نزد اہل کوفہ | حضرت اویس قرنی |
| نزد اہل بصرہ | حضرت حسن بصری |

**فقہائے سبعہ:-** مدینہ منورہ کے اکابر تابعین میں باعتبار فقہ وفتاوی ان سات حضرات کو امتیازی مقام حاصل تھا۔

| | |
|---|---|
| سعید بن مسیب | قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق |
| عروہ بن زبیر | خارجہ بن زید بن ثابت |
| سلیمان بن یسار | ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف |

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود

بعض نے ساتواں سالم بن عبد اللہ بن عمر کو بتایا ہے۔

## مخضرمین

وہ حضرات جنہوں نے اسلام اور جاہلیت دونوں زمانوں کو پایا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل نہ ہوا۔ خواہ وہ عہد نبوی میں مسلمان ہوئے یا بعد میں۔ ان کو

مخضرمین کہا جاتا ہے اور ان کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔

## اتباع تابعین

وہ حضرات جنہوں نے بحالت ایمان کسی تابعی سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر ہی ان کا خاتمہ ہوا ہو، یہ حضرات تابعین کے تلامذہ و مستفیدین ہیں ان کے بھی متعدد طبقات ہیں۔

صحابہ، تابعین تبع تابعین اور ان سے استفادہ کرنے والے حضرات کو علامہ بن حجر عسقلانی نے بارہ طبقات میں پیش کیا ہے۔

۱۔ تمام صحابۂ کرام

۲۔ کبار تابعین — جیسے — سعید بن مسیتب

۳۔ اوساط تابعین — جیسے — حسن بصری، محمد بن سیرین

۴۔ طبقہ ثالثہ سے متصل کہ اکثر روایت کبار تابعین سے کرتے ہیں جیسے:۔ امام زہری

۵۔ اصاغر تابعین — جیسے — امام اعظم، امام اعمش

۶۔ معاصرین اصاغر — جیسے — ابن جریج

۷۔ کبار تبع تابعین — جیسے — امام مالک، امام ثوری

۸۔ اوساط تبع تابعین — جیسے — سفیان ابن عینیہ، اسماعیل بن علیہ

۹۔ اصاغر تبع تابعین — جیسے — امام شافعی، ابوداؤد طیالسی، عبدالرزاق صنعانی

طبقہ تاسعہ سے ملاصق جن کی کسی تابعی سے ملاقات نہ ہو۔

۱۰۔ اولی — جیسے — امام احمد بن حنبل

۱۱۔ وسطی — جیسے — امام بخاری، امام مسلم، امام ذہلی

۱۲۔ صغری — جیسے — امام ترمذی

## انواع کتب حدیث

احادیث کی کتب مختلف انداز پر مرتب کی گئیں اور ہر قسم کو علیحدہ نام سے موسوم کیا گیا ہے لہذا ان کی معرفت بھی ضروری ہے، انواع واقسام مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ جامع:۔ حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں آٹھ چیزوں کا بیان ہو۔

* سیر * آداب * تفسیر * عقائد
* فتن * احکام * اشراط * مناقب

جیسے:۔ ☆ جامع بخاری ☆ جامع ترمذی

مسلم شریف پر بعض حضرات قلت تفسیر کی بنا پر جامع کا اطلاق نہیں کرتے، اور بعض نے قلت کو نظر انداز کر کے اطلاق کیا ہے، جیسے شیخ مجد الدین شیرازی۔

۲۔ سنن:۔ حدیث کی وہ کتاب جس کی ترتیب ابواب فقیہ کے اعتبار سے ہو اور صرف احادیث احکام ذکر کی جائیں۔

جیسے:۔ * سنن ابوداؤد * سنن نسائی * سنن ابن ماجہ

۳۔ مسند:۔ حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی روایات علیحدہ جمع کی جائیں، راویوں کی ترتیب کبھی باعتبار فرق مراتب ہوتی ہے اور کبھی باعتبار اسماء حروف تہجی کی ترتیب پر۔

جیسے۔ * مسند امام احمد * مسند ابوداؤد طیالسی

۴۔ معجم:۔ حدیث کی وہ کتاب جس میں راویان حدیث کی ترتیب حروف تہجی پر احادیث جمع کی گئی ہوں، خواہ وہ راوی مصنف کے اپنے شیوخ ہوں یا صحابۂ کرام۔

جیسے:۔ امام طبرانی کی معاجیم ثلاثہ۔

۵۔ مستدرک:۔ حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی خاص کتاب کے مصنف کی رعایت کردہ شرائط کے مطابق رہ جانے والی احادیث کو جمع کیا گیا ہو۔

جیسے:۔ امام حاکم کی مستدرک

۶۔ مستخرج:۔ حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی ایسی سند سے روایت کرنا جس میں اس مصنف کا واسطہ نہ آتا ہو۔

جیسے:۔ مستخرج اسماعیلی علی البخاری مستخرج ابی عوانۃ علی مسلم

۷۔ جزء:۔ حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی ایک راوی کی روایات، یا کسی ایک موضوع

پر احادیث جمع کی جائیں۔

جیسے:۔ جزء رفع الیدین للبخاری

**۸۔ افراد و غرائب:** ۔حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی ایک محدث کے تفردات کو جمع کیا گیا ہو۔

جیسے:۔ ✱غرائب مالك ✱کتاب الافراد للدارقطنی

**۹۔ جمع:** ۔حدیث کی وہ کتاب جس میں چند کتب حدیث کی روایتوں کو بحذف سند و تکرار ذکر کیا گیا ہو۔

جیسے:۔ الجمع بین الصحیحین للحمیدی

**۱۰۔ زوائد:** ۔ حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی کتاب کی صرف وہ احادیث ذکر کر دی جائیں جو کسی دوسری کتاب سے زائد ہیں۔

جیسے:۔ مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجه للبوصیری ۔

اس میں وہ احادیث مذکور ہیں جو باقی صحاح ستہ میں نہیں۔

**۱۱۔ اطراف:** ۔ وہ کتاب جس میں احادیث کا صرف ایک حصہ ذکر کیا جائے اور پھر اس حدیث کی کل یا بعض سندوں کا ذکر کیا جائے۔

جیسے:۔ تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف للمزنی۔ متوفی ۷۴۲ھ

**۱۲۔ مفہرس:** ۔وہ کتاب جس میں کسی ایک یا چند کتابوں کی احادیث کی فہرست دیدی جائے جس سے حدیث معلوم کرنا آسان ہو جائے،

جیسے:۔ المعجم المفهرس لالفاظ الحدیث النبوی ☆مفتاح کنوز السنة

**۱۳۔ مصنف و موطا:** ۔حدیث کی وہ کتاب جس میں ترتیب ابواب فقہ پر ہو اور احادیث مرفوعہ کے ساتھ موقوف و مقطوع احادیث بھی مذکور ہوں۔

جیسے:۔ المصنف لعبد الرزاق المصنف لابن ابی شیبة

الموطا لمالك کتاب الآثار لابی یوسف

**۱۴۔ اربعین:** ۔ حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی خاص موضوع یا متعدد موضوعات پر چالیس احادیث جمع کی گئی ہوں۔

جیسے:۔ الاربعین لاحمد الاربعین للنووی۔

**۱۵۔غریب الحدیث:** ۔ وہ کتاب جس میں احادیث کریمہ کے کلمات کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیے جائیں۔

جیسے:۔ النهاية فی غريب الحديث لابن الاثير۔

مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزيل و الآثار للفتنی

**۱۶۔علل:** ۔وہ کتاب ہے جس میں ایسی احادیث ذکر کی جائیں جن کی سند میں کلام ہوتا ہے۔

جیسے:۔ العلل للترمذی، كتاب العلل لابن ابی حاتم

**۱۷۔موضوعات:** ۔وہ کتاب جس میں موضوع احادیث کو جمع کیا جائے اور اصل حدیث سے موضوع کو ممتاز کر دیا جائے۔

جیسے:۔ الموضوعات لابن الجوزی الموضوعات الكبرى للقاری

اللالی المصنوعة فی الاحاديث الموضوعة

**۱۸۔مشہورہ:** ۔وہ کتاب جس میں ایسی احادیث کی تحقیق جائے جو عام طور پر مشہور اور زبان زد خاص وعام ہیں۔

جیسے:۔ المقاصد الحسنة للسخاوی

**۱۹۔تعلیقہ:** ۔ وہ کتاب جس میں احادیث کی سند کو حذف کر دیا جائے اور اصل متن ذکر کیا جائے۔

جیسے:۔ المصابيح للبغوی المشكوة للتبريزی

جمع الجوامع للسيوطی جمع الفوائد للمغربی

**۲۰۔ ترغیب وترہیب:** ۔وہ کتاب جس میں ایسی احادیث جمع کی جائیں جن کا تعلق عقائد واعمال میں ترغیب اوران سے غفلت پر ترہیب سے ہو۔

جیسے:۔ الترغيب و الترهيب للمنذری ترغيب الصلوة للبيهقی

**۲۱۔ مشیخہ:** ۔وہ کتاب جس میں کسی شیخ کی مرویات کو جمع کر دیا جائے خواہ وہ کسی موضوع سے متعلق ہوں۔

جیسے:۔ المشیخۃ لابن شاذان　　المشیخۃ لابن البخاری

المشیخۃ لابن القاری

**۲۲۔اذکار:۔** وہ کتاب جس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول دعائیں جمع کی جائیں۔

جیسے:۔ الاذکار للنووی　　الحصن الحصین للجزری

**۲۳۔ناسخ ومنسوخ:۔** وہ کتاب جس میں ناسخ ومنسوخ احادیث بیان کی جائیں

جیسے:۔ کتاب الاعتبار فی الناسخ و المنسوخ من الآثار للحازمی

**۲۴۔اوائل:۔** وہ کتاب جس میں احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا جائے۔

جیسے:۔ الجامع الصغیر للسیوطی　　الفردوس للدیلمی

**۲۵۔شرح الآثار:۔** وہ کتاب جس میں ایسی احادیث بیان کی جائیں جو آپس میں متعارض ہیں اور پھر اس تعارض کو اٹھایا جائے۔

جیسے:۔ شرح معانی الآثار للطحاوی

**۲۶۔تفسیر ماثور:۔** وہ کتاب جس میں ایسی احادیث جمع کی جائی جو آیات قرآنیہ کی تفسیر سے متعلق ہیں۔

جیسے:۔ جامع البیان للطبری　　الدر المنثور للسیوطی

**۲۷۔صحیح:۔** حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس کے مصنف نے صرف احادیث صحیحہ کو بیان کرنے کا التزام کیا ہو۔

جیسے:۔ الصحیح للبخاری　　الصحیح لمسلم

**۲۸۔رسالہ:۔** حدیث کی وہ کتاب جس میں جامع کے عناوین میں سے کسی ایک عنوان کے تحت احادیث جمع کی جائیں۔

جیسے:۔ کتاب الزھد لاحمد

**۲۹۔امالی:۔** جس کتاب میں شیخ کے املاء کراتے ہوئے فوائد حدیث ہوں۔

جیسے:۔ الامالی لمحمد

**۳۰۔تخریج:۔** وہ کتاب جس میں کسی دوسری کتاب کی احادیث کی سند اور حوالہ درج کیا جائے۔

جیسے:۔ نصب الرایۃ للزیلعی التلخیص الحبیر لابن حجر

اور جیسے راقم الحروف کی ترتیب وپیش کش

المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویہ والآثار المرویۃ

المعروف بجامع الاحادیث۔

عصر حاضر میں تخریج کا عام طریقہ یہ ہے کہ کسی حدیث کے تعلق سے ان کتابوں کے اسماء، باب، جلد، صفحہ، مطبع، اور دیگر ضروری چیزوں کی نشاندہی کی جاتی ہے جس سے اصل کی طرف رجوع میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ قدیم طرز پر صرف کتاب اور راوی کا نام ضروری ہو۔ تھا، بایں معنی امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنی تصانیف میں پیش کردہ اکثر احادیث کی تخریج خود کردی ہے، لہذا اس دور کے لحاظ سے جدید طرز پر ضرورت تھی، جس کے لئے راقم الحروف کی کاوش ہدیہ ناظرین ہے۔ تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنی تصانیف میں جن احادیث کو بطور استدلال پیش فرمایا ہے وہ آپ کی کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں، جہاں جس مسئلہ سے متعلق ضرورت پیش آئی ان کو نقل فرمایا، ہم نے تمام احادیث کو آپ کی ان تمام تصانیف سے جو ہم کو اب تک دستیاب ہوئیں جن کی تعداد تین سو کے قریب ہے نقل کیا، پھر ان کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا، جن احادیث کا ترجمہ نہیں تھا ترجمہ کیا، ایسے مقام پر مرتب اور حد کا اشاریہ قائم کرتے ہوئے (۱۲م) لکھ دیا، اور جن احادیث کا ترجمہ اعلی حضرت نے لکھا اور متن کی ضرورت ان کو نہ پیش آئی ہم نے کتاب کو مستقل اور یکساں بنانے کیلئے اصل کتابوں سے وہ احادیث لکھیں اور ترجمہ کو ان متون کے ساتھ ضم کردیا۔ اعلیحضرت کی جس کتاب سے ہم نے حدیث اخذ کی اس کا حوالہ وہیں لکھ دیا۔ پھر حدیث کے حوالہ میں جن کتابوں کی نشاندہی اعلیحضرت نے کی تھی اگر وہ کتابیں ہمارے پاس موجود تھیں تو جلد وصفحہ کی وضاحت کرتے ہوئے نیچے حدیث نمبر کے مطابق لکھ دیا، اور جو کتابیں نہیں تھیں ان کے اسماء کو حذف کردیا، البتہ کثیر حوالے وہ بھی ہیں جو

ہم نے اصل پر زیادہ کیے۔اسی لئے بعض مقامات پر چالیس کتابوں کے حوالے بھی آپ کو ملیں گے۔پھر تمام ماخذ ومراجع کی فہرست آخر میں لکھ دی ہے جس میں مطبع کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔

## روایت حدیث کے طریقے

روای حدیث روایت کے وقت جو الفاظ بولتا ہے ان کو طرق تحمل حدیث کہتے ہیں۔ان کو آٹھ حصوں میں تقسیم کی گیا ہے۔

ا۔**سماع وتحدیث**:۔راوی سنے اور شیخ اپنے حافظہ یا کتاب سے حدیث بیان کرے تو ایسی احادیث کو روایت کرتے وقت راوی مندرجہ ذیل الفاظ ادا کرتا ہے۔

سمعت　　حدثنی　　یہ اس وقت جب کہ بوقت سماع راوی تنہا تھا۔

سمعنا　　حدثنا　　یہ اس وقت جب کہ بوقت سماع راوی کے ساتھ دوسرے ساتھی بھی تھے۔

تمام کلمات ادا میں 'سمعت' کا مقام سب پر فائق ہے۔

۲۔**اخبار وقرأت**:۔راوی پڑھے اور شیخ سنتا رہے اس وقت یہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔

قرأت علیه　　اخبرنی　　اس وقت جبکہ راوی تنہا ہو

قرأنا علیه　　اخبرنا　　اس وقت جب کہ راوی کے ساتھ دوسرے بھی ہوں۔

اس صورت میں راوی قرئ علیه وانا اسمع بھی کبھی استعمال کرتا ہے۔

۳۔**انباء**:۔متقدمین کے یہاں یہ لفظ بمعنی اخبار بولا جاتا تھا لیکن متاخرین اسکو اجازت کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

لہذا شیخ اپنی سند سے روایت کرنے کی اجازت دیدے خواہ راوی نے اس سے وہ حدیث سنی ہو یا نہیں۔لہذا راوی کہتا ہے۔

★انبانی　　★اجازنی

۴۔**اجازت**:۔شیخ اپنی سند سے روایت کرنے کی اجازت دیدے اس کی چند صورتیں ہیں۔

مشافہہ:۔ شیخ اپنی زبان سے روایت کرنے کی اجازت دے۔

مکاتبہ:۔ شیخ اپنی تحریر سے اجازت دے۔

مناولہ:۔ شیخ اپنی کتاب اصل خواہ نقل شاگرد کو دے یا شاگرد خود نقل کر کے استاذ کے سامنے پیش کر دے، پھر شیخ کہے میں اس کتاب کو فلاں سے روایت کرتا ہوں، یہ سب سے اعلیٰ صورت ہے۔

۵۔ وجادت:۔ کسی کی کتاب سے استفادہ کرنا اور اسکی تحریر و دستخط وغیرہ کی شناخت سے اس کتاب کی روایت کرنا جبکہ یہ مجاز ہو۔ اجازت نہ ہونے کی صورت میں "وجدت بخط فلان" وغیرہ الفاظ کے ذریعہ ہی روایت درست ہوگی۔

۶۔ وصیت:۔ شیخ اپنی وفات یا سفر سے قبل اپنی کسی کتاب یا چند کتابوں سے روایت کرنے کا حق دوسروں کو منتقل کر دے۔ اس صورت میں "وصانی۔ اخبرنی وصیۃ" کے الفاظ ادا کئے جاتے ہیں۔

۷۔ اعلام:۔ شیخ اپنے کسی تلمیذ کو بتا دے کہ میں فلاں کتاب کو فلاں سے روایت کرتا ہوں، اس صورت میں روایت اسی وقت جائز جبکہ شیخ کی طرف سے یہ تلمیذ اجازت یافتہ ہو۔

۸۔ عنعنہ:۔ لفظ "عن" سے روایت کی جائے، اسی صورت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

٭قال ٭ذکر ٭روی

لفظ "عن" سے جو روایت کی جاتی ہے اسکو معنعن کہتے ہیں اور اس فعل کو عنعنہ۔

یہ دو شرطوں کے ساتھ سماع پر محمول ہوتا ہے۔

۱۔ راوی اور مروی عنہ میں معاصرت ہو۔

۲۔ راوی مدلس نہ ہو

پھر تیسری شرط کے بارے میں اختلاف ہے۔

امام بخاری لقاء کو شرط قرار دیتے ہیں اور امام مسلم اس کے سخت مخالف ہیں۔

## مراتب ارباب حدیث

طالب.......... حدیث کا متعلم

شیخ............ حدیث کا معلم، اس کو محدث بھی کہتے ہیں

حافظ............ جس شیخ کو ایک لاکھ احادیث متناً وسنداً مع احوال رواۃ یاد ہوں

حجت............ جس شخص کو تین لاکھ احادیث متناً وسنداً مع جرح وتعدیل محفوظ ہوں

حاکم............ جس شخص کو تمام احادیث مرویہ متناً وسنداً جرحاً وتعدیلاً محفوظ ہوں

# طبقات کتب حدیث

کتب حدیث کی صحت، شہرت اور مقبولیت کے اعتبار سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عجالہ نافعہ میں چار طبقات ذکر کیے ہیں۔ ان کی تلخیص واختصار اس طرح ہے۔

**طبقۂ اولیٰ:۔** وہ کتابیں جو شہرت مقبولیت اور صحت تینوں اوصاف میں سب پر فائق ہوں، یہ تین کتابیں ہیں،

* صحیح بخاری　* صحیح مسلم　* موطا مالک

**طبقۂ ثانیہ:۔** وہ کتابیں جو مذکورہ تینوں اوصاف میں مندرجہ بالا کتب کے ہم پلہ تو نہیں البتہ ان سے قریب تر ہیں۔ یہ بھی تین کتابیں ہیں

* جامع ترمذی　* سنن ابی داؤد　* سنن نسائی

**طبقۂ ثالثہ:۔** وہ کتابیں جو صحاح ستہ مذکورہ کے مصنفین سے مقدم یا معاصر یا بعد میں ہوئے، فن حدیث میں امامت کے درجہ پر فائز تھے لیکن اپنی تصانیف میں صحت کا پورا اہتمام نہیں رکھا اور ضعیف روایت بکثرت آگئیں۔ جیسے:۔

* مسند شافعی　* سنن دارمی　* سنن ابن ماجہ　* مصنف عبدالرزاق

* سنن بیہقی　* تصانیف طبرانی　* سنن دارقطنی

**طبقۂ رابعہ:۔** وہ کتابیں جو متاخرین علماء نے تصنیف کیں اور ان کی روایت کردہ احادیث کا قرون اولیٰ میں ثبوت نہیں ملتا۔ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو ان کو ان احادیث کی اصل نہیں ملی، اور یا ان روایات میں کوئی علت خفیہ دیکھ کر ان کو ترک کر دیا۔ جیسے:۔

دیلمی، ابونعیم اور ابن عساکر کی تصانیف۔

کتب احادیث کے طبقات کی یہ ایک اجمالی فہرست ہے، ان کے درمیان دوسرے طبقات بھی ہو سکتے ہیں، جیسے بعض کتب میں احادیث صحیحہ تو وافر ہیں لیکن ان کو عام شہرت و مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ جیسے صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان۔ وغیرہا۔

اسی لئے شاہ محدث دہلوی نے اپنی دوسری کتاب "ما یجب حفظہ للناظر" میں پانچ طبقات بیان کئے ہیں۔ غرض کہ تمام کتابوں کا استیعاب واحاطہ مقصود نہیں اور نہ یہ مطلب کہ ان کے علاوہ تمام کتابیں غیر معتبر ہیں۔

# مآخذ ومراجع


| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | القرآن الکریم | | |
| ۲۔ | السنن لابن ماجہ | باب من بلغ معلما | ۱/۲ |
| ۳۔ | الحدیث والمحدثون | | ۴۹۰ |
| ۴۔ | | | |
| ۵۔ | المسند لاحمد بن حنبل | | ۳/۵ |
| ۶۔ | مقدمہ ابن صلاح | | ۲۲ |
| ۷۔ | تدریب الراوی للسیوطی | | ۱/۱۸۵ |
| ۸۔ | مقدمہ ابن صلاح | | ۲۲ |
| ۹۔ | الجامع الصحیح للبخاری | کتاب التیمم | ۱/۸۲ |
| ۱۰۔ | | | ۱/۱۵۷ |
| ۱۱۔ | حلیۃ الاولیاء لابی نعیم | | ۲/۹۶ |
| ۱۲۔ | تدریب الراوی للسیوطی | | ۱/۱۹۴ |
| ۱۳۔ | المؤطا لمالک | | ۷۸ |
| ۱۴۔ | تدریب الراوی للسیوطی | | ۲/۱۷۶ |
| ۱۵۔ | المسند لاحمد بن حنبل | | ۴/۱۰۰ |
| ۱۶۔ | الجامع للترمذی | باب رفع الایدی | ۲/۱۷۴ |
| ۱۷۔ | دلائل النبوۃ للبیہقی | | ۳/۳۵۰ |
| ۱۸۔ | المستدرک للحاکم | | ۱/۱۰۱ |
| ۱۹۔ | کنز العمال للمتقی، | | ۱۰۳۰۷ |
| ۲۰۔ | اتحاف السادۃ للزبیدی | | ۱/۲۰۴ |
| ۲۱۔ | السنن الکبری للبیہقی | | ۱/۱۰۴ |

| نمبر | کتاب | باب | جلد/صفحہ |
| --- | --- | --- | --- |
| ۲۲۔ | المسند لاحمد بن حنبل | | ۱/۲۷۱ |
| ۲۳۔ | تدریب الراوی للسیوطی | | ۲/۱۷۲ |
| ۲۴۔ | المسند لاحمد بن حنبل | | ۳/۲۰۷ |
| ۲۵۔ | تدریب الراوی للسیوطی | | ۲/۱۸۱ |
| ۲۶۔ | الجامع الصحیح للبخاری | | ۱/۲ |
| ۲۷۔ | مجمع الزوائد للہیثمی | | ۱/۳۶ |
| ۲۸۔ | المسند لاحمد بن حنبل | | ۲/۹ |
| ۲۹۔ | | | |
| ۳۰۔ | مقدمہ ابن صلاح | | ۱۳۷ |
| ۳۱۔ | | | ۱۳۷ |
| ۳۲۔ | الجامع الصحیح للبخاری | | |
| ۳۳۔ | قواعد فی علوم الحدیث | | ۲۰۳ |
| ۳۴۔ | السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی | | ۴۲۲ |
| ۳۵۔ | الجامع الصحیح للبخاری | | |
| ۳۶۔ | المسند لاحمد بن حنبل | | ۴/۳۹۶ |
| ۳۷۔ | تدریب الراوی للسیوطی | | ۱/۱۵۴ |
| ۳۸۔ | الجامع الصحیح للبخاری | باب اسم الفرس | ۱/۴۰۰ |
| ۳۹۔ | تدریب الراوی للسیوطی | | ۱/۱۷۶ |
| ۴۰۔ | تدریب الراوی للسیوطی | | ۱/۱۷۶ |
| ۴۱۔ | الجامع للترمذی | ابواب النکاح | |
| ۴۲۔ | تدریب الراوی للسیوطی | | ۱/۱۷۶ |
| ۴۳۔ | تدریب الراوی للسیوطی | | ۱/۶۷ |
| ۴۴۔ | الجامع الصحیح للبخاری | | ۲/۸۵۰ |
| ۴۵۔ | الجامع الصحیح للبخاری | | ۲/۸۵۰ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۶۔ فتاوی رضویہ نصف دوم | | ۲۵۳/۹ |
| ۴۷۔ تدریب الراوی للسیوطی | | ۱۹۶/۲ |
| ۴۸۔ المسند لاحمد بن حنبل | | ۳۶۱/۵ |
| ۴۹۔ السنن لابی داؤد۔ | باب فی ترک الوضو | |
| ۵۰۔ " | باب فی الصائم یحتجم | |
| ۵۱۔ " | باب الرخصۃ فی ذلک | |
| ۵۲۔ المصنف لعبد الرزاق | | ۲۰۹/۴ |
| ۵۳۔ " | | ۲۱۳/۴ |
| ۵۴۔ الجامع للترمذی | | ۱۷۴/۱ |
| ۵۵۔ " | | ۱۷۴/۱ |
| ۵۶۔ " | | ۱۷۴/۱ |
| ۵۷۔ نزہۃ النظر | | ۵۷ |
| ۵۸۔ الجامع الصحیح للبخاری | | ۴۰۶/۱ |
| ۵۹۔ تدریب الراوی للسیوطی، | | ۱۱۷/۱ |
| ۶۰۔ المؤطا لمالک | | ۶ |
| ۶۱۔ تدریب الراوی للسیوطی | | ۲۰۷/۱ |
| ۶۲۔ فواتح الرحموت لبحر العلوم | | ۱۷۴/۲ |
| ۶۳۔ المؤطا لمالک | | ۲۱ |
| ۶۴۔ المستدرک للحاکم | | ۱۵۳/۳ |
| ۶۵۔ تدریب الراوی للسیوطی | | ۲۲۳/۱ |
| ۶۶۔ تدریب الراوی للسیوطی | | ۲۲۹/۱ |
| ۶۷۔ السنن لابن ماجہ | | ۱۹۹/۲ |
| ۶۸۔ فتاوی رضویہ جدید | | ۲۶۰/۵ |
| ۶۹۔ تدریب الراوی للسیوطی | | ۲۸۸/۱ |

| نمبر | کتاب | باب | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۷۰۔ | العجالۃ النافعہ | | ۷۱ |
| ۷۱۔ | میزان الاعتدال للذہبی، | | ۲۲۳/۱ |
| ۷۲۔ | ، ، | | ۲۲۹/۱ |
| ۷۳۔ | السنن لابن ماجہ | | ۲۳۹/۲ |
| ۷۴۔ | تدریب الراوی للسیوطی | | ۲۵۱/۱ |
| ۷۵۔ | الجامع للترمذی، | تفسیر سورۃ الفرقان | ۱۴۹/۲ |
| ۷۶۔ | السنن لابی داؤد | باب رفع الیدین فی الصلوۃ | |
| ۷۷۔ | المؤطا لمالک، | | ۳۶۵ |
| ۷۸۔ | ، ، | | ۳۶۵ |
| ۷۹۔ | حاشیہ نزہۃ النظر | | ۶۱ |
| ۸۰۔ | ، ، | | ۶۲ |
| ۸۱۔ | الجامع الصحیح للبخاری | باب غسل الاعقاب | ۲۸/۱ |
| ۸۲۔ | الصحیح لمسلم، | باب وجوب غسل الرجلین بکمالہما | ۱۲۵/۱ |
| ۸۳۔ | ، ، | | ۱۲۵/۱ |
| ۸۴۔ | السنن الکبری للبیہقی، | | ۱۲۷/۲ |
| ۸۵۔ | ، ، | | ۱۲۷/۲ |
| ۸۶۔ | الجامع الصحیح للبخاری | باب کیف کان بدء الوحی | ۲/۱ |
| ۸۷۔ | مقدمہ ابن صلاح، | | ۴۵ |
| ۸۸۔ | الصحیح لمسلم | باب فضل اخفاء الصدقۃ | ۳۳۱/۱ |
| ۸۹۔ | الجامع الصحیح للبخاری | باب الصدقۃ بالیمین | ۱۹۱/۱ |
| ۹۰۔ | الجامع للترمذی | باب فی کراہیۃ الوطی علی القبور | ۱۲۵/۱ |
| ۹۱۔ | الصحیح لمسلم | باب فی النہی عن الجلوس علی القبر | ۳۱۲/۱ |
| ۹۲۔ | السنن لابی داؤد | باب کراہیۃ القعود علی القبر | ۴۶۰/۲ |
| ۹۳۔ | ، ، | باب الخط اذا لم یجد عصا | |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۹۴۔ | مقدمہ ابن صلاح | | ۴۵ |
| ۹۵۔ | الجامع للترمذی | باب فی ان فی المال حقا سوی الزکوۃ | ۱/۸۴ |
| ۹۶۔ | السنن لابن ماجہ | باب ما ادی زکوتہ لیس بکنز | ۱/۱۲۸ |
| ۹۷۔ | المعجم الاوسط للطبرانی، | | ۸/۳۷۵ |
| ۹۸۔ | مقدمہ ابن صلاح | | ۱۴۰ |
| ۹۹۔ | " | | ۱۴۰ |
| ۱۰۰۔ | " | | ۱۴۱ |
| ۱۰۱۔ | " | | ۱۴۱ |
| ۱۰۲۔ | دیباچہ بشیر القاری۔ مصنفہ صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمہ | | ۳۸ |
| ۱۰۳۔ | " " " " " | | ۳۸ |
| ۱۰۴۔ | شرح نخبۃ الفکر | | ۳۹ |
| ۱۰۵۔ | السنن لابی داؤد | | |
| ۱۰۶۔ | شرح نخبۃ الفکر | | ۴۰ |
| ۱۰۷۔ | " | | ۴۰ |
| ۱۰۸۔ | دیباچہ بشیر القاری | | ۳۵ |
| ۱۰۹۔ | الجامع للترمذی | باب فی کراہیۃ یوم التشریق | ۱/۹۶ |
| ۱۱۰۔ | الصحیح لمسلم | باب حکم ولوغ الکلب | ۱/۱۳۷ |
| ۱۱۱۔ | " | " | ۱/۱۳۷ |
| ۱۱۲۔ | دیباچہ بشیر القاری | | ۳۶ |
| ۱۱۳۔ | " | | ۳۶ |
| ۱۱۴۔ | " | | ۳۸ |
| ۱۱۵۔ | تدریب الراوی للسیوطی | | ۱/۳۰۸ |
| ۱۱۶۔ | جامع بیان العلم لابن عبد البر | | ۲۱۵ |

# فہرست تصانیف امام احمد رضا محدث بریلوی

(جواب تک دستیاب ہوئیں)

| نمبر شمار | اسمائے کتب | سنہ تصنیف |
|---|---|---|
| ١ـ | العطایاالنبویة فی الفتاوی الرضویه | المجلد الاول |
| ٢ـ | العطایاالنبویة فی الفتاوی الرضویه | المجلد الثانی |
| ٣ـ | العطایاالنبویة فی الفتاوی الرضویه | المجلد الثالث |
| ٤ـ | العطایاالنبویة فی الفتاوی الرضویه | المجلد الرابع |
| ٥ـ | العطایاالنبویة فی الفتاوی الرضویه | المجلد الخامس |
| ٦ـ | العطایاالنبویة فی الفتاوی الرضویه | المجلد السادس |
| ٧ـ | العطایاالنبویة فی الفتاوی الرضویه | المجلد السابع |
| ٨ـ | العطایاالنبویة فی الفتاوی الرضویه | المجد الثامن |
| ٩ـ | العطایاالنبویة فی الفتاوی الرضبویه | المجلد التاسع |
| ١٠ـ | العطایاالنبویة فی الفتاوی الرضویه | المجلد العاشر |
| ١١ـ | العطایاالنبویة فی الفتاوی الرضویه | المجلد الحادی عشر |
| ١٢ـ | العطایاالنبویة فی الفتاوی الرضویه | المجلد الثانی عشر |

## رسائل المجلد الاول

| نمبر شمار | اسمائے کتب | سنہ تصنیف |
|---|---|---|
| ١٣ـ | اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام | ١٣٣٤ھ |
| ١٤ـ | الجود الحلو فی ارکان الوضو | ١٣٢٤ھ |
| ١٥ـ | تنویر القندیل فی اوصاف المندیل ـ | ١٣٢٤ھ |
| ١٦ـ | لمع الاحکام ان لا وضوء من الزکام ـ | ١٣٢٤ھ |
| ١٧ـ | الطراز المعلم فیما هو حدث من احوال الدم ـ | ١٣٢٤ھ |
| ١٨ـ | نبه القوم ان الوضوء من ای نوم ـ | ١٣٢٥ھ |
| ١٩ـ | خلاصة تبیان الوضوء ـ | ١٣٢٦ھ |
| ٢٠ـ | الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل ـ | ١٣٢ھ |
| ٢١ـ | بارق النور فی مقادیر ماء الطهور ـ | ١٣٢٧ھ |

## رسائل المجلد الثانی

## رسائل المجلد الثالث



## رسائل المجلد الرابع

## رسائل المجلد الخامس



## رسائل المجلد السادس



## رسائل المجلد السابع

## رسائل المجلد الثامن



## رسائل المجلد السابع

۱۳۱۔ الرمز المرصف علی سوال مولینا السید آصف۔

## رسائل المجلد العاشر

۱۳۲۔ المنی والدر لمن عمد منی آرڈر۔

۱۳۳۔ حقة المرجان لمهم حکم الدخان۔

۱۳۴۔ الفقه التسجیلی فی عجین النار جیلی۔

۱۳۵۔ الشرعة البهیه فی تحدید الوصیة۔

۱۳۶۔ المقصد النافع فی عصوبة النصف الرابع۔

۱۳۷۔ طیب الامعان فی تعداد الجهات والابدان۔

۱۳۸۔ تجلیة السلم فی مسائل من نصف العلم۔

۱۳۹۔ ردالرفضة۔

## رسائل المجلد الحادی عشر

۱۴۰۔ اسماع الاربعین فی شفاعة سید المحبوبین۔

۱۴۱۔غایة التحقیق فی امامة العلی والصدیق۔

۱۴۲۔ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام۔

۱۴۳۔ التحبیربباب التقدیر۔

۱۴۴۔ ثلج الصدر لایمان القدر۔

۱۴۵۔ الشهابی علی خداع الوهابی۔

۱۴۶۔ قوارع القهار علی المجسمة الفجار۔

۱۴۷۔ مقامع الحدید علی خدالمنطق الجدید۔

۱۴۸۔ اطائب الصیب علی ارض الطیب۔

## رسائل المجلد الثانی عشر

۱۴۹۔ الصمصام علی مشکک فی آیةعلوم الارحام۔

۱۵۰۔ اقامة القیامة علی طاعن القیام لنبی تهامه۔ ۱۲۹۹ھ

١٥١ ـ انوار الانتباه فی حل نداء یارسول الله ـ

١٥٢ ـ طرد الافاعی عن حمی هادرفع الرفاعی ـ ١٣٣٦ھ

١٥٣ ـ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ـ

---

١٥٤ ـ اذان من الله لقیام سنة نبی الله

١٥٥ ـ ابحاث اخیره ـ ١٣٢٨ھ

١٥٦ ـ ابر المقال فی استحسان قبلة الاجلال ـ ١٣٠٨ھ

١٥٧ ـ الاجازة الرضویة لمبجل مکة البهیة ـ ١٣٢٤ھ

١٥٨ ـ الاجازة المتینه لعلماء بکة و المدینة ـ ١٣٢ھ

١٥٩ ـ احکام شریعت اول

١٦٠ ـ احکام شریعت دوم

١٦١ ـ احکام شریعت سوم

١٦٢ ـ الادلة الطاعنة فی اذان الملاعنة ـ ١٣٠٢ھ

١٦٣ ـ اراءة الادب لفاضل النسب ـ ١٣٢٩ھ

١٦٤ ـ الاستمداد علی اجیال الارتداد ١٣٣ھ

١٦٥ ـ الاسد الصئول علی اجتهاد الطراد الجهول ـ ١٣٠ھ

١٦٦ ـ اضافة الطلاق ـ

١٦٧ ـ اظهار الحق الجلی ـ ١٣٢ھ

١٦٨ ـ اعالی الافادة فی تعزیة الهند و بیان الشهادة ـ

١٦٩ ـ اعتقاد الاحباب فی الجمیل و المصطفی و الآل و الاصحاب ـ ١٢٩٨ھ

١٧٠ ـ الامن و العلی لنا عتی المصطفی بدافع البلاء ١٣١١ھ

١٧١ ـ انباء المصطفی بحال سر و خفی ـ ١٣١٨ھ

١٧٢ ـ اهلاك الوهابین علی توهین قبور المسلمین ١٣٢٢ھ

١٧٣ ـ بدر الانوار فی اداب الآثار

١٧٤ ـ البدور فی اوج المجذور ١٣٢٣ھ

| | |
|---|---|
| ۱۷۵۔ برکات الامداد لاہل الاستمداد۔ | ۱۳۱۱ھ |
| ۱۷۶۔ تاج توقیت۔ | ۱۳۲۰ھ |
| ۱۷۷۔ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین | |
| ۱۷۸۔ تسہیل تعدیل | ۱۳۲۹ھ |
| ۱۷۹۔ تعلیقات علی الزیج ا لالغخانی ۔ | |
| ۱۸۰۔ تمہید الایمان بآیات قرآن ۔ | ۱۳۲۶ھ |
| ۱۸۱۔ تنزیہ المکانۃ الحیدریہ عن وصمۃ عہد الجاہلیہ ۔ | |
| ۱۸۲۔ الجبل الثانوی علی کلیۃ التانوی ۔ | ۱۳۳۷ھ |
| ۱۸۳۔ جد الممتار علی رد المختار۔ | اول |
| ۱۸۴۔ جد الممتار علی رد المحتار۔ | دوم |
| ۱۸۵۔ الجراز الدیانی علی المرتدّ القادیانی۔ | ۱۳۴۰ھ |
| ۱۸۶۔ جمع القرآن وبم عزوہ لعثمان ۔ | |
| ۱۸۷۔ جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور ۔ | |
| ۱۸۸۔ حاشیۃالاتقان فی علوم القرآن۔ | |
| ۱۸۹۔ حاشیہ ارشاد الساری ۔ | اول |
| ۱۹۰۔ حاشیہ ارشاد الساری | ثانی |
| ۱۹۱۔ حاشیہ ارشاد الساری | ثالث |
| ۱۹۲۔ حاشیہ ارشاد الساری | رابع |
| ۱۹۳۔ حاشیہ ارشاد الساری | خامس |
| ۱۹۴۔ حاشیہ ارشاد الساری | سادس |
| ۱۹۵۔ حاشیہ ارشاد الساری | سابع |
| ۱۹۶۔ حاشیہ ارشاد الساری | ثامن |
| ۱۹۷۔ حاشیہ ارشاد الساری | تاسع |
| ۱۹۸۔ حاشیہ ارشاد الساری | عاشر |

۱۹۹۔ حاشیہ الاشباہ والنظائر

۲۰۰۔ حاشیہ اشعۃ اللمعات

۲۰۱۔ حاشیہ اصول ہندسہ

۲۰۲۔ حاشیہ تحریر اقلیدس

۲۰۳۔ حاشیہ تحفۂ اثنا عشریہ

۲۰۴۔ حاشیہ جامع الرموز

۲۰۵۔ حاشیہ حصر الشارد

۲۰۶۔ حاشیہ خلاصۃ الفتاوی

۲۰۷ حاشیہ رسالہ درعلم لوگارثم

۲۰۸۔ حاشیہ زیج بہادر خانی

۲۰۹۔ حاشیہ شرح التذکرہ

۲۱۰۔ حاشیہ شرح المقاصد

۲۱۱۔ حاشیہ عنایۃ القاضی شرح البیضاوی

۲۱۲۔ حاشیہ غنیۃ المستملی

۲۱۳۔ حاشیہ فتاوی خیریہ

۲۱۴۔ حاشیہ فتح المغیث

۲۱۵۔ حاشیہ کتاب الصور۔

۲۱۶۔ حاشیہ الکشف عن تجاوز ہذہ الامۃ من الالف

۲۱۷۔ حاشیہ مجمع الانہر اول

۲۱۸۔ حاشیہ مجمع الانہر ثانی

۲۱۹۔ حاشیہ مرقاۃ المفاتیح

۲۲۰۔ حاشیہ المسامرۃ والمسایرۃ

۲۲۱۔ حاشیہ مسند الامام احمدبن حنبل

۲۲۲۔ حاشیہ مسند الامام الاعظم

٢٢٣۔ حاشیه معالم التنزیل

٢٢٤۔ حاشیه معین الاحکام

٢٢٥۔ حاشیه المقاصد الحسنه

٢٢٦۔ حاشیه میزان الاعتدال ۔ اول

٢٢٧۔ حاشیه میزان الاعتدال ۔ ثانی

٢٢٨۔ حاشیۃالهدایه

٢٢٩۔ حاشیه الیواقیت والجواهر

٢٣٠۔ حدائق بخشش اول

٢٣١۔ حدائق بخشش ثانی

٢٣٢۔ حدائق بخشش ثالث

٢٣٣۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

٢٣٤۔ الحلیة الاسماء لحکم بعض الاسماء ١٣٢٠ھ

٢٣٥۔ حواشی ابن ماجه

٢٣٦۔ حواشی احیاء العلوم

٢٣٧۔ حواشی احیاء العلوم (کتاب العلم)

٢٣٨۔ حواشی الاصابه

٢٣٩۔ حواشی الایضاح

٢٤٠۔ حواشی تحفة الاخوان

٢٤١۔ حواشی تعطیر الانام

٢٤٢۔ حواشی التعقبات علی الموضوعات للسیوطی

٢٤٣۔ حواشی تیسیر شرح جامع صغیر

٢٤٤۔ حواشی جامع بهادر خانی

٢٤٥۔ حواشی جامع الفصولین

٢٤٦۔ حواشی خلاصة تذهیب الکمال

۲۹۵۔ الکوکبة الشهابية فی کفريات ابی الوهابية ۱۳۱۲ھ

۲۹۶۔ مالی الجيب بعلوم الغيب ۔ ۱۳۱۸ھ

۲۹۷۔ مبین احکام وتصدیقات اعلام ۱۳۲۵ھ

۲۹۸۔ المبين ختم المرسلين ۔ ۱۳۲۶ھ

۲۹۹۔ مجتلى العروس ومراد النفوس ۔

۳۰۰۔ المحجة المؤتمنة فی آية الممتحنة ۱۳۳۹ھ

۳۰۱۔ مدارج طبقات الحديث ۱۳۱۳ھ

۳۰۲۔ مروج النجاء لخروج النساء۔ ۱۳۱۶ھ

۳۰۳۔ مسائل سماع ۔

۳۰۴۔ مسائل المعراج

۳۰۵۔ مسفر المطالع للتقويم والطالع ۔ ۱۳۲۴ھ

۳۰۶۔ معتبر الطالب فی شیون ابی طالب۔ ۱۲۹۲ھ

۳۰۷۔ المعتمد المستند بناء نجاة الابد ۱۳۲۰ھ

۳۰۸۔ المعنى المجلى للمغنى والظلى

۳۰۹۔ معین مبین بهردور شمس وسکون زمین ۱۳۳۸ھ

۳۱۰۔ مقال عرفاء باعزاز شرع علماء ۱۳۲۷ھ

۳۱۱۔ الملفوظ چار اجزاء

۳۱۲۔ منية اللبيب ان التشريع بيد الحبيب ۱۳۱۱ھ

۳۱۳۔ منبه المنيه بوصول الحبيب الى العرش والرؤيه ۱۳۲۰ھ

۳۱۴۔ نطق الهلال بارخ ولاد الحبيب والوصال ۱۳۱۷ھ

۳۱۵۔ نفی الفیء عمن انار بنوره کل شیء ۱۲۹۶ھ

۳۱۶۔ نقاء السلافة فی احکام البيعة والخلافة ۱۳۱۹ھ

۳۱۷۔ نور عینی فی الانتصار للامام العینی

۳۱۸۔ النور والضیاء فی حکم بعض الاسماء

۳۱۹۔ النیرة الوضیئة شرح الجوهرة المضیه　　۱۲۹۵ھ

۳۲۰۔ وشاح الجید فی تحلیل معانقة العید　　۱۳۱۲ھ

۳۲۱۔ وصایا شریف

۳۲۲۔ الوظیفة الکریمة

۳۲۳۔ الهاد الکاف فی حکم الضعاف　　۱۳۱۳ھ

۳۲۴۔ هادی الناس فی رسوم الاعراس

# مؤلف ایک نظر میں

| | | |
|---|---|---|
| نام | ☆ | (حضرت علامہ) محمد حنیف خانصاحب قبلہ، |
| ولدیت | ☆ | عالیجناب مولانا محمد علی خانصاحب |
| مقام ولادت | ☆ | بھوگپور، بہیڑی، بریلی شریف، مغربی یوپی، انڈیا، |
| تاریخ ولادت | ☆ | ۱۱رذی الحجہ، ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۱رجون ۱۹۵۶ء |
| مذہب و مسلک | ☆ | اہل سنت و جماعت حنفی، (بریلوی) |
| مشرب | ☆ | قادری، رضوی تاجدار اہلسنت، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر ۱۹۷۰ء میں بیعت وارادت سے شرف یاب ہوئے۔ |
| خلافت | ☆ | تاج الشریعہ، حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خانصاحب قبلہ (ازہری میاں) نے ۱۹۹۰ء میں سعادت خلافت سے فیضیاب فرمایا۔ |

| تعلیم مع تعیین سن | ☆ | سن | اسکول/مدارس |
|---|---|---|---|
| پرائمری | ☆ | ۱۹۶۵ء ۱۹۷۰ء | پرائمری، اسکول، بھوگپور |
| درس نظامی | ☆ | ۱۹۷۰ء ۱۹۷۹ء | |
| ابتدائی کتب | ☆ | ۱۹۷۰ء ۱۹۷۲ء | مدرسہ شیریہ، بہیڑی |
| متوسط کتب | ☆ | ۱۹۷۲ء ۱۹۷۵ء | مدرسہ بحر العلوم، بہیڑی |
| منتہی کتب | ☆ | ۱۹۷۵ء ۱۹۷۹ء | الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور |
| | | | دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف |
| فراغت | | ۱۹۷۹ء | دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف |

# امتحانات بورڈ مع تعیین سن

عالم ☆ ۱۹۷۸ء

فاضل دینیات ☆ ۱۹۸۰ء

کامل ☆ ۱۹۸۱ء

فاضل معقولات ☆ ۱۹۸۲ء

مشاہیر اساتذہ ☆

صدر العلماء حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضا خانصاحب قبلہ شیخ الحدیث

محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد جہانگیر صاحب قبلہ علیہ الرحمہ، شیخ الحدیث

بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ، شیخ الحدیث

محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفی صاحب قبلہ، شیخ الحدیث

جامع معقولات حضرت علامہ مناظر حسین صاحب قبلہ، شیخ المعقولات

مقرر شیریں لسان حضرت مولانا سلطان اشرف صاحب قبلہ، بہیڑی

فاضل جلیل حضرت مولانا انوار عالم صاحب قبلہ پورنوی

مشاہیر تلامذہ:۔

- مولانا مشکور احمد صاحب استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف
- مولانا عزیز الرحمن صاحب استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف
- مولانا محمد اسحاق صاحب شیخ الادب الجامعۃ القادریہ رچھا بریلی
- مولانا محمد رفیق عالم صاحب استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف
- مولانا صغیر اختر صاحب استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف
- مولانا اشتیاق احمد صاحب استاذ جامعہ فاطمہ شاہجہانپور
- مولانا محمد جہانگیر صاحب استاذ مدرسہ شکوریہ بلہور کانپور
- مولانا محمد افضال صاحب استاذ الجامعۃ القادریہ رچھا بریلی شریف
- مولانا محمد یونس صاحب استاذ گلشن بغداد رامپور

* مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب خطیب وامام مسجد بنگلور کرناٹک
* مولانا حبیب احمد صاحب استاذ جامعہ صابریہ رضویہ دہرہ دون
* مولانا نعیم الدین صاحب ناظم اعلی مدرسہ جمال مصطفیٰ بلاسپور
* مولانا ارشاد احمد صاحب شیر پوری
* مولانا فخر الدین صاحب جامعہ رضویہ کیمری رامپور
* مولانا قاری محمد یٰسین رضا صاحب پرنسپل دار العلوم سنی سینٹر جے پور
* مولانا شکیل احمد صاحب استاذ مظہر العلوم گرسہائے گنج فرخ آباد
* مولانا محمد ارشاد صاحب بہیری خطیب وامام جامع مسجد کچھا
* (راقم الحروف) محمد شکیل مصباحی استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی

انکے علاوہ کثیر تلامذہ ہیں جو اس مختصر میں شامل نہ ہو سکے۔

مشاغل (بعد تحصیل علوم)　تدریس جمیع علوم مروجہ، تصنیف وتالیف، ترجمہ وتحشیہ،

جامع محاسن　عالم، فاضل، ادیب، خطیب، مؤرخ، معلم، مترجم، محشی،

## تعداد تصانیف مع نام وسن

| نمبر شمار | نام کتاب | زبان | سن اشاعت | مقام اشاعت |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ | جامع الاحادیث ۶ جلدیں | ☆ اردو / | ۲۰۰۱ء | مرکز اہلسنت برکات رضا |
| ۲۔ | ترجمہ جامع الغموض، جلد اول | ☆ اردو / | ۱۹۹۲ء | رضا دار الاشاعت، بہیڑی |
| | ترجمہ جامع الغموض، جلد دوم | ☆ اردو / | زیر طبع | |
| ۳۔ | نحوی پہیلیاں | ☆ اردو / | ۱۹۸۷ء | رضا دار الاشاعت، بہیڑی |
| ۴۔ | مسئلہ قرأت خلف الامام | ☆ اردو / | ۱۹۸۷ء | رضا دار الاشاعت، بہیڑی |
| ۵۔ | حضور مفتی اعظم ہند قرآن وحدیث کی روشنی میں | ☆ اردو / | ۱۹۸۳ء | رضا دار الاشاعت، بہیڑی |
| ۶۔ | سچی نماز | ☆ اردو | زیر طبع | |
| ۷۔ | مفردات حنفیہ | ☆ اردو | زیر طبع | |

۸۔ تلخیص وترجمہ تبشیر الوری ☆ اردو زیر طبع
۹۔ حالات مصنفین ☆ اردو زیر طبع
۱۰۔ مقالات حنفیہ ☆ اردو زیر طبع
۱۱۔ تاریخ وہابیہ ☆ اردو زیر طبع
۱۲۔ حاشیہ ہدایت الحکمت ☆ عربی زیر طبع

ان کے علاوہ دیگر اہم موضوعات پر کثیر مقالات بھی ہیں۔

**متعدد مدارس اسلامیہ میں خدمات جلیلہ**

الجامعۃ الرضویہ کیمری ۱۹۸۰ء، ۱۹۸۱ء
گلشن بغداد، رامپور ۱۹۸۲ء، ۱۹۸۳ء
مفتاح العلوم، رامنگر، ۱۹۸۴ء، ۱۹۸۵ء
بدر العلوم، جسپور، ۱۹۸۶ء، ۱۹۸۷ء،
الجامعۃ القادریہ رچھا،
فی الوقت جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف
میں زریں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

**☆ غیر ممالک کا سفر**

۱۹۸۱ء میں پاکستان

**☆ دینی وملی، مذہبی وثقافی، ادبی وسماجی اداروں اورتحریکوں سے وابستگی**

۱۹۸۱ء میں رضا اکیڈمی، رامپور
۱۹۸۲ء میں قادری اکیڈمی رامپور میں رکن خاص کی حیثیت سے شمولیت،
۱۹۸۶ء میں رضا دار الاشاعت، بہیڑی کا قیام،
۱۹۸۷ء میں ماہنامہ رضائے مصطفی، رچھا، کا اجراء
فی الحال امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف (قیام ۲۰۰۱ء) کے ناظم اعلی ہونے کی حیثیت سے نمایاں کارنامے انجام دے رہے ہیں۔

مولانا محمد شکیل نوری مصباحی
استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

# حالات مصنف

## "جامع الاحادیث"

گرم دم جستجو، نرم دم گفتگو

رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز

فضیلۃ العلم حضرت مولانا محمد حنیف خانصاحب ابن مولانا محمد علی خانصاحب ابن جناب ولی محمد خاں صاحب ابن جناب صدرالدین خاں صاحب عصر حاضر ہیں ایک جلیل القدر علام، پابند و مستعد معلم اور مستقل مزاج مصنف و مولف ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے علمی و عملی قد و قامت کی بلندی نے معاصرین میں ایک اہم مقام حاصل کرلیا ہے۔

۱۱رذی الحجہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۱رجون ۱۹۵۶ھ کو اپنے وطن موضع بھوگپور تحصیل بہیڑی بریلی شریف، یوپی میں ایک نہایت شریف اور باعزت خاندان میں پیدا ہوئے تقریباً پانچ سال کی عمر میں اپنے تعلیمی سفر کا آغاز کیا، ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں حاصل کی قرآن پاک ناظرہ اور اساسی اردو کے بعد چوتھے کلاس تک مروجہ ہندی اسکول میں پڑھا، سن شعور کی پختگی کے بعد بہیڑی کی ایک درسگاہ مدرسہ شیریہ میں عربی فارسی کا آغاز کیا، یہاں دو سال گزارنے کے بعد ایک اور دانش گاہ بحرالعلوم بہیڑی میں داخل ہوئے اور درجہ رابعہ تک بڑی محنت اور لگن سے پڑھا اس کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور تشریف لے گئے آخر میں مرکز اہل سنت دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں حضرت صدرالعلماء الشاہ علامہ تحسین رضا خانصاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی میں شراب علم و عمل سے شادکام ہوتے رہے اور یہیں سے ۱۹۷۹ء میں سند فراغت و تاج فضیلت سے شرف یاب ہوئے۔

تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی بارگاہ باعظمت میں حاضر ہو کر داخل سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ ہوئے اور اکثر حضرت کی زیارت و خدمت کا شرف حاصل رہا اور تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد اختر رضا خانصاحب قبلہ ازہری میاں نے الجامعۃ القادریہ رچھا اسٹیشن میں ایک پُر کیف تقریب میں سعادت خلافت و اجازت سے نوازا۔

آپ نے دوران تعلیم جن اساتذۂ کرام سے اکتساب علوم و فنون کیا ان کے اسمائے

گرامی درج ذیل ہیں۔

- صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خانصاحب قبلہ
  شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف
- سماحۃ الفضل حضرت مفتی محمد جہانگیر خانصاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
- بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان صاحب اعظمی
  شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی
- شیخ التفسیر حضرت علامہ عبد اللہ خانصاحب
  الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد
- محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی صاحب
  شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور
- جامع معقولات ومنقولات علامہ نعیم اللہ خانصاحب
  صدر المدرسین منظر اسلام بریلی شریف
- سماحۃ الشیخ حضرت علامہ سید عارف صاحب
  سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف
- ماہر معقولات حضرت علامہ مناظر حسین صاحب سنبھل، مرادآباد
- شیخ الادب حضرت علامہ یٰسٓ اختر صاحب مصباحی بانی دار القلم دہلی
- ادیب شہیر حضرت مولانا محمد افتخار صاحب اعظمی
- حضرت مولانا نصیر الدین صاحب عزیزی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور
- حضرت مولانا محمد اسرار صاحب الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور
- حضرت مولانا بلال احمد صاحب بہار
- حضرت مولانا سلطان اشرف صاحب بہیڑی
- حضرت مولانا محمود رضا خانصاحب پیلی بھیت شریف
- حضرت مولانا حامد حسین صاحب علیہ الرحمۃ بہیڑی
- حضرت مولانا انوار عالم صاحب پورنوی

✹ حضرت مولانا سید عباس علی صاحب علیہ الرحمۃ بھوگپوری۔

دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۹۷۹ء میں فراغت کے بعد آپ نے مسند تدریس کو زینت بخشی، گردونواح کے کئی ایک مدارس میں طالبان علوم نبوی کو علم وادب کے گراں قدر زیور سے آراستہ فرمایا، منفرد اور یگانہ طرز تدریس سے حلقہ تلامذہ میں اپنا گہرا اثر ورسوخ قائم فرمایا، آپ کے علم عمل نے حلقہ بگوشوں کی تعلیم وتربیت میں علم وآگہی کی لازوال دولت کے ساتھ ساتھ عملی جزبات کو بھی بیدار کیا یہ آپ کی تعلیمی مقبولیت ہی کی تو دلیل ہے کہ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے طلبہ اپنے آپ ہی آپکے ساتھ ساتھ ہوتے آپ حلقہ درس اتنا وسیع ہے کہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ علاقہ کے نوجوان شہرت یافتہ علماء میں دو چند ہی ایسے ہونگے جن کو آپ کا یا آپ کے تلامذہ کا شرف تلمذ حاصل نہ ہوا ہو۔

آپ نے جس مدرسہ میں بھی تعلیم وتدریس کی خدمات انجام دیں اسکے عروج وارتقاء کیلئے انتظامی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ کچھ مدارس تو ایسے بھی ہیں جن کے تعلیمی وانتظامی روح رواں صرف اور صرف آپ ہی رہے، آپکی انتظامی جدوجہد اور تعلیم سرگرمیوں نے ان کو نیا وجود اور پائیدار شہرت بخشی اور اراکین وطلبہ کیلئے وہ لمحے یادگار بن گئے۔

جن مدارس کی آپنے آبیاری فرمائی وہ اس طرح ہیں:۔

✹ الجامعۃ الرضویہ قصبہ کیمری ضلع رامپور (مدت تدریس: ڈیڑھ سال)

✹ دارالعلوم گلشن بغداد رامپور (مدت تدریس: تقریباً پونے چار سال)

✹ مفتاح العلوم جامع مسجد رامنگر ضلع نینی تال (مدت تدریس: تقریباً پونے تین سال

✹ بدر العلوم جامع مسجد جسپور ضلع نینی تال (مدت تدریس: ڈیڑھ سال)

✹ الجامعۃ القادریہ رچھا اسٹیشن ضلع بریلی شریف (مدت تدریس: تقریباً چار سال)

اس کے بعد حضرت منانی میاں صاحب قبلہ کی خواہش وفرمائش کا احترام کرتے ہوئے جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف تشریف لائے، حضرت نے آپ کی تعلیمی وتنظیمی اہلیت ولیاقت کو دیکھکر جامعہ کے سارے انتظامی اور تعلیمی معاملات آپ ہی سپرد کردیئے، آپ نے بڑی جاں فشانی اور عرق ریزی کے ساتھ جامعہ کیلئے ترقی کی راہیں ہموار فرمائیں چنانچہ جامعہ کے شایان شان اساتذہ کی تلاش وجستجو ایک جواں حوصلہ، محرک وفعال اور کارآمد عملہ فراہم کرنے میں

کامیاب ہوگئی، بلاشبہ جامعہ کی موجودہ ترقی، کامیابی اور کامرانی موصوف ہی طرف منسوب ہے۔ اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ قلم کی گل کاریاں قلم کار کو حیات جاوید بخشتی ہیں موصوف کو دور طالب علمی ہی سے قلم کاری اور مقالہ نگاری کا شوق تھا اس نے بعد فراغت اور فروغ حاصل کیا، متعلقہ مدارس کی تمام تر ذمہ داریوں کے باوجود تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی چلتا ہی رہا اگرچہ دوران تعلیم وتدریس مختلف صبر آزما مراحل ومسائل بھی پیش آئے مگر طبعی جدوجہد اور حرکت وعمل نے عزم وحوصلہ کو کمزور نہ ہونے دیا بلکہ مضبوط سے مضبوط تر بنادیا۔ بلفظ دیگر

ہر حادثہ خیال کو گہرائی دے گیا ☆ بخشا ہے ٹھوکروں نے سنبھلنے کا حوصلہ

ارباب قلم جانتے ہیں کہ تصنیف وتالیف یک سوئی چاہتی ہے مدرسہ کی تعلیمی، انتظامی اور تعمیری ذمہ داریوں کے باوجود تصنیف وتالیف بہت مشکل کام ہے مگر پھر بھی آپ کے قلم زرنگار نے بے مثال گراں قدر تصنیفی کارنامے انجام دیئے۔ آپ کا اب تک کا سرمایۂ قلم اس طرح ہے۔

۱۔ جامع الاحادیث ۶ جلدیں

۲۔ ترجمہ جامع الغموض ، جلد اول

۳۔ ترجمہ جامع الغموض جلد دوم (غیر مطبوعہ)

۴۔ نحوی پہلیاں

۵۔ حاشیۂ ہدایۃ الحکمت عربی (غیر مطبوعہ)

۶۔ مفردات حنفیہ (غیر مطبوعہ)

۷۔ مسئلہ قرأت خلف الامام

۸۔ تلخیص وترجمہ تبشیر الوری مصنفہ مولانا سلامت اللہ صاحب رامپوری (غیر مطبوعہ)

۹۔ حالات مصنفین (غیر مطبوعہ)

۱۰۔ تاریخ وہابیہ (غیر مطبوعہ)

۱۱۔ مقالات حنفیہ (غیر مطبوعہ)

۱۲۔ حضور مفتی اعظم ہند قرآن وحدیث کی روشنی میں

۱۳۔ نبی نماز

اس کے علاوہ نشرواشاعت سے بھی آپ کو گہرا شغف رہا، آپ نے نشرواشاعت کی اب تک کی زندگی میں مختلف کارہائے نمایاں انجام دیئے، اب ترین کاوش چند احباب کی

معیت میں "رضا اکیڈمی رامپور" کے نام سے اشاعتی ادارہ کا قیام ہے جو ۱۹۸۱ء میں عمل میں آیا جس کے ذریعہ کئی اشاعتی پروگرام انجام پائے اس کے بعد چند رفقائے کار کے ساتھ ۱۹۸۲ء میں "قادری اکیڈمی رامپور" کے قیام میں بھی سرگرمی و مستعدی کے ساتھ شامل رہے جو آج تک اسی اساس پر کام کررہا ہے۔

رامنگر نینی تال پہونچنے کے بعد "رضا دار الاشاعت" کا قیام فرمایا جس نے مختصر سے عرصہ میں مثالی کارکردگی سے حیرت انگیز شہرت حاصل کرلی، الجامعۃ القادریہ رچھا اسٹیشن پہونچکر اپنے معاون کار مخلص احباب کے ساتھ ماہنامہ رضائے مصطفی نکالا اور بحسن خوبی انکی ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف تشریف لاکر بھی نشر واشاعت کی طرف کئی ایک مثبت قدم اٹھائے جو کامیاب تو رہے مگر حسب مراد نہیں، آپ بریلی شریف میں منصوبہ بند اشاعتی پروگرام کی امنگ رکھتے تھے، اس کو تائید غیبی ہی کہیں گے کہ مخیر قوم وملت حضرت سید شوکت حسین صاحب ممی نے ایک ایسے ہی پروگرام کی پیش کش کی، اپنے خوابوں کی تعبیر سمجھ کر اس کو بکمال رغبت قبول کرلیا اور "امام احمد رضا اکیڈمی" کے نام پر اس عظیم کام کی داغ بیل ڈالدی جس کو ارباب عقیدت بڑی قدر و قیمت کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں خدا پاک اس کارنمایاں کو غایت درجہ کامیابی عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم)

الغرض حضرت مصنف کا کاروان شوق پہ بہ پہ منازل عظمت کی طرف رواں دواں ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اتنی کامیابیاں مستقبل میں اور بھی زریں خدمات کا پتہ دیتی ہیں۔ بقول شاعر ابھی جانا ہے مجھکو اور آگے یہ منزل آخری منزل نہیں ہے

آخر میں دست بدعا ہوں کہ خدائے پاک اپنے حبیب صاحب لولاک ﷺ کے صدقہ میں بے پناہ برکت فرمائے تاکہ اسی طرح اپنی بیش بہا نگارشات اور گراں قدر خدمات سے نوازتے رہیں۔ ع

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

صغیر اختر المصباحی

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۳ مارچ ۲۰۰۱ء

بروز جمعہ مبارکہ

از:۔ ارشد علی جیلانی جبلپوری

# نذرِ عقیدت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اہل قرطاس وقلم سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ تصنیف وتالیف، ترتیب وتخریج کا کام کس قدر دشوار اور مشکل ہے۔ مگر پھر بھی ہمدردان قوم وملت مسلک حق کی پاسداری اور نصیحت مسلمین کی خاطر اس امر دشوار کو خندہ پیشانی کے ساتھ انجام دیتے رہے ہیں۔

قرطاس وقلم کے رخ سے دینی خدمت وہ عظیم سرمایہ ہے جس کے ذریعہ مرنے کے بعد بھی صاحب قلم کی جیتی جاگتی تصویر قوم کو دیکھنے ملتی رہتی ہے۔

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصنیف وتالیف کے ذریعہ جو گراں قدر وعظیم دینی خدمات انجام دیں ان کی نظیر دور دور تک نظر نہیں آتی۔

آپ نے سیکڑوں قلمی جواہر پارے قوم کو عطا فرمائے جن کو دیکھ کر عجم ہی نے نہیں بلکہ عرب نے بھی آپ کی مدح وستائش کی۔ اور سب نے آپ کے علم وفضل کو تسلیم کیا۔

اس عظیم ہستی کو رحلت فرمائے ہوئے اگرچہ پون صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن آپ اپنے بے مثال کارناموں کی وجہ سے آج بھی زندہ ہیں۔ اور اپنی بیش بہا تصانیف کی صورت میں گویا اپنے موسلا دھار فیضان وکرم کے ساتھ ہمارے درمیان جلوہ افروز ہیں۔

آپ کے مخالفین آپ کی خداداد عظمت ومقبولیت کو برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے طرح طرح سے آپ کو بدنام کرنے اور آپ کے علم وفضل کو گھٹانے کی سعی لاحاصل کی، ایک

صاحب نے، تو گویا دن کی روشنی میں آفتاب کا انکار کرنے کی کوشش کی اور کہا اعلیٰ حضرت علم حدیث میں قلیل البضاعت تھے۔

متعدد علمائے کرام نے اس کذب بیانی کا پردہ فاش کیا اور واضح دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا کہ اعلیٰ حضرت کو دیگر علوم وفنون کی طرح علم حدیث اور اس کے متعلقات پر بھی ید طولیٰ اور مہارت تامہ حاصل تھی۔

آقائے نعمت منبع فیض وحکمت استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب قبلہ مدظلہ المنیف نے بھی اپنا قلم با فیض اٹھایا اور جامع الاحادیث جیسی عظیم الشان کتاب تالیف فرما کر مخالفین کی جانب سے ہونے والے اس اعتراض کا بہت ہی موثر انداز میں ازالہ فرمادیا۔

حضرت مدظلہ العالی نے احادیث کے اس مجموعے سے ثابت کر دیا کہ اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت کو جملہ علوم حدیث میں جو صلاحیت خاصہ اور مہارت تامہ حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے۔

ہم عصر علماء ومحدثین آپ کے تبحر علم حدیث کا واضح طور پر اعلان فرماتے ہیں۔

عمدۃ المحدثین حافظ بخاری حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

وہ اس وقت امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر ہیں، اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے ان کی روایت ودرایت کی خامیاں ازبر۔

علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے، اعلیٰحضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح وتعدیل کے، جو الفاظ فرمادیتے، اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب وتہذیب وتذہیب میں وہی لفظ مل جاتا۔ اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعے کی وسعت۔

حضور استاذی الکریم حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب قبلہ مدظلہ اللطیف کی سالہا سال عرق ریزی و جاں سوزی کے بعد احادیث مقدسہ کا مجموعہ

بنام "جامع الاحادیث" آپ کے ہاتھوں میں ہے جو حذف مکررات کے بعد ۳۶۶۳۔احادیث پر مشتمل ہے۔

الحمد للہ تعالیٰ ، ناچیز کو حضرت اقدس کی نگرانی میں جامع الاحادیث کی کمپوزنگ اور سیٹنگ کے دوران مکمل جامع الاحادیث کے سرسری مطالعہ کی بھی سعادت میسر آئی۔

خدائے ذوالجلال کی بارگاہ عظمت میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمارے استاذ معظم کے فیضان کرم کو ہم پر تادیر قائم ودائم فرمائے۔اور ہمیں استفادہ کی استعداد بخشے۔آمین بجاہ سیدی النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سگِ بارگاہ رضویہ

احقر ارشد علی جیلانی عفی عنہ

متعلم جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

# فہرست عنوانات/ مقدمہ

# اعتذار

احادیث کی تخریج نہایت دشوار گزار منزل اور صبر آزما مرحلہ تھا، بعض اوقات ایک ایک حدیث کے حوالے کے لئے گھنٹوں کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑتی تھی بلکہ بعض کے لئے ہفتوں جدو جہد جاری رہتی جب کہیں کامیابی ملتی۔ اس جدو جہد کے بعد جب حوالہ مل جاتا تو اس پر فرح وسرور کا جو عالم ہوتا وہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔

اس تلاش وجستجو کے بعد بھی ہم بعض احادیث کی تخریج سے قاصر رہے ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کسی صاحب کو ایسی احادیث میں سے کسی کا حوالہ مل جائے تو ہمیں ضرور اطلاع دیں۔ ہم شکریہ کے ساتھ دوسرے ایڈیشن میں اسکا اضافہ کردیں گے۔

نیز ہم نے امام احمد رضا قدس سرہ کی تصانیف متداولہ میں سے تقریبا تین سو تصانیف سے احادیث جمع کرکے یہ مجموعہ ہدیۂ قارئین کیا ہے، امام احمد رضا کا قلم بلاشبہ لغزش سے پاک ہے لیکن اس طویل سفر میں ہم سے کسی مقام پر کوتاہی ہوجانا کوئی امر مستبعد نہیں، پھر یہ کہ مجھے اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا بھی کامل اعتراف ہے، لہذا جس مقام پر قارئین کو کسی قسم کی غلطی نظر آئے تو وہ اپنے حلقۂ اثر اور ہم نشینوں کی مجلس میں کتاب کی وقعت واہمیت کم کرنے کے بجائے براہ راست مجھے مطلع فرمائیں تاکہ اسکی تلافی کی جاسکے اور ہدیہ تشکر بھی پیش کیا جائے۔

امیدوار کرم

مرتب